تیمور

جس نے دُنیا ہلا ڈالی

مصنف

ہیرلڈ لیمب

مترجم

محمد عنایت اللہ

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ میں چھپی

مُصنّف کتاب نے یہ تالیف اپنے

والد بزرگوار

کے نام معنون کی ہے

فہرست مضامین

تمہید

عزم ۱-۷

پہلا حصّہ

باب		صفحہ
۱	ماوراالنہر	۸ — ۱۳
۲	سر پر خود رکھنے والے،	۱۴ — ۲۱
۳	شاہ ساز سالی سرائے،	۲۲ - ۳۱
۴	خاتون آغا،	۳۲ - ۴۱
۵	تیمور اور تدبیر امور،	۴۲ — ۵۲
۶	تیمور اور بادیہ گردی،	۵۳ — ۶۲
۷	"اسپ لاغر" اور "شتر ناتوان"	۶۳ — ۷۲
۸	پل سنگین پر لڑائی،	۷۳ - ۸۱
۹	جنگ لائی، (مینھ اور کیچڑ والی لڑائی)	۸۲ — ۸۹

باب		صفحہ
۱۰	دو امیر	۹۰ - ۱۰۴
۱۱	"بام دنیا" پر تیمور کا پہنچنا،	۱۰۵ - ۱۱۳
۱۲	مولٰنا زین الدّین کیا فرماتے ہیں،	۱۱۴ - ۱۲۴
۱۳	والی خوارزم حسین صوفی و یوسف صوفی،	۱۲۵ - ۱۳۵
	دوسرا حصّہ	
۱۴	سمرقند،	۱۳۶ - ۱۴۵
۱۵	سیر آوردہ،	۱۴۶ - ۱۶۰
۱۶	دشت و صحرا سے گذرنا،	۱۶۱ - ۱۷۴
۱۷	سائے اور آسیب کا ملک،	۱۷۵ - ۱۸۷
۱۸	روس کا شہر موسکو،	۱۸۸ - ۲۰۵
۱۹	یارانِ ہم پیالہ،	۲۰۶ - ۲۲۱
۲۰	تیمور کی سلطنت،	۲۲۲ - ۲۳۴
۲۱	گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور	۲۳۵ - ۲۵۱
۲۲	سلطان احمد بادشاہِ بغداد،	۲۵۲ - ۲۶۲
	تیسرا حصّہ	
۲۳	سمرقند محفوظ،	۲۶۳ - ۲۷۸
۲۴	بڑی ملکہ اور چھوٹی ملکہ،	۲۷۹ - ۲۸۹

باب		صفحہ
۲۵	تیمور کی جامع مسجد،	۲۹۰—۲۹۶
۲۶	جنگ سہ سالہ،	۲۹۷—۳۰۷
۲۷	اسقف یوحنا یورپ جاتا ہے،	۳۰۸—۳۱۷
۲۸	آخری جنگ صلیب،	۳۱۸—۳۲۹
۲۹	بایزید اور تیمور کا مقابلہ،	۳۳۰—۳۴۷
۳۰	تیمور کا یورپ کے دروازے پر پہنچنا،	۳۴۸—۳۶۰
۳۱	تمام دنیا سپید ہو جاتی ہے،	۳۶۱—۳۶۷
	انجام	
	اس جدوجہد کا کیا انجام ہوا	۳۶۸—۳۷۹
	تعلیقات	
۱	ترتیب لشکر اور اربابِ دانش	۳۸۰—۳۸۱
۲	یورپ اور ایشیا کی کمانین،	۳۸۲—۳۸۶
۳	آتش فگن آلات،	۳۸۷—۳۸۸
۴	انکوریہ،	۳۸۹—۳۹۴
۵	بادشاہ لیتھوانیہ، وتیوت اور تاتاری،	۳۹۵—۳۹۸
۶	لڑائی کے دو استاد،	۳۹۹—۴۰۳
۷	یورپ کے شاعر اور تیمور،	۴۰۴—۴۰۸

باب		صفحہ
۸	موگل (مغل)	۴۰۹ - ۴۱۱
۹	تاتار ،	۴۱۲ - ۴۱۴
۱۰	تُرک ،	۴۱۵ - ۴۱۹
۱۱	شیخ الجبل ،	۴۲۰ - ۴۲۳
۱۲	تبریز کا عظیم الشان شہر ،	۴۲۴ - ۴۲۶
۱۳	کلاویجو اور تبریز ،	۴۲۷ - ۴۳۰
۱۴	امیر کا خیمہ و خرگاہ ،	۴۳۱ - ۴۳۲
۱۵	بڑا گنبد ،	۴۳۳ - ۴۳۵
۱۶	کٹے ہوئے سروں کے مینار (کلّہ مینار)	۴۳۶ - ۴۳۸
۱۷	تیمور کی طبیعت و خصائل ،	۴۳۹ - ۴۴۱
۱۸	تیمور اور مذہب ،	۴۴۲ - ۴۴۴
	فہرست کتب	۴۴۵ - ۴۶۶
	اشاریہ	۱ - ۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از مترجم

اصل انگریزی کتاب کی طرح اُسکا یہ اردو ترجمہ بھی دیباچہ کا محتاج نہین ہے، البتہ چند ضروری باتین عرض کرنی ہین،

پہلی بات تو ایک قسم کی معذرت ہے جسے امید ہے کہ ناظرین قبول فرمائین گے، ایشیائی تاریخ نویسی اور یورپین تاریخ نویسی کا طرز جدا ہے، ہمارے پرانے مورخ بادشاہ کو خدا بنا دیتے ہین اور یورپ کے مورخ اگر خدا بھی اتفاق سے مل جائے تو اُسے انسان بنا دین، ہندوستان کے مسلمانون مین اب بھی ایسے لوگ موجود ہین (گو چراغ سحری ہین) جنکے دل مین تیمور اور تیمور کے خاندان کی بے حد عزت ہے، یہ لوگ اُن کے علاوہ ہین جو حضرت صاحبقران کی اولاد سے ہندوستان مین ابتک موجود ہین اور جنکی عزت کرنے پر ہر نیک اور شریف دل مجبور ہے، یہ جس قدر اپنے مورثِ اعلیٰ کی تعظیم و تکریم کرین وہ کم ہے، مغربی طرز مین بادشاہون کا نام لینے اور ان کا ذکر کرنے مین پاس ادب بہت کم ملحوظ رکھا جاتا ہے، جس نام کو ہم اپنی کتابون کی سرخیون مین "شہنشاہ اعظم حضرت ابو المنصور محمد قطب الدین امیر تیمور گورگان صاحبقران غازی نور اللہ

مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ" لکھا دیکھتے ہین مغربی مورخ وہان "تیمور" یا "تمرلین" لکھتا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اس بارے مین پوری احتیاط کرتے بن نہ پڑا اور زیادہ تر مصنّف ہی کی تقلید پر مجبور رہا، اسلیے عجب نہین کہ قدامت پرست بزرگ ترجمے کے بعض مقامات کو بے ادبی پر محمول کرین، مگر اُن کی خدمت مین مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مصنف کی کتاب کا ہیرو بجز حضرت امیر تیمور گورگان کے دوسرا کوئی نہین ہے، اور مصنّف کی نیّت مخالفت یا تعصب سے پاک ہے، ایسی صورت مین طرزِ بیان کا چندان خیال نہ کرنا چاہیے جب کوئی ایسا بڑا انسان ہو کہ کشور کشائی اور گیتی ستانی کے درجہ کو پہنچا ہو اور اُسکی قدرتی تصویر کھینچنی اسطرح مقصود ہو کہ وہ ہر دل کے قریب آجائے تو قلم کا بے تکلّف ہو جانا مقتضائے فطرت ہو جاتا ہے،

دوسری بات خاص ترجمے کے متعلق عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ادبی محاسن جو اصل انگریزی کتاب مین ہین وہ ترجمے مین ادا نہین ہو سکے پیچیدہ اور طولانی مضامین کو مختصر عبارتون مین جو اپنے جثّے سے کہین زیادہ حاملِ خیالات ہین سرعت و روا داری کے انداز مین بیان کر جانا اور وہ بھی اسطرح کہ رفتار کی تیزی مین ادبی خوبیان برابر جھلکتی رہین خفیف اشارون سے خیال کے لیے وسیع میدان پیدا کر دینے، مناظرِ قدرت کا بیانِ واقعی، لشکرون کی نقل وحرکت میدانِ جنگ کے کارنامے، پھر ایسی چیزین جنکی طرف نظر تک نہ جائے اُن کے حسین پہلو سامنے لے آنے، غیرون کی صورت شکل وضع قطع کو اس طرح بیان کرنا کہ اپنون کے لیے ظرافت کا سرمایہ بھی بہم پہنچتا رہے، بعض جگہ بے تکے پن مین بھی حسن گفتار کا سلسلہ ہاتھ سے نہ دینا، حسب ضرورت ہر اسم و فعل کی صفت مین ایک ہی موزون اور پرکیف لفظ سے کام لینا جہان غیر منھ تکتے رہ جائین، بہت سے غیر متعلق واقعات کو ایک ہی سلسلے مین اس طرح کہہ جانا کہ بظاہر

ان مین تعلق معلوم ہونے لگے، نہ نظر ٹکے، نہ خیال رُکے، تصویر کے بہت سے خطوط نذار د کر دینا
پھر بھی صورت کا پورا نقش پردۂ نظر پر مکمل رکھنا، انگریزی مصنف کے طرز بیان کی وہ دلفریب
ادائین ہین جو ایک اردو زبان رکھنے والے کو خاص طور پر متاثر کرتی ہین اور اسکی قوت سے
باہر ہو جاتا ہے کہ ان ادبی خوبیون کی نقل وہ اپنی زبان مین پوری پوری اتار سکے، انگریزی
سے اردو مین ترجمہ کرنے کی خدمت کسی کو بھی سلے اکثر یہی دیکھا ہے کہ اردو کی کم مایگی کی شکایت
زبان پر بار بار آنے لگتی ہے، مگر کوئی چارہ نہین، کیونکہ دونون زبانون کی قوت کا فرق ایک
لاعلاج مجبوری ہے، اگر زیادہ جرأت کیجئے اور غیرون کے حسنِ بیان کو اپنے باغون سے ڈالیا
لگا کر پیش کیجئے تو پھر وہ ترجمہ نہین رہتا، نہ اردو کا مذاق اُسے قبول کرتا ہے نہ انگریزی کا، کیونکہ اصلی
ہیئت بدل جاتی ہے، واقعہ نگاری کا نقش ایک زبان سے دوسری زبان مین اترآنا ممکن ہوتا ہے
لیکن جہان تخیل کی نزاکتین اور قوتِ ادا کی خصوصیات ہون وہان غیر زبان وہ بھی ہم
انگریزی دان مفلسون کی مفلس اُردو بالکل مجبور و معذور ہو جاتی ہے، بہرکیف ترجمے کی مشکلا
کچھ ایسی ہین کہ کتنی ہی محنت اور دماغ سوزی کیجئے نہ مترجم کو اطمینان ہوتا ہے اور نہ پڑھنے والا
خوش ہو کر آسانی سے مطلب سمجھتا چلا جاتا ہے، مگر اس محنتِ بلا مزد سے بھی کسی طرح چارہ نہین
دل نہین مانتا کہ کوئی اچھی کتاب ہو خواہ کسی کی ہو اور وہ اپنی زبان مین نہ ہو،

کوئی اچھی کتاب! یہان سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسی کتاب اتنی اچھی ہے کہ ترجمے کیلئے
اُسے منتخب کیا جائے، اس خصوص مین مین بہت خوش قسمت رہا، عالیجناب نواب سر امین جنگ
بہادر نے مسٹر لیمب کی دونون کتابون یعنی "تمرلین" اور "چنگیز خان" کو اردو مین ترجمہ کرنے کے
لیے عالیجناب نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری سے تحریک فرمائی، سر اکبر حیدری نے مجھے

لکھا کہ ان کتابون کے ترجمے کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے، کتابون کو پڑھنے کے بعد اور ایسے جوہر شناسانِ علوم و معارف کی تحریک پر مجھے خود دونون کتابون کے ترجمہ کرنے کا شوق ہوا، چنانچہ ان دو مین سے "تمرلین" کا ترجمہ نذرِ ناظرین کرتا ہون، دوسری کتاب یعنی "چنگیز خان" کا ترجمہ بھی ختم کر لیا ہے اور امید ہے کہ وہ بھی جلد ناظرین کے سامنے پیش ہوگا،

مسٹر لیمب کی دونون کتابین نہایت دلچسپ اور پرلطف ہین، مگر تاریخ کے مبصرون مین ایک معزز گروہ ایسے لوگون کا ہے جو مورخ کو صرف اتنی اجازت دیتے ہین کہ وہ محض خشک و خالص واقعات اُن کے سامنے پیش کرے تاکہ واقعات سے وہ خود ہی نتائج مستنبط کر سکین اس قسم کے مبصرون کو مسٹر لیمب کی کتاب صرف ایک "افسانہ" معلوم ہوگی، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، مصنف نے علاوہ ایسے کارنامون کی صراحت کے جو یورپ کے براعظم پر تیمور سے عمل مین آئے اور جنکا اندازہ فارسی تاریخون سے بہت کم ہوتا ہے، حضرت صاحبقران کے زیادہ تر سوانح وہی لکھے ہین جو مولنا شرف الدین علی یزدی کے ظفرنامے مین بھی بیان ہوئے ہین، اور مولنا شرف الدین کا ظفرنامہ تیمور کے حالات مین ایک مانی ہوئی کتاب ہے، البتہ انگریزی مصنف نے صرف ایسے حالات کو جو اپنے منظر و ماحول کے اعتبار سے چشم خیال کے لیے زیادہ دلکش تھے منتخب کر کے حسن و خوبی سے لکھا ہے باقی حالات پر سرسری نظر ڈالی ہے، غالباً اسی انتخاب نے معترض کی نظر مین کتاب کو محض ایک افسانہ بنا دیا، مگر یہ اعتراض بھی حسین ہے، ہر چیز کی قدر و قیمت پرکھنے کے لیے نظر چاہیئے، کونسا افسانہ ہے جس کی بنا حقیقت پر نہین اور کونسی حقیقت ہے جس نے افسانہ بنکر دل پر قابو نہ پایا ہو، مگر جب نظر ہو نہ دل تو پھر شکایت کیا، خشک تاریخی واقعات کو پڑھنا بھی کڑوی دوا کا حلق سے اتارنا ہوتا ہے،

مگر ہمارے مصنف نے اس تلخ معجون مین بھی ایسے جواہرات حل کر دیئے ہین کہ واقعات کی حقیقت اوران کے اثر مین بغیر فرق آئے ایک نیا لطف اور ذائقہ پیدا ہو گیا ہے، اور امیر تیمور گورگان کا ایک ایسا مرقع تیار کر دیا ہے جسمین وہ پھرتا چلتا زندہ نظر آتا ہے، اور یہ زندہ تصویر وہ ہے، جو ناظر کتاب کو اصلی ماخذون کی طرف بے اختیار رجوع کر کے تاریخ بینی کا شوق بڑھاتی ہے، اور افسوس ہوتا ہے کہ ہم کہان تھے جبکہ ہمارے ہی باغون سے جنکی طرف سے ہماری نظرین پھر چکی ہین دوسرون نے پھول اور پتے چنکر ایسے گلدستے تیار کر دیے جنھین دیکھکر حیرت ہوتی ہے،

مجھے یہان یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ فارسی تاریخون کے حوالے جو ترجمے کے حواشی مین اکثر لکھے گئے ہین وہ مصنف کتاب کی طرف سے نہین ہین، یہ قصور میرا ہے، اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ ترجمہ کرتے وقت مین فارسی تاریخین بالخصوص ظفرنامہ اور تزک تیمور برابر پڑھتا گیا، جہان جہان مجھے معلوم ہوا کہ انگریزی مصنف کا لکھا ہوا مضمون فارسی کتابون مین زیادہ صراحت اور دلبستگی سے اپنے اصلی رنگ مین پڑھا جا سکتا ہے وہان مین نے فارسی کتاب کی جلد اور صفحون کا حوالہ دیدیا، اور کہین کہین فارسی عبارتین یا ان کے ترجمے مختصر طور پر نقل کر دیئے، اسی طرح کہین کہین عبارت کو کھولنے کے لیے مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اتنا وقت نہ مل سکا کہ مین ایک مرتبہ پورے غور سے ترجمہ کا اصل سے مقابلہ کر لیتا، ضرور ہے کہ ترجمہ مین غلطیان رہ گئی ہونگی، جسکا افسوس ہے،

مطبع دارالمصنفین اعظم گڈہ کا مین بہت ممنون ہون کہ جہانتک صحت ممکن تھی اس صحت اور خوشنمائی کے ساتھ یہ ترجمہ وہان طبع ہو گیا، اور مجھے کاپیان اور پروف دیکھنے

کی زحمت نہ اٹھانی پڑی،

آخر مین مگر سب سے زیادہ مین مسٹر لیمب کا شکر گذار ہون کہ انھون نے مہربانی فرماکر اپنی نہایت دلچسپ اور شیرین کتاب کا ترجمہ شایع کرنے کی مجھے تحریری اجازت دی اور مجھے امید ہے کہ درخواست پر وہ مجھے اپنی دوسری کتاب "چنگیز خان" کے ترجمہ کو شائع کرنے کی بھی اجازت دیدینگے،

حیدرآباد دکن
یکم دسمبر ۱۹۳۰ء

محمد عنایت اللہ
ناظم شعبۂ تالیف و تراجم





Martin.]

امیر تیمور

یہ تصویر امیر کی زندگی میں رنگین بنائی گئی تھی - اس وقت عمر تقریباً پچاس برس کی تھی -

تیمور

تمہید

عزم

پانچسو پچاس برس منقضی ہوتے ہین کہ ایک شخص نے دنیا کا مالک بننا چاہا، جس کام مین ہاتھ ڈالا کامیاب ہوا، اسی شخص کو ہم "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے ہین،

ابتدا مین وہ ایک شریف زادہ قلیل مقدرت کا آدمی تھا، ایشیا وسطی مین جسے فاتحون کا مولد کہنا زیبا ہے کچھ زمین اور چند مویشیون کے سوا اور کچھ نہ رکھتا تھا، سکندر کی طرح کسی بادشاہ کا فرزند نہ تھا اور نہ چنگیز خان کی طرح کسی سرخیل کا وارث، فتحمند سکندر کے پاس مقدونیہ کے لوگ اور چنگیز خان کے پاس مغلون کے گروہ شروع ہی سے موجود تھے، مگر تیمور نے خود اپنے لیے ایک قوم فراہم کی،

نصف دنیا سے زیادہ کے لشکرون کو یکے بعد دیگرے مغلوب کیا، شہرون کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ پھینکا، اور پھر جس طرح چاہا انھین از سر نو تعمیر کیا، سڑکین اور راستے ایسے بنائے کہ دو براعظمون کی تجارت کا مال اُن پر سے گذرنے لگا، اقلیمون اور سلطنتون کی دولت اپنے قبضے مین لایا اور جس طرح دل چاہا اسے صرف کیا، پہاڑون کی چوٹیون کو درست کر کے اُن پر نشستگاہ

تعمیر کئے اور یہ صرف ایک ماہ کے عرصے مین، کسی متنفس نے تیمور سے زیادہ غالباً اس بات کی کوشش نہین کی کہ ایک بگڑے ہوئے نظام اشیا کو قابو مین لا کر اسے ایسے قالب مین ڈھال دے جو اپنے دلی منشا سے قریب تر ہو؛

پہلے بھی اہل یورپ اسے "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے تھے اور اب بھی اسی نام سے وہ اُن مین مشہور ہے، ہماری عام تاریخون مین جو ملک اس کے زیر نگین تھے انھین "سلطنت تیمور" لکھا جاتا ہے لیکن پانچسو برس پہلے ہمارے بزرگ تیمور کی قلمرو کو "تاتاری" کہتے تھے، دھندلی سی ایک صورت کسی بڑے جابر و سفاک کی اُن کے ذہن مین تھی جو یورپ کے دروازے سے باہر زرین خیمون اور منارون مین گشت لگاتی نظر آتی تھی اور یہ منارے آدمیون کے کٹے ہوئے سرون سے چنے ہوتے تھے جنپر رات کے وقت غیبی شعلون کی روشنی چمکا کرتی تھی؛

ایشیا اُس سے خوب واقف تھا، اُس پر ناز بھی کرتا تھا اور افسوس بھی، وہان ایسے دشمن بھی تھے جو اُسے ایک بڑا گرگ سیاہ کہتے تھے، مگر اُس کے ہمراہی و ہوا خواہ اُسے شیر زیان اور گیتی ستان کے لقب سے یاد کرتے،

نابینا ملٹن نے عزازیل کی پر شکوہ تصویر مین جو عجیب رنگ بھرے ہین معلوم ہوتا ہے کہ تیمور لنگ کے [illegible]دن پر غور کرنے کے بعد قلم مین یہ زور آیا تھا،

شعرا نے خیال آفرینیان کین اور مورخون پر سکوت کا عالم رہا کہ تیمور کو کس زمرہ مین تصور کرین، اس کا جواب آسان نہ تھا، کسی شاہی خاندان کا وہ رکن نہ تھا، اپنی ذات سے البتہ ایک شاہی خاندان کی بنا ڈال گیا، وحشیون مین اٹیلا کی مثل نہ تھا جس نے روما کو غارت کیا تھا، بلکہ باوجود عالمگیر ابتری کے خود اپنا ایک روما صحرا مین آباد کر گیا، تخت شاہی اپنے لیے

آراستہ کیا، لیکن عمر کا بیشتر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر گذرا، تعمیر کی طرف متوجہ ہوا، تو سابق کی کسی عمارت کو پیش نظر نہ رکھا، چٹانون اور پہاڑون کی چوٹیون اور صرف ایک گنبد کو دیکھ کر جسے دمشق مین اس شہر کو جلانے سے پہلے دیکھا تھا اپنی طبیعت کے موافق فن تعمیر مین ایک طرز نو پیدا کیا، تیمور کے ذہن کا یہ خوشنما گول گنبد روسی عمارتون کے لیے نمونہ ہو گیا، ہندوستان مین "تاج محل" کے سر کا تاج بنا، اور "تاج محل" کا بانی تیمور ہی کے پڑپوتون مین سے ایک مغل بادشاہ تھا،

تاریخ نے اس کے زمانے کے یورپ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، ہمین معلوم ہے کہ ریاست وینس پر مجلس[1] ارکان عشر کو کیا اقتدار حاصل تھا، رینزی[2] (شاعر[3] ڈانٹی کی وفات کے ایک پشت بعد) کیونکر اپنے وقت کا موسیٰ لونی ہو گیا، یہ زمانہ وہ ہے کہ پٹرارک[4] تصنیف مین مصروف ہے اور فرانس مین جنگ صد[5] سالہ بہ ہزار دشواری اپنا دور بے سود پورا کر رہی ہے، اور لیان اور برگنڈی کے لوگ نیم مجنون بادشاہ فرانس چارلس[6] ششم کی بے پروا نگاہون

[1] سنہ ۱۳۱۰ء مین جب وینس کی ریاست مین ایک بغاوت ہوئی تو ریاست کی مجلس عظمیٰ نے اپنے ارکان مین سے دس آدمیون کو منتخب کرکے ان کی ایک مجلس "ارکان عشر" کے نام سے مقرر کی تاکہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۳۹،) مترجم

[2] رینزی (کولا دی رینزی) اٹلی کا بڑا سیاسی مصلح تھا، (سنہ ۱۳۱۳، سنہ ۱۳۵۴ء) ۲۰ مئی سنہ ۱۳۴۷ء کو ایک بڑے گروہ کا پیشوا بنا اور ٹرائیبیون کا لقب اختیار کرکے دارالحکومت پر چڑھائی کی اور اپنے بنائے ہوئے قوانین جنمین رعایا کی زیادہ بھلائی مدنظر تھی جاری کیے (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۱۵۶، ۱۶۱) مترجم

[3] اٹلی کا شاعر بے بدل تھا، ولادت سنہ ۱۲۶۵ وفات سنہ ۱۳۲۱ء، مترجم

[4] یہ بھی اٹلی کا مشہور شاعر تھا ولادت سنہ ۱۳۰۴ وفات سنہ ۱۳۷۴ء، مترجم

[5] "جنگ صد سالہ" یہ نام ایک بڑی طول و طویل لڑائی کا ہے جو فرانس اور انگلستان مین سنہ ۱۳۳۷ سے سنہ ۱۴۵۳ء تک پانچ فرانس کے اور پانچ ہی انگلستان کے بادشاہون کے زمانے مین جاری رہی، بنائے مخاصمت فرانس کے کچھ حصے تھے جنکا مالک انگلستان تھا۔ مترجم

[6] ولادت سنہ ۱۳۶۸ وفات سنہ ۱۴۲۲ء، مترجم،

کے سامنے پیرس کے قصائیوں[1] سے بحث مین سرگرم ہین، یورپ اُس وقت نوعمر تھا، بیدار ہوکر عہدوسطیٰ کی ظلمت سے ابھی باہر آیا تھا، نشاۃ جدیدہ[2] کی روشنی نے ابھی تک اوس مین چمک پیدا نہ کی تھی،

تہذیب وتمدن کی نعمتین، کپڑا، کتان، گرم مسالہ، ریشم، لوہا، فولاد، چینی ظروف ان سب کے لیے یورپ کی نظرین مشرق کی طرف لگی رہتی تھین، چاندی، سونا، جواہرات سب مشرق ہی سے آتے تھے، اس خشکی کی تجارت سے وِنیس اور جنیوا کی ریاستون کو بڑا عروج حاصل ہوگیا تھا، قرطبہ اور اشبیلیہ کی عمارتین، غرناطہ کے محلات اور قصور عربون اُنے بنائے تھے، قسطنطنیہ کا طرز آدھا مشرقی تھا،

یورپ سے سائبیریا والی ریل کے ایک جنکشن سے قریب پتھر کا ایک ستون لگا ہے، اس ستون کے ایک رُخ "یورپا" اور دوسرے رُخ "ایشیا" لکھا ہے، تیمور کے زمانہ مین یہ ستون ہوتا تو طول بلد کے پچاس درجے ہٹا ہوا مغرب مین وِنیس کے قریب کہین نصب ہوتا، اوس وقت یورپ وسعت مین ایشیا کے ایک صوبے سے زیادہ نہ ہوتا، اور یہ صوبہ بھی ادنیٰ درجے کے امرا اور کاشتکار غلامون کا ہوتا، جہان کے شہر گاؤن سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے اور زندگی بقول ایک مورخ کے شکایتون اور مصیبتون کی ایک داستان ہوتی،

یورپ کی حالت سے جو اس صدی مین اُس کی تھی ہم خوب واقف ہین لیکن اس منظر

---

[1] چودھوین صدی مین جبکہ چارلس ششم فرانس مین بادشاہ تھا، تو پیرس کے قصاب عایا کے لیڈر بن گئے اور دو برس تک حکومت کرتے رہے، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۱۵۶-۱۶۱) مترجم

[2] عہد وسطےٰ کے ختم ہونے پر جو تغیر یورپ مین پیش آیا یا یہ سمجھئے کہ یورپ مین علوم وفنون نے جس طرح دوبارہ زندگی اختیار کی اُسے نشاۃ جدید کہتے ہین،

مین اُس انسان سے آشنا نہین جو دنیا پر حکومت کرنے اٹھا تھا، اُس زمانے کے اہل یورپ تیمور کی شان و شوکت کو ایک آسیب اور اُس کی سطوت کو شیطان کی قوت سمجھتے تھے، جس وقت یورپ کی دہلیز پر قدم رکھنے کو ہوا تو یورپ کے تاجدارون نے اوسے نامے لکھے، اور سفارتین "تیمور اعظم سلطان تاتاری" کی خدمت مین روانہ کین،

انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم نے جو سرحد پار پروشا کے شہ سوارون سے لڑ چکا تھا، اس نامعلوم فاتح کو اس کی فتوحات پر مبارک بادی دی، چارلس چہارم بادشاہ فرانس نے "فاتح ذی وقار شاہ تیمور" کی تعریف لکھ کر بھیجی، ہوشیار اور عقلمند اہل جنیوا نے قسطنطنیہ سے باہر تیمور کا عَلم بلند کیا، مانیول قیصر قسطنطنیہ نے مدد کے لیے تیمور سے درخواست کی، لرد دون ہنری "بادشاہ قشتالیہ بہ افضال الٰہی" نے روے دی گونزالیز کلاویجو کو بطور سفیر تیمور کی خدمت مین بھیجا، اور کلاویجو تیمور کے پیچھے پیچھے سمرقند تک گیا، اور وہان سے واپس آکر تیمور کے حالات جو خود دیکھے تھے اپنے بادشاہ کو پیش کیے،

"تیمور لنگ بادشاہ سمرقند" مغلون کی تمام زمینون اور ہندوستان کو فتح کر کے اور "ارض خورشید" (خراسان) کو جو بہت بڑی قلمرو ہے مسخر اور ملک خوارزم کو مطیع اور منقاد فرما کر اور تمام فارس اور مغربی ایران کو مع تبریز اور سلطانیہ اپنے تصرف مین لا کر اور "ارض حریر" اور "ارض
١٦ الابواب" پر قبضہ کر کے، نیز آرمینیہ کوچک اور ارض روم اور کردستان پر مستولی ہو کر اور شہریار ہند کو جنگ مین مغلوب اور اس کی قلمرو کے ایک حصہ پر مسلط ہو کر اور شہر دمشق کو غارت اور بلاد حلب، بابل و بغداد کو فتح و تاراج کر کے اور ان کے علاوہ اور بہت سے ممالک و دیار اور بادشاہون کو زیر کر کے اور بہت سی لڑائیون مین فتح پا کر بایزید ترک کے مقابلے مین

آیا جو دنیا کے عظیم الشان بادشاہون مین تھا، بایزید سے لڑا اور فتح پا کر اُسے قید کر لیا۔"

یہ بیان کلاویجو کا ہے جو تیمور کی حضور مین پیش ہوا، دربار سمرقند مین حاضر ہو کر اس سفیر نے دنیا کے اکثر فرمانروا خاندانون کی شہزادیون اور چین و مصر کے سفیرون کو دیکھا، افرنجیون کے سفیر ہونے کی وجہ سے اس کی خاطر و مدارات دربار مین اس بنا پر بھی ہوئی کہ "سمندر مین چھوٹی سے چھوٹی مچھلی کو بھی جگہ مل جاتی ہے"[1]

شاہان یورپ کی بزم محتشم مین تیمور کو کرسی نہین دی گئی، تاریخ کے صفحون مین ایک اُڑا ہوا سا نقش اُس خوف و ہراس کا جو یورپ کے دل پر تیمور نے پیدا کیا تھا ملتا ہے، مگر باشندگان ایشیا کی نظر مین تیمور اب تک حضرت صاحبقران "امیر تیمور گورگان اعظم" ہے،

پانچ صدیون کے بعد آج بھی یہ واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کے بڑے فاتحون مین تیمور سب سے آخری فاتح تھا، نپولین اور بسمارک اپنی اپنی جگہ پر ہین، ایک ناکام مرا، دوسرا صرف ایک سلطنت کی سیاسی رہنمائی مین ممتاز ہوا، مگر تیمور نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، جتنی لڑائیان لڑا سب مین جیتا، صرف ایک بڑی سلطنت جو اس سے مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی باقی رہ گئی تھی اور اب اُسی سلطنت سے دست و گریبان ہونے کو چلا تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا،

تیمور کے عزم کو سمجھنے کے لیے اُس انسان کی زندگی پر غور کرنا چاہیے جس نے فی نفسہ عزم کیا تھا، اس غور کے لیے ضروری ہے کہ یورپ کی تاریخون کو بالائے طاق رکھا جائے،

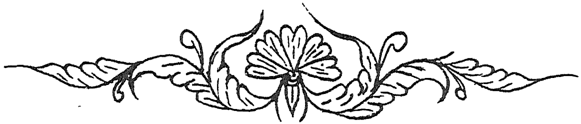
---

[1] "در آں طوی ایلچیان افرنج حاضر بودند و بہرہ ور، مصرع۔
کہ "خس نیز در بحر باید گذر" ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۰،

موجودہ تہذیب وتمدُّن اوراس کے تعصبات کی طرف سے آنکھین بند کرلی جائین اور تیمور کو ان لوگون کی نظر سے دیکھا جائے جو گھوڑون پر سوار اس کے ساتھ ساتھ چلتے تھے،

جس طرح کلاویجو سفیر قسطالیہ سے عمل مین آیا اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ خوف کے پردون سے نکل کر اور کٹے ہوے سرون کے مینارون سے آگے بڑھ کر اور قسطنطنیہ سے گذر کر سامنے کے سمندر کو عبور کر کے ایشیا مین قدم رکھین اور خراسان کی سڑک پر سمرقند کے قصد سے رہ نورد ہو جائین، زمانہ سنہ ہجری کے اعتبار سے ۷۴۷ اور سنہ عیسوی کے لحاظ سے ۱۳۲۵ ہے،

مقام ایک دریا ہے،



پہلا باب ۱۹

ماوراء النہر

بادشاہ قسطالیہ کا سفیر کلاویجو کہتا ہے کہ "یہان کا دریا ان چار دریاؤن مین سے ایک ہے جو جنّت سے نکلے ہین، ملک روشن، فرحت انگیز، دلکش اور خوشنما ہے"

سر پر مطلع صاف ہے، دور پہاڑیون کے نیلگون سلسلے اونچے ہوتے ہوتے اُس برفانی چوٹی تک پہنچے ہین جسے تخت سلیمان کہتے ہین، ہر دامنِ کوہ پر سبزہ زار ہین، چشمے اوپر سے نیچے اترنے مین بازی لگا کر دوڑتے نظر آتے ہین، ان کا پانی اُن بلندیون کی خنکی سے جہان سے یہ اترے ہین اب تک سرد ہے، میدانون مین بھیڑین چرتی ہین اور چرواہے جھبرے ٹٹوؤن پر بیٹھے ان کی گلہ بانی کرتے ہین، نیچے گھاٹیون مین گاؤن کے قریب اونچی اونچی گھاس مین مویشی چر رہے ہین،

دریا چونے کے بڑے بڑے چٹانون مین سے پیچ و خم کھاتا ایک لمبی گھاٹی مین آہستہ آہستہ بہتا ہے، یہان شہتوت کے گھنے درختون اور تاکستانون کی کثرت سے اندھیرا سا رہتا ہے، دریا سے نالیان اور نہرین کاٹ کر جو اور دھان کے کھیتون اور خربوزون کی کیاریون مین پانی پہنچایا ہے، آب رسانی کے لیے تالاب جابجا پانی سے بھرے ہین اور ان کے کنارے

رہٹ چلا کر آہستہ آہستہ پانی اوپر چڑھاتے ہین، پہیون کی چرچر چون چون دور تک سنائی دیتی ہے

اس دریا کو آمو کہتے ہین، ایران اور توران یا شمال اور جنوب کے درمیان یہ دریا ایک ازمنۂ

رفتہ زمانہ سے حدِ فاصل سمجھا گیا ہے، دریا سے جنوب مین خراسان کا ملک ہے جہان ایرانی فارسی

بولتے اور زراعت کرتے ہین، یہ دستار پوش عافیت پسند ایشیاے عظمٰی کے شریف اور نفیس ہین

دریا پار شمال مین توران کا ملک تھا جس سے خانہ بدوش قومین برآمد ہوئی تھین، ان کا کام

مویشی اور گھوڑے پالنا تھا، یہان کے لوگ دستار کی جگہ سر پر خودنما ٹوپی پہنتے تھے، سواے

دریا کے کوئی سرحد ملکون کے درمیان نہ تھی، دریا سے شمال ہی مین وہ ملک تھا جسے ماوراء النہر

کہتے تھے،

یہان مسافر سمرقند جانے کے لیے دریا اترتا تھا خشک نالون اور شاہ بلوط کے گھنے جنگلون

سے گذرتا ہوا ایک درے مین پہنچتا تھا جس کے دونون پہلوؤن پر سنگ آہک کے پہاڑ سر سے

چھ سو فٹ بلند دیوارون کی طرح سیدھے کھڑے تھے، یہان معلوم ہوتا تھا کہ آواز کی گونج

بولنے والے کو منھ چڑھا چڑھا کر برا بھلا کہتی ہے، اس سرخ رنگ درے کا نام دربند آہنین

(یا باب الحدید) تھا، یہان تاریکی مین جہان راستہ اتنا تنگ تھا کہ دو اونٹون سے زیادہ

دوش بدوش نہ گذر سکتے تھے کچھ لوگ سانولی صورتون کے برچھون پر سہارا لیے کھڑے تھے اور

ہر مسافر کو جو ادھر سے نکلتا غور سے دیکھتے تھے،

یہ بھاری بھرکم آدمی ہوتے تھے، موچھین پتلی لکیر سی ہونٹ پر سے ہوتی ہوئی باچھون کے

پاس آتے ہی ٹھوڑی پر جھک پڑی تھین، بات آہستہ اور بول کھینچکر نکالتے تھے، باریک لوہے

کی کڑیون کی زرہ پہنتے اور سر کے خود مین گھوڑے کی دم کا طرہ لگاتے، یہ ملک "تاتار" کے

محافظ تھے[۱]

باب الحدید کے بعد پہلی کاروان سرائے جو آئی تھی وہ ایک پر فضا مقام مین جو ہر طرف پہاڑیون سے گھرا ہوا تھا واقع تھی، اور بیچ مین اس کا دریا اپنا الگ تھا، اِس کاروان سرائے کا نام لوگون نے شہر سبز رکھدیا تھا، شہر کے گرد ایک خندق پانی سے بھری تھی، زرد آلو اور خوبانی کے سفید اور گلابی پھولون بھرے درختون سے اوپر مقبرون کے اجلے اجلے گنبد اور مسجدون کے مینار جیسے نیزے عَلَم ہون نظر آتے تھے، یہ گنبد اور مینار اتنے بلند تھے کہ ان پر سے شہر کی نگہبانی ہو سکتی تھی،

یہی شہر سبز تیمور کا مولد تھا[۲] اور اس شہر سے اُسے بہت محبت تھی، رہنے کا گھر لکڑی اور کچی اینٹون کا تھا، صحن کے گرد چار دیواری تھی اور اسی مین ایک باغچہ بھی تھا، چھت مسطح تھی، اور اس کی منڈیرین ایسی تھین جہان سے ایک لڑکا سب کی آنکھون سے اوجھل چپکا بیٹھا موذن کی آواز سنا کرے اور یہ وہ وقت ہو جب کھیتون سے بھیڑین اور مویشی اپنے اپنے گھرون کو آتے ہون،

اس شہر مین ایسے لوگ بھی آمد و رفت رکھتے تھے جنکی ڈاڑھیان لمبی اور جبے ریشمین ہوتے تھے، غالیچے بچھا کر بیٹھ جاتے اور قافلون کا ذکر کرتے یا جو کچھ سفر مین پیش آیا اسے بیان کرتے مگر لڑائی کا ذکر ضرور ہوتا، کیونکہ جنگ کا تاریک بادل شہر سبز کی وادی پر چھایا ہوا تھا،

"انسان کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے" یہ جملہ تیمور اکثر لوگون کی زبان سے سنا کرتا تھا،

---

[۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۹،

[۲] تیمور شب سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۷۳۶ ہجری شہر سبز مین پیدا ہوا تھا، ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰،

لیکن وہ ایسی باتون کو سمجھنے کے لیے اپنا دماغ پریشان نہ کرتا تھا، کلام مجید پڑھا تھا لیکن اس کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے پورا اثر نہ تھا، البتہ بڑے بوڑھون کا کہنا اس کے لیے سب سے بڑا قانون تھا، لڑکون کو اپنے ہتیارون کی حفاظت اور دیکھ بھال کا بڑا خیال ہوا کرتا ہے، بڑے غور طلب سوال ان کے لیے یہی ہوتے ہین کہ نیام مین جو تلوار ہے وہ معلوم نہین اندر سے کیسی ہے یا برچھی کی انی ٹوٹ جانے کے کیا معنی ہوئے،

یہ لڑکے گھوڑون مین پل کر بڑے ہوئے تھے، سمرقند کی سڑک کے کنارے میدانون مین گھوڑ دوڑ کیا کرتے، تیر کمان سے بٹیرون اور لومڑیون کا شکار کرتے، لڑائی اور شکار کی چیزون کو جو بھلی معلوم ہوتین یادگار کے طور پر پہاڑ کے ایک غار مین جمع کرتے، یہ مقام جو پہاڑون مین ایک باہر کو نکلے ہوئے چٹان کی جڑ مین تھا ان لوگون کا گویا قلعہ تھا، ادھر میدان مین کتے سوتے اور گھوڑے چرتے رہتے ادھر یہ لڑکے ٹولیان بنا کر اس فرضی قلعہ کا محاصرہ کرتے، تیمور ان چھوٹ موٹ کی لڑائیون مین سب کا سردار بنتا[1] ان نو عمر سپاہیون مین تین چار سے زیادہ اس کے ساتھی نہ تھے،

تیمور بڑی متانت اور تن دہی سے ہر کھیل مین مصروف ہوتا، کبھی ہنستا نہ تھا، گھوڑے بھی اس کے دوسرون سے کچھ اچھے نہ ہوتے تھے لیکن اپنے ساتھیون مین وہ سب سے بہتر سوار تھا، اور جب یہ لڑکے اتنی عمر کے ہوئے کہ شکار کھیلنے کے لیے ان کو سچ مچ کی تلوارین ملین تو ہتھیار چلانے مین تیمور سب کا استاد نکلا،

تیمور مین یہ متانت غالباً تنہا بسری نے پیدا کی تھی، ابھی بچہ ہی تھا کہ ماں کا انتقال ہو گیا

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۱۴-۱۵،

اور باپ جو تاتاری قبیلہ برلاس کا سرخیل تھا اپنا وقت اکثر سبز پوش درویشون کی صحبت مین بسر کرتا تھا، یہ بزرگ وہ تھے جو حج اور زیارت کا شرف حاصل کر کے لوگون مین تقدس حاصل کر چکے تھے، تیمور کے ہر وقت کے یارون مین شکرے، کتے اور اس کے ہجولی تھے، گھر مین صرف دو نوکر تھے اور گھوڑے اتنے بھی نہ تھے کہ آدھا اصطبل بھر جاتا، باپ سردار تھا مگر کسی قسم کی حکومت نہ رکھتا تھا، لیکن ایسے بزرگون کا نام لیوا تھا جنھون نے لڑائیون مین بڑا نام پیدا کیا تھا، بہر کیف مفلس و تنگدست تھا،

لڑکا گھوڑے پر سوار کھیتون مین چکر لگایا کرتا، اکثر اپنے جھوٹ موٹ کے قلعہ مین جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا اکیلا بیٹھا سمرقند کی سڑک کو دیکھا کرتا، یہان ایران کے دولتمند تاجر گھوڑون پر سوار نظر آتے، ایرانی عورتین بھی ساتھ ہوتین، ان کے گرد مسلح سپاہی حفاظت کے لیے ہوتے مگر تاتاری عورتین منھ پر نقاب نہ ڈالتی تھین، دبلے سوکھے عرب سوداگر گھوڑون کی قطارون کیساتھ پیدل ہوتے، ولایت خطا کی زری و زربفت اور بلاد شمال کے کارگاہون کا ابریشم اور غالیچے ان کے ساتھ ہوتے، زرد و زرد غبار سے کبھی کبھی بردہ فروشون اور فقیرون کا قافلہ بھی نکلتا نظر آتا، ان کے ساتھ غلام ہوتے، فقیرون کے ہاتھ مین عصا اور کچکول ہوتا، ان مین کچھ پیر درویش بھی ہین جو لوگون کو مرید بنانے کی تلاش مین نکلے ہین،

کبھی کبھی کوئی یہودی خچر پر سوار یا کوئی دبلا سوکھا ہندو افغانی رہزنون کے قصے سناتا آنکلتا، شام ہوتے ہی قافلے والے اپنے خیمے نصب کرتے، وہین جانورون کو باندھتے، کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتے اور اس آگ کے دھوئین مین سے گوبر اور لید کی بو آتی تیمور ان مسافرون کے حلقے سے باہر کہین زمین پر آرام سے بیٹھ جاتا اور چیزون کے مول

نول کی باتیں اور سمرقند کے حالات جو کچھ ان کی زبان سے نکلتے انھیں سنا کرتا،
اور جب باپ خفا ہوتا کہ کیوں قافلے والوں میں جا کر بیٹھا تھا تو یہی جواب دیتا کہ "انسان
کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔"



دوسرا باب

سرپرخود رکھنے والے

شہر سبز کی وادی اور جو کچھ اس وادی مین تھا سب قبیلہ برلاس کی میراث تھا، لیکن یہ نہین کہ سکتے کہ جو کچھ وہان تھا قبیلہ برلاس اس کا مالک بھی تھا، کھیتی باڑی کرنے اور چوپائے چرانے کے حقوق، قریہ مویشی، علف زار اور تاکستان جب تک ان پر قبضہ رکھ سکین سب انھین کا مال تھے، اور یہ چنگیز خان نے جس کی حکومت پہاڑون کے دوسری طرف تھی برلاس کے بزرگون کو مدت سے دے رکھی تھین، برلاس کا حال اسکاٹ لینڈ کے جرگون کا سا تھا کہ محض اپنے سردار کی لیاقت اور مرتبے کی وجہ سے زمین پر قبضہ رکھتے تھے۔ برلاس تاتاری تھے۔ لمبے لمبے ہاتھ پاؤن چکلا چوڑا ہاڑ، منھ پر ڈاڑھیان، چہرے دھوپ سے جھلسے ہوئے، گھوڑے کی پیٹھ چھوڑ کبھی پیدل چلنا ہوا تو بہت تنتے اکڑتے گردن سیدھی کئے چلتے اور مڑ کر جب ہی دیکھتے کہ اپنے سے بڑھکر کوئی تاتاری قریب سے گذرتا،

سب لوگون کے پاس کثرت سے مضبوط و جفاکش گھوڑے، پہاڑی راستون مین چلنے کے مشاق رہا کرتے تھے، ایسے قسمت ور اُن مین کم تھے جن کے پاس تیز رفتار نسل کے جانور یا چوگان مین دوڑنے کی مہارت رکھنے والے یابو موجود ہون، گھوڑون کی راسون

پر چاندی کا بھاری کام ہوتا تھا اور کاٹھیون پر ریشم کے کڑھے ہوئے زین پوش ڈالنے کا انھین شوق تھا، ان تاتاریون[1] مین غریب سے غریب آدمی کو بھی یہ گوارا نہ تھا کہ بغیر گھوڑے پر سوار ہوئے اپنے خیمہ سے مسجد تک آئے،

خیمون مین رہنا وہ پسند ہی نہ کرتے تھے بلکہ سکونت کا یہ طریقہ ان کا قدیم تھا، ان کا قول تھا کہ "برج اور گنبد بزدل بنایا کرتے ہین تاکہ ان مین چھپے بیٹھے رہین" تاتاریون کے برج اور گنبد سفید نمدے کے ہوتے تھے یا تنبو اور شامیانے ہوتے تھے جنمین قالینون کا فرش ہوتا تھا، برلاس مین ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس شہر مین ایسے مکانات تھے جہان وہ مسلمان بھائیون کو دعوت دے سکین اور جہان اُن کے اہل و عیال خطرے کے وقت حفاظت سے رہ سکین اس زمانے سے سو برس پہلے یہ تاتاری خانہ بدوش رہتے تھے، ۲۲
چراگاہون کی تلاش مین سر بصحرا پھرا کرتے تھے، جنگ و پیکار نے ان کے بزرگون کو ایشیا کے زیادہ تر حصون کا مالک بنا دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے دھنی بلکہ جنمی لڑنے والے تھے، کسی کا قول ان مین چلا آتا تھا کہ "ریت کے ذرّے پھونک سے اتنی آسانی سے نہین اُڑتے جتنی آسانی سے انسان کی دولت اڑ جاتی ہے" اس قول کی سچائی سے برلاس بخوبی واقف تھے،

---

[1] تیمور کے قبیلہ برلاس کو عجیب عجیب نامون سے پکارا گیا ہے، کبھی انھین دیو و عفریت اور کبھی قوی ہیکل مردان کارزار لکھا ہے، لیکن کثرت رائے اسی پر ہے کہ ان کو تاتاری کہا جائے، ان کے پرانے مورخون نے بھی انھین تاتاری لکھا ہے برلاس کا قبیلہ شمالی ایشیا کے ان قبائل مین سے تھا جن کو قدیم زمانہ مین یورپ کے مورخون نے "سیتھین" کے نام سے اور کبھی "ترک" کے نام سے منسوب کیا تھا، یہ لوگ شمال کے ملکون سے یہان کی سر سبز و شاداب زمینون مین مغلون کے گروہون کے ساتھ آئے تھے، (مصنف)

خوب سیر ہو کر کھاتے تھے اور بہت کھاتے تھے شراب پینے کے وقت آنکھوں مین آنسو آجاتے ہون تو آجاتے ہون مگر لڑائی مین وہ ہمیشہ ہنستے ہی رہتے تھے، شاید ہی کوئی ان مین ایسا تھا جس کے جسم پر زخمون کے سفید سفید داغ نہ ہوتے ہون، اور بہت کم ایسے تھے جو گھر کی چھت کے نیچے مرتے ہون، اکثر لوگ ہلکی سی زرہ فولاد کی کڑیون کی اور اس پر ایک ڈھیلا ڈھالا جبہ دھاریدار ریشمین کپڑے کا پہنے پھرا کرتے تھے، صحرا کی لڑائیون مین کمال دکھانا اب تک ان کی طبیعت کا سب سے بڑا جوہر تھا،

شکار کھیلنے کا شوق جنون کے درجے کو پہنچا ہوا تھا، لڑائی اور لڑائی کے درمیان جو زمانہ امن کا آتا تھا اس مین بھیڑون اور مویشیون کی گلہ بانی چھوڑ کر ہاتھون پر باز اور شکرے بٹھا خیمون سے باہر نکل پڑتے تھے، شکرے وہ پہاڑی لوگون سے خریدا کرتے تھے، اچھا شکرہ جس کے پاس ہو اوہ درجہ مین بڑا اور زرین پرون کا عقاب جو بارہ سنگھے پر چھوڑا جائے کسی کے پاس نکلا تو اس کا کل خاندان نہایت واجب التعظیم مانا جاتا تھا، بعض لوگ چیتون سے شکار کھیلتے تھے جن کی آنکھون پر پٹی باندھکر گھوڑے پر سامنے بٹھا لیتے تھے، اور انھین ہرنون پر چھوڑ کر خود تماشا دیکھتے تھے،

لمبی اور بھاری کمان سے تیر چلانے مین کمال رکھتے تھے[۱]، دوہرے پھل کے تیرون سے پرندون کا شکار کرتے اور شیر کے شکار کو پیدل نکل جاتے، جس وقت دسترخوان پر کھانے بیٹھتے تو ایک ہی قاب سے سب جھک جھک کر نوالے اٹھاتے، کتے ان کے پیچھے پاس ہی بیٹھے ہوتے، باز اور شکرے انگلیون پر بیٹھے چیخا کرتے، شکار کا گوشت اور گھوڑے

---

[۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲،

گوشت ان کی بڑی پسندیدہ غذا تھی، اور عربون کی طرح اونٹ کے پٹھے کا گوشت بھی بڑی رغبت سے کھاتے تھے،

عربون کی شجاعت و مروّت کی تعریف مین زبان خشک رہتی اور انھی ریگستانی خانہ بدوشون کی طرح وہ بھی جب تک گھوڑون پر سوار ہو کر شکار یا لڑائی کو نہ نکلتے دل تنگ و بے قرار رہتے، زیادہ تر اپنا وقت "شاہ ساز" کے دربار مین گذارتے تھے،

برلاس کو بھی اپنے اوپر وہی فخر و ناز تھا جو عام جنگجو قومون کو ہوا کرتا ہے، یہ درحقیقت اہل سیف تھے، ایرانی تاجرون اور زمیندارون مین شادی بیاہ کرنے کو نسل کا غارت کرنا سمجھتے تھے، چونکہ کاروبار ہیچ بیپار جانتے تھے اس لیے جلد تباہ ہو جانے کی راہین اُنکے لیے کھلی ہوئی تھین،

فیاضی و سخاوت مین جس طرح عقل سے دور تھے اسی طرح ان کی سرکشی وجفاکاری بھی عقل کے خلاف تھی، ضیافتون مین مال اور جائداد سب اُڑا دیتے تھے، یا سب رہن رکھ دیتے تھے، مہمان نوازی کو وہ سب سے بڑا فرض جانتے تھے، اُن کے گھرون کے صحن مین مسافر بھرے رہتے تھے اور گھر کی بھیڑین ایک ایک کرکے دیگ مین پہنچ جاتی تھین،

شہر سبز کی وادی مین جو لوگ اور آباد تھے ان کی حالت تاتاریون سے بہتر تھی، ایرانی کاشتکار تالابون کی درمیانی زمینون مین اپنے کھیتون کے انتظام مین بہت اطمینان سے مصروف رہتے، سرت لوگ یعنی شہرون کے رہنے والے بازارون مین اپنی اپنی دوکانون مین بیٹھے ہوتے، ایرانی امرا قماربازی کرتے یا عیش باغ بناتے، کوئی دین کی باتون مین وقت صرف کرتا، کوئی قاریون کو بلا کر قرآن سنتا، یہ دستارپوش بزرگ بڑے

پابند شرع ہوتے، لیکن سر پر خود رکھنے والے اب تک چنگیز خانی قوانین کے پابند تھے،

قبیلہ برلاس کی حالت اس وجہ سے اور بھی خراب تھی کہ اس وقت کوئی ان کا سردار نہ تھا، طراغائی کچھ زمانہ ہوا کہ ان کی سرداری کرتا تھا، یہ بہت نرم دل مگر خوددار شخص تھا، اپنے زمانہ کے مشائخ کی پند و نصیحت سے ایک خانقاہ مین گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی مین مصروف ہو گیا تھا، یہی طراغائی تیمور کا باپ تھا، شہر سبز سے باہر مٹی کا قصر سپید جس مین طراغائی رہا کرتا تھا، اب خالی پڑا تھا،

طراغائی نے ایک دن اپنے فرزند سے کہا کہ "دنیا سونے کا ایک برتن ہے جسمین سانپ اور بچھو بھرے ہین مین دنیا سے بیزار ہو چکا ہون"

جس طرح باپ اپنے بیٹون کو نصیحتین کیا کرتے ہین طراغائی بھی تیمور کے سامنے اپنے بزرگون کی ذہانت و لیاقت، شان و عظمت کا ذکر کیا کرتا تھا کہ کس طرح یہ لوگ یہان سے بہت دور شمال مین پہاڑی زمینون کے جو دشت گوبی سے بھی شمال مین واقع ہین مالک تھے، طراغائی کی باتین زمانہ بت پرستی کی دلچسپ کہانیان ہوتی تھین، گو دنیا سے ہاتھ کھینچ چکا تھا مگر ان باتون کو دہرانے مین ایک خاص لطف اُسے حاصل ہوتا تھا، کبھی اپنے قبیلہ کے فوجی امیرون کا ذکر کرتا کہ کس طرح مویشیون اور لشکرون کو ساتھ لیے گشت کیا کرتے تھے، پہاڑون پر جب برف گرتی تو نیچے اتر آتے اور جب برف پگھلتی تو پھر پہاڑون پر پہنچ جاتے، کاروان کی سڑکون پر کمین گاہون مین بیٹھ جاتے اور اپنے عَلَم کے سایہ مین جس پر سینگھ بنے تھے چلتے چلتے ملک خطا تک پہنچ جاتے، پورا قبیلہ پانچسو میل کی کوہستانی زمین پر دو دو مہینے تک سیر و شکار مین مصروف رہتا، کبھی سپید رنگ گھوڑون کی قربانی کا ذکر

کرتا جو قبیلے کے سردار کی قبر پر ذبح کئے جاتے تھے، اور پھر کہتا کہ آسمان کے دروازے مین جہان شمال کے ستارے روشن ہوتے ہین یہ گھوڑے داخل ہو جاتے تھے تاکہ ان روحون کی خدمت کرین جو آسمانون سے بھی اوپر کسی طبقہ مین رہتی ہین،

کبھی ملک خطا کی اُن شہزادیون کے نام لیتا جو اپنے ملک سے خانانِ تاتار کے پاس بیاہی آئین، اور جہیز مین حریر و کتان اور عاج کی نقشین چیزین گاڑیون مین بھر کر ساتھ لائین، اور کبھی بتاتا کہ ظفرمند خانانِ تاتار جس پیالہ سے منھ لگا کر گھوڑی کا دودھ پیتے تھے وہ دشمن کے کاسۂ سر کا ہوتا تھا اور اس پر سونا منڈھا ہوتا تھا،

طراغائی تیمور سے کہتا کہ "بس، بیٹا یہ حالت اس وقت تک رہی کہ چنگیز خان اپنے مغلون کو لیکر دنیا کی تسخیر کو اٹھا اور تقدیر مین یونہی اترا تھا، اور جب موت کا فرشتہ سرھانے آیا تو چنگیز نے اس عالم کو الوداع کہا، اور دنیا کو چار سلطنتون مین تقسیم کر کے اپنے تینون پس ماندہ فرزندون اور بڑے فرزند کی اولاد مین جو باپ کی زندگی ہی مین مرگیا تھا بانٹ گیا،

چغتائی کو اپنی سلطنت کا وہ ٹکڑا دے گیا جس مین ہم آباد ہین، لیکن چغتائی کی اولاد شراب و شکار مین مصروف ہو کر تباہ ہونی شروع ہوئی، مگر بالکل تباہ نہ ہونے پائی تھی کہ نقل مکان کر کے شمال کے پہاڑون مین چلی گئی اور اب انھی پہاڑون مین خانِ اعظم جو نسل چنگیز کی یادگار ہونے کی وجہ سے "ترا" کہلاتا ہے، عیش و عشرت اور لہو و لعب مین زندگی بسر کر رہا ہے، اور ماوراء النہر کی حکومت اس نے امیر قرغن کو جس کا لقب شاہ ساز ہے سپرد کر دی ہے، آگے کا حال تم جانتے ہی ہو،

طراغائی نے اپنی گفتگو بہت دل گیر ہو کر اس جملے پر ختم کی کہ

"اے نورِ بصر میں کبھی گوارا نہ کروں گا کہ تم اللہ کے حکموں سے جس کے رسول پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں کبھی روگردانی کرو، سادات کی عزت کرو، درویشوں سے اپنے حق میں دعاے خیر طلب کرو، دین کے چاروں ارکان یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے پابند رہو۔"

طراغائی نے تیمورؔ[1] کو اس کے حال پر چھوڑا لیکن خانقاہ کے لوگوں نے اس لڑکے کی طرف توجہ کی اور ایک پیرانہ سال سید نے دیکھ کر کہ یہ معصوم ایک گوشہ میں بیٹھا کلام مجید پڑھتا ہے اس کا نام پوچھا،

جواب دیا "میرا نام تیمور ہے"،

بڈھے سید نے جھک کر قرآن شریف میں وہ مقام دیکھا جہاں تیمور پڑھ رہا تھا اور اس آیت کریمہ کو دیکھکر آواز سے پڑھا، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (تم اللہ کی مدد کرو، تو اللہ تمھاری مدد کریگا اور تمھیں ثابت قدم فرمائے گا)

اس آیت کا تیمور نے بیحد خیال کیا، اسے چوگان اور شطرنج کھیلنے کا بہت شوق تھا لیکن اس حکم سے خبردار ہونے کے بعد مدّت تک ان کھیلوں سے پرہیز کیا، اور جب راہ میں ایک درویش کو بیٹھے دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاے خیر کا متمنی ہوا، تیمور حافظِ قرآن نہ تھا، مگر یہ آیت کریمہ اتنی مرتبہ پڑھی کہ برزبان ہو گئی،

[1] یورپین زبانوں میں تیمور کو "ٹمرلین" کہتے اور لکھتے ہیں، ٹمرلین دراصل تیمور لنگ کی خرابی ہے، تیمور کے معنی لوہے کے ہیں، جبتک لنگ نہیں کرتا تھا نام تیمور رہا، لیکن جب پاؤں میں ایک تیر کے لگنے سے لنگڑا ہوا تو اس کا نام تیمور لنگ مشہور رہا، ایشیا کے لوگ تیمور کو ہمیشہ امیر تیمور گورگان لکھتے ہیں، البتہ جہاں اس پر غصہ ظاہر کر کے سخت الفاظ سے یاد کرنا چاہتے ہیں تو تیمور لنگ لکھنے لگتے ہیں، (مصنف)

اس زمانہ مین اس کی عمر سترہ برس کی تھی | مسجد مین اکثر حاضر ہوتا جہان علمار و فقہا کا مجمع رہتا لوگ ان کا درس سننے حاضر ہوتے، تیمور سب کے پیچھے جا بیٹھتا، بیان ہوا ہے کہ ایک بزرگ نے جنکا نام زین الدین تھا تیمور کو اس طرح بیٹھے ہوے دیکھا، لڑکے کو قریب بلایا اور اپنی ٹوپی اور چادر اور ایک انگوٹھی جس مین فیروزہ جڑا تھا اسے عطا کی، مولٰسنا زین الدین بڑے دانشمند تھے، دنیا کی عقل اُن مین بہت تھی، اور قوم کی سرداری کرنی خوب جانتے تھے، تیمور نے ان کی متوجہ نظر اور بھاری آواز کو ہمیشہ یاد رکھا، اور جو چیزین انھون نے عنایت فرمائی تھین وہ بھی اسے ہمیشہ یاد رہین،

اس وقت برلاس کا سردار اگر کوئی تھا تو وہ حاجی برلاس، تیمور کا حقیقی چچا تھا، شہر سبز مین سکونت کم رکھتا تھا، حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکا تھا، تیمور سے اُسے کچھ محبت نہ تھی، حاجی برلاس آتش مزاج، شکّی اور افسردہ طبیعت کا آدمی تھا، اس کے زمانے مین برلاس کی حالت اور بھی ردی ہو گئی،

نتیجہ یہ ہوا کہ برلاس کے بہت سے بہادر اور امرا امیر قزغن "شاہ ساز" کے دربار مین حاضر ہو گئے، تیمور بھی اپنے والد کے کہنے سے وہین چلا گیا،



تیسرا باب

شاہ ساز، سالی سرائے

اس وقت تیمور (ہم ابھی اسے "تمرلین" نہین کہہ سکتے) ایک نوجوان امیرزادہ بیکار و بے روزگار تھا، لیکن تیمور کی بیکاری بھی چستی و باکاری سے کم نہ تھی، قوی الجثہ، توانا و تندرست چوڑا سینہ لمبے ہاتھ پاؤن تھے، بڑا سر تھا جو گردن پر خوبصورتی سے رکھا تھا، کشادہ پیشانی تھا، آنکھین بڑی تھین، سیاہ پتلیان حلقۂ چشم مین آہستہ آہستہ گردش کرتی تھین، جس کو دیکھتین براہ راست دیکھتین، رخسارون کی ہڈیان دور دور اور ابھری ہوئی تھین، دہن اپنی قوم والون کی طرح چوڑا تھا جو علامت تھی کہ طبیعت ہر چیز سے جلد متاثر ہوتی ہے، کم گو، آواز بھاری اور تیز، تمسخر یا مزاح طبیعت مین مطلق نہ تھا، تمام عمر کسی لطیفے کی داد نہ دی تھی،

تیمور کی ایک اڑتی سی جھلک اس طرح دیکھنے مین آتی ہے کہ ایک وسیع میدان ہے، تیمور اپنے دوستون کے ساتھ ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا سرپٹ ڈالے جا رہا ہے، یکایک راہ مین ایک خشک نالا آتا ہے جو عریض بھی ہے اور عمیق بھی، اتنا دیکھتے ہی راسین کھینچ گھوڑے کو روکنا چاہا، مگر بن نہ پڑا، فوراً اکاٹھی پر سنبھل نالا کودنا چاہا، گھوڑے نے

جست کی مگر پورا نالا نہ کود سکا، دوسرے کنارے پر پہنچا تھا کہ پچھلے پاؤن پھسلا، تیمور فوراً
رکابون سے پاؤن نکال اچھل کر دور جا کھڑا ہوا، مگر گھوڑا گرتے ہی بیکار ہو گیا، تیمور نالے
مین سے چکر کاٹتا ہوا باہر نکل دوستون سے جا ملا، اور ایک نئے مرکب پر سوار ہوا،

اب روشنی کم ہونی شروع ہوئی، سوارون نے گھر کا رخ کیا، مگر تاریکی اور بارش کا
زور ایسا بڑھا کہ اس پتھریلے میدان مین سب رستہ بھول گئے، سردی سے برا حال تھا کہ
اتنے مین دو تین کالے کالے ڈھیر سے نظر آئے جو دور سے قبّے دار خیمے معلوم ہوتے تھے
ساتھیون نے کہا کہ "یہ ریت کے ٹیلے ہین" تیمور نے راسین گھوڑے کی گردن پر ڈال اسکی
ایال زور سے پکڑ لی، گھوڑا فوراً گردن سیدھی کر کے ہنہنانے لگا، اس کے بعد تیمور اُن ٹیلون
کی طرف بڑھا، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ایک روشنی نظر آئی اور اب تک جو کالے کالے ڈھیر
بارش مین اچھی طرح نظر نہ آتے تھے وہ سیاہ نمدے کے خیمے نکلے، آگے چلے تو کتے ۳۸
جھپٹ جھپٹ کر آئے اور خیمے والون نے یہ سمجھ کر کہ لٹیرے آ گئے فوراً ہتھیار سنبھالے،

تیمور نے زور سے کہا "خیمے والو گھبراؤ نہین، مین امیر طراغائی کا فرزند ہون"
اتنا سنتے ہی ہتیار ایک طرف کو پھینک خیمہ والون نے مہمان نوازی شروع کی،
دیگچیون مین شوربا آگ پر گرم ہونے لگا، خشک سی جگہ دیکھکر مہمانون کے آرام کرنے کے
لیے گدے بچھائے گیے مگر ان مین کھٹمل اتنے تھے کہ تیمور کو نیند نہ آئی، ناچار اٹھکر آگ
کے پاس جا بیٹھا اور آگ تیز کر کے قصے کہانیان سنانے لگا، ڈیرون مین سے میزبان
نکلکر اس کے پاس کہانیان سننے آن بیٹھے اور اسی شغل مین صبح ہو گئی اور بارش کا طوفان
بھی بند ہوا، اس واقعہ کے برسون بعد تیمور نے ان سیاہ خیمے والے خاندانون کو بہت کچھ

انعام واکرام بھیجا،

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ مین مہمان نوازی ایک وجوب کے طور پر تسلیم کیگئی تھی، اور اس کا بدل بھی سوائے مہمان نوازی کے اور کسی چیز سے ممکن نہ تھا، تاتاری بڑے بادیہ گرد تھے۔ اور تیمور کا حال یہ تھا کہ سمرقند سے خراسان تک ہر خیمے اور مکان کے صحن مین اوس کو داخل ہونے کی اجازت ملی ہوئی تھی، معدودے چند دوستون کو ساتھ لیے پہاڑون کے پرخطر راستون مین یا صحرا کے کنارے کنارے پندرہ پندرہ دن مین ایک ایک ہزار میل کا سفر کر لیتا تھا اور سامان سفر مین سوائے ایک تلوار اور ہلکی سی کمان کے اور کچھ نہ ہوتا تھا، منزل گاہون مین جہان قافلے ٹھہرا کرتے تھے گذر ہوتا تو عرب اس سے باتین کرتے اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک بڑے سردار کا فرزند ہے اس کے آنے کو باعث عزت سمجھتے۔ پہاڑی لوگ جو سونے کے ذرّے نکالنے کے لیے دریا کا ریت دھویا کرتے تھے تیمور کو طرح طرح کے حالات اپنے گھوڑون اور غیر قبیلون کی عورتون کے سناتے، راہ مین تاتاری جرگون کے سردارون سے ان کے قلعون مین ملاقات کرکے شطرنج کھیلتا،

انھی سردارون نے ایک دن تیمور سے کہا کہ "امیر قزغن نے تمھین سالی سرائے مین طلب کیا ہے"،

تیمور کو اپنے باپ کی جائداد کا جو کچھ بھی وہ باقی تھی بہت خیال رہتا تھا، بھیڑون کو کئی گلون مین تقسیم کرکے چرواہون کے سپرد کیا، ان کے دودھ مکھن اور اون کا چوتھائی حصہ رکھوالی کی اجرت قرار دی، بکریون، گھوڑون اور اونٹون کی حفاظت کا بندوبست بھی اسی طریقہ سے کیا، ان چیزون کے سوا اور کسی مال یا جائداد کا ذکر پڑھنے مین نہین آیا،

گھوڑون مین جو سب سے تیز رفتار تھے تیمور نے اب انھین اپنے ساتھ لیا، ایک لڑکا بھی خدمت کے لیے تھا، یہ خانہ زاد تھا، غرض اس سامان کیساتھ تیمور پہاڑون مین سے ہوتا ہوا جنوب مین دریائے آمو کی طرف چل پڑا، شاید نارمن کی حکومت کے زمانہ مین انگلستان کا کوئی ہتیار بند نوعمر اسکوائر (شریف) بھی اتنے ہی سامان کیساتھ اپنے بادشاہ کی حضور مین حاضر ہوتا ہو مگر اتنا فرق ضرور ہوتا ہوگا کہ انگلستان کا شریف زادہ نہ تو پاؤن پر موٹے دانے دار کیمخت کے موزے چڑھائے ہوگا اور نہ اس کے سر پر سفید نمدے کی قاقم کی گوٹ لگی اونچی ٹوپی ہوگی اور نہ گلے مین گھوڑے کی کھال کے مداخلون کا نیمہ آستین ہوگا، اور نہ چمڑے کی پیٹی چاندی اور فیروزون کے بھاری کام کی کمر مین لگی ہوگی، اور تیمور کی طرح وہ کس میرسی کے عالم مین بھی نہ ہوگا، کیونکہ اس وقت تیمور کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا اور باپ ایک مدت سے خانقاہ نشین تھا، عزیز اور اقارب ایسے تھے کہ ہروقت دشمنی پر کمر باندھے تھے، غرض تیمور وطن سے نکل ایک آوارہ گرد آفاقی کی طرح ایسے سر بکف لڑنیوالون مین شامل ہوگیا جنکا کوئی ٹھکانا نہ تھا،

امیر قزغن نے ایک دن بہ آواز بلند کہا، "دین سے قطع نظر کر کے سب بھائی بھائی ہین" بہت سی نگاہین تیمور کی طرف تھین، کوئی اس کی شہسواری کا اندازہ کرتا تھا، کوئی یہ دیکھتا تھا کہ تیغ آزمائی کے معرکون مین جہان ذراسی چوک مین کام تمام ہوتا تھا، تلوار کیسی چلاتا ہے، طراغائی قبیلہ برلاس کا امیر تھا اور اسی امیر کا بیٹا تیمور تھا،

لیکن اس وقت سالی سرائے مین دو ہزار تاتاری جنین بڑے بڑے جنگ آزما قوم کے امرا، اور نوعمر شریف زادے موجود تھے جنگلون مین ڈیرے ڈالے پڑے تھے ان

دو ہزار مین ایک بھی ایسا نہ تھا جو تیمور کو کسی بات کا سبق دیسکے تیمور کسی کے سکھانے بتانے کا محتاج نہ تھا، اسے جو کچھ کرنا ہوتا خود ہی کرتا اور خود ہی سوچتا کہ کیا کرنا ہے،

ایک سوار گھوڑا دوڑائے لشکرگاہ مین آیا اور خبر دی کہ دھاوا کرنے والے سرحد پر آگئے ہین اور دوسرون کے گھوڑے پکڑکر ہنکائے لیے جاتے ہین قزغن نے اتنا سنتے ہی تیمور کو طلب کیا اور خاندان برلاس کی اس زندہ نشانی سے کہا کہ ایک جماعت اپنے سے بھی کم عمر بہادرون کی ساتھ لیکر جاؤ اور ان لٹیرون سے گھوڑے واپس لاؤ، تیمور جو قزغن کے دربارون مین شامل ہوچکا تھا حکم سنتے ہی اٹھا اور روانہ ہوا، یہ کام امیر نے تیمور کو ایسا بتایا تھا کہ اس کا دل باغ باغ ہوگیا تھا، گھوڑون کی سواری اور لٹیرون کے تعاقب مین صبح سے دوپہر تک آندھی بنکر چلنا، اس سے بہتر تیمور کے لیے اور کیا مشغلہ ہوسکتا تھا،

یہ ڈاکہ ڈالنے والے ایرانی نکلے جو مغرب سے ادھر آئے تھے، انھون نے رستہ چلنے والون کا بہت سا مال لوٹ کر جمع کر رکھا تھا اور مسافرون کے گھوڑے پکڑکر اس مال کو ان پر لادا تھا، تاتاریون کو دیکھتے ہی یہ لٹیرے دو گروہون مین بٹ گئے، ایک ان گھوڑون کے ساتھ ہوا جنپر مال لدا ہوا تھا اور دوسرا گروہ تیمور کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا، تیمور کے ساتھیون مین سے ایک نے صلاح دی کہ پہلے مال اور سامان والے گروہ پر حملہ کیا جائے،

تیمور نے کہا نہین۔ جو گروہ لڑنے آرہا ہے اگر اُسے ہم نے مار لیا تو دوسرا گروہ مال چھوڑکر جان بچانے کو آپ سے آپ بھاگ جائیگا آخرکار مقابلہ ہوا، اور رہزن اتنے جمے کہ دو دو ہاتھ تلوار کے چل گئے مگر ان ایرانی لٹیرون نے یہ بات پہلے ہی سے سمجھ رکھی تھی کہ تاتاریون سے بازی لیجانا ممکن نہین ہے، غرض وہ جلد پراگندہ ہوکر بھاگے،

تیمور نے گھوڑے اور گھوڑوں کے ساتھ اور جس قدر مال ان لٹیروں نے جمع کیا تھا وہ سب امیر قزغن کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، قزغن نے تیمور کی اس کارکردگی کی تعریف کی اور اس نوجوان برلاس کو اپنی کمان انعام مین دی،

اس واقعہ کے بعد سے امیر قزغن طراغائی کے فرزند کو بہت پسند کرنے لگا اور اس پر لطف وکرم ظاہر کرتا رہا، ایک دن اس نے تیمور سے کہا،

"تم گورگانِ عالی کے خاندان سے ہو لیکن "ترا" یعنی "چنگیزخانی" نہین ہو، تمھاری پیدائش سے بہت پہلے کی بات ہے کہ تمھارے جد قاجولی خان اور چنگیز کے جد قبل خان مین ایک معاہدہ اس مضمون کا ہوا تھا کہ قاجولی خان کی اولاد مین سپہ سالاری اور قبل خان کی اولاد مین خانی رہے، یہ عہدنامہ فولاد کی ایک لوح پر کندہ کر کے خاندان چنگیزی کے دفترخانے مین محفوظ کر دیا گیا تھا[۱] یہ کُل واقعہ تمھارے باپ طراغائی نے مجھ سے بیان کیا تھا، اور جو کچھ اس نے بیان کیا تھا وہ سب سچ تھا۔"

اس گفتگو کے بعد امیر قزغن نے کسی قدر تامل کے بعد کہا، "یقیناً میرا طریقہ ایک ہی رہا ہے یعنی جادۂ رزم وپیکار مین اپنا مرکب ڈال کر جدوجہد سے کبھی منھ نہین پھیرا ہے، پس لوگو ہمارا ساتھ دو، ہمارا نام بڑا ہے، اور صرف یہی ایک راہ ہے دوسری کوئی راہ نہین،"

تیمور بھی اس حال سے واقف تھا، اسے بھی معلوم تھا، کہ چنگیز خان کے فرزند چغتائی خان نے روے زمین کے اس وسیع شمالی قطعے پر حکومت کی تھی اور اس سے جنوب مین افغانون کا ملک اور پہاڑون کا وہ وسیع سلسلہ جو تخت سلیمان کی پشت پر واقع ہے چغتائی

---

[۱] تزک تیمور صفحہ ۱۳- (مترجم)

خاقان کی قلمرو مین شامل تھا، لیکن سو برس کے بعد بزرگون کے ان ملکون پر آل چغتائی کی گرفت کمزور ہو گئی، مختلف تاتاری اولس اپنے اپنے صوبون مین خود مختار بن بیٹھے اور خانان چغتائیہ اور ہٹ کر شمال کی طرف چلے گئے تاکہ وہان صید و شکار اور مستانہ نوشی مین مصروف رہین، اور اب وہ اس نوبت کو پہنچے ہین کہ شہر سبز کے قریب ملک کو لوٹنے آئے ہین اور حیلہ یہ کیا ہے کہ ایک بغاوت فرو کرنی چاہتے ہین،

انھی خانان چغتائیہ مین سے کسی خان نے قزغن کو امیر اور سپہ سالار مقرر کیا تھا[1]، قزغن نے سمرقند کو مستقر حکومت قرار دیا، مگر ان چغتائیون کی ترک و تازسے وہ ایسا تنگ آیا کہ آخر کار خانِ وقت (غزان خان) سے بغاوت کرنے کی اُسے جرأت ہو گئی[2]، چنانچہ سخت لڑائی ہوئی جو بہت دنون جاری رہی، آخر کار خان مارا گیا، اور قزغن ولایت سمرقند اور قبیلہ برلاس اور

[1] قیاس یہ ہے گو بالکل صحیح پتہ نہین چلتا کہ قزغن کو غزان خان نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، ظفرنامہ مین صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ غزان خان کے عہد مین قزغن عظمائے امراء مین سے تھا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۸ - (مترجم)

[2] مصنف نے یہان بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے، تاریخی واقعات یہ ہین کہ چغتائی پسر چنگیز کی نسل مین غزان خان ۷۳۳ھ ہجری مین سریر خانی پر بیٹھا، رعایا پر ظلم کرنے لگا، قزغن نے جو سمرقند مین تھا چند الوسات چغتائیہ کو ملا کر بغاوت کر دی، غزان خان فوج لے کر بغاوت فرو کرنے آیا، ۷۴۶ھ ہجری مین درہ زنگی کے صحرا مین لڑائی ہوئی، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا اور اس کو شکست ہو گئی، شکست دینے کے بعد غزان خان قرشی چلا گیا، وہان جاڑا ایسا سخت پڑا کہ اس کی فوج کے بہت سے گھوڑے مر گئے، قزغن کو جب یہ حال معلوم ہوا تو فوجین لیکر قرشی کی طرف بڑھا اور سنہ ۷۴۷ ہجری مین غزان خان سے پھر لڑا، اس مرتبہ غزان خان کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا، اس کے مرنے پر قزغن اس کے ملکون کا مالک ہو گیا، لیکن قاعدہ کے مطابق چنگیز خان کی اولاد سے کسی کا خان مقرر ہونا لازمی تھا، چنانچہ قزغن نے اوگدائی خان پسر چنگیز کی نسل سے ایک شخص کو جسکا نام دانشمندا وغلن تھا خان مقرر کیا، مگر دو برس کے بعد اسے قتل کر کے بیان قلی خان کو سریر خانی پر متمکن کیا، بیان قلی خان دس برس تک تخت خانی پر رہا، (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹، ۲۷) مترجم

دیگر الوسات تاتار کے صوبون اور علاقون کا مالک ہوگیا چنگیز خانی قانون پر عمل کرکے اور سپاہ کے اطمینان کے لیے جو پہلے ہی سے متوقع تھی کہ قزغن ان کی سرداری اختیار کرے گا ایک قورلتائی منعقد کی اور چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو منتخب کرکے سمرقند کی خانی پر ممتاز کیا، مگر یہ خان قزغن کے ہاتھون کی کٹھ پتلی تھا، اسکی سلامتی اور گذر اوقات کا دارومدار بالکل قزغن پر تھا، یہ خان طبیعت کا نیک مگر معاملات ملکی کی طرف سے بے پروا تھا، غرض اس کارروائی سے قزغن کا لقب "شاہ ساز" ہوگیا[1]،

تیمور کی طرح قزغن بھی کسی عالی منزلت یا متمول خاندان کا آدمی نہ تھا اور نہ وہ چنگیز خان کی اولاد سے تھا، مگر طبیعت مین جسارت تھی، بڑے بڑے امرار الوسات سے اتحاد پیدا کرلیا تھا، منصف مزاج اور عادل تھا، تاتاریون کے قبیلے جنھین کبھی سکون و قرار نہ تھا اس کی عزت کرنے لگے، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا تھا اور ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی تھی، بغاوت مین کامیابی کے بعد وہ صید و شکار کی طرف متوجہ ہوا اور اب کہین ایسی ہی ضرورت پڑتی تھی تو لڑائی کو نکلتا تھا، تاتاری قبیلون کو اسے اعتماد نہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے معاون رہین گے، تیمور سے البتہ متوقع رہتا تھا کہ برے وقت مین پہلو تہی نہ کریگا،

تیمور کے علاوہ قزغن کے جتنے امراء دربار تھے وہ سب اپنے ہی نفع نقصان کے خیال مین رہتے تھے، جس چنگیز خانی کو سریر خانی پر بٹھایا گیا تھا اُسے خراج ادا کردیتے تھے اور بظاہر اس کے خیر خواہ بھی تھے، مگر قزغن کی بغاوت کے وقت یہ سب شریک رہے تھے، ان مین بعض امیر ایسے تھے کہ وقت پر دس ہزار سپاہ اپنے عَلَم کے نیچے جمع کرسکتے تھے، یہ صرف قزغن کی لیاقت اور فراست تھی کہ عنان حکومت اپنے ہاتھ مین رکھ سکا،

---

[1] قزغن اس کارروائی کی وجہ سے کہ چنگیز خان کی اولاد سے کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو خان بناکر تخت پر بٹھایا کرتا تھا، شاہ ساز مشہور ہوگیا (مترجم)

امیر قزغن نے دیکھا کہ تاتاری بہادر تیمور کو بہت عزیز رکھتے ہین، قبائل تاتار مین "بہادر" وہ لوگ کہلائے جاتے تھے جو خاص طور پر دلاوری اور شجاعت مین نام پیدا کر چکے تھے، یہ قبیلون کے وہ خونخوار اور دیو ہیکل لوگ تھے جو لڑائی پر ایسے خوش ہو کر جاتے تھے جیسے کہین ضیافت کھانے جاتے ہون، تیمور بسیرطراغائی کو ان "بہادرون" مین وہ رتبہ حاصل ہو گیا جس کا وہ فی الواقع مستحق تھا، اور تیمور انھی بہادرون کو ساتھ لے کر دوسرون پر دھاوا کرنے جایا کرتا تھا، یہ دلیر اور شجاع امیر قزغن کے حاشیہ نشین تھے، اور اس کے پاس بیٹھکر اُسے اپنی ہمت و مردانگی کے قصے سنایا کرتے تھے،

تیمور کی طبیعت مین ایک قدرتی مادہ اپنی جان کو خطرے مین ڈال کر بے حد خوش ہو تا تھا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تھا کہ سخت سے سخت خطرے اور اندیشے کی حالت مین بھی وہ بالکل خاموش رہتا تھا اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی مشکل مسئلہ پر بجد غور کر رہا ہے، قوم کے "بہادر" تیمور کی طبیعت کو "معرکہ آفرین" کہا کرتے تھے، جسم ایسا قوی اور توانا تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بڑی بڑی مسافتین طے کرنی اور راتین جاگ جاگ کر گذار دینی اس کے نزدیک کوئی بات نہ تھی، کار فرمائی اور حکمرانی کے اوصاف موجود تھے، سردار اور ہادی بننے کو بہت پسند کرتا تھا، بدن مین طاقت ایسی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ ہر کام مین اپنے اوپر بے حد بھروسا کرتا تھا، ایک دن امیر قزغن سے درخواست کی کہ قبیلہ برلاس کے لوگ جو ملک مین متفرق ہین ان سب کی سرداری مجھے تفویض فرمائی جائے،

قزغن کو یہ درخواست کچھ پسند نہ آئی مگر جواب نرمی سے دیا کہ "کیون گھبراتے ہو، ایک دن تم ہی برلاس کے سردار ہو جاؤ گے"،

اس کے کچھ عرصہ بعد قزغن کو خیال ہوا کہ تیمور کی شادی کر دینی مناسب ہوگی، چنانچہ اوس نے اپنی ایک پوتی سے اس کی شادی کر دی جو ایک دوسرے صاحب حکومت اوس سے خاندانی واسطہ رکھتی تھی،



چوتھا باب

خاتون آغا

تاریخ مین بیان ہوا ہے کہ تیمور کی عروس حسن مین ماہ نو اور قامت مین سرو بستان تھی، سن اس وقت غالبًا پندرہ برس کا ہوگا کیونکہ ابھی تک باپ کیساتھ شکار مین جانے کی اسے اجازت ملی ہوئی تھی، شادی کے بعد اس کا نام الجائی خاتون آغا یعنی آقا کی بیوی الجائی ہوا، اس زمانہ مین تاتاریون کی عورتین بے نقاب رہتی تھین، ابھی تک پردے کی رسم سے واقف نہ تھین، شوہرون کیساتھ گھوڑون پر سوار ہوکر سفر کرتین، لڑائیون مین شریک ہوتین اور زیارات کے لیے جاتین، چونکہ فاتحون کی بیٹیان تھین اسلیے اپنے بزرگون کے مفاخر مین حصہ رکھتی تھین، تازگی اور قوت حیات ان مین وہی موجود تھی جو کھلے میدانون مین زندگی بسر کرنے والون کو حاصل ہوتی ہے، گھر کے مال و اسباب کی نگہداشت بچون کی دادیون نانیون کے سپرد ہوتی تھی اور یہ بڑی بوڑھیان اونٹنیون کا دودہ دوہنے سے لیکر چمڑے کے موزے تک سیا کرتی تھین،

تیمور کے زمانے مین تاتاری عورتون کا مال شوہر کے مال سے جدا ہوتا تھا، اس مال مین شادی کے وقت مان باپ کی دی ہوئی چیزین اور شادی کے بعد شوہر کے دیے ہوئے

تحفے شامل ہوتے تھے امراے عظام کی بیویان اپنا ساز و سامان نوکر چاکر سب علٰحدہ رکھتی تھین محلون مین ان کے رہنے کا مقام اور سفر مین ان کے خیمے و خرگاہ جدا ہوتے تھے، یورپ کی بہنون کی طرح تاتاری عورتین کارچوب پر گل دوزی یا کارگاہ پر گلیم بافی یا دیوار پوشون پر گل بوٹے کاڑھنے مین اپنا وقت صرف نہ کرتی تھین بلکہ وہ مردون کیساتھ لڑائیون مین جاتین اور یہان اون کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوتی کہ مبارزون کے بچون کو پرورش کرین، جشن فتح مین بیٹھکر خوش ہوتین لیکن اگر ان کے مردون پر دشمن غالب آجاتا تو فاتح کا مال غنیمت بنجاتین،

شہزادی الجائی سرحد شمال سے جہان اس کا وطن تھا چند اقربا اور غلامون کے ہمراہ اپنے دادا قزغن کے پاس سمرقند مین آئی، اور یہان پہلی مرتبہ اس نے اُس مرد کی صورت دیکھی جو اس کا شوہر ہونیوالا تھا، یہ چھریرے جسم کا ٹھوڑی پر داڑھی رکھنے والا نوجوان تیمور تھا جو اپنے بہادرون کیساتھ کسی مہم پر گیا ہوا تھا مگر اب شادی کی غرض سے واپس چلا آیا تھا قیافہ شناسون نے الجائی کی صورت دیکھکر کہا تھا "تیری تقدیر تیری جبین پر لکھی ہے اسے بدلنا چاہے گی بھی تو نہ بدل سکیگی"

امیر قزغن اور اس کے اہل دربار کے لیے اس شادی کے معنی سوا اس کے کچھ نہ تھے کہ بڑی بڑی ضیافتین جلوس اور سامان ہون گے لیکن قبیلہ جلیر کی اس بیٹی کے لیے آج کے دن سے اس کے مقدر کی ابتدا ہوتی تھی، قاضی نے عروس کی عدم موجودگی مین نکاح پڑھایا، ایجاب و قبول کے گواہون کے نام لکھ لیے گئے،

عروس نے بھی اس موقع کے لیے تیاریان کین مگر وہ اور قسم کی تھین، عرق گلاب مین نہائی، لمبے لمبے سیاہ بالون مین پہلے روغن سمسم ملا گیا پھر گرم دودھ سے بال دھوئے گئے، یہان تک

کہ ریشم کے لچھون کی طرح نرم ہو کر ان مین اور بھی چمک پیدا ہو گئی، پھر ایک سرخ قبا جس پر سنہرے گل بوٹے تھے اسے پہنائی گئی، یہ قبا بغیر آستینون کی تھی، اس پر ایک لمبا جامہ جس کے کنارون پر بہت بھاری روپہلی کام تھا پہنایا گیا، جامے کے لمبے دامن خواصین اٹھائے ہوئے تھین، نازک شانون پر سیاہ زلفون کی ڈھیریان رکھی تھین اور کانون کے پاس سے کاکل نیچے کو گرے ہوئے تھے، پیشانی کو حسین بنانے کے لیے سر پر کلاہ زربفت اور اس کے چند دوسے ریشمین پھولون کے طرے لٹکے تھے اور انھی طرون کیساتھ بڑے بڑے پر خوب پھیلے ہوئے زلفون پر سایہ کئے تھے،

اس لباس مین الجائی قالینون پر چلتی ہوئی جہان تاتاری بیٹھے تھے گئی، ایک لمحے کے لیے سب کی نگاہین اس کی طرف متوجہ ہوئین، اور جب اٹھکر دوسرے رنگ کا لباس پہنکر آگئی تو پھر وہی نگاہین دوسری مرتبہ اس پر پڑین، صاف گندم گون چہرہ چاولون کے میدے اور سفیدے سے بہت گورا بنا ہوا تھا، دونون بھنوون کے اوپر اور بیچ مین ایک سیاہی مائل نیلا خط کسی درخت کے پتون کے عرق سے کھچا ہوا تھا،

مرد ہلکی شرابون مین تیز شرابین ملا کر پیتے تھے کہ نشہ جلد ہو، الجائی ان مردون کی صفون مین سرو قد چہرہ پر سکوت کا عالم مگر خوف کھاتی ہوئی گذری، امیر قزغن نے مٹھیان بھر بھر کر موتی لٹائے، حکم سنتے ہی نقارچیون نے طبل اور طاشے جو گھوڑون کی پیٹھ پر رکھے تھے بجانے شروع کئے، شادی ہو یا لڑائی کوس و طبل ضرور بجائے جاتے تھے،

مولانا زین الدین نے نوشہ اور عروس کے حق مین دعا کی،

اب تحائف تقسیم کرنے کا وقت آیا، عروس کو نہین بلکہ ان تاتاریون کو جو تقریب مین شریک

ہوئے تھے، قزغن اٹھا اور تاتاریون کی ایک صف مین گیا، غلام قیمتی خلعت اور پارچے ہاتھون پر لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے، امیر نے کسی کو تلوار دی، کسی کو کمر بند زرّین، قزغن کی طبیعت مین بخل نہ تھا کیونکہ وہ ایک پرانے تاتاری خاندان کی یادگار تھا، اس کے علاوہ جانتا تھا کہ اس قسم کی نوازشین کسطرح لوگون کے دلون کو اس کی طرف سے خوش رکھ سکتی ہین، مجمع سے قریب ہی درختون کی چھاؤن مین جہان دھوپ پتون مین سے چھن چھن کر آتی تھی کچھ داستان گو آنکھون مین ہلکا سا نشہ دل مین خوش بیٹھے تھے، دوتارے چھیڑ کر ایسے قصّے بتا بتا کر سنانے لگے جو سننے والون کو پہلے سے یاد تھے، قدردان ان کی آواز کے زیر و بم اور چہرون کی خاص خاص حرکتون کی داد دیتے تھے، قصّون کا مضمون جتنا کہنے والون کو معلوم تھا اتنا ہی سننے والون کو بھی معلوم تھا، اگر قصّے کے لگے دار سلسلے مین کہین کوئی جملہ چھوٹ جاتا یا اس کو بدلکر کہا جاتا تو سننے والے ناک بھون چڑھانے لگتے، داستان گو تھوڑی تھوڑی دیر بعد بڑی بےصبری سے شراب کے بڑے بڑے گھونٹ پیتے اور آداب محفل کے خیال سے چٹخارے بھی لیتے جاتے تاکہ میزبانون کو یہ گمان نہ ہو کہ ضیافت کی قدر کرنے مین ان کی طرف سے کچھ کمی ہوئی ہے،

انھی جلسون مین شام ہوگئی، دن چھپنے کو ہوا تو غلام مشعلین لیکر آئے، دریا کے کنارے دور تک قندیلین روشن کیگئین، سینیون مین کھانے چنکر مہمانون کے سامنے رکھے گیے، بھیڑ کے بچے سالم بھنے ہوے اور گھوڑون کے پٹھون کے گرم گرم کباب جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور شہد مین بھیگی ہوئی جو کی موٹی موٹی روٹیان دیکھکر مہمانون کے منھ مین پانی بھر آیا اور تعریف کرکے سب نے کھانا شروع کیا،

ایک مرتبہ پھر الجائی مہمانون کی صفون مین سے گذری، مگر اب پھر وہ مہمانون کے سامنے

نہ آئے گی، تیمور ایک عربی گھوڑا سبزہ رنگ بڑا سبک رو اور عمدہ نسل کا باہر سے اندر قالین کے فرش تک لایا، گھوڑے پر ایک نہایت پر تکلف ریشمین پوشش گردن اور پشت کو ڈھکتی ہوئی قدمون تک آئی تھی، تیمور نے الجائی کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا اور راسین اپنے ہاتھ مین لئے عروس کو اس کے خوشنما خیمے تک پہنچانے گیا،

یہان مہمانون سے بچی بچائی الجائی کی خواصین حاضر ہوئین تاکہ سر کی آرایشی چیزین اور اوپر کا لباس اتارنے مین خاتون کی مدد کرین، ان خواصون کے ساتھ وہ صندوق بھی آئے جو دلہن کے جہیز کے تھے، خواصون نے الجائی کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ تمام جسم پر رعشہ ہے مسکرا کر اس کا اوپر کا لباس اتارنے لگین، اور اب عروس پاؤن مین زرین کفش اور گلے مین بے آستین قبا اور چہرہ پر زلفون کی نقاب مین نظر آئی،

جس وقت نوجوان نوشہ خاموشی سے عروس کے خیمے مین آیا تو خواصون نے اسے سلام کیا، مگر تیمور کی نگاہین اپنی دلہن کے سوا اور کس طرف جا سکتی تھین؟ خواصین دبے پاؤن خیمے سے باہر نکل آئین، تیمور کے چند ہمراہی جو خیمے کے دروازے تک اپنے امیر کی بیوی کو سلام کرنے حاضر ہوئے تھے دروازے کا پردہ گرا کر اپنے اپنے خیمون کو چلے گئے،

اس شب کو الجائی اپنے جوان شوہر کے پہلو مین لیٹی دریا کے زور سے بہنے اور لوگون کی آوازین اور طبل دبوق کا شور سنتی رہی،

تیمور کے سرمایہ عمر کی یہ پہلی دولت تھی جو اسے ملی تھی، الجائی خاتون آغاز یادہ زندہ نہ رہی، لیکن جب تک زندہ رہی تیمور کے پہلو مین کوئی دوسری عورت نہ بیٹھ سکی،

اس مین مطلق شبہ نہین کہ بیس برس کی عمر سے پچیس برس کے سن تک تیمور کو اپنی زندگی بہت ہی پرلطف معلوم ہوتی رہی، شہر سبز مین مٹی کا قصر سپید بزرگون کی نشانی اب تک چلا آتا تھا، مگر مدت سے خالی پڑا تھا، اب اس کے ایک حصہ کو درست کرکے الجائی کے لیے اوسے آراستہ کیا، یہ آراستگی بھی تیمور نے اپنے مذاق کے مطابق کی تھی، اچھے اچھے قالینون کا فرش کیا، چاندی کے ظروف اور نقشین دیوار پوش سجائے، اور یہ سب چیزین اس نے اپنی شجاعت و سپہ گری سے کبھی حاصل کی تھین گھر کے مویشی اور چراگاہون مین چوپائے چرانے کے حقوق باپ کی طرف سے بیٹے کو پہلے ہی مل چکے تھے،

امیر قزغن نے تیمور کو مینک باشی یعنی ایک ہزار سوارون کا سردار گویا ہمارے زمانے کا ایک پوری رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا، تیمور اپنے ان ہزار سوارون مین بہت خوش رہتا تھا، ان کو خوراک بہت اچھی دیتا، اور جبتک ان مین سے دس پانچ سوار دسترخوان پر اس کے ساتھ نہ ہون کھانا نہ کھاتا، ان ہزار سوارون کے نامون کی فہرست تیمور کی کمر پیٹی مین ہر وقت موجود رہتی تھی، قزغن نے جو لڑنے والے جوانون کو پرکھنا خوب جانتا تھا تیمور اور اس کے ہزار سوارون کو اجازت دی کہ وہ اس کے لشکر مین فوج قراول (آگے والی فوج) کا کام دین

اس زمانے مین جب کبھی تیمور کسی مہم پر جاتا تو ایک دن پہلے سمرقند کی سڑک سے گھوڑے پر سوار لشکر سے آگے بڑھا ہوا چاندنی رات مین ریگ کے سپید سپید ذرون کے غبار مین الجائی سے ملنے چلا آتا، اور آتے ہی بیوی سے فرمائش ہوتی کہ ساتھ کے سردار جو پیچھے آرہے ہین، ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے، الجائی کھانیکا انتظام کرتی اور شہر سبز کے پرفضا باغ مین تیمور ان صحبتون اور ضیافتون کا لطف اٹھاتا جب الجائی کے ہان بیٹا پیدا ہوا تو

تیمور نے اس کا نام جہانگیر رکھا، اور امیر قزغن کے امرائے دربار کی بڑی دھوم سے دعوت کی، جس قدر لوگون کو مدعو کیا تھا سب گھوڑون پر سوار دعوت مین شریک ہوتے اور تیمور کو مبارکباد دینے آئے مگر تیمور کا چچا حاجی برلاس اور اسکی بیوی کے قبیلے جلیر کا امیر بایزید دعوت مین شریک نہین ہوا،

اس موقع پر جو مہمان جمع ہوئے سب کہتے تھے کہ "تیمور حقیقت مین گورگان اعظم کا فرزند ہے" اور الجائی کے بزرگون کی خدمت مین جو وحشی پہاڑی قبیلے رہتے تھے انھون نے تیمور اور اس کی خاتون کی تعریف مین گیت لکھکر گانے شروع کئے،

تیمور کی دلیری وجوانمردی کی بدولت امیر قزغن نے مغربی صحرا اور جنوب کی وادیون مین نئی نئی فتوحات حاصل کین اور ہرات کا بادشاہ (ملک معزالدین حسین) قید ہوکر سالی سرائے مین آیا[۱]، غرض امیر قزغن اس نوجوان برلاس یعنی تیمور کی بیغرض خدمات سے بہت کچھ مستفید ہوا، دونون اپنی قوت بڑھاتے جاتے تھے حتی کہ قزغن کے امرائے دربار مین ایک نیا نزاع برپا ہوا، ان امرا نے قزغن سے درخواست کی کہ ہرات کا بادشاہ (ملک معزالدین حسین) جو قید ہوکر آیا ہے اُسے ہلاک کردیا جائے، اور اس کا تمام مال ومتاع ضبط کرکے ان مین تقسیم کردیا جائے، لیکن قزغن بادشاہِ ہرات کو قول دیچکا تھا، کہ اسکو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے گا، ملک حسین بڑا متمول تھا اور ان امیرون کا پرانا دشمن بھی تھا، امرا نے جب اس کے قتل پر اصرار کیا تو قزغن نے ان کے ارادے سے ملک حسین کو آگاہ کردیا، اور ایک دن دریائے آموکے جنوب مین ہرات کی سڑک پر ملک حسین کو ساتھ لیے شکار کھیل رہا تھا کہ اس کو قید سے آزاد کردیا[۲]، گو یہ امر صاف نہین ہے

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۳۲-۳۷، [۲] ظفرنامہ صفحہ ۳۸،

مگر ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اس موقع پر قزغن نے تیمور کو بادشاہِ ہرات کے ساتھ کر دیا تھا کہ اس کو ہرات تک حفاظت سے پہنچا دے،

بہر کیف جب قزغن کا وقت آیا اور وہ مارا گیا تو تیمور اس کے ساتھ نہ تھا، قزغن شکار مین مصروف ابھی تک دریاے آمو کے جنوب مین تھا، ہمراہی معدودے چند تھے اور بخوبی مسلح بھی نہ تھا، کہ دو سرداروں نے جنکو مدت سے عداوت تھی اس پر حملہ کیا اور تیرون کا نشانہ بنا کر اسے ہلاک کر دیا[1]،

تیمور قزغن کے مرنے کی خبر پاتے ہی موقع پر فوراً پہنچ گیا، اور امیر کے جنازے کو دریا پار پہنچانے اور سالی سراے کے صحرا مین اسے دفن کرنے مین شریک ہوا[2]،

اپنے مال کی حفاظت کا مطلق خیال نہ کیا اور پھر جنوب کی سمت مین روانہ ہو کر آمو دریا مین گھوڑا ڈال اور پار اتر اُن سردارون کے ہمراہ ہو گیا جو امیر کے قاتلون کا پہاڑون مین تعاقب کر رہے تھے، تاتاریون کی قدیم روایات مین ایک روایت یہ بھی ہے کہ "انسان کو اُس آسمان کے نیچے نہ رہنا چاہیے جس کے نیچے اس کے عزیز کا قاتل موجود ہو"، جن دو سردارون نے قزغن کو ہلاک کیا تھا وہ بہت دن زندہ نہ رہ سکے،

پہاڑون سے نشیب مین اور نشیب سے بلندیون پر گاؤن گاؤن گھوڑے بدلتے ہوئے تعاقب کرنے والون کے خوف سے قزغن کے قاتل بھاگتے رہے، مگر تاتاری ان کا کھوج لینے اور بھاگنے کے راستے بند کرنے سے کب باز آتے تھے، یہان تک کہ پہاڑون کے بالائی دامنون پر ان قاتلون کو انھون نے جا پکڑا، کچھ دیر تلوارین چمکین اور پھر وہ دونون مرد

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۳۹، [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۳۹،

نظر آئے[1] اس کام سے فارغ ہوتے ہی تیمور شہر سبز مین فورًا واپس آیا یہان آکر دیکھا تو معاملات کی کچھ اور ہی صورت تھی،

وسط ایشیا مین جب کوئی فرمانروا مرتا ہے تو اس کا فرزند صرف اسی حالت مین صاحب تخت ہو سکتا ہے کہ باپ نے ایک مستقل اور مستحکم سلطنت چھوڑی ہو اور خود فرزند مین اتنی ۳۸
قابلیت ہو کہ سلطنت پر قبضہ رکھ سکے، ورنہ ہوتا یہ تھا کہ زبردست سردارون کی ایک مجلس منعقد کیجاتی تھی اور یہ مجلس اپنی رائے سے ایک نیا فرمانروا انتخب کرلیتی تھی، یہ صورت بہترین ہوتی تھی، بدترین شکل یہ ہوتی اور اکثر یہی شکل پیش بھی آتی تھی کہ تخت کے لیے ایک عام جنگ برپا ہو کر جو سب مین زبردست ثابت ہوتا وہ سلطنت پر قابض ہو جاتا، ان خود پوش تاتاریون مین ایک مثل مشہور تھی کہ "جو ہاتھ تلوار پکڑنی جانتا ہو وہی عصائے سلطنت کو بھی اپنی گرفت مین رکھ سکتا ہے"

قزغن کے فرزند (عبداللہ) نے کچھ مدت تک اس بات کی کوشش کی کہ باپ کی جگہ سمرقند مین حکومت کرے، لیکن اس خیال کو جلد چھوڑ کر وہ فرار ہو گیا[2] حکومت سے جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی، اس پر حاجی برلاس اور قبیلہ جلائر کا امیر (بایزید)، دونون سمرقند مین داخل ہوئے اور تاتاریون پر سرداری کرنے کے دعویدار ہو گئے،

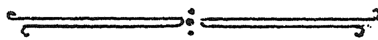
اس زمانہ مین قزغن کے اور امرا اپنے اپنے شہرون کو چلے گئے اور اپنے اپنے علم کے نیچے لشکر جمع کرنے لگے جس کی غرض یہ تھی کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنے کا موقع حاصل رہے، تاتاریون کی یہ بڑی کمزوری تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۳۹، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۴۰-۴۱،

قبیلے پر غالب آنے کے لیے باہمی جنگ و جدال مین مصروف رہتا تھا، اگر ایک سردار بھی انکو ایسا مل جاتا جو سب کو اپنے تحت مین لاسکتا تو یقیناً کل تاتاری برضا و رغبت ایسے سردار کو اپنا امیر مان لیتے، لیکن قزغن کی اولاد قزغن کی مثل نہ تھی اور حاجی برلاس اور بایزید جلائر ایسے لوگ نہ تھے جو تاتاریون کی مثل ایک بے چین و بے قرار قوم کو اپنے قابو مین لاسکتے،

اودھر یہ آفات برپا تھین ادھر تیمور کے باپ طراغائی نے جس خانقاہ مین وہ عزلت گزین ہوئے تھے وہین انتقال کیا[1]، الوس برلاس کے اکثر لوگ اس زمانہ مین حاجی برلاس کیساتھ سمرقند پہنچ چکے تھے اور تیمور ہزار سے بھی کم سپاہ کیساتھ شہر سبز مین تنہا رہ گیا تھا،

اور اب پھر بلاد شمال کے خان اعظم[2] نے پہاڑون کی پشت سے یہ حالات دیکھے اور وہ فوراً موقع پر ظاہر ہو گیا،



[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۶،

[2] تغلق تمور خان ،

پانچوان باب

تیمور اور تدبیر امور

خانؔ[1] کے وارد ہوتے ہی تاتاری امرا خطرے کو سمجھ گئے جو ان سب کے لیے یکسان تھا تمام امرا سوائے بایزید جلائر کے پیچھے ہٹے، بایزید کا مستقر حکومت خجند[2] تھا، شمال والون کیلیے یہ مقام تاتاریون کے ملک مین داخل ہونے کا تھا، اور خجند کا شہر خان کی فوجون کے بالکل راستے مین پڑتا تھا، بایزید جلائر فوراً اپنے الوس مین آیا اور خان کو تحائف پیش کرکے اسکی اطاعت قبول کرلی،

---

[1] تغلق تمور خان، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳،

[2] اس زمانہ مین ماوراء النہر کے مختلف حصون پر مختلف امرا، حکومت کرتے تھے، شہر سبز اور اس کے توابع مدت سے تیمور اور اس کے چچا حاجی برلاس سے متعلق تھے، خجند امیر بایزید جلائر کے تصرف مین تھا، بعض حصے ماوراء النہر کے امیر حسین بن مسلا بن قزغن کے قبضہ مین تھے جو دادا کی جگہ حاصل کرنے کی فکر مین تھا، بلخ مین اولجائی بوغائی سلدوز حکمران تھا، شبرغان محمد خواجہ اپردی کے سپرد تھا، بدخشان کے پہاڑون مین وہان کے بادشاہ، ختلان اور ارہنگ مین کیخسرو اولجائتو اپردی اور نواح سمرقند کے علاقہ جات سرپول اور تاشکنت مین امیر خضر یسوری حکومت کرتے تھے، ان سب مین آپس مین رات دن لڑائیان رہتی تھین ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۲ اوپر کے کل مقامات کے نام لی اسٹرینج کے جغرافیہ خلافت مشرقی مین (سوائے سرپول ارہنگ اور تاشکنت کے) نقشہ نمبر ۱ اور ۹ مین ملین گے، (مترجم)

حاجی برلاس جیسا پہلے ہر بات مین بے باک تھا اب ہر بات مین مذبذب ہو گیا، طراغائی کی وفات پر سرداری کا دعویٰ کر کے جسمین کسی کو عذر نہ ہوا وہ قبیلہ برلاس کا سردار ہو گیا تھا اب خان سے لڑنے کے لیے اس نے اپنی فوج کو شہر سبز اور قرشی مین جمع ہونے کا حکم دیا لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور تیمور کو کہلا بھیجا کہ مین اپنی قوم اور مویشیون کے ساتھ جنوب مین ہرات کی طرف جانا چاہتا ہون،

تیمور کو منظور نہ ہوا کہ شہر سبز کو بالکل لاوارث چھوڑ کر خود بھی وہان سے چلا جائے بالخصوص ایسی حالت مین کہ جلگشون کا راستہ اسی طرف سے تھا، تیمور نے چچا کو جواب دیا کہ "آپ کا جہان جی چاہے جائین بندہ تو خان کی خدمت مین حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہے"[1]

تیمور کو معلوم تھا کہ بلاد شمال کا یہ خان جو مغول جتہ یعنی سرحد والے مغلون کا امیر ہے سمرقند کے شاداب علاقے پر اپنے سابقہ حقوق کو سرسبز کرنے کا حیلہ کر کے واقعی اُسے لوٹنے آیا ہے، بہرکیف تیمور نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہوگا ان لٹیرون کو شہر سبز مین داخل نہ ہونے دیگا، اپنی بیوی الجائی اور چھوٹے بچے کو اپنے نسبتی بھائی کے پاس روانہ کیا جو اس زمانہ مین کوہستان کابل سے شمال کی طرف کوچ کر چکا تھا، تیمور اگر چاہتا تو خود بھی اپنے اہل و عیال کیساتھ جا کر اس خطرے سے محفوظ ہو جاتا، لڑنے والے اس کے ساتھ ہزار سے بھی کم تھے ایسی حالت مین جتہ مغلون کی بارہ ہزار فوج کے مقابلے مین آنا سخت نادانی کی بات ہوتی، اس کا باپ طراغائی اور قزغن اُسے تاکید کر چکے تھے کہ خان کی اطاعت کبھی قبول نہ کرنا کیونکہ گمان یہ ہے کہ تاتاری امرار کو قتل کر کے یہ خان اپنے سردارون کو ان کی جگہ مقرر کر دے گا، مگر تیمور نے اس نصیحت کو نہ مانا،

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷،

۲ اُسے خیال ہوا کہ خان بہرکیف اس کا بادشاہ ہے جو اس کے بزرگوں پر بھی حکومت کر چکا ہے، ا
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیمور کے کرنے کی کوئی بات اس وقت نہ تھی، بقول مؤرخ اس کا قبیلہ ایک عقاب بے پر کی مثل ہو رہا تھا، شہر سبز میں تردد اور خوف پھیلا ہوا تھا، کچھ دنوں سے لوگ اپنے اہل و عیال اور اچھے اچھے گھوڑوں کو لیے سمرقند کی سڑک سے شہر سبز کو بھاگے چلے آتے تھے، ایسے لوگ بھی جو اپنے مال و اسباب کے قریب رہ کر اس کی نگہبانی کا مصمم ارادہ کر چکے تھے، تیمور کو خاموش اور بے پروا دیکھ کر اس کے پاس آئے اور اطاعت قبول کر کے اُسے اپنی حفاظت کا ذمہ دار بنانا چاہا،

مگر تیمور کا قول تھا کہ "محض ضرورت کے وقت کے دوست دوست نہیں ہوا کرتے"
ان لوگوں کی بات اس نے نہیں مانی، سمجھ گیا کہ اگر مختلف قبیلے رنگ برنگ کے لوگ اس کیساتھ ہوئے تو خان کو اور بھی اس پر حملہ کرنے کی وجہ مل جائے گی،

مقابلہ کی تیاریوں کی جگہ تیمور نے دوسری قسم کی تیاریاں شروع کیں، سب سے پہلے باپ کا جنازہ شہر سبز کے اُس گورستان میں دفن کیا جہاں بڑے بڑے خدا رسیدہ بزرگ آسودہ تھے، اس کے بعد اپنے مرشد مولانا زین الدین ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا، اُن سے تمام شب گفتگو رہی، نہیں معلوم کہ وہ کیا گفتگو تھی، لیکن اتنا دریافت ہوتا ہے کہ تیمور نے اپنا تمام قیمتی سامان، تیز رفتار گھوڑے، چاندی کے نقشین زین اور کل زر و جواہر جو کچھ رکھتا تھا سب سمیٹا، مولٰنا

لہ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۶، اسی سال یعنی ٧٦٠ھ ۱۳۵۹ء ہجری میں تیمور کے باپ طراغائی کا انتقال ہو گیا تھا، باپ کی جگہ اس کا چچا حاجی برلاس سردار ہوا، مگر اب تغلق تمور خان کی فوج کشی سے وہ خراسان چلا گیا، شہر سبز کی حالت خراب تھی، اسی پر مورخ نے شعر کہے ہیں،

پدر رفتہ و عم گریزان شدہ — زبیگانہ کشور پریشان شدہ
مخالف مسلط اُلس در خطر — کشادہ عقاب بلا بال و پر

(مترجم)

زین الدین نے خانقاہ کے روپیہ مین سے بھی شاید کچھ دیا ہو کیونکہ شمال کا خان اہل شریعت اور بزرگان اسلام کا موروثی دشمن تھا،

دفعتہً مغلون کا ایک گروہ آن پہنچا، ان کے قراول ٹٹوؤن پر سوار سمرقند کی سڑک سے آتے ہوئے نظر آئے، لمبے لمبے برچھے جنکے پھل چمکتے تھے ان کے کندھون پر تھے، بارکش جانور جس قدر ساتھ تھے ان پر لوٹ کا مال خوب لدا ہوا تھا، قراولون کے بعد سوارون کے دستے گیہون کی تیار فصلون کو روندتے اور ہری بھری کھیتیون مین اپنے گھوڑے چراتے ہوئے آئے مغلون کے قراول کا سردار قصر سپید کی طرف بڑھا، تیمور فوراً ملاقات کو باہر نکلا، سردار اس نوجوان تاتاری کو دیکھکر جس کے چہرے پر پریشانی مطلق نہ تھی اور اس کی زبان سے سنکر کہ وہ سردار کو مہمان کرنا چاہتا ہے سخت متعجب ہوا،

تیمور نے سردار کی ضیافت بڑے اہتمام سے کی، مویشی اور بھیڑین خوب دل کھول کر مہمانون کی دعوت کے لیے ذبح کرائین، مغل سردار اپنے نوجوان میزبان کا مال دیکھتا اور منھ مین پانی بھر لاتا، چونکہ مہمان تھا اس لیے میزبان کا گھر لوٹنے کا حکم اپنے ہمراہیون کو نہ دیسکا، مگر اس کے بجائے نہایت قیمتی تحائف طلب کیے. تیمور نے بڑی بیش بہا چیزین نذر کر کے سردار کی طمع کو سیر کیا،

اب تیمور نے اپنا ارادہ | خان کے دربار مین حاضر ہونے کا ظاہر کیا، اور اپنے ہمراہیون کو درباری لباس پہنا کر اور جس قدر مال و متاع یکجا کیا تھا اُسے ساتھ لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا، سمرقند کے قریب جتہ مغلون کے دو سردار اُسے اور ملے جو خان کی فوج قراول کے ہمراہ تھے[1]

[1] تینون سردارون کے نام جنکو تغلق تمور نے ماوراء النہر کی فتح کے لیے آگے بھیجا تھا ان مین ایک جانی بیگ ارکنت

یہ دونون شخص گستاخ اور طامع تھے، مگر تیمور نے ان کو بھی اتنا مال دیا جوان کی توقع سے زیادہ تھا، بت ہوا

سمرقند سے کچھ دور آگے تیمور کو ایک لشکر ملا اور یہ تغلق تمور کا اردو معلے تھا،

ایک طرف ہزارہا گھوڑے تھے، دوسری طرف صدہا قطارین رسیون مین بندھے ہوے اونٹون کی تھین، بیچ مین سپید نمدون کے خیمے تھے اور ان چیزون سے سارا میدان پٹا پڑا تھا، ہر بیرق اور پرچم مین گھوڑے کی دم کی صورت کے طرے ہوا سے ہلتے تھے اور بھیڑون کی خشک مینگنیون کے ذرے بھی ہوا مین گرد کیساتھ شامل تھے، لشکر کے سردار اور امرا عجیب وحشیانہ شان مین تھے، چینی ریشم کے گل بوٹون کا لباس پہنے تھے، اونچی ایڑی کے موزون پر کارچوب کا کام اور چوبی کاٹھیان نرم سے نرم کیمخت سے منڈھی ہوئی تھین، لمبے برچھے اور خدنگ بدوشون کی کمان ان کے مخصوص ہتیار تھے، اور یہ ہتیار جب مغلون کے ہاتھ مین ہوتے تھے تو قیامت برپا کرواتے تھے،

تغلق تمور خان اپنے علم کے نیچے سپید نمدے کے فرش پر بیٹھا تھا، چوڑے چکلے چہرے کا پورا مغل، رخسارون کی ہڈیان ابھری ہوئی اور ان مین معمول سے زیادہ فصل، آنکھین چھوٹی چھوٹی، حلقون مین جلد جلد گردش کرتی ہوئی، کلے اور ٹھڈی پر چھدری چھدری ڈاڑھی، یہ تو حلیہ تھا، مزاج اور طبیعت کی کیفیت یہ تھی، کہ شدت سے تنگی اور بدظن، غارتگری مین عظیم الشان لٹیرا اور لڑنے مین خدا کا قہر، لڑتا تو بس نہ کرتا، دائین بائین جتہ مغلون کے سردار نصف حلقے کی شکل مین بیٹھے تھے، تیمور ان کے قریب آکر گھوڑے سے اترا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ اپنے ہی باپ دادا کی ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) دوسرا ایلچک تیسرا الغتق تمور کریت تھا، زیادہ حالات کے لیے دیکھو تزوک تیمور صفحات ۱۱ ۔۱۳، نیز ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۲،

شبیہ سامنے ہے، فوراً بڑے ادب سے کرناش (کورنش) جو بادشاہون کو سلام کرنے کا طریقہ تھا بجالایا، اور عرض کیا،

"اے میرے باپ اور اے میرے خان، اس لشکر اور اردو کے مالک، مین تیمور ہون قوم برلاس کا سردار اور شہر سبز کا حاکم"

خان اس نووارد کی جسارت اور بیباکی پر چونک پڑا، تیمور فولادی کڑیون کی زرہ جسمین چاندی کا کام تھا پہنے تھا، اس زرہ پر نظر گئی تو خان کو اور بھی حیرت ہوئی، یہ تیمور کی تعلّی تھی کہ قبیلہ برلاس کا اپنے کو سردار بتادیا، کیونکہ یہ قبیلہ اس وقت حاجی برلاس کے تحت مین تھا اور اس وقت اسی کے ساتھ (خراسان کی طرف) بھاگا ہوا تھا،

لیکن یہ موقع اپنی تعریف و تقریب مین کمی کرنے کا نہ تھا، اس کے علاوہ خان کے حضور مین تیمور نے جو تحائف پیش کئے تھے وہ نہایت قیمتی تھے اور اتنے تھے کہ ان بادیہ گرد خانہ بدوشون پر بھی ظاہر ہوگیا کہ اب تیمور نے اپنے لیے کچھ نہین رکھا ہے، غرض تغلق تمور خان تیمور کو پسند کرنے لگا،

تیمور نے بہ ادب عرض کیا "قبلہ من! اگر میرے پاس کچھ اور ہوتا تو وہ بھی پیش کرتا، ۴۲۰
لیکن واقعہ یہ ہے کہ تین کتے جنکا شمار حضور کے امراے ذی وقار مین ہے میرے زر و مال سے اپنی حرص کی اشتہا سیر کر چکے ہین"

یہ شکایت وقت پر سوجھ جانے کی بات تھی، تغلق تمور اتنا سنتے ہی سوچنے لگا کہ خدا جانے اس طرح کتنی دولت اب تک ہاتھ سے نکل چکی ہوگی، فوراً ان تینون سردارون کی طرف قاصد اس حکم سے دوڑائے کہ تیمور سے جو مال حاصل کیا گیا ہے اسے واپس کیا جائے، یہ سچ ہے کہ حکم

یہ بیان کر دیا گیا تھا کہ کل مال حاجی برلاس کو واپس کیا جانا چاہیے اس مین یہ سوچا تھا کہ حاجی برلاس کے پاس پہلے سب مال جمع ہو جائے تو پھر کل مال بعد کو اس سے لے لیا جائے، تیمور کی حالت یہ تھی کہ اُس سے طلب کر کے کچھ زیادہ حاصل کرنا اب ممکن نہ تھا،

خان نے تیمور سے کہا "کتّے وہ ضرور ہین، لیکن میرے کتّے ہین، اور واللہ ان کی آزو حرص سے ایسی تکلیف پہنچی ہے جیسے آنکھ مین بال پڑ گیا ہو یا جسم مین پھانس چبھ گئی ہو"

اگر میکیاولی[1] کو ان کوہستانی لوگون کا حال معلوم ہوتا تو ایک دوسری کتاب لکھنی بھی وہ ضروری اور مناسب سمجھتا، دھوکا دینا ان لوگون مین ایک ہنر تھا، اور سازش کرنا فنون لطیفہ مین شامل تھا، یہ ایک جنگ آور اور رزم آزما قوم کے لوگ تھے، لڑتے لڑتے اب ان کا دل ایسا بھر گیا تھا کہ جب تک بالکل مجبور نہ ہوتے ہتیار نہ اٹھاتے، تغلق تمور خان کے لشکر مین تیمور نے جن لوگون کو اپنا دوست بنایا وہ تعداد مین کم تھے،

جتہ مغلون نے کہا "اس وقت والیانِ سمرقند اس طرح پراگندہ ہوئے ہین جیسے شکرے کو دیکھ کر بٹیرین تتر بتّر ہو جاتی ہین ان مین سے صرف ایک تیمور یہان موجود ہے، وہ عاقل و ہوشیار ہے، مناسب ہے کہ اس سے مصالحت کر کے اس ملک پر اسی کے ذریعہ سے حکومت کی جائے،

مگر اس وقت مغلون نے یہ کچھ بھی نہین کیا، کیونکہ صورت اور ہی پیش آئی، تینون مغل سردارون کو جن کی شکایت تیمور نے کی تھی جس وقت شبہ گذرا کہ تغلق تمور بطور سزا کے اُن کا مال

---

[1] میکیاولی اٹلی کا مشہور سیاسی مصنف تھا جس نے بادشاہون کے لیے کہ وہ رعایا پر حکومت کر سکین بڑے بڑے مکائد اپنی تصنیف مین لکھے ہین، (مترجم)

و اسباب ضبط کرے گا تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا اور فوراً اپنے اپنے علاقون کی طرف راستے مین تاخت و تاراج کرتے ہوئے روانہ ہو گئے، شمالی سرحد پر پہنچکر فوجین جمع کرنی شروع کین اور تغلق تمور کی عدم موجودگی مین وہان نزاعات کا بازار گرم کرنا چاہا، خان نے جب یہ حال دیکھا تو تیمور سے جو بڑا صاحب تدبیر تھا مشورہ کیا کہ ایسی حالت مین کیا کرنا چاہیے،

تیمور نے بہت غور کے بعد خان سے بہ اصرار عرض کیا کہ "حضور اپنے ملک کو واپس چلے جائین، واپس جانے مین ایک ضرر ہے اور یہان قیام کرنے مین دو ضرر، ہین ایک سامنے ہے اور دوسرا عقب مین[1]"

یہ صلاح سنکر تغلق تمور خان اپنے ملک کو واپس چلا گیا تاکہ وہان کے باغیون کو سزا دے، روانگی سے پہلے اس نے تیمور کو تومان باشی کا منصب عطا فرمایا، یعنی دس ہزار سوارون کا سردار مقرر کیا اور ایک تحریری فرمان اور مہر عنایت فرمائی، یہ مراتب و درجات وہی تھے جو تیمور کے آبا و اجداد کو مغلون کی پرانی حکومت مین حاصل تھے،

تیمور نے شہر سبز کی وادی اور اس کے شہرون کو تباہی سے بچا لیا، اور اب وہ خان کے حکم اور فرمان سے اپنے الوس کا سردار ہو گیا، اور جب تاتاری امراء کو وہ خطرہ پیش نہ رہا جو سب کے ۴۳
لیے ایک عام مصیبت تھا، تو پھر وہ حسب عادت بڑی مستعدی و سرگرمی سے آپس مین لڑنے لگے، اس کے بعد کے تین سال مین بڑے بڑے انقلاب پیش آتے رہے،

---

[1] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۱۲، صرف اتنا بیان ہے کہ تغلق تمور جس وقت ماوراء النہر مین تھا تو خبر آئی کہ دشت قبچاق کے امرا نے مخالفت اختیار کی ہے، تغلق تمور خان نے مضطرب ہو کر تیمور سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے، تیمور نے دشت جتہ یعنی جہان تغلق تمور رہتا تھا جانے کی صلاح دی اور تغلق تمور اسی طرف چلا گیا،

[2] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۴، "و تومان امیر قراچار و ایالت و ولایت کش با توابع و لواحق برا و مقرر شد"

حاجی برلاس اور بایزید جلائر نے باہمی سازش کر کے تیمور کا قدم بیچ مین سے ہٹانے کے لیے اُسے ہلاک کرنا چاہا، چنانچہ انھون نے اُسے اپنے خیمے مین مدعو کیا، تیمور آیا مگر یہ دیکھتے ہی کہ چند مسلح سپاہی بھی وہان موجود ہین اسے کچھ شبہ گذرا، اور اس حیلے سے کہ ناک سے دفعتہً خون جاری ہو گیا ہے وہ خیمے کے اندر کے درجون مین سے ہوتا ہوا باہر نکل اپنے ہمراہیون سے جا ملا اور پھر یہ سب فوراً گھوڑون پر سوار ہو وہان سے روانہ ہو گئے، بعد مین بایزید جلائر کو اپنی اس حرکت پر سخت ندامت ہوئی، تیمور سے اس نے اس بارے مین معافی بھی مانگی، لیکن حاجی برلاس بڑا سخت دل تھا، اس نے شہر سبز کی وادی پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر کشی کی،

تیمور کی حالت اس وقت ایسی نہ تھی کہ اپنا علاقہ چچا کے حوالے کر دیتا، خاصکر ایسی صورت مین کہ تغلق تمور کا فرمان اس کی جیب مین موجود تھا اور ہزارہا سپاہ اس کی مدد کو تیار رکھی۔ تیمور نے فوراً اپنے ہمراہیون کو یکجا کیا اور اب چچا بھتیجے کے لشکرون مین کچھ مدت کیلئے جنگ ہوتی رہی، مگر حاجی برلاس نے لڑائی چھوڑ دفعتہً سمرقند کی طرف کوچ کیا، تیمور نے زعم مین آکر چچا کا تعاقب کیا، لیکن دوسرے دن تیمور کے تمام ساتھی تیمور کا ساتھ چھوڑ حاجی برلاس سے جا ملے، حاجی برلاس نے پہلے ہی سے ان کو سمجھا دیا تھا کہ قبیلہ برلاس کا بڑا حصہ اس کے زیر فرمان ہے اس لیے وہ بھی آکر اس سے مل جائین،

تیمور اب واپس ہوا تا کہ اپنی بیوی اُلجائی کے بھائی امیر حسین سے اتحاد قائم کرے، امیر حسین اس وقت پہاڑی قبیلون اور کابل کے افغانون کو لیے اس طرف آگیا تھا، قبائل تاتار مین باہمی جنگ کا سلسلہ بدستور قائم رہا[1] حتی کہ تغلق تمور خان دوسری مرتبہ ماوراءالنہر مین آیا اور

[1] ایشیائے وسطی کے اندرونی حصون مین یہ لڑائیان ایک پرانا قصہ تھین، جو حال اس وقت تھا وہی تقریباً

اس طرح آیا" جیسے پرندون مین کہین سے پتھر آن گرا ہو"

اس بار تغلق تمور نے زیادہ سخت دل ہو کر لشکر کشی کی، ارادہ کر لیا تھا کہ امراے تاتار کے کل ملکون کو فتح کر لیگا، بایزید جلائر کو اُس نے جلد قتل کرا دیا، حاجی برلاس پھر اپنے ساتھیون کو لے جنوب کی طرف بھاگا، اس حالت فرار مین کسی مقام پر چورون نے اُسے مار ڈالا، امیر حسین نے ہمت کر کے مغلون کا مقابلہ کیا لیکن بری طرح شکست کھائی اور مجبور ہو کر جان بچانے کے لیے اُسے میدان سے بھاگنا پڑا، تیمور شہر سبز کی مسند حکومت پر مضبوطی سے بیٹھا رہا،

تغلق تمور نے خوب دل بھر کر فتوحات حاصل کین اور اخیر مین اپنے فرزند الیاس کو تمام ممالک تاتار کا حاکم مقرر کیا اور جتہ مغلون مین سے ایک سپہ سالار کو جس کا نام بیک جک تھا الیاس کی مدد پر رکھا تا کہ رعایا مین الیاس کے احکام کی پابندی ہوتی رہے، اسی طرح دوامراء جتہ کی ماتحتی مین تیمور کو سمرقند کا امیر مقرر کیا، یہ درجہ کافی تھا، اور ایک بیدار مغز آدمی اسمین آئندہ دولت اور حکومت حاصل کرنے کا موقع دیکھ سکتا تھا،

تیمور نے شکایت کی کہ شمالی امراے جتہ کا اُسے زیر دست بنایا گیا ہے، لیکن تغلق تمور نے اسے وہ عہد نامہ یاد دلایا جو اس کے اور تیمور کے اجداد مین ہوا تھا، اس عہد نامہ کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ چنگیز خان کی اولاد حکومت کرے اور گورگان کی اولاد اُس کی خدمت کرے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) آجکل ہے، تاتاری امرا کے ملکون کا اندازہ موجودہ جغرافی نقشہ پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان مین کابل سے شمال مین افغانستان کے حصہ کو اور ایران کے شمال مشرقی اضلاع کو اور تمام ملک بخارا اور ماوراءالنہر کو اور روسی ترکستان کے بہت سے اقطاع کو شامل کر کے دیکھا جائے، کم سے کم ایک لاکھ تاتاری ایسے تھے جو لڑائی کے لیے مسلح تھے اور لیکن ان لڑائیون کے حالات لکھنے کیلئے ایک جدا کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی یہان ہمنے صرف تیمور کے حالات کارنامون سے بحث رکھی ہے، تاتاریون کی خانہ جنگی مین تیمور سنہ ۱۳۶۲ء ۷۶۴ھ سے سنہ ۱۳۶۹ء ۷۷۱ھ تک مصروف رہا، (مصنف)

تغلق تمور نے کہا "بس اسی طرح تمھارے جد قاجولی خان اور میرے جد قبل خان کے درمیان طے پایا تھا"، تیمور بھی سمجھتا تھا کہ اپنے جد کے عہد و پیمان کی پابندی اس پر لازمی ہے[1]، دل مین ناخوش رہا، مگر بہر کیف شہر سبز مین اچھی طرح گذر کرتا رہا،

لیکن سردار جتہ بیک جک نے سمرقند کے علاقے کو لوٹنا شروع کیا، جس قدر لوٹ کا مال لاتا الیاس خواجہ (پسر تغلق تمور) اس سے خوش ہوتا، تیمور کو معلوم ہوا کہ بیک جک نے سادات کی لڑکیون کو اسیر کر لیا ہے، مولانا زین الدین نے نہایت غیظ و غضب کیساتھ مغلون کی ان زیادتیون کی شکایت کی، تیمور نے ایک عرض داشت رہزن مغلون کے بارے مین تغلق تمور کی خدمت مین ارسال کی، مگر اس عرضداشت کا کچھ اثر نہ ہوا، تیمور نے لشکر فراہم کر کے شمال کی طرف مراجعت کی اور بہت سے اسیرون کو بزور شمشیر مغلون کے پنجے سے چھڑا لیا، اس پر دشمنون نے تغلق تمور کو اطلاع دی کہ تیمور نے علم بغاوت بلند کیا ہے، تغلق تمور خان نے تیمور کے قتل کا فرمان صادر کیا[2]،

اسکی خبر تیمور کو ہوئی، بحث و مباحث سے خستہ اور اپنے ملک کی تباہی دیکھتے دیکھتے بیزار ہو کر امور مملکت کو بالاے طاق رکھا اور تیمور گھوڑے پر سوار ہو صحرا کو نکل گیا،

زندگی بسر کرنے کے لیے یہ طریقہ سب سے بہتر ثابت ہوا، تیمور کی مثال بھی اسکاٹ لینڈ کے بروس کی سی ہوئی، بروس بھی قانون سے آزاد ہو کر اور اپنا خون مباح کرا کے زندہ رہنے کو ملکی سازشون مین شریک ہو کر جینے سے بہتر سمجھتا تھا،

[1] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۱۴، قبل خان اور قاجولی خان دونون بھائی بھائی تھے، قبل خان سے تیسری پشت مین چنگیز خان تھا اور قاجولی خان سے آٹھوین پشت مین تیمور ہوا، قبل خان کا لقب ایلخانی یعنی رعایا پرور تھا، دونون بھائیون مین اس بات کا عہدنامہ ہوا تھا کہ قبل خان کی اولاد مین سریر خانی بطناً بعد بطن مسلم رہے، اور قاجولی خان اور اس کی اولاد مین امر لشکر کشی اور امارت رہے، قاجولی خان کی اولاد اسی وجہ سے قراچار یعنی سپہ سالار کہلائی، دیکھو روضۃ الصفا جلد پنجم صفحہ ۹، نیز حبیب السیر جلد سوم جز اول صفحہ ۹ سطر ۲۳-۲۴، [2] ایضاً صفحہ ۱۵ (مترجم)

چھٹا باب

تیمور اور بادیہ گردی

مغرب کی طرف صحرا کی زمین سرخ و شورہ زار نباتات نام کو نہین، کوسون تک چلی گئی تھی، پاؤن کے نیچے کی سرخ مٹی جابجا ٹوٹی ہوئی شگاف اور درزین پڑی ہوئین گویا دھوپ کی تیزی سے پک اٹھی ہے، چلنے والے کے چہرے تک اپنی تمازت پہونچاتی تھی، گرم ہوا کے جھونکے یکایک اٹھتے اور گرد غبار کے بادل چھا جاتے، اور یہ غبار پرانے بوسیدہ چٹانون کے اوپر اوپر اس طرح پھیلا نظر آتا جیسے صاف مطلع مین سمندر کی لہر کنارے سے ٹکرا کر کف اڑاتی ہو، صرف صبح کے وقت یا شام ہوتے دور کی چیزین صاف نظر آسکتی تھین دن کے باقی اوقات مین نیچے زمین پر گرد اور سر پر آسمان کا چمکتا اور دہکتا تنور قوت بینائی کیلئے موجب مضرت تھا،

لیکن ابھی تک اصلی صحرا نہ آیا تھا، کیونکہ یہان خشک دریاؤن کے گذرگاہ جابجا ملتے تھے، جو بھورے رنگ کے اونچے اونچے چٹانون مین سے چکر کاٹتے ہوئے آمو دریا کی طرف نکل گئے تھے، آمو کا پاٹ بہت بڑا تھا، اس کے زرد پانی نے سالی سرائے کو جو اس صحرا سے چار ہزار فیٹ بلندی پر تھا، بہشت کا نمونہ بنا رکھا تھا، دریا کے قریب سبزہ کچھ کچھ نظر آتا

تھا مگر ادنیٰ قسم کا، پھل پھول کچھ نہ ہوتے تھے، دریا کے کنارے نرسلون کے جھنڈ کھڑے تھے یا ناگ پھنی کے درخت کہین ریت مین دبے اور کہین جڑون تک کھلے اونچے اٹھے نظر آتے تھے،

دریا کے علاوہ کنوئین بھی تھے مگران کا پانی جانور پی سکتے تھے انسان کے پینے کے قابل نہ تھا، میٹھا پانی جہان ہوتا وہان خانہ بدوش ترکمان اپنے ڈیرے ڈال دیتے، یہ لوگ بھیڑین چرایا کرتے تھے مگر اس تاک مین بھی رہتے تھے کہ اگر کوئی کمزور نہتا قافلہ پاس سے گذرے تو اُسے لوٹ لین، اور ان ترکمانون مین ایسے لوگ بھی تھے جو خون کرکے اس دشت بے آب و گیاہ مین جان بچانے چلے آئے تھے،

اس میٹلے پتھریلے بیابان سے جس کا نام قزل قم (یعنی ریگستان سرخ) تھا تیمور کا گذر ہوا، اس کی بیوی اُلجائی اس کے ساتھ تھی اور بیس سے کچھ زیادہ اور ہمراہی تھے جنھون نے آقا کیساتھ مصائب سفر مین شریک رہنا پسند کیا تھا، کچھ کوتل گھوڑے باربرداری کے، کچھ ہتیار، کسی قدر زر و جواہر بھی ساتھ تھا، مشکیزون مین پانی کافی تھا سفر تیزی سے کرنے لگے کیونکہ قافلہ مضبوط تھا، رات کے وقت گھوڑون کو پہاڑون کی سوکھی گھاس چرنے چھوڑ دیتے تھے اور انکی حفاظت بھی بخوبی کر لیتے تھے، ایک کنوئین سے دوسرے کنوئین تک سفر کرتے ہوئے چلے آخرکار ایک جگہ[1] الجائی کے بھائی امیر حسین سے ملاقات ہو گئی، امیر حسین بھی ماوراءالنہر کے اور امرار کی طرح تغلق تمور کے خوف سے بھاگے ہوئے لوگون مین تھا، دبلا، پتلا، ہٹیلی طبیعت کا آدمی تھا، ہمت و عزم بہت رکھتا تھا مگر طامع بھی بہت تھا، اس وقت صرف کابل مین بادشاہی کرتا تھا، اور اب

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۶۲- اس مقام کو ایک کنوان لکھا ہے جو شہر خیوہ کے قریب تھا اور چاہ سانچ کے نام سے مشہور تھا، (مترجم)

بڑی آرزو یہ تھی کہ جو کچھ ہاتھ سے نکل گیا ہے وہ پھر مل جائے،

امیر حسین دل مین اپنے تئین تیمور سے بڑھکر سمجھتا تھا، عمر بھی اس کی تیمور سے کچھ زیادہ تھی، مگر تیمور کی اعلیٰ حربی قابلیتون کی دل سے قدر کرتا تھا، امیر حسین کی طمع وحرص کو تیمور سمجھ نہ سکتا تھا مگر اس وقت تو ایک ساتھی کے مل جانے سے تیمور بہت ہی خوش ہوا،

الجائی ان دونون مین ایک بڑا واسطہ تھی، یہ امیر قزغن کی پوتی تھی، اور حقیقت مین ایسے دادا کی ایسی ہی پوتی ہونی بھی چاہیئے تھی، مصیبتون پر ہنس ہنس کر ان کا علاج سوچتی تھی، کبھی تکلیفون کی شکایت نہ کرتی اور اس کی خوش دلی اور بشاشت سے تیمور کا فکر دور ہوتا رہتا،

امیر حسین کیساتھ اس کی بیوی دلشاد آغا بھی تھی جو حسن مین مشہور تھی اور اب ان چارون نے ایک کنوئین کے قریب خیمے نصب کرائے اور جن مصیبتون مین اس وقت مبتلا تھے اُن سے نکلنے کی تدبیرون پر گفتگو کرنے لگے، اس وقت ان کے ہمراہ ساٹھ آدمی تھے جو مضبوط گھوڑون پر سوار تھے، ان سب نے مغرب کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جہان امید تھی کہ کاروانون کے راستے اور بڑے بڑے شہر بحر خوارزم کے کنارے (جسے اب بحر آرال کہتے ہین) ملین گے،

غرض یہ لوگ تیمور کی سرگروہی مین (صحرائے قزلقم مین سے ہوتے ہوئے) خیوہ پہنچے، حاکم خیوہ[۱] (تکل) نے ان ناخواندہ مہمانون کو پہچان لیا اور ارادہ کیا کہ ان کا مال و اسباب ضبط کر کے خود ان کو جتہ مغلون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے، تیمور اور اس کے ساتھیون کے لیے خیوہ خطرناک مقام تھا، اس لیے وہ شہر سے نکل کر کھلے میدانون مین سفر کرنے لگے، لیکن حاکم خیوہ اور اس کے

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲،

کئی سو سوارون نے ان کا تعاقب کیا، تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے، اور وہان سے تیمور اور امیر حسین نے باوجودیکہ دشمنون کی تعداد زیادہ تھی ان کا مقابلہ کیا، خیوہ کے سوار پہاڑی کے نیچے تھے، تیمور اور امیر حسین نے اوپر سے نیچے کی طرف ان پر دھاوا کیا، دشمن اس یلغار کی تاب نہ لاسکا،

اور اب فریقین کے سوارون مین سخت معرکہ آرائی ہوئی، گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے مین تاتاری پورے استاد تھے، پہاڑی کی اوپر سے نیچے کی طرف ان کے دھاوے نے اہل خیوہ کے حواس باختہ کر دیئے، چھوٹی ڈھالین بائین بازوون پر کھسکا کر اور اپنی بل کھائی ہوئی کمانون سے فولادی پھل کے وزنی تیر اس قوت سے چلائے کہ دشمن کی زرہ خود اور چار آئینے چھلنی کر دیے | دائین اور بائین دونون ہاتھون سے آگے اور پیچھے تیر چلاتے تھے،

کھلے منہ کے قربان[۱] مین زہ چڑھی ہوئی کمان بالکل تیار کمر کے ایک طرف اور کھلا ہوا ترکش دوسری طرف ہوتا تھا. کمان کو لوہا اور سینگ لگا کر مضبوط کرتے تھے، تیر کے پلّے اور صدمے کے اعتبار سے یہ چھوٹی کمانین انگریزی لمبی کمانون کے برابر مہلک تھین، اس ہتیار کے ساتھ جب کہ زہ پر چلّکی مین تیر ہوتا تاری کی بھی وہی کیفیت ہوتی تھی جیسے آجکل کے سوار کی جس کی کمر پٹی مین تین نشست پہلے کا پستول لگا ہو، ایک ہاتھ سے کمان کو سامنے لانا اور دوسرے سے ترکش سے تیر نکال کر زہ پر لگانا حرکت واحد ہوتی تھی، اور تیر بڑی تیزی سے لگاتار چلاتے تھے، بندوقچی کی طرح انھین بندوق بھرنے کے لیے دم لینے کی ضرورت نہ تھی، اگر آجکل کے ہتیارون سے مقابلہ کیا جائے تو کھلے ترکش کارتوس کی پیٹی کی جگہ اور کہنیون پر فولادی دستانے آجکل کے رسالہ دار کے چرمی دستانون

---

[۱] کمان کا خانہ جو اوپر سے کھلا ہوتا تھا (مترجم)



Martin.]

امیر تیمور اپنے قصر کے باغ میں دربار کر رہا ہے

یہ تصویر ایرانی مصور کی ہے جس میں امیر کا رنگ گورا دکھایا ہے اور ڈاڑھی ترشی ہوئی ہے

کی جگہ تھے،

چونکہ چھوٹی ڈھال بازو پر چڑھی ہوتی تھی اور ہاتھ دونون کھلے ہوتے تھے اس لیے چھوٹی کمان سے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے چارون طرف تیر چلانا آسان تھا،

تاتاریون نے اپنے پستہ قد گھوڑون کو خیوہ کے سوارون کی طرف ڈپٹا دیا، اب جہان دشمن زیادہ تعداد مین نظر آتا اس کی صفون مین گھوڑون کو تیز دوڑاتے اور کاٹھیون کے سامنے کے سرون کو پکڑ کر جھکے ہوئے ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتے اور شدت سے شور مچاتے، بارہ بارہ سوارون کا غول ملکر خیوہ والون پر دھاوا کرتا اور ان کو پراگندہ کرکے پھر بہت جلد اپنے غول مین آملتا، صرف ضرورت کے وقت تلوار یا لڑائی کے چھوٹے گرزون سے کام لیتے تھے، تلوار سے خونریزی بھی ان کی ہولناک تھی مگر تیر و کمان ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھا،[1]

گھوڑون کی کاٹھیان جلد جلد خالی ہونے لگین، جانبین کے سردار اور امیر لڑائی کے مرکز سے دور دور رہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مرکز مین پہنچتے ہی لوگ ان کو گھیر کر یقیناً قتل کر دین گے، سوار جنکو گھوڑے کی پیٹھ چھوڑنی پڑی تھی دوسرے گھوڑے کی تلاش مین سرگردان پھرتے،[1] تاتاریون مین سے ایک شخص جسکا نام ایلچی بہادر تھا بے جگر ہو کر دشمن کے مقابلے مین پیدل ڈٹا رہا تیمور یہ دیکھکر گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا، اور اسکی کمان کی زہ کاٹ کر کمان اس کے ہاتھ سے چھین لی تاکہ وہ مجبوراً میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام مین چلا جائے،[2]

امیر حسین اس موقع پر خیوہ کے سوارون کی صفین توڑتا ہوا حاکم خیوہ کی طرف چلا، اس کے علمدار کو قتل کر ڈالا مگر خیوہ کے سوارون نے اسے گھیر لیا، امیر حسین دشمنون کے حلقے مین کبھی

---

[1] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲ [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲-۶۳،

ادھر لڑتا کبھی اودھر، تیمور یہ حال دیکھکر اس کی مدد کو چلا، تیمور کو آتے دیکھ کر خیوہ کے سوار اوسکی
طرف متوجہ ہوئے، امیر حسین کو موقع مل گیا اور وہ دشمنون مین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے، تیمور ۴۸
نے اپنا گھوڑا پیچھے ہٹایا اور دائین بائین تلوار چلا کر اپنے تئین بچانے لگا، اتنے مین اس کے چند
سوار قریب آگئے اور خیوہ کی سپاہ پراگندہ ہونی شروع ہوئی،

اب تیمور کو موقع ملا، فوراً للکار کر اپنے سوارون کو یلغار کا حکم دیا، امیر حسین کا گھوڑا تیر سے زخمی
ہوکر گر گیا تھا اور امیر حسین پیدل ہو گیا تھا، اس کی بیوی دل شاد آغا شوہر کو گھوڑے سے اترا دیکھتے
ہی اپنا گھوڑا دوڑا کر قریب آئی اور شوہر کو اُس پر سوار کر کے خود پیادہ ہو گئی[1]، امیر حسین گھوڑے پر
سوار ہو پھر اپنی جماعت مین آملا،

تیمور نے اب تکل حاکم خیوہ کو مارنے کا ارادہ کیا اور اس پر تیر چلایا، تیر تکل کے کلہ پر لگا اور
وہ زخم کھاتے ہی زمین پر گرا، تیمور اسکی طرف چلا اور دوڑتے گھوڑے کی پیٹھ سے جھک کر زمین
پر سے ایک برچھی اٹھا کر تکل کے جسم مین بھونک دی، اس وار نے اس کا خاتمہ کر دیا، جس وقت
خیوہ والون نے دیکھا کہ ان کا سردار مارا گیا تو وہ متفرق ہو گئے، تاتاریون نے ان کا تعاقب
کیا اور جب تک سب کے ترکش خالی نہ ہو گئے انھون نے تیر چلانے بند نہ کیے، اب تیمور نے
دل شاد آغا کو جو پیدل ہو گئی تھی اپنی بیوی الجائی کے ساتھ ایک ہی گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر ان
عورتون اور بقیۃ السیف کو ساتھ لیے پہاڑی کی چوٹی پر واپس آیا،

اب جو دیکھا تو اپنے ساتھیون مین صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے، اور ان مین بھی
اکثر کچھ کچھ زخمی تھے، خیوہ والے پہاڑی سے نیچے میدان مین اپنے گھوڑون سے اترے اور

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۳،

کچھ دیر تک آپس مین مشورہ کرتے رہے، سورج چھپنے کو تھا، تیمور نے دشت خوارزم کی طرف نکلجانیکا ارادہ کیا خیوہ والون نے تعاقب کیا مگر تاریکی نے آگے بڑھنے سے روک دیا،

تیمور نے اپنے ہمراہیون سے ہنسکر کہا "ہم ابھی اپنی منزل تک نہین پہنچے ہین"۔

رات بھر اندھیرے مین ادھر اودھر ٹکراتے پھرے، یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ایک کنوین پر پہنچ گئے، یہان تیمور کے تین ملازم جو بلخ کے رہنے والے تھے اور خیوہ والون کے معرکہ سے بھاگ کر یہان تک پیدل آئے تھے ساتھ ہو گئے، تیمور کے ساتھیون نے کنوئین کا پانی جو میٹھا اور ٹھنڈا تھا پیا اور اس پانی سے انھین ایسی تسکین ہوئی کہ لیٹتے ہی غافل سو گئے، تیمور اور امیر حسین اب تنہا بیٹھکر مشورہ کرنے لگے اور یہ بات قرار پائی کہ اب دونون کو علٰحدہ ہو کر سفر کرنا چاہیے تاکہ آیندہ ان کی شناخت کا موقع لوگون کو کم مل سکے، غرض یہ مشورہ کرکے یہ دونون بھی سو گئے،

جب دن نکلا تو معلوم ہوا کہ تینون بلخی ملازم سات گھوڑون مین سے تین گھوڑے لے کر چلدیئے ہین[1]، چار گھوڑے جو باقی رہے تھے ان کو تیمور اور امیر حسین نے باہم تقسیم کرلیا، اور دونون نے یہ ارادہ کرکے جدا جدا راستہ اختیار کیا کہ اگر ممکن ہوا تو جنوب کی طرف امیر حسین کے وطن[2] مین پھر باہم ملاقات کرین گے، تیمور نے امیر حسین کو اپنے سامنے ہی رخصت کیا، اس کے بعد اپنا سامان جو کچھ بچا تھا ایک گھوڑے پر رکھا اور دونون گھوڑون مین جو
۴۶ بہتر تھا وہ اپنی بیوی الجائی خاتون آغا کو دیا، تیمور کے ساتھ اب صرف ایک ملازم تھا، الجائی یہ دیکھکر کہ تیمور جو گھر سے کبھی پیدل نہ نکلا تھا آج ریت مین گھسٹتا ہوا پیچھے پیچھے چل رہا ہے، ہسکرا

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۵، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۹، اس مقام کا نام گرم سیر ہمیر من لکھا ہے،

اور کہنے لگی۔

"اب اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہو گی کہ آج تم پیدل چل رہے ہو"

اب کھانے کو ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا، دور سے دیکھا کہ چرواہے بکریاں چرا رہے ہین، تیمور ان کی طرف گیا اور دو چار بکریان خریدین، ایک کے فوراً کباب لگا کر خوش ہو کر کھائے باقی کو ذبح کر کے ان کا گوشت گرم پتھرون پر بھون بھلس کر سامان کیساتھ رکھ لیا کہ آیندہ سفر مین کام آئے گا، تیمور نے چرواہون سے پوچھا کہ اس ریگستان سے کہین باہر نکلنے کا بھی کوئی رستہ ہے، چرواہون نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ رستہ ترکمانون کی پورت تک جاتا ہے"؛

اب یہ لوگ اسی رستے ہو لیے اور ترکمانون کے گاؤن تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ جھونپڑیان خالی پڑی ہین، تیمور نے ایک جھونپڑی پر قبضہ کیا ہی تھا کہ اور جھونپڑیون سے ایک شور برپا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تیمور اور اس کے ساتھیون کو چور سمجھکر ترکمان اپنے گھرون مین چھپ گئے تھے، تیمور نے الجائی کو ایک جھونپڑی مین بٹھایا اور دروازے سے مع ملازم کے باہر نکل ترکمانون کو ڈرانے کے لیے کمان سے خالی تیر چلانے لگا کیونکہ ترکش مین اب تیر باقی نہ تھے، مگر ترکمان نہ ڈرے اور دوڑ کر ان پر حملہ کرنا چاہا[1]،

تیمور نے کمان زمین پر پھینک دی اور نیام سے تلوار نکال ترکمانون کی طرف چلا جو نہی آگے بڑھا ترکمانون کے سردار نے اُسے پہچان لیا[2] کیونکہ یہ سردار شہر سبز مین تیمور سے ملاقات کر چکا تھا، سردار فوراً قریب گیا اور تیمور سے بغلگیر ہو کر کہا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۵، [2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۵، اس سردار کا نام حاجی محمود تھا،

"واللہ، آپ توما وراء النہر کے امیر ہین"

ترکمان بھیڑون کی کھالین سخت بدبودار پہنے تھے، جس وقت تیمور کی نسبت ان کا شبہ رفع ہوا تو وہ قدمون پر گر کر معافی کے طلبگار ہوئے، رات جب ہوئی تو انھون نے ایک بھیڑ ذبح کی، مہمانون اور میزبانون نے ملکر ایک ہی رکابی سے کھایا، ترکمانون کے بچے بھی آنکھین پھاڑے جہانتک ہو سکا آگ کے قریب صورتین دیکھنے اور باتین سننے چلے آئے، اور اب ترکمانون نے اپنا ریگستان چھوڑ کر باقی تمام دنیا کی خبرین معلوم کرنے کے لیے تیمور سے بیسیون سوال کئے، ان سوالون کی وہ کثرت تھی کہ تیمور تمام شب نہ سو سکا، مگر تیمور ان کے لیے نہ صرف باہر کی خبرین معلوم کرنے کا ذریعہ تھا بلکہ اس کا یہان تک آنا بھی ان لوگون کی عزت کا موجب ہوا، اور وہ اس بات سے بہت خوش تھے،

50 دوسرے دن تیمور نے ترکمانون کے سردار کو ایک گران بہا لعل اور دو خلعت جنمین موتی ٹکے تھے عطا فرمائے[1]. سردار نے اس کے بدلے مین اپنے قبیلے کے گھوڑون مین سے تین گھوڑے اور ایک رہبر دیا تاکہ ان کو جنوب کا راستہ بتائے،

بارہ دن کے سفر مین وہ صحرا سے نکل کر خراسان کی سڑک پر آگئے، پہلا گاؤن جوانکو ملا وہ آدمیون سے خالی اور شکستہ حال تھا، پانی کے لیے ایک جگہ کنوان کھودنا پڑا، جب پانی نکل آیا تو گاؤن کے ایک کھنڈر مین قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام مل جائے،

اور اب ایک دوسری مصیبت کا سامنا ہوا، قریب ہی ایک قبیلہ رہتا تھا، اس کے لوگون نے تیمور اور اس کے ساتھ والون کو دیکھ لیا، فوراً گھوڑون پر سوار ہو ان کے قریب آئے

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۶،

اور سب کو گرفتار کر کے اپنے سردار کے پاس لے گئے، اس سردار کا نام علی بیگ تھا[1]، علی بیگ نے سوچا کہ تیمور کو گرفتار کر لینے سے خوب روپیہ ملیگا، اس خیال سے اس نے تیمور کا کل مال اور اسباب اپنے قبضے مین کیا اور تیمور اور اس کی بیوی کو ایک گاؤ خانے مین بند کر دیا جس مین کثرت سے کیڑے مکوڑے بھرے تھے،

تیمور کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ الجائی ایسی تکلیف کی جگہ قید ہو، اس نے مقابلہ کرنا چاہا مگر علی بیگ کے سپاہیون نے مجبور کر دیا، غرض باسٹھ دن تک موسم گرما کے اخیر مین جب کہ گرمی کا توڑ تھا تیمور اور اس کی بیوی کو اس قید خانے مین رہنا پڑا، اس کے بعد تیمور نے قسم کھائی کہ کسی شخص کو چاہے وہ خطاوار ہو یا بے خطا قید خانے مین بند نہ کرائیگا،

علی بیگ نے جتہ مغلون سے ان قیدیون کے بارے مین جو معاملہ کرنا چاہا تو اس کا خاتمہ ایک غیر مترقبہ صورت سے اسیرون کی رہائی مین ہوا، علی بیگ کے ایک بھائی نے جو ایران کے شہر طوس کا حاکم تھا جب یہ واقعہ سنا تو تیمور کے لیے بہت سے تحائف اپنے بھائی کے پاس بھیجکر اس کو لکھا کہ شہر سبز کے حاکم اور مغول جتہ کے معاملے مین تمھارا دخل دینا نہایت نادانی کی بات ہوگی، علی بیگ نے بہت روز کے بعد اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل کر کے اسیرون کو رہا کیا، مگر بری طرح، بھائی نے جو تحائف تیمور کے لیے بھیجے تھے وہ اپنے پاس رکھ لیے اور تیمور اور الجائی کو سفر کرنے کے لیے ایک دُبلا گھوڑا اور مریل اونٹ دیکر رخصت کیا[2]،

لیکن سیاہ زلفون والی الجائی اپنی ان مسلسل مصیبتون پر ہنستی تھی اور کہتی تھی کہ "اے امیر یہ حالت بھی آخری نہین ہے، ابھی منزل تک پہنچنا باقی ہے"

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۶-۶۸ [2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۸،

ساتوان باب

"اسپ لاغر" اور "شتر ناتوان"

خریف کی بارش شروع ہو گئی تھی، امیر حسین سے تیمور نے جس مقام[1] پر ملنے کا وعدہ کیا تھا، وہ آمو دریا کے دوسری طرف جنوب مین صدہا میل کے فاصلے پر واقع تھا، اب تیمور کے دل نے مجبور کیا کہ وہ ایک بڑا چکر کاٹ کر پہلے وطن جائے اور پھر وہان سے چل کر امیر حسین سے ملاقات کرے مگر امیر حسین سے بے سر و سامان ہو کر ملنے کو دل گوارا نہ کرتا تھا، کچھ جمعیت کا ساتھ ہونا ضروری تھا، آمو سے ادھر ہی ایک امیر کے گھر سے جو پرانا دوست تھا پندرہ سوار اور چند کوتل گھوڑے ساتھ چلنے کو مل گئے، اب اتنا ہو گیا کہ الجائی گھوڑون کی گاڑی مین سفر کر سکے، علی بیگ والا دبلا گھوڑا اور مریل اونٹ یہان فقیرون کی نذر کر دیا گیا،

بیوی کیساتھ شوہر کی توجہ اور محبت کی چند مثالین یہان نظر آتی ہین، اس سفر مین تیمور کچھ سوارون کو ساتھ لے کر الجائی سے آگے بڑھ گیا تھا[2]، اور ارادہ کر لیا تھا کہ سمرقند مین تنہا داخل ہوگا لیکن جب آمو دریا کے گھاٹ پر پہنچا تو یہان مسلح گروہون کی آمد و رفت دیکھی، اسنا دیکھتے

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۹، مقام کا نام گرم سیر ہیرمن تھا، غالباً سجستان مین دریائے ہلمند کے قریب قندھار کے اعمال سے کوئی مقام تھا، یہ ملک گرم سیر مین شمار ہوتا تھا (مترجم) [2] تیمور نے اپنی بیوی کو ایک مقام پر جس کا نام بخار زندان تھا ٹھہرا دیا تھا اور خود سمرقند کے ارادے سے تھوڑے سے سوارون کیساتھ چل پڑا تھا (دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۰)

ہی دریا سے اسی طرف ہمراہیون کو قیام کا حکم دیا اور وجہ یہ بتائی کہ گرمی زیادہ ہے سفر مین تکلیف ہو گی، چنانچہ دریا سے اسی طرف درختون کی چھاؤن مین ایسی جگہ ٹھہرا جہان سے سڑک اچھی طرح نظر آتی تھی، ایک ہفتے یا اس سے کچھ زیادہ قیام ہوا تھا کہ ایک دن الجائی اور اس کے ہمراہی جو آہستہ سفر کر رہے تھے آن پہنچے،

الجائی شوہر کو دیکھکر تعجب کرنے لگی مگر خوشی کی بھی انتہا نہ تھی، تیمور کو یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا کہ بیوی کو حفاظت کی جگہ ٹھہرانا چاہیئے کہ اتنے مین سڑک پر دور سے ایک غبار سا اٹھتا نظر آیا[1]، فوراً اپنے سوارون کو اور بیوی کے ہمراہیون کو حکم دیا کہ بڑھ کر دریا پار ہو جائین، چنانچہ سوار اور ان کے گھوڑے الجائی کی گاڑی سب دریا مین اتر گئے، گھوڑے دریا کی تیز رو مین تیرتے ہوئے کبھی ریت کے ٹاپوؤن اور کبھی پانی مین سے گذرتے ہوئے آخر کار اس خطرے سے دور ہو گئے[2]، اور اس طرح تیمور نے الجائی اور ان سوارون کے درمیان جنکی گرد اڑتی سڑک پر نظر آئی تھی ایک دریا کو حائل کر دیا،

تیمور جس وقت سمرقند کے قریب پہنچا تو مضافات شہر مین آیا یہان بیوی کو ایک مکان

---

[1] ان واقعات کے لیے بھی دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۰،

[2] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۷۰-۷۱،

بہ آب اندر افگند مرکب روان	بتائید حق شاہ صاحبقران
ہمان مرکب مہد عصمت پناہ	در آمد بآب از پے اسپ شاہ
ہمہ بندگان نیز در تاختند	فرس را بہ جیحون در انداختند
چو کشتی ہمی راندند اسپ را	بنیروئے شاہ مظفر لوا
گذشتند مجموع ازان رود بار	باقبال کیخسروئے روزگار

مین پوشیدہ طور پر اتار دیا، ساتھیون کو بھی خبر نہ کی، تن تنہا مغرب کے وقت شہر مین خفیہ طور سے داخل ہوا، اور اڑتالیس دن تک جتہ مغلون کی آنکھون مین خاک ڈال کر جو اسکی تلاش مین سرگردان تھے سمرقند مین ٹھہرا رہا[1]، رات ہوتی تو کاروانسرائون مین جا بیٹھتا تاکہ مسافرون سے راستون کا حال سنے دوستون کے گھر چھپ کر اس فکر مین پہنچا کہ صلاح و مشورہ کرکے اگر ممکن ہو تو شہر مین جہان کسی کو گمان تک نہ ہو سکتا تھا، اپنا رایت بلند کرے، صحن مسجد سے نمازیون کے ہجوم مین کھڑے ۵۲
ہوکر اکثر بادشاہ جتہ (الیاس پسر تغلق تمور خان) کو دیکھتا کہ اپنے فوجی افسرون کیساتھ گھوڑے پر سوار سامنے سے گذرتا ہے،

تیمور اس وقت بے فائدہ اپنی جان خطرے مین ڈال رہا تھا، کیونکہ یہان اس وقت کوئی بات اس کے اختیار کی نہ تھی، جتہ مغل بڑی مضبوطی سے ملک پر مستولی تھے، حکومت مین وہ سخت تھے، رعایا سے روپیہ وصول کرنے مین بھی ظلم کرتے تھے، مگر پھر بھی یہ شمال کے باشندے ہیبت چنگیز خانی کی زندہ نشانیان تھے، اس کے علاوہ انھین فتوحات بھی حاصل ہو چکی تھین،

سمرقند کے گرد و نواح کے تاتاری شرفا ہمیشہ کسی فوجی سردار و سالار کے تابع رہنے کے خوگر تھے، یہ متعصب مسلمان نہ تھے، البتہ جنگ و پیکار مین تربیت پائے ہوئے تھے، اور سوائے مقابلے و مقاتلے کے کوئی بات ان کے ذہن مین نہ رہا کرتی تھی، کوئی شخص جوان کو لڑنے پر ابھارتا رہے اور انھین اپنے قابو مین بھی رکھے اور فتوحات کا ذائقہ بھی کبھی کبھی چکھاتا رہے پھر وہ اس کے دل و جان سے مطیع ہو جاتے تھے، لیکن یہ زمانہ ایسا تھا کہ جلائر نے امیر جتہ الیاس خواجہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، امیر حسین بھاگا ہوا تھا اور کابل کے قصر امارت مین اس کی جگہ

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

جتہ مغلون مین سے ایک شخص سریرِ خانی پر متمکن ہو چکا تھا، پس یہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ تاتاری امراء تیمور کا ساتھ دینے مین کوئی بات مفید دیکھتے،

انھی تاتاری امراء نے تیمور کو خبردار کیا کہ سمرقند مین اسکی موجودگی کا علم جتہ مغلون کو ہو گیا ہے، اب قوم برلاس کے اس امیرزادے کو پھر گھوڑے کی پیٹھ دیکھنی پڑی، اور ایک رات شہر سے خفیہ طور پر نکل کر چلا گیا،

تیمور اس وقت تنہا نہ تھا، سوارون کی ایک قلیل جمعیت اس کے ساتھ ہو گئی تھی، ان مین کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنا سردار نہ رکھتے تھے، کچھ بادیہ گرد تھے، کچھ ایسے تھے جو لڑائی اور لوٹ پر جان دیتے تھے، کچھ وحشی ترکمان اور آوارہ پھرنے والے عرب تھے، یہ لوگ فوج مرتب کرنے کے لیے اچھے نہ ہون مگر سفر مین ساتھ دینے کے لیے بہت خوب تھے،

تیمور ان لوگون کو شہر سبز کے قریب لے گیا اور وہان اپنے قصر کے سپید گنبد سے بھی زیادہ بلند ایک علفزار مین جہان گرمی کے موسم مین چوپائے چرا کرتے تھے مگر آجکل وہان کوئی نہ تھا یہ سب لوگ ڈیرے ڈال کر رہنے لگے، یہ مقام اس قدر بلند تھا کہ جتہ کے گروہ جو تیمور کی تلاش مین پھرتے تھے یہان سے صاف نظر آ سکتے تھے، امراے برلاس جو شہر سبز مین تھے کچھ پتہ پا کر تیمور سے ملنے آئے، ان مین ایلچی بہادر جس کی کمان کی زہ تیمور نے کاٹ دی تھی اور جاکو برلاس تھا جو ہر بات کا کھوج لینے مین عقاب کی طرح ہوشیار تھا تیمور کے ہمراہی برلاس کے ان امیرون کے سامنے تیمور کی شجاعت اور مردانگی کی داستانین بڑے فخر سے سنانے لگے،

یہ تاتاری سردار امیر قزغن مرحوم کی فوجون کے پرانے جنگ آزما تیمور کے ساتھ بیٹھکر جس کا خون سلطنت نے مباح کر رکھا تھا اکثر بادہ نوشی مین مصروف ہوئے اور کہنے لگے کہ

"جب ملکِ خدا اتنا وسیع ہے تو شہر کی چار دیواری مین کیون بند ہو کر رہین"۔

تیمور نے کہا "یہ تو سب باتین ہین، کام بتاؤ کیا کرنے ہین؟ کیا تم اب بالکل زاغ وزغن ۵۳
ہو گئے ہو کہ جبتہ مغلون کے دستر خوان سے جو ٹکڑا ملے اسی پر قناعت کرو، یا شہباز اور عقاب ہو کہ
شکار پر بڑھو اور پنجہ چلاؤ"۔

ایلچی بہادر اور جاکو برلاس بولے "ہم زاغ وزغن نہین ہین"۔

جس وقت الجائی خاتون آغا اندر سے آئی تو برلاس کے ان امیرون نے سر وقد کھڑے ہو کر اسے سلام کیا، سلام کیون نہ کرتے، کیا یہ وہ خاتون نہ تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ لڑائیون مین شریک رہی تھی، خریف کے ختم ہونے پر تیمور نے جب اپنا لشکر شہر سبز سے اٹھایا اور جنوب کی طرف پہاڑون کا رستہ لیا تاکہ حسب وعدہ امیر حسین سے ملاقات کرے تو برلاس کے یہ امراء (ایلچی بہادر اور جاکو برلاس وغیرہ) تیمور کے ہمرکاب ہو گئے[1]،

اب جو رستہ تیمور نے اختیار کیا وہ کمزور آدمیون کے چلنے کا نہ تھا، یہ پانسو میل تک ایسے پہاڑی سلسلون مین سے پیچ وخم کھاتا ہوا گیا تھا جس کی سر بفلک چوٹیان آسمان کے قلعے اور برجیان معلوم ہوتے تھے، یہ رستہ بلندیون سے نشیب مین اترتا ہوا اس ملک مین آیا تھا جسے آجکل افغانستان کہتے ہین، اور افغانستان ایسا ملک ہے جس کے جغرافی نقشے نا مکمل ہین اور جس کے متعلق تحقیقات ابھی تک جزوی طور پر ہوئی ہے، یہ راستہ ایک دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا گیا تھا، بعض مقامات پر دریا یخ بستہ سطح کی شکل رکھتا تھا، اور سڑک پر بارانی برف اتنی ہوتی تھی کہ گھٹنون تک پاؤن دھنستا تھا،

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۱۷،

ہندوکوہ سے گذرنے مین برف کے وہ وسیع قطعے اور چٹان نظر آئے جو پہاڑون پر سے نیچے کو کھسکتے تھے، مسافران پہاڑون مین اوپر چڑھتے چڑھتے اس سطح مرتفع پر پہنچے جہان برف مین ڈوبی ہوئی ہوائین ہر وقت چلتی تھین، اس ہموار زمین پر تیمور کے قافلے نے اپنے مدور خیمے نصب کیے اور پھر یہان سے اٹھکر دن کو برف کی چمک اور روشنی مین سفر کرتے ہوئے اس وادی مین چلنے لگے جہان تیز ہواؤن نے دریا کے خشک رہ گذر کو اس کی کنکریان تک اڑا کر صاف کر دیا تھا،

گھوڑون کی پوشتین موٹے اونی نمدون کی تھین اور سوار قاقم اور ذئب کے پوستین پہنے تھے، جس وقت ان کا گذر چوبینے کے جنگلون سے ہوا تو انھون نے لکڑیان کاٹ کر ٹھیلے تیار کیے، ان ٹھیلون مین پہیے نہ تھے، برف پر پھسلتے ہوئے چلتے تھے ان ٹھیلون کو انھون نے سفر مین برابر اپنے ساتھ رکھا، بعض وقت وہ کسی پہاڑی قبیلے کے بلند قلعے کے نیچے سے گذرتے تھے، قلعے کے دربان جو قافلے والون کو نظر آتے تھے قافلے کے حال زار پر افسوس کرتے تھے اور سر سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر سب کو کتے بھونکتے سنائی دیتے،

کئی مرتبہ افغانون نے ان پر حملہ کیا، مگر افغان یہ نہ سمجھے تھے کہ کس پر حملہ کرتے ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور کے پاس پہلے سے بھی زیادہ سامان اور گھوڑے موجود ہو گئے، اب انھون نے بارہ ہزار فیٹ بلندی والا درہ جس کے دونون طرف ہندوکوہ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیان نظر آتی ہین عبور کیا، اور وہان سے نشیب کی طرف پہاڑون سے اترتے ہوئے آخرکار وادیِ کابل مین پہنچ گئے،

مگر اس کے معنی یہ نہ تھے کہ سفر ختم ہوا شہر کے باہر باہر کچھ چکر کاٹکر پھر سفر شروع کیا، کابل کے قرب وجوار کے قریون سے کچھ گھوڑے اور بھیڑین خریدین، پھر کابل سے قندھار والی سڑک پر آ گئے، یہ سڑک صاف تھی کیونکہ یہان برف نہ تھی، آگے بڑھکر وہ اقطاع جنوب کی پست وادیون مین آئے اور دیکھا کہ امیر حسین اسی مقام پر جہان ملاقات کا وعدہ کیا تھا ایک لشکر ساتھ لیے موجود ہے۔ اس لشکر کے آدمی تیمور کے ہمراہیون کی مثل تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ وہ تعداد مین زیادہ تھے،

جاڑے کے ختم ہونے تک سب نے آرام کیا، اور جب قریب کے پہاڑی سلسلون کے ایک حاکم[۱] نے اپنا سفیر مع تحائف[۲] کے ان کے پاس بھیجا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس حاکم کی حکومت مین سیستان کے لوگ اس سے باغی ہو گئے تھے، اس بغاوت کی وجہ سے بہت سے پہاڑی قلعے اس حاکم کے قبضے سے نکل گئے تھے اپنے آدمی بھیجکر اس نے تیمور اور امیر حسین سے وعدہ کیا کہ اگر باغیون کو اس کے ملک سے نکالنے مین وہ مدد کرینگے تو اس کے معاوضہ مین ان کو بہت انعام دیا جائے گا، تیمور اور امیر حسین اور ان کے ساتھیون نے مدد دینے کا وعدہ کر لیا، امیر حسین نے اس مین یہ نفع سوچا کہ جنوب کے شہر اپنے قبضے مین آ جائین گے اور تیمور اس خیال سے خوش ہوا کہ پھر گھوڑے کی پیٹھ ہوگی، ہم ہون گے اور میدان جنگ ہوگا،

جب راستون کی حالت بہتر ہوئی تو حاکم سیستان کی طرف سے تیمور اور امیر حسین باغیون

[۱] یہ والی سیستان تھا، ایک بغاوت کو فرو کرنے کے لیے اس نے تیمور اور امیر حسین سے مدد مانگی، دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۲،

[۲] مبلغی خطیر از نفائس جواہر وکرائم اموال بشکرانہ در نظر آورد (ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۲)

سے لڑنے گئے، اس وقت یہ دونون ایسے سپاہیون کی حیثیت رکھتے تھے جو قسمت آزمائی کے شوق مین ہمیشہ آوارہ گرد رہنے کے لیے پیدا ہوتے ہین، تیمور کو اس آفاقیت مین ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا اب ان دونون نے باغیون سے بہت سے قلعے جنپر انھون نے قبضہ کر رکھا تھا چھین لیے، کسی قلعے پر یک لخت حملہ کیا اور کسی کی دیوارون پر سیڑھیان لگا کر اندر اتر گئے، غرض جس طرح بن پڑا انھین فتح کر لیا،

امیر حسین نے حماقت سے سیستانیون کے گاؤن لوٹنے شروع کیے اور جو قلعے فتح کیے تھے ان مین اپنی فوجین بٹھا دین، تیمور نے امیر حسین کی ان حرکتون کی پروا نہ کی، مگر سیستانی اس پر سخت برہم ہو گئے، باغیون نے جب دیکھا کہ حاکم سے رعایا بھی ناخوش ہو گئی ہے تو انھون نے بغاوت سے اور زیادہ نفع اٹھایا اور حاکم سیستان کو کہلا بھیجا کہ "ہم تمھارے بدخواہ نہین ہین، ذرا غور کرو اگر تاتاریون کو تم نے اپنی جگہ ان قلعون پر مسلط کر دیا تو یہ لوگ تمام ملک پر تصرف کر لین گے"،

نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم سیستان تیمور اور امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے رات کے وقت تاتاریون کے لشکر سے نکل باغیون کے پاس چلا گیا، دفعۃً بدل جانا پہاڑی قومون کی طبیعت کا خاصہ تھا، یہ بڑے بدگمان لوگ ہوتے تھے اور غیرون کا پورا اعتبار کبھی نہ کرتے تھے، غرض اب سیستانیون نے تیمور پر حملہ کیا، تیمور نے جواب مین ان پر دھاوا کیا اور انھین مار کر پیچھے ہٹا دیا، اس لڑائی مین ایک موقع پر تیمور کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے، سیستانیون نے تیمور کو اپنے تیرون کا نشانہ بنا لیا، ایک تیر اس کے ہاتھ مین لگا جس سے ہڈی پر زخم آیا، دوسرا تیر پاؤن مین لگا، تیمور نے کچھ خیال نہ کیا، صرف تیر ہاتھ اور پاؤن سے کھینچ کر نکالے

اور انھین توڑ ڈالا لیکن بعد کو یہ زخم بہت خراب ثابت ہوئے اور تیمور انکی وجہ سے مجبور ہوکر اپنے خیمے مین صاحب فراش ہوگیا،

اہل سیستان کو شکست ہوئی اور اس شکست سے تیمور اور امیر حسین نے بہت سامال حاصل کیا اور اس فتح سے بہت سے سوار اور سپاہی بھی ان کے ساتھ ہوگئے جن سے ایک نیا لشکر بن گیا،

امیر حسین نے اب اس نئے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کیا اور تیمور کو (گرم سیر کے) پہاڑون مین آرام لینے اور زخمون سے صحت پانے کے لیے پیچھے چھوڑا،

تیمور کا لشکر گاہ پہاڑون مین ایک پرفضا مقام پر تھا، الجائی کی سواری بھی وہان جلد آگئی، اور اب ایک قلیل مدت کے لیے بیوی کو شوہر پر پورا قبضہ حاصل رہا، یہ قیام گاہ ایسا نہ تھا جہان سے اب کوئی تیمور کو لڑنے کے لیے بلاتا، ان کے خیمے اور ڈیرے ایک تاکستان مین نصب تھے، ہوا ہمیشہ ٹھنڈی اور خوشگوار چلتی تھی، گھوڑون کے لیے یہ جگہ جنت تھی، ہری ہری گھاس موٹی اور رسیلی ہر وقت چرا کرتے تھے، شوال کا مہینہ تھا، چاندنی راتون مین تیمور اور الجائی کہین پہاڑ پر نرم قالینون پر لیٹے نیچے کی زمینون مین سایے اور روشنی کی بہار دیکھا کرتے تھے، پورے مہینہ بھر الجائی شوہر کی خدمت مین مصروف رہی، تیمور کے سامنے اس کا چھوٹا بچہ جہانگیر بیٹھا رہتا تھا،

(حاشیہ صفحہ ۷۰) لہ ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۴۷، ظفر نامہ مین پاؤن کے گھائل ہونے کا ذکر نہین ہے، شاید لکھنا گستاخی سمجھا ہو، تزک تیمور صفحہ ۲۰ مین تیمور خود لکھتا ہے کہ سگزیون (سیستانیون) ہی سے لڑنے مین ہاتھ اور پاؤن دونون مین تیر لگے تھے، (مترجم)

بیوی شوہر کی صحتیابی کے لیے دن گنا کرتی تھی، تیمور قیام گاہ مین خیمون کے سامنے لنگ کرتا ہوا اسلیے ٹہلا کرتا تھا کہ پاؤن سیدھا پڑنے لگے، تکلیف بہت تھی، مگر عادت کے موافق تنکر چلتا تھا، الجائی شوہر کی محبت مین کہتی ہی رہی کہ کیون اتنی جلدی کرتے ہو مگر وہ دن آگیا کہ تیمور نے زرہ اور سواری کا گھوڑا طلب کیا، الجائی خود گئی اور شوہر کی تلوار لاکر اپنے ہاتھ سے اسکی کمر مین باندھی، بڑی بڑی آنکھین اس رنج والم سے بے حس وحرکت رہین جو ایک جوان بی بی اپنے خاوند کے سامنے ظاہر کرنا زیبا نہ سمجھتی تھی، صرف فی امان اللہ کہکر خاموش ہو گئی،



۵۶

آٹھوان باب

پل سنگین پر لڑائی

اب شمال کی طرف تیمور کو جانا ضروری ہوا، امیر حسین نے جسے اپنے اوپر بہت بھروسا تھا جتہ مغلون کا لشکر کے سامنے آتے ہی اس سے لڑائی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور جس قدر فوج ساتھ تھی وہ پراگندہ ہو گئی، یہ لڑائی اس نے تیمور کے مشورہ کے خلاف کی تھی، تیمور نے جب سنا تو اُسے بہت غصہ آیا، کیونکہ اس شکست کے معنی یہ تھے کہ سپاہ کے جو لوگ متفرق ہو گئے ہین ان کو پھر جمع کرنے کیلئے پہاڑی قبیلون سے التجا کیجائے، اور ان کے سوا اور لوگ بھی سپاہ مین شامل کرنے کے لیے اُن سے مانگے جائین، تیمور کے ہاتھ کا زخم ابھی تک اچھا نہ ہوا تھا، گھوڑے کی راسین پکڑنا اور ہتیار چلانا دونون کام زخمی ہاتھ سے نہ ہو سکتے تھے، اس فکر و تردد کی حالت مین چند ہمراہیون کیساتھ شکار کھیلنے گیا تا کہ کھانے کے لیے گوشت میسر ہو سکے، اس وقت اس کا خیمہ گاہ دریاے آمو کے بالائی گذرگاہ کے قریب (وادی ارصف مین) تھا[ل]، یہان امیر حسین کا انتظار کرتا تھا کہ تیمور کے دوستون کو اس کا پتہ چل گیا، اس واقعہ

ل دریا کے بالائی حصے سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جو منبع سے قریب ہو اور زیرین حصہ وہ ہوتا ہے جو دھانہ سے نزدیک ہو، وادی ارصف کا ٹھیک موقع جغرافیون مین نہین ملتا، غالباً دریاے آمو کے جنوب مین بلخ سے مشرق مین طاو خان کے علاقے مین ہوگا (مترجم)

کی تصویر مورخون نے بہت واضح طور پر کھینچی ہے[1]،

تیمور کا خیمہ و خرگاہ ایک پہاڑی کے دامن مین ندی کے کنارے نصب تھا، امیر حسین کا کئی دن سے انتظار تھا، اب اس انتظار مین یہ حالت ہوئی کہ ایک شب مطلق نیند نہ آئی، رات کا وقت تھا، مطلع بالکل صاف تھا، چاندنی خوب کھلی تھی، اس حالت مین تیمور ندی کے کنارے ٹہلتا ہوا کچھ دور نکل گیا، پاؤن کا زخم کسی طرح اچھا نہ ہوتا تھا، اب یہ عادت ڈالنی چاہی کہ اسی پاؤن پر زور دیکر چلا کرے، مگر یہ بھی نہ تھا کہ زخم کی تکلیف برداشت کرنے کی بالکل عادت ہو گئی ہو، جب خیمہ گاہ مین واپس آیا تو چاندنی ہلکی ہو گئی تھی، افق مشرق سے روشنی کی ایک زرد تحریر نمودار ہوئی، تیمور نے نماز فجر پڑھی[2]، نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ جس پہاڑی پر اپنا خیمہ تھا اس کے دوسری طرف ایک تیر کے فاصلے پر چند مسلح آدمی گھوڑون پر سوار جا رہے ہین، یہ لوگ بلخ کی طرف سے آتے معلوم ہوتے تھے، بلخ اس وقت جتہ مغلون کے قبضے مین تھا، تیمور فوراً اپنے خیمہ کی طرف گیا، لوگون کو جگایا اور سواری کا گھوڑا مانگا،

تیمور گھوڑے پر سوار ہوا ان مسلح آدمیون کا حال معلوم کرنے تنہا چلا، جس وقت ان آدمیون نے اسے دیکھا تو وہ چلتے چلتے رکے اور تھوڑی دیر تک اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے۔

تیمور نے پوچھا کہ "تم کون ہو، کہان سے آتے ہو اور کدھر جانے کا قصد ہے"

ان مین سے ایک شخص نے جواب دیا کہ "ہم امیر تیمور کے ملازم ہین اور آقا کی تلاش مین یہان تک آئے ہین، ابھی تک وہ ہمین ملے نہین، حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ کھمرد سے وہ اس وادی (ارصف) مین آ چکے ہین"

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶، [2] تزک تیمور صفحہ ۲۷-۲۹،

جواب دینے والے کی آواز تیمور پہچانتا نہ تھا، اور نہ وہ ان مسلح سواروں کی صورتوں کو پہچان سکا، جواب دیا کہ "مین بھی امیر کا نوکر ہون، اگر تم امیر کے پاس جانا چاہتے ہو تو مین تمھین وہان تک پہنچا سکتا ہون" اتنا سنتے ہی ان مین سے ایک سوار علٰحدہ ہو کر گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے سردارون کے پاس گیا اور تیمور نے اس سوار کو ان سے یہ کہتے سنا کہ "ہم کو ایک رہبر ملا ہے جو ہمین امیر تک پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے"،

تیمور نے اپنا گھوڑا آہستہ قدم آگے بڑھایا یہان تک کہ ان سردارون کے قریب پہنچگیا، اور اب ان کی صورتین دیکھ کر انھین پہچان لیا، یہ قوم برلاس کے تین بڑے سردار تھے اور ان کے ساتھ سوارون کے تین دستے تھے، ان سردارون نے اس عجیب رہبر سے قریب آنے کو کہا، تیمور آگے بڑھا، اب سردارون نے اُسے پہچانا اور پہچانتے ہی گھوڑون سے اتر کر پیادہ ہوئے اور قریب آکر آقا کی رکاب کو بوسہ دیا،

تیمور بھی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا، ایک ایک سے بغلگیر ہوا، اور اسی وقت سب کو انعام دیا، ایک کو اپنے سر سے مندیل اتار کر دی دوسرے کو کمربند جو بہت پرکار اور زربافت تھا اور تیسرے کو اپنا جبہ اتار کر پہنا دیا، اور اب وہ سب پاس پاس بیٹھ گئے، شکار حاضر کیا گیا اور جلد ایک ضیافت کا انتظام ہونے لگا، سرداران برلاس نے تیمور کا نمک کھایا اور حق نمک بھی جلد ادا کیا، سردارون کے ساتھ جو سوار تھے ان مین سے ایک آدمی کو اس حکم سے روانہ کیا کہ مغول جتہ کا حال معلوم کرے کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہین، سوار چلا، آمو دریا کو تیر کر پار کرنا چاہا مگر گھوڑا ڈوب گیا خود ریت کے ایک ٹاپو پر پہنچکر صحیح سلامت دوسرے کنارے پہنچ گیا، اور مغلون کا حال معلوم کر کے واپس آیا، تیمور کو اطلاع دی کہ تین ہزار جتہ مغلون کا

لشکر شہر سبز (کش) کی طرف سے ادھر آرہا ہے اور رستے مین تمام ملک کو غارت کرتا چلا آتا ہے،
اس سوار کا گذر شہر سبز کے قریب سے ہوا تھا جو اس کا وطن تھا، مگر وہ اپنے گھر جانے
کے لیے ٹھہرا نہین گو اس کا گھر غارت گر مغلون کے راستے مین پڑتا تھا،
جب کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ "جب امیر اپنے گھر مین نہ ہو تو مین اپنے گھر مین کیونکر
قدم رکھ سکتا ہون[1]"،

اس خبر نے تیمور کو سخت پریشان کیا، اور اُسے مطلق صبر نہ رہا، جتہ مغلون نے یہ دیکھکر کہ
ایک لشکر ان کے مقابلے کو میدان مین آگیا ہے حسب عادت ہر طرف ملک کو غارت کرنا
شروع کیا، تیمور چاہتا اور سمجھتا تھا کہ جو قومین دریائے آمو کے دوسری طرف رہتی ہین مغلون
کی اس حرکت پر سخت طیش مین آجائینگی، اور وہ مغلون کی دشمن اور تیمور کی طرفدار ہو جائینگی اس
وقت تیمور کا لشکر جتہ کے سپہ سالار بیک جک کے لشکر سے تعداد مین چوتھائی تھا، یہ پرانا گرگ
باران دیدہ مغل سردار لڑائی مین بڑا ہوشیار و مشاق تھا، اس نے دریا[2] کے شمالی کنارے پر اپنی
فوجین اس غرض سے دوڑا دین کہ دریا اترنے کے جس قدر مقامات ہون ان پر قبضہ کرلیا جائے،
ان گھاٹون سے جہان مغل مقابلہ کے لیے آن موجود ہوئے تھے، فوج کو صحیح سلامت
دریا پار اتار دینا ایسا کام تھا جو تیمور جیسے دلاور کے بھی بس کا نہ تھا، مگر تیمور پھر تیمور تھا، موقع پاتے

[1] چون مخدوم از خانہ دور است خدمتگار را نشاید کہ بخانہ خود رود، ظفرنامہ جلد اول ص ۷۸،

[2] اس دریا سے مراد آمو نہین ہے بلکہ دریائے وخش ہے جس پر پل سنگین تھا، پل سنگین کے نسبت دیکھو لی اسٹرینج
کا جغرافیہ خلافت مغربی انگریزی صفحات ۴۳۵ - ۴۳۹ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۳ پر بیان ہوا ہے کہ بیکجک کی تین ہزار
فوجین سرحالا سے پل سنگین تک پہنچی تھین، پل سنگین ایک مشہور مقام دریائے وخش پر ہے، مصنف نے یہان تفصیل سے
حسب عادت بہت پرہیز کیا ہے، پل سنگین سے دریا اتر کر شہر سبز شمال مغرب مین پڑتا تھا، (مترجم)

ہی آخر کار اپنی فوج کو دریا پار پہنچا ہی دیا، جیسا کہ آگے معلوم ہو گا،

دریا کے چڑھاؤ کے رخ کنارے کنارے ایک ماہ تک اپنی فوج کو بڑھا کر بیلچک کو مجبور کیا کہ وہ بھی دریا پار اس سمت مین اپنی فوج کو بڑھائے، دریا بیچ مین حائل تھا، ایک کنارے ایک فریق کی فوج اور دوسرے کنارے دوسرے فریق کی فوج چل رہی تھی، دونون فوجین چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچین جہان دریا کا پاٹ تنگ تھا اور گہرائی بھی کم تھی، یہان ایک پل کے قریب جسے پل سنگین کہتے تھے، تیمور نے قیام کیا،[1] جتہ کی فوجین اس وقت تک ہر اعتبار سے فائدے مین رہی تھین، مگر پل اتر کر دوسری طرف جانے کی ہمت نہ تھی کیونکہ ادھر تیمور نے اپنا لشکر ڈال رکھا تھا، اور اب رات کے وقت تیمور نے پانچسو سوارون کو مویدارلات اور امیر موسیٰ کی سرکردگی مین خاص اس پل کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا، مویدارلات بڑے بھروسے کا آدمی تھا اور امیر موسیٰ امیر حسین کے بہترین سپہ سالارون مین تھا،

ان پانچ سو سوارون کو لشکر گاہ اور پل کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر باقی فوج کو تیمور اپنے ساتھ لے کر چلا، اور دریا کو اس مقام سے نزدیک ایک جگہ سے عبور کیا جس کے سامنے دوسری طرف مغلون کی فوج پڑی تھی، تیمور مغلون سے راستہ کترا کر سیدھا پہاڑون مین پہنچا جو یہان دریا کے سامنے نصف دائرہ کی شکل مین واقع تھے،

دوسرے دن جتہ مغلون کو فوج کے گذرنے کے نشانات معلوم ہوئے، بیلچک سمجھ گیا کہ تیمور کی فوج کا کوئی حصہ ادھر سے گذرا ہے، مگر بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ پل پر جو لشکر پڑا ہے اس کی تعداد مین کمی نہین ہوئی ہے، اگر بیلچک نے پل پر حملہ کیا تو مویدارلات اور

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۸۴-۸۵،

امیر موسی مقابلہ کر کے پل پر قبضہ نہ ہونے دینگے اور مغلون کے عقب سے تیمور ان پر حملہ کر دیگا،

بیک جک بڑا ہوشیار آدمی تھا اس خطرے کو سمجھ گیا، اور دن بھر کسی قسم کی نقل و حرکت اس نے نہین کی، تیمور نے یہ کیا کہ اپنے آدمیون کو پہاڑون مین بھیجا اور حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کے تین طرف جہان تک ہو سکے جابجا آگ روشن کر دین[1]،

شمال کے رہنے والے ہوشیار مغلون کے لیے لشکر مخالف مین آگ کا اس طرح جابجا روشن ہونا بہت کچھ معنی رکھتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہونے تک مغلون نے بہت جلد وہان سے لشکر اٹھا دیا، تیمور نے فوراً فوج جمع کر کے بیکجک کے کوچ کرتے ہی اسکی فوج پر عقب سے حملہ کر دیا، مغلون کی صفین ٹوٹ گئین اور وہ بھاگے، تیمور نے سختی سے ان کا تعاقب کیا[2]،

امیر حسین اس دریا والی لڑائی مین شریک نہ تھا، مگر ایک جمعیت لیکر وہ تیمور سے آملا، اور صلاح و مشورہ دینے کی بجائے حکم دینے کو تیار ہو گیا،

تیمور سے کہنے لگا "شکست کھائی ہوئی فوج کا تعاقب اچھی تدبیر نہین ہے"

تیمور نے جواب دیا "ابھی انھون نے شکست کھائی کہان ہے" تیمور یہ کہتا ہوا دشمن کے تعاقب مین بدستور مصروف رہا، ادھر اُدھر کے ایل و الوسات جو مغلون کے خوف سے چھپ گئے تھے اب باہر نکل کر تیمور کے پاس آئے، تیمور نے ان کی خاطر کی، سوارون نے خوشی مین گھوڑون کو ایڑین دوڑانا شروع کیا، عورتون نے اپنی لمبی لمبی آستینین ہلائین، اب رات ہو گئی تھی، تیمور سویا نہین کیونکہ اسے ایک نیا لشکر مرتب اور اس کے لیے سردار نامزد کرنے تھے، اور ایک بڑا ضروری کام یہ تھا کہ سپاہ کے مختلف قبیلون اور جرگون مین جو نزاع مدت سے چلی آتی تھی اسے رفع

[1] تزک تیمور صفحہ ۱۴۱ – [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۸۶،

کرے، اور مغلون سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اسے درستی سے تقسیم کرے اور جن کے وارث اس
لڑائی مین مارے گئے تھے ان کے اہل و عیال کو گذارہ دے اور زخمیون کی تنخواہین مقرر کرے،
رات بھر گھوڑے پر سوار رسالون کے جوانون کو شمال کی طرف بڑھنے کی تدبیرین بتاتا رہا اور انھین
ہدایت کی کہ جہان کہین ان کی ضرورت ہو وہان جلد سے جلد پہنچ جائین،

تیمور کا سخت و شدید تعاقب دیکھکر مغلون کی فوجون نے دریائے آمو سے سیر دریا تک
جس قدر ملک تھا خالی کر دیا، الیاس خواجہ نے شمال کے میدانون مین اپنی فوجین جمع کین، مگر
اسی دن الیاس کے وطن سے جو پہاڑون سے دوسری طرف تھا دو شخص آئے، اور گھوڑون
سے اتر کر الیاس خواجہ کے سامنے اس قدر تعظیم سے آداب بجا لائے کہ گویا اب وہ خان کا درجہ
رکھتا ہے، اور عرض کیا کہ "حضور کے والد تغلق تمور خان اس عالم زندگانی سے رخصت ہو کر عالم
جاودانی مین آسودہ ہو گئے ہین"۔ اب لوگون نے الیاس خواجہ کے گھوڑے کی باگین پکڑین اور
اسے اس کے خیمے مین واپس لے آئے،

الیاس خواجہ خان اب سوار ہو کر مجبوراً شہر المالیق کو چلا گیا جو ختن جانے والی سڑک پر
واقع تھا، اس اثنا مین تیمور کو بیگلک اور مغلون کے دو اور سردارون سے خود تیغ آزمائی کرنی
پڑی، کچھ گھوڑے دوڑے کچھ تلوارین چلین غرض تینون مغل سردارون کو تیمور نے گرفتار
کر لیا، اور اب یہ نوجوان سورما ماوراء النہر کا امیر بنکر بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ اس کے خیمے
مین نو گرفتار مغل سردارون کو ضیافت دیجائے، ضیافت کے موقع پر مغل سردارون کی تیمور
نے تعریف کی کہ انھون نے اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور حق نمک ادا کیا، پھر کسی قدر متحیر ہو کر
ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہین،

مغل سرداروں نے جواب دیا، "اس کا فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے، اگر تم نے ہمیں مار ڈالا تو ہمارے خون کا بدلہ لینے والے بہت پیدا ہو جائیں گے، اور اگر زندہ رہنے دیا تو بہت لوگ تمھاری وفاداری کا دم بھرنے لگیں گے، رہے ہم تو ہمارے لیے جینا مرنا ایک بات ہے، کیونکہ ہمیں تو موت کا انتظار اس وقت سے ہے جب سے ہم نے کمر میں تلوار لگائی اور زرہ پہنی،

امیر حسین نے تیمور کو ہوشیار کرکے کہا کہ جب دشمن اپنے قبضے میں ہو تو اُسے زندہ چھوڑنا سخت نادانی ہے، لیکن نوجوان | مظفر و منصور تیمور نے ان سرداروں کو خود لڑکر گرفتار کیا تھا اور ان کو ضیافت دی تھی اس لیے اس نے یہی پسند کیا کہ انھیں گھوڑے دیکر رہا کر دے،

اسی اثنا میں تیمور نے شہر سبز پر پھر قبضہ کیا اور یہ قبضہ ایک خاص ترکیب سے کیا جو اس نے صحرا کے لوگوں سے سیکھی تھی، جس وقت شہر پناہ کے سامنے آیا تو بہت سے سواروں کو حکم دیا کہ شہر کے باہر چاروں طرف خوب گھوڑے دوڑائیں، ان میں بعض سواروں کو ایسا جوش آیا کہ انھوں نے درختوں سے بڑی بڑی شاخیں کاٹیں اور ان کو گھسیٹتے ہوئے گھوڑے دوڑائے، شاخوں اور پتوں کے اس طرح گھسٹنے سے گرد بہت اڑنے لگی، ہر طرف غبار کے بادل چھا گئے، مغلوں کی فوج جو شہر میں مقیم تھی اس گرد و غبار کو دیکھکر سمجھی کہ اصلی لشکر کے آنے سے پہلے دشمن کا ہراول آن پہنچا ہے، اس خوف سے کہ اب پورا غارتگر لشکر بھی جلد آجائیگا مغلوں کی فوج شہر سے نکلکر بھاگی اور اس طرح شہر سبز کو ایک محاصرے کی مصیبتوں سے نجات مل گئی[1]

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۰، "صاحبقران فرمود کہ چہار قوشون شوند و ہر سوارے دو بند شاخ بسیار برگ از ہر دو پہلوے اسپ در آویزد تا غبار انگیزد و گرد فراوان برخیزد"

تیمور کے مورخون مین سے ایک مورخ لکھتا ہے "امیر تیمور جو لڑائی مین ہمیشہ فتحمند رہتا تھا اس سال اس نے ایک لشکر کو آگ سے شکست دی اور ایک شہر پر گرد سے قبضہ کیا"[۱]

ان بیقرار تاتاریون کے حق مین فتح شکست سے بھی زیادہ موجب آزار ہوتی تھی تیمور کی جلادت و سخت گیری سے امیر حسین ناراض رہتا تھا، اور اس غصہ مین خود روپیہ اور طرح طرح کی رعایتین حاصل کرنی چاہتا تھا، تیمور رنجیدہ خاطر ہو کر اسکی طرف سے بدظن رہتا تھا، آخر کار ایک روز وہ امیر حسین کو ایک بزرگ[۲] کے مزار پر لے گیا اور وہان اس سے قسم لی کہ ہمیشہ دوستی پر ثابت قدم رہیگا، امیر حسین نے مزار پر اس وقت تو قسم کھالی لیکن بعد کو اُسے افسوس ہوا کہ کیون قسم کھائی، حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین دونون اپنی اپنی ذمہ داریون اور قبائل کے باہمی نزاعات سے تنگ آ گئے تھے یہانتک کہ دونون بیمار ہو گئے،

مورخ لکھتا ہے کہ ان کے لشکر مین الجائی خاتون آغا آئی اور اس نے دونون کی تیمار داری کی[۳]

---

[۱] "زہے عنایت بے نہایت الہی در بارۂ آن مشید ارکان پادشاہی گاہ از افروختن اخگرے لشکرے شکستہ میشود و گاہ از انگیختن غبارے دیارے مسخر می گردد" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۷،

[۲] "و چون بروے اعتماد نداشتم ویرا بہ مزار خواجہ شمس الدین بردہ بر دوستی خود قسم دادم و بمن عہد و قول کرد کہ خلاف دوستی نکند" تزک تیمور صفحہ ۵۴۔ [۳] مقابلہ کرو ظفرنامہ کی عبارت سے "و حضرت صاحبقران و امیر حسین را ہر یک محلے کہ بودند اندک مرضے طاری گشت و عنقریب از شفاخانہ وننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین مبدل گشت و مہد علیا الجائی ترکانی بسعادت و کامرانی از گرمسیر آمدہ، مصراع "بلقیس عہد سوے سلیمان رسید باز" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۹۴،

نواں باب

جنگ لائی[1]، (مینھ اور کیچڑ والی لڑائی)

الیاس خواجہ خان دگو باپ کے مرنے سے جتہ کے دارالسلطنت المالیق کو چلا گیا تھا مگر ماوراءالنہر میں اس کا واپس آنا لازمی تھا، تیمور بھی آدھی دور اس کے مقابلہ کے لیے بڑھا، اور سیر دریا کے شمال میں جو بڑا میدان تھا[2] وہاں پہنچ گیا، یہ وہ زمین تھی جہاں تاتاریوں کے ملک پر یورشیں کرنے سے پہلے مغول جتہ اپنے گھوڑے چرایا کرتے تھے یا ان کو آرام دیگر لڑائی کے لیے تیار کرتے تھے، الیاس خواجہ بلاد شمال کی زبردست سے زبردست فوجوں سے ایک لشکر مرتب کر کے یہاں لایا تھا، اس لشکر میں قواعد دان اور آزمودہ کار لوگ ایشیا کے بہترین مرکبوں پر سوار لائق سرداروں کی سرکردگی میں بہتر سے بہتر ہتیار لگائے موجود تھے، چرم پوش سواروں کے گنجان دستوں پر ان کے سینگھوں والے پھریرے اور پرچم اڑ رہے تھے۔

[1] جنگ لائی کے حالات ظفرنامے کی جلد اول میں صفحہ ۹۹ سے شروع ہوتے ہیں، یہ لڑائی ۷۶۶ھ میں ماہ رمضان کے شروع میں ہوئی تھی دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

[2] اس میدان کا نام قبی متن لکھا ہے اور یہ غالباً آب بادام کے شمالی کنارے پر تھا ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۲، آب بادام کے موقع کے لیے دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۴۸۲۔

مغلون کی تعداد تاتاریون سے زیادہ تھی، تیمور مغلون سے خوب واقف تھا، جاسوس بھی دوڑا رکھے تھے کہ ان کے لشکر کا حال معلوم ہوتا رہے، اس اثنا مین امیر حسین پہاڑی قبیلون کو ساتھ لیے موقع پر پہنچ گیا[1]

اب تاتاری اپنی پوری قوت و طاقت کو مجتمع کر کے میدان جنگ مین اترے، ان مین قوم برلاس اور صحرا کے اسپ سوار امرائے جلائر مشہور و معروف قوم سلدوز کی افواج سوارہ اور امیر حسین کی سپاہ تھی جسمین غور کے قبیلے اور افغانی رضاکار موجود تھے، یہ دور سے لڑائی کی بو سونگھ کر یہان تک پہنچے تھے، سر پر خود پہننے والے اور تاتاری بہادر سب اپنے اپنے عَلَم کے سایہ مین جمع ہو گئے

تاتاریون کی سپاہ تقریباً کل گھوڑون پر سوار تھی، صرف نوکر اور نیزہ بازون کے دستے یا چرواہے لشکرگاہ کی حفاظت پر جس کے چارون طرف خندقین کھدی تھین پیادہ تھے، یورپ کے لوگ اس تصور مین رہتے ہین کہ ایشیا کے فوجی سوار ہمیشہ ہلکے ہتیار لگائے ہوتے ہین مگر واقعہ یہ نہین ہے،

کل سپاہ زرہ پوش تھی، زرہ ایران کی ساختہ فولاد کی باریک کڑیون کی تھی، سر پر نوکدار خود تھے، جنمین جھلم ناک یا ٹھوڑی سے لٹکا ہوا گردن کی حفاظت کرتا تھا، دوہری زرہ یا فولاد کی تختیون سے سینے اور شانے ڈھکے ہوئے تھے، گھوڑون کی پوشش بھی زرہ کی ہوتی تھی اور گھوڑون کے سرون پر لوہے کی ٹوپیان چڑھی ہوئی تھین؛

تاتاریون کا عام ہتیار تیر و کمان تھا، ہر ایک کے پاس ایک یا دو دو کمانین ہوتی تھین، ان پر سینگھ چڑھا کر یا لوہے کے تارون سے انھین جگہ جگہ باندھکر مضبوط کیا گیا تھا، کمر مین شمشیر

---

[1] امیر حسین دریائے سیحون عبور کر کے لشکر لایا مگر ابھی وہ تیمور کے لشکر کے عقب مین رہا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۱،

یا لمبی تلوار یا ایرانی دوہری باڑہ کی سیف ہوتی تھی، برچھے طول مین دس فیٹ ہلکے بانس کے ہوتے تھے، ان کے پھل چھوٹے ہوتے تھے، کبھی کبھی چھوٹے برچھے رکھتے تھے جن کے سرون پر لوہے کے لٹو زنجیر مین بندھے ہوتے تھے، ان کی ضرب ایسی سخت ہوتی تھی کہ دشمن کی زرہ کے ٹکڑے اڑجاتے تھے، اکثر سوارون کے پاس لوہے کے گرز بھی رہتے تھے،

فوج کا چھوٹے سا چھوٹا حصہ سو سوارون کا ہوتا تھا، ان کے علاوہ "فوج ہزارہ" یار جمنٹ ایک مینک باشی یا کرنیل کے تحت مین ہوتی تھی، امراے لشکر تمام صفوف پر تقسیم کر دیئے جاتے تھے، اور لڑائی کے وقت یہی لوگ فوجون کی افسری اور رہبری کے ذمہ دار ہوتے تھے، تیمور اور امیر حسین کے قریب ان کے ذاتی ملازم جنھین تواچی کہتے تھے بطور اڈی کانگ کے حاضر رہتے تھے،

تیمور نے اپنی فوج کی صف آرائی تین حصون مین کی تھی، ایک حصہ دست راست پر، دوسرا مرکز مین (جسے قول کہتے تھے) تیسرا دست چپ پر ہوتا تھا، ان مین بھی ہر حصے کی دو دو تقسیمین تھین ایک وہ جو جنگ کے لیے بالکل آگے بطور ہراول کے رہتا اور دوسرا وہ جو اسکی کمک پر عقب مین ہوتا، ہراول دست راست کو خاص طور پر مضبوط کرکے امیر حسین کو اس کا افسر مقرر کیا تھا، ہراول دست چپ جو سب سے زیادہ خطرے مین تھا اس کی سرداری تیمور نے خود اختیار کی تھی، امراے برلاس مین سے امیر جاکو اور اس کے ہمراہی تیمور کے ساتھ تھے،

اس طاقت آزمائی کے معرکہ سے جس مین فریقین کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہونے والا تھا تیمور بہت خوش تھا اور اسے کامیابی کی بھی امید تھی، تاتاری اپنی تعداد اور عمدہ صف آرائی دیکھکر اطمینان حاصل کرتے تھے، مگر اب مینھ برسنا شروع ہوا، یہ میدانی زمینون کے وسیع قطعات

مین فصل بہار کا موسلا دھار مینھ تھا جس نے زمین اور انسان کو سیلاب کے کوڑے مار مار کر اور بادلون کی گرج کو بجلیون کے تعاقب مین لگا کر اپنی ایک جنگ آسمان پر علحدہ ہی برپا کر رکھی تھی

طوفان از آن دیار بر آمد تو گفتنی ابر

آندم شنیدہ بود صداے دعاے نوح

زمین پہلے نرم ہوئی پھر دلدل اور کیچڑ کا ایک سمندر بنگئی، گھوڑے سردی سے ٹھٹر کر کمر و اور پیٹ تک کیچڑ مین لت پت ہو گئے، دریا (آب بادام) نے بھی اپنی طرف سے کچھ کمی نہ کی طغیانی پر اگر تمام نالون اور پست میدانون کو پانی سے بھر دیا، سوار بھیگے کپڑے پہنے ہتیارون کو جہان تک ممکن تھا بچاے ہوئے نقل و حرکت مین تھے[1]،

مورخ افسوس کیساتھ لکھتا ہے کہ بارش جتہ مغلون کا ایک افسون تھا، سنگ جدہ کے ذریعہ سے ان کے ساحرون نے یہ طوفان برپا کیا تھا[2]، جتہ مغلون کو چونکہ اس بارش کے آنیکا علم پہلے سے تھا اس لیے انھون نے موٹے موٹے نمدون سے اپنی حفاظت کر لی تھی گھوڑون کے اوپر بھی نمدے پڑے تھے، اور پانی کے بہ جانے کے لیے انھون نے اپنے لشکر مین نالیان کھود رکھی تھین، غرض مورخ نے اپنے طریقہ پر اس مطلب کو بیان کیا ہے کہ کئی دن کے طوفان برق و باران مین فوجکشان جتہ بہ نسبت تیمور کے اس بلا سے زیادہ صحیح و سلامت نکل آئے، بہرکیف مغل تر و تازہ مرکبون پر سوار تیمور کے لشکر کی طرف چلے،

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۲-۱۰۳،

[2] پرانے زمانہ سے مشہور چلا آتا تھا کہ مغلون کو سحر مین بڑی مہارت حاصل ہے، مورخ نے اس بحث کا فیصلہ اپنے اطمینان کے مطابق کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ دوسرے دن جب ایک ساحر کو قتل کیا گیا تو مینھ برسنا بند ہو گیا (مصنف)

تیمور مقابلہ کے لیے بڑھا، پہلے طرفین سے ایک ایک آدمی میدان میں آکر تلوار سے لڑا، پھر تیمور کے داہنے ہراول نے دشمن کے بائین ہراول پر یلغار کیا، مگر تاتاریون کی صفین ٹوٹ گئین اور انھین پسپا ہونا پڑا، جتہ اتنا دیکھتے ہی سب ملکر ایک دم آگے بڑھے، اور اب تیمور کے ہراول کا وہ حصہ جو کمک پر تھا ڈگمگایا،

اس خطرے کو دیکھتے ہی تیمور نے حکم دیا کہ آگے بڑھنے کے لیے طبل و دہل بجائے جائین اور خود برلاس کے سوارون کو لیکر دشمن پر دھاوا کیا، صفین جو پہلے ہی سے بے ترتیب ہو چلی تھین اس کیچڑ کے سمندر مین بالکل ہی ٹوٹ گئین اور تاتاریون کی جماعتین شور و غوغا کرتی ہوئی حالت تذبذب مین دیوانہ وار ایک دوسرے سے جدا ہونے لگین،

اس نمی اور بارش مین تیر و کمان بیکار تھے، چرلغ یا گھوڑے پھسل پھسل کر گھٹنون کے بل زمین پر گرتے تھے، اور زرد پانی کے بہتے ہوئے نالے نالیان آدمیون کے خون سے سرخ تھین، صرف تلوار ہی سے کام لیا جا رہا تھا، تلوارون کی جھنکار، گھوڑون کے ہنہنانے کا شور، لڑنے والون کی چیخین اور تاتاریون کے "دار و گیر" کے نعرے بلند ہوتے اور اس شور و فغان نے میدان جنگ کو بیمارستان مجانین بنا دیا،

تیمور اب جتہ کے افسر میمنہ (شنگوم نویان[1]) کے عَلَم کی طرف چلا اور افسر کے اس قدر قریب پہنچگیا کہ اپنے تبر سے اس پر ایک ضرب لگائی، افسر نے سپر سے ضرب روکی اور رکابون پر کھڑے ہو کر چاہتا تھا کہ تلوار سے تیمور کا کام تمام کردے مگر جاکو برلاس جو اپنے آقا کے پیچھے تھا گھوڑا ڈپٹا کر آیا اور شنگوم کو اپنے برچھے سے چھید دیا، جتہ کا عَلَم سرنگون ہوا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۳،

تیمور نے فوراً اسپ سوار نقارچیون کو طبل وسنج بجانے کا حکم دیا عَلم کے گرتے ہی مغل
بے دل ہو چکے تھے جلد پیچھے ہٹنے لگے، کسی قاعدے یا ترتیب سے پسپائی اس وقت ممکن
نہ تھی، اس لیے ان مین بھاگڑ پڑی، گھوڑے مضبوط تھے، پوری قوت سے بھاگے اور تھوڑی ہی
دیر مین میدان مغلون سے خالی ہو گیا،

تیمور ایک پہاڑی پر چڑھکر دیکھنے لگا کہ اوراطراف مین لڑائی کا کیا حال ہے، امیر حسین
کا حال اچھا نہ تھا، مغلون نے اسے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا دیا تھا لیکن فوج کمک نے اُجو عقب ۶۴
مین تھی ایسا جی توڑ کر مقابلہ کیا کہ مغل آگے نہ بڑھ سکے، طرفین کی فوجون کے مرکزی حصے (قول)
لڑائی مین بالکل خلط ملط ہو گئے تھے،

تیمور نے اپنے لشکر کو پھر صف بندی کا حکم دیا، لیکن اب یہ کام جلد انجام پانے کا نہ تھا،
تیمور کو اتنا صبر کہان تھا فوراً قریب کے دستون کو جو ترتیب سے تھے ساتھ لیکر مغلون کے میمنہ
پر جو امیر حسین سے لڑ رہا تھا حملہ کر دیا، تیمور اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ اب حملہ کے لیے اسے پلٹنا
پڑا اور اس نے مغلون پر تقریباً عقب سے دھاوا کیا، مغل اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے
اور اپنی جگہ سے انھین ہٹنا پڑا، الیاس خواجہ خان نے اس وقت اپنی فوج کمک کو اپنے
عقب ہی مین رکھا آگے نہ بڑھنے دیا، اور میدان سے ہٹنے کا قصد کر لیا،

دشمن کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ موقع بہت اچھا تھا تیمور نے فوراً اپنا نوکر امیر حسین کے
پاس اس پیغام سے بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنی صفین درست کر کے آگے بڑھے،

امیر حسین نے بگڑ کر قاصد سے کہا "کیا مین نامرد ہون کہ میری ہی فوج کے سامنے مجھے
آگے بڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے" اتنا کہکر امیر حسین نے نوکر کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، اسکے

سوا تیمور کے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا،

وقت نکلا جاتا تھا، تیمور نے غصہ کو ضبط کیا اور اپنی فوج کے دو افسرون کو جو امیر حسین کے قرابتدار تھے پھر امیر حسین کے پاس بھیج کر کہلایا کہ الیاس خواجہ لڑائی ہارنے کو ہے، اس وقت ہمارا فرض ہے کہ مل کر اس پر حملہ کرین،

امیر حسین نے ان دونون افسرون سے بھی سخت کلامی کی اور کہا "کیا مین لڑائی سے بھاگ گیا ہون کہ مجھے حملے کے لیے آگے بلایا جاتا ہے، (مگر من گریختہ ام کہ مرا پیش میخواہند[1]) سپاہ کی ترتیب کے لیے مجھے وقت کی ضرورت ہے"

افسرون نے جواب دیا، "یہ درست ہے لیکن حضور غور فرمائین کہ تیمور اس وقت دشمن کی اس فوج سے لڑ رہا ہے جو دشمن نے آخری نوبت مین مقابلہ کرنے کے لیے مخصوص کر رکھی تھی"

امیر حسین نے یا تو دفعۃً غصہ بھڑک اٹھنے کیوجہ سے ایسا جواب دیا تھا، یا فی الحقیقت اس وقت آگے بڑھنا اس کی قدرت مین نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ تاریکی بڑھنے سے پہلے تیمور کو اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا، ہٹکر ایک میدان مین اس نے اپنے خیمے نصب کئے اور اب طبیعت پر افسردگی ایسی غالب ہوئی کہ امیر حسین نے ملاقات کے لیے بار بار قاصد بھیجے مگر تیمور نے نہ قاصدون کی بات سنی اور نہ امیر حسین سے ملنے گیا[2]، اور دل مین ٹھان لی کہ پھر کبھی لشکر کی سالاری مین امیر حسین کا شریک بنکر لڑائی پر نہ جائیگا،

دوسرے دن مینھ پھر برسا، تیمور ابھی تک غصے مین تھا، آگے بڑھکر الیاس خواجہ سے لڑائی چھیڑ دی، مغلون کے متفرق دستون نے ملکر ایسا سخت حملہ کیا کہ تیمور کو پسپا ہونا پڑا، اور

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۵، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۶،

اب ہوا اور بارش کے طوفان مین کیچڑ اور دلدل کی زمین پر جبکہ ندیان نالے خوب چڑھے ہوئے تھے راستہ طے کرنے کا خیال اور ان نقصانون کا جو اس لڑائی مین پہنچے تھے بار بار یادآتا تیمور کے لیے سخت باعث رنج و ملال تھا،

اس رنج اور غصے مین سردی سے ہاتھ پاؤن شل گھوڑے پر سوار بالکل خاموش چلا جاتا تھا، امراے برلاس کچھ فاصلے سے پیچھے پیچھے گھوڑون پر سوار ہمراہ تھے تیمور کو اس وقت پوری شکست ہوئی تھی، امیر حسین کی اس حرکت کو کہ اس نے عین وقت پر مدد دینے سے پہلو تہی کیا تھا، تیمور کبھی نہین بھولا،

امیر حسین نے اپنے فوجی افسرون کو بہت سی تدبیرین بتا کر کہ اب اس ملک سے نکلکر دونون کو ہندوستان چلنا چاہیئے تیمور کے پاس بھیجا، مگر تیمور نے رنج اور غصے کی حالت مین امیر حسین کی ایک بات بھی نہ سنی اور جواب کہلا بھیجا کہ "تم چاہے ہندوستان سدھارو چاہے جہنم کے ساتوین طبقے مین جاؤ مجھے اس سے کچھ بحث نہین"،

اب تیمور سمرقند کی طرف چلا، وہان پہنچا تو دیکھا کہ شہر والون نے مغلون کے خوف سے قلعہ بند ہونے کا پورا سامان کیا ہے، سمرقند سے تیمور شہر سبز کو روانہ ہوا اس خیال سے کہ جبتک مغل سمرقند کے محاصرے مین مصروف رہین وہ وطن جا کر اپنے لیے ایک نیا لشکر فراہم کرلے،

شہر سبز پہنچا تو معلوم ہوا کہ الجائی خاتون آغا کسی مرض مین دفعۃً مبتلا ہو کر گذر گئی ہے اور سپید کفن پہنا کر گھر کے باغ مین ایک جگہ اسے دفن کر دیا گیا ہے[۱]،

---

[۱] "دران وقت کہ صاحبقران بعزم جمع سپاہ از دولت خانہ روان شد مہد علیا الجائی خاتون آغا بعارضہ مزاجے داشت، و دریں مدت مفارقت جان نازنینش بموافقت آنحضرت از خانہ تن غیبت نمودہ بود، وبجوار رحمت آمرزگار پیوستہ، بیت

جائے آنست کہ حوران بہشت از دیدہ پر سر او ہمہ با دام سیاہ اندر ازند

چون ببینند تن نازکش اندر تابوت سنبل زلف ببرند و براہ اندازند

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۱۹)

دسوان باب

دو امیر

اُلجائی خاتون آغا کے مرنے سے جو تعلق پانچ برس سے تیمور اور امیر حسین مین چلا آتا تھا وہ منقطع ہوگیا[1]، امیر حسین نے اپنی بہن کیساتھ ایسا برتاؤ کیا تھا جس سے کینہ اور بغض ظاہر ہوتا تھا، اور ایک بار نہین بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہی ثابت ہو چکا تھا تیمور کے دل مین ہمیشہ اس بات کا رنج رہا اور اب تو بیوی کے مرنے سے وہ اور بھی غمگین ہوگیا، اپنے چھوٹے بچے جہانگیر اور قوم برلاس کے لوگون کو ساتھ لیکر جنوب کی طرف چلا اور آمو دریا عبور کر کے اُسی مقام پر ٹھہرا جہان ایک سال پہلے موسم گرما مین الجائی کیساتھ قیام کیا تھا،

اُلجائی کے انتقال کی خبر سنکر مولانا زین الدین نے تعزیت نامہ اس مضمون پر ختم کیا "اِنا للہ وانا الیہ راجعون" ہر انسان کے لیے موت کا وقت اور مقام معین ہے"،

لیکن تیمور ان لوگون مین نہ تھا جو تقدیر کے قائل ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہین ملاؤن کا جوش وخروش اس کے دل مین کچھ گرمی پیدا نہ کرتا تھا، بظاہر اس کی خاموشی ایک سچے مسلمان کے سکونِ قلب پر دلالت کرتی تھی جو تقدیر کا لکھا سامنے آنے کو باور کرتا ہے،

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۰،

اور شریعت نبوی پر چلنے کو موجب بخشش سمجھتا ہی، مگر باطن مین تیمور کے دل مین بہت سے سوال ایسے پیدا ہوتے تھے جنکا تشفی بخش جواب وہ خود نہ دیسکتا تھا، بہت سی وحشیانہ خواہشین بھی اس کے دل مین پیدا ہوتی تھین جو در حقیقت بزرگون کا ترکہ تھین[1]،

پانچون وقت کی نماز پڑھتا، مسجد مین نہایت مودب بیٹھکر بہت غور سے خطبے اور وعظ سنتا[2]، رات کو گھنٹون شطرنج بھی کھیلتا، سوارون اور ہاتھیون کی شکل کے چھوٹے چھوٹے مہرے بساط کے خانون پر رکھے اکثر تنہا بیٹھا انھین چلا کرتا، جب کسی مخالف سے کھیلتا تو ہمیشہ بازی جیت لیتا، اور یہ اس وجہ سے نہین کہ مخالف مصلحۃً تیمور سے ہار جاتا ہو، شطرنج کھیلنے مین وہ فی الحقیقت بڑا استاد تھا،

اس کھیل پر زیادہ غور کرنے کے لیے ایک بساط دوچند خانون اور مہرون کی بڑے شوق سے تیار کرائی تھی، اس پر نئے نئے نقشے پیدا کر کے حل کیا کرتا تھا، اور پانچ برس کا معصوم بچہ جہانگیر| قالین پر باپ کے پاس بیٹھا آنکھین پھاڑے کبھی ان چمکتے ہوئے مہرون کو کھلونا سمجھکر دیکھتا اور کبھی باپ کے منھ کو تکتا جو مہرون کی نقل و حرکت مین بالکل محو ہوتا،

تیمور انھین شغلون مین تھا کہ ایک دن بہت سے ملّا اور مشائخ اسلام کے چشم و چراغ دین متین کے ناظر و معتمد سمرقند سے دوڑے ہوئے تیمور کے پاس آئے اور یہ واقعہ سنایا،

"خدائے پاک نے ظلم و تعدی کا بار مومنون کے کندھون سے اٹھا دیا، واجب التعظیم ارباب ہمت و شریعت بخارا سے سمرقند مین آئے اور شہر کے لوگون کو ہدایت فرمائی کہ جبتک

---

[1] معلوم نہین کہ مصنف کتاب کو یورپ کے اس عام خیال کی کس حد تک پابندی کرنی پڑی ہے کہ ایک مسلمان جتنا کم مسلمان ہوتا ہی اچھا مسلمان ہوتا ہے، یورپین ناظرین کتاب کو کسی ایشیائی کے ساتھ ہمدردی پیدا کرانے کا یہ بہت پرانا نسخہ ہے (مترجم)، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۹،

اعدائے مومنین کے مقابلہ کی قوت دونون امیرونمین نہ پیدا ہو جائے اہل شہر کو چاہیے کہ ظالمون کے خلاف ہتیار اٹھائے رکھین، اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ گو اس وقت عدوے ملعون سمرقند کے مضافات مین قدم جما چکا تھا مگر شہر کے لوگون نے باوجودیکہ دونون امیر وہان موجود نہ تھے شہرپناہ اور کوچون کی ایسی حفاظت کی کہ دشمنان خدا کو شہر کے مضافات سے ہٹنا پڑا:

"پھر خدا کے حکم سے جتہ کے گھوڑون مین وبا پھیلی اور ہر چار سوارون مین تین کے گھوڑے مرگئے، نوبت یہان تک آئی کہ ان کے قاصدون کو بھی سواری نہ مل سکی، اسی حال مین ہمارے ملک سے انھین نکلنا پڑا اور ان مین اکثر اس طرح نکلے کہ پشت پر خالی ترکش اور اسباب کی گٹھریان تھین اور کندھون پر تلوارین، یقیناً اس سے پہلے دنیا مین کسی نے جتہ مغلون کے لشکر کو پیادہ کوچ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا"[۱]

ملاؤن کے بعد تیمور کے نوجی افسر آئے جو بچشم خود تمام واقعات دیکھ چکے تھے، انھون نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ سمرقند کے باشندون نے شہر کی حفاظت یہان تک کی کہ جتہ کا لشکر وہان سے کوچ کر گیا، اور ان کے گھوڑون مین وبا ایسی سخت پھیلی کہ جن تاتاری رسالون نے ان کا تعاقب کرنا چاہا وہ بھی ان مقامات سے جہان وبا کا زور تھا بچتے ہوئے مغلون کے پیچھے چلے،

یہ امیر حسین کی خوش قسمتی تھی کہ جتہ کا لشکر سمرقند سے چلا گیا، ورنہ امیر حسین کو سمرقند واپس آنے کا موقع نہ ملتا، چنانچہ جب شہر مین داخل ہوا تو بڑی دھوم دھام ہوئی، شہر والون کو ایسا بڑا ناز تھا کہ اُنھون نے جتہ کے زبردست لشکر کو اپنے شہر سے دفع کر دیا، چھتون کی منڈیرون

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۱۰،

اور بالاخانوں سے خوبصورت قالین لٹکائے گئے مسجدوں مین لوگوں کا ہجوم ہوا، اور ہر باغ کے دروازے پر امیر حسین کے داخل ہوتے ہی نوبت اور نقارے بجنے لگے،

امیر حسین اور تیمور اب واقعی ہندوستان کی حدود سے لیکر بحر خوارزم تک جس قدر ملک پڑتے تھے ان سب کے فرمانروا ہو گئے اس ملک رانی مین ازروے انصاف ورواج قدیم تیمور کا حق امیر حسین کے حق کے مساوی تھا، تیمور تمام فوجون کا واقعی سپہ سالار تھا اور تیمور کے ہمراہی درجہ مین امیر حسین کے ہمراہیوں کے برابر تھے، لیکن امیر حسین امیر قزغن "شاہ ساز" کا پوتا اور ایک والی ملک کا فرزند تھا، اس نے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شہزادے کا انتخاب کر کے اس کو سریر خانی پر بٹھایا، اس خان مین (جسکا نام کابل شاہ اوغلن پسر دورچی تھا) سوائے اس کے کوئی خوبی نہ تھی کہ چنگیز خانی تھا، جملہ آداب و مراتب چنگیزی ادا کرنے کے بعد اس خان کو اس کے محل مین تخت نشین کیا گیا، مگر حکومت و فرمانروائی امیر حسین نے اپنے دادا قزغن کی جگہ شروع کی، 68

حالات کی صورت کچھ ایسی پیدا ہوئی کہ تیمور درجہ مین امیر حسین سے کم ہو گیا، امیر حسین ملک کا مالیہ تحصیل کرتا، مقدمات مین تجویزین سناتا، رعایا مین زمینین تقسیم کرتا، تیمور کو ان چیزون سے بحث نہ تھی، صرف ایک بات پر البتہ اسے اصرار رہا اور وہ یہ تھی کہ شہر سبز کے علاقہ پر دریا تک بلا شرکت غیرے اس کا قبضہ و تسلط رہے،

"جہان تک دریا ہے وہان تک کل ملک میرا ہے" یہ جملہ تیمور نے قطعاً فیصلہ کر کے زبان سے نکالا تھا،

تیمور نے اپنے درجے اور مرتبے کو قائم رکھا، طبیعت کا فیاض تھا، مطالبات اور زیادہ

ستانی کے جھگڑون مین نہ پڑتا تھا، جب امیر حسین نے قوم برلاس کے ہر متنفس پر بھاری محصول لگایا تو تیمور نے اتنا عذر ضرور پیش کیا کہ آخری لڑائی مین برلاس کا بہت مال تلف ہو چکا ہے مگر محصول کی جس قدر رقم برلاس کے ذمہ نکالی گئی تھی وہ اپنی جیب سے ادا کر دی، الجائی مرحومہ کا زیور، کانون کے بندے موتیون کے ہار جو دلہن بننے کے وقت اس نے پہنے تھے سب امیر حسین کو دیدیئے، امیر حسین نے زیور پہچانا بھی مگر اس کے لینے سے انکار نہ کیا[۱]،

اخیر نزاع جو تیمور اور امیر حسین مین ہوا اس کا باعث چند مفسد امراء اور ان امراء کے زیردست لوگ تھے، امیر حسین کا چنگیز خان کی اولاد سے کابل شاہ او غلن پسر دورجی کو تخت خانی پر بٹھانا ایسا فعل تھا جس سے مغول جتہ کو تاتاریون پر فوج کشی کرنے کا ایک بہانہ اور مل گیا، علاوہ ازین امیر حسین نے تاتاری امیرون کی قوت توڑنی چاہی، اس سے اور بھی نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے، جس وقت تیمور سے دوستی کا خاتمہ ہوا جس کا فوری باعث معلوم نہین کہ کون تھا تو نتیجہ سوائے خانہ جنگی اور ملکی سازشون کے اور کیا ہو سکتا تھا، اس خانہ جنگی کے زمانہ مین باہر سے جتہ مغلون کی بار بار فوجکشی نے اور بھی آفتین نازل کین، غرض چھ برس تک تاتاریون کے ملک فوجون کی چھاؤنیان بنے رہے،

کشمکش کے ان تاریک لیل و نہار مین تیمور اس طرح نقل و حرکت مین رہا جیسے لڑائی کی روح جسم کی قید سے آزاد ہو کر سرگردان پھرتی ہو، خطرون سے مطلق بے پروائی، اپنی حفاظت کی طرف سے قطعی غفلت، جود و سخا، کشادہ دستی، یہ باتین تیمور مین وہ تھین جن کے باور کرنے مین

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۱۳،

غلطی کا احتمال نہین ہوسکتا، راتون کو جب مسافر قافلون مین آگ روشن کر کے الاؤ کے گرد بیٹھتے تو
امیر تیمور کے قصے دہراتے، اور کہتے کہ حقیقت مین تیمور اسم بامسمی ہے، لوہا اس مین موجود ہے اور
لوہا بھی وہ جو کبھی مڑنا نہین جانتا،

شاید قرشی پر قبضہ کرنے کا قصہ بازارون اور لشکرون مین سب سے زیادہ مشہور اور دلچسپ
ثابت ہوا ہو،

قرشی[1] خراسان کے مشہور نقاب پوش پیغمبر مقنع نامی کا شہر تھا، مقنع کو مرے ہوئے ایک زمانہ
گذرا تھا، یہ ایک مذہبی آدمی تھا جس نے ایک کنوئین کی تہ سے ایسی راتون مین جبکہ آسمان پر
چاند نہ تھا چاند نکال کر ہزارہا لوگون مین حیرت اور مذہبی تعصب پیدا کر دیا تھا، لوگون نے اس کا
نام "ماہ ساز" یا "ماہ سازندہ" رکھا تھا، لیکن تاریخ اس کو "ماہ ساز" اتنا نہین جانتی جتنا "فتنہ ساز" جانتی ہے،

قرشی مین تیمور نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا اور اس قلعے پر اس کو ناز بھی تھا، اس زمانہ مین امیر
حسین کی فوجین قرشی کے قلعے پر قبضہ رکھتی تھین[2]، اور تیمور کے لوگ جانتے تھے کہ شہر پر حملہ کرنا
اس وقت بے سود ہوگا کیونکہ مقابلہ کے لیے وہان ساز و سامان بہت وافر تھا، اور ہر طرح پر
شہر کو مضبوطی و استحکام حاصل تھا، (امیر حسین کی طرف سے) امیر موسیٰ تین چار ہزار سپاہ کیساتھ شہر
پر مستولی تھا، یہ وہی امیر موسیٰ ہے جس نے پل سنگین پر بلجک کا مقابلہ کر کے اُسے پل اترنے
نہین دیا تھا، موسیٰ بڑا تجربہ کار سپاہی تھا، شراب اور لذیذ کھانون کا بڑا شوقین تھا، بے احتیاط
بہت تھا لیکن نازک وقت مین پورے طور سے بھروسے کا آدمی تھا،

---

[1] قرشی کا پہلا نام نخشب (اور نسف بھی) تھا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۴۷۰،

[2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۶، اور آگے کے صفحات،

تیمور کے پاس اس وقت سب ملا کر تقریباً دو سو چالیس سوار تھے، ان مین امیر جاکو اور موید ارلات جو موسیٰ کا شریک بنکر پل سنگین پر دشمن سے لڑا تھا اور امیر داؤد بھی تھا، امیر داؤد بڑا بہادر اور بے جگر آدمی تھا، لیکن جب تیمور نے ان امیرون سے کہا کہ وہ قرشی کو فتح کر کے اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو انھین اس بات کا کچھ یقین نہ آیا اور انھون نے عرض کیا کہ "موسم بہت گرم ہے ایسے موسم مین ایسی مہم کا ارادہ کرنا مناسب نہین، اس کے علاوہ ہمارے اہل و عیال ساتھ ہین، ان کی حفاظت کا خیال بھی لازمی ہے"،

تیمور نے جھنجھلا کر کہا، "بڑے کم عقل ہو، کیا مین نے قسم کھا کر تم سے تمھارے اہل و عیال کی حفاظت کا وعدہ نہین کیا ہے"۔

امیرون مین سے ایک شخص نے کہا "لیکن ہمارے اہل و عیال سب باہر ہین کسی چار دیواری کے اندر محفوظ نہین ہین"۔

تیمور نے ہنسکر کہا "چار دیواری چاہتے ہو تو چہار دیواری تو شہر قرشی کے گرد بھی موجود ہے، ذرا غور تو کرو، قرشی پر قبضہ ہو جانا کیسی چیز ہو گی"۔

امرا نے غور کیا لیکن حالات کچھ ایسے نظر آئے کہ امیر داؤد خاموش رہا اور امیر جاکو نے گردن ہلا کر کہا "اے امیر، ہمین پہلے قوت تو کافی حاصل کر لینی چاہیے، ایک کام جلدی کا اور بے سوچا سمجھا ہوتا ہے اور ایک کام احتیاط اور غور کرنے کے بعد کا ہوتا ہے، موسیٰ اتنی لڑائیون مین لڑ چکا ہے کہ اس کو ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی عورت کی طرح دھوکا نہین دیا جا سکتا"۔

تیمور نے آواز تیز کر کے کہا "اچھا تو پھر عورتین جہان ملین انھی سے جا کر سبق پڑھو، مین اپنے ساتھ صرف انھی آدمیون کو رکھون گا جنھون نے پل سنگین پر دشمن کا مقابلہ کیا تھا یعنی موید ارلات

اور الٰہی بہادر میرے ساتھ رہین گے، کیا اور بھی کوئی ساتھ دینے کو تیار ہے؟

بہت سے لوگ بول اٹھے کہ "ہم نے آپ کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور جتہ مغلون کو ایسا بھگایا تھا کہ وہ اپنے گھوڑون کی کاٹھیان تک پیچھے چھوڑ کر بھاگے تھے"

تیمور نے کہا "مگر اس سے کیا ہوتا ہے، اب تو تم وہان جاؤ جہان تمھارے بال بچے ہین، بازارون اور گلیون مین بیٹھکر جو کچھ گذر چکا ہے اس پہ شیخیان بگھارو، ہین تو باقی آدمیون کیساتھ قرشی کی طرف کوچ کرتا ہون"

لوگ سمجھ گئے کہ اگر ہم نے ساتھ نہ دیا تو بھی تیمور وہی کریگا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اب یہ لوگ علیحدہ ہوکر آپس مین مشورہ کرنے لگے، سب جانتے تھے کہ تیمور جب کبھی کسی بات کا ارادہ کرلیتا ہے تو پھر کوئی بشر اسکو اس کے ارادے سے نہین پھیر سکتا، حکم دیکر حکم کو بدلنا تیمور کو نہ آتا تھا، اس کے اسی اصرار اور ارادے کی پختگی سے بعض وقت بکثرت جانین ضائع اور مصیبتین برپا ہوجاتی تھین جن سے بصورت دیگر محفوظ رہنا بالکل ممکن تھا، غرض یہی اصرار تھا جس کی وجہ سے تیمور کا حکم بھی حکم قضا کی طرح نہ ٹل سکتا تھا،

جس وقت امرا مشورہ کرکے تیمور کے سامنے آئے تو جاکو برلاس کے ایک ہاتھ مین قرآن تھا اور دوسرے مین شمشیر، اس صورت سے جاکو نے عرض کیا "ہم نے کتاب اللہ پہ قسم کھائی ہے کہ ہر حال مین آپ کا ساتھ دینگے اور یہ ہے وہ مصحف پاک جسپر ہم نے حلف لیا ہے، اور یہ ہے وہ شمشیر کہ اگر حکم کے خلاف ہم سے کوئی بات ہو تو اسی سے ہماری گردن اڑا دی جائے"۔

امرا سب کے سب تیمور کے پاس بیٹھ گئے اور امیر موسیٰ کو قرشی سے بے دخل کرنے کی

تدبیرین سوچنے لگے،

تیمور کچھ دیر تک ان کی باتین سنتا رہا، پھر ہنسکر کہنے لگا "تم کیسے بے عقل ہو، اگر امیر موسیٰ کو اور اسکی تین ہزار فوج کو تم نے قرشی سے باہر نکال بھی دیا تو پھر اس سے ہو گا کیا، ہماری سپاہ کی تعداد ہی کیا ہے، ایک جماعت سنو کی ہے اور دوسری تقریبًا ایک سو چالیس کی"۔

امیر داؤد یہ دیکھکر کہ سب چپ ہین کہنے لگا "تو پھر اس صورت مین یہ بہتر ہو گا کہ قرشی پر شبخون ماریں اور امیر موسیٰ کو اس کے خوابگاہ مین اچانک گرفتار کر لین، اس طرح اس کو اپنا قیدی بنانا ممکن ہے"۔

تیمور اس پر ہنسا اور کہنے لگا "بہت خوب کہا، واقعی یہی مناسب بھی ہے، لیکن اس کے بعد جو تین ہزار باقی رہین گے ان کے خوابگاہ مین بھی آپ ہی تشریف لیجائیگا"،

داؤد نے معذرت کے طور پر کہا "خدا کی قدرت مین سب کچھ ہے، موسیٰ کو معلوم ہے کہ ہم یہان ہین اور جب تک ہم یہان ہین وہ قرشی سے کیون قدم باہر نکالنے لگا، اس کے آقا امیر حسین کا حکم ہے کہ قرشی کو اپنے قبضے مین رکھے، اور موسیٰ اس حکم کی پابندی کے سوا اور کچھ نکریگا"

اب تیمور دل ہی دل مین باتین کرنے لگا مگر اس طرح کہ اسکی آواز سنائی دیتی تھی، "اگر مین امیر موسیٰ کو دریا کے قریب کے میدانون مین مدعو کرون کہ یہان آکر شراب سے اپنی تشنگی بجھائے اور شہر کی گرمی چھوڑ کر یہان خنکی کا لطف اٹھائے تو کیا میرے کہنے سے وہ چلا آئے گا"۔ [۱]

امیر داؤد ہنسا، کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور وہ بھی بیچ کا زمانہ، جب کھلے میدانون مین کہ

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۳۰،

جہان جا ہین خیمے نصب کرین گرمی کے مارے یہ حال تھا کہ قبائین اتار دینے پر بھی پسینے مین ڈوبے رہتے تھے تو قرشی مین جس کے گرد فصیل تھی خدا جانے گرمی کی کیا کیفیت ہوگی، قرشی کا قلعہ زمستان مین رہنے کا مقام تھا، گرمی مین قیام کے لیے نہ تھا، امیر موسیٰ کا حال سب جانتے تھے کہ شراب اور جلسون کا بیحد شوق مین ہے، امیر داؤد تیمور کا خیال سنکر بولا "کبھی نہین، شہر سے نکلنا اُسے پسند ضرور ہوگا مگر نکلے گا نہین"۔

تیمور بولا "اگر یہی بات ہے تو پھر مین اُسے نہ بلاؤنگا"

اس کے بعد تیمور نے کسی سے بات نہ کی اور ایسا معلوم ہوا کہ قرشی کا قصد فسخ کر دیا ہے، کیونکہ جنوب کی طرف ملک معزالدین والی ہرات کے پاس اپنا قاصد پیام و سلام کیساتھ روانہ کر چکا تھا، اور اب خراسان کی سڑک سے وہ ہرات کی طرف اپنے ہمراہیون کے ساتھ چلا، اور ریگستان کے کنارے ایک میدان مین جہان کی مٹی زرد تھی اور دھوپ بہت سخت تھی خیمے نصب کر دیئے، یہ مقام چاہ اسحاق کے نام سے مشہور تھا،

یہان یہ قاعدہ جاری کیا کہ جس قدر قافلے شمال کے جانے والے وہان سے گذرین انکو اس وقت تک آگے نہ جانے دیا جائے جب تک کہ ہرات کو بھیجا ہوا قاصد واپس نہ آجائے،

یہ قاعدہ ایک ماہ تک جاری رہا، قاصد حسب توقع واپس آیا، ملک ہرات نے خط کا جواب اور تحائف تیمور کی خدمت مین بھیجے اور اُسے ہرات بلایا، اس زمانے مین چاہ اسحاق پر مسافرون کا بڑا ہجوم ہوگیا، اب قاصد جو خبر لایا تھا اس کا علم سب کو ہوگیا،

دوسرے دن تیمور نے جن قافلون کو روک رکھا تھا ان کو آگے جانے کی اجازت دیدی اور خود بھی کوچ کی تیاری کی، قافلون مین جو سوداگر تھے انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ

کچھ سپاہی ان کے ساتھ کر دیئے جائین تاکہ تیمور کے اور لوگون سے جو راستے مین ملین انھین پناہ ملتی رہے، لیکن تیمور نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ والون مین ایک متنفس بھی قرشی جانے والی سڑک پر نہین ہے، اس کے بعد تیمور اپنے دو سو چالیس ہمراہیون کو لیے تیزی کیساتھ جنوب کی طرف چلا اور قافلے والے جنھین آزاد کیا تھا دریائے آمو عبور کرکے قرشی پہنچنے کے لیے شمال کی طرف روانہ ہوئے،

جب یہ قافلے قرشی پہنچے تو امیر موسیٰ نے ان سے تیمور کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تیمور نے ملک معزالدین والیِ ہرات کی پناہ مین رہنے کے لیے ہرات کی طرف کوچ کیا ہے، یہ خبر سنکر
۷۲ امیر موسیٰ قرشی سے نکل کر اُن سرسبز ٹھنڈے میدانون مین چلا گیا، جہان تیمور اسے بلانا چاہتا تھا، اور یہان جیسا کہ ایک مورخ نے لکھا ہے[1]، موسیٰ نے بساط عیش پھیلا کر خم صہبائے سرمستی کی مہرین توڑ دین، لیکن موسیٰ نے چلنے سے پہلے اپنے لڑکے (محمد بیگ) کو کئی سو سپاہ کے ساتھ قرشی مین شہر کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیا تھا،

تیمور نے چاہ اسحاق سے چلکر دوسری منزل پر ایک ہفتے یا اس سے زیادہ قیام کیا تاکہ جن قافلون کو رہا کیا تھا وہ قرشی پہنچ جائین، اس کے بعد وہ آمو کی طرف ایک ہی مسلسل کوچ مین بغیر کہین قیام کئے آیا، دریا کے کنارے قیام نہین کیا بلکہ آتے ہی پانی مین گھوڑا ڈال دیا، گھوڑا ایرتا ہوا دوسرے کنارے پہنچا اور چالیس سوار جو ساتھ تھے انھون نے کشتیون مین بیٹھکر دریا

(حاشیہ صفحہ ۹۹) لہ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ پر یہ اور آگے کے حالات ملین گے مگر مصنف نے ان کو اپنے طور پر بیان کیا ہے، (مترجم) [1] کسی مورخ کی تحریر تو ملی نہین البتہ تزوک تیمور مین صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر بیان ہوا ہے کہ جب تاجرون سے امیر موسیٰ کو خبر پہنچی کہ تیمور خراسان چلا گیا ہے، تو موسیٰ اور امیر حسین کے لشکر کے لوگ خوش ہوئے، "رحل اقامت انداختہ بساط عیش و عشرت بگسترانیدند" (مترجم)

عبور کیا،

دریا پار ہو کر باقی ہمراہیون کو لانے کے لیے کشتیان واپس کین، اور جب یہ لوگ بھی کشتیون مین کنارے آ لگے تو جو پہلے آ چکے تھے وہ ان پر خوب ہنسے، یہان سڑک سے اوجھل کسی مقام پر سب نے ایک رات بسر کی، اور صبح ہوتے ہی تیمور نے تقریبًا بیس آدمیون کو اس غرض سے روانہ کیا کہ جس قدر مسافر قرشی جائے ملین انھین روک لیا جائے، جب شام ہوئی تو یہ لوگ پھر گھوڑون پر سوار ہوئے اور رات بھر کھلے میدانون مین کوچ کر کے شہر قرشی کے قریب ایک کنوین پر جا اترے، اور یہان دن بھر ایک مقام پر جہان املیون اور اسفنتین کے گھنے درخت بکثرت تھے، چھپے بیٹھے رہے، امیر موسیٰ کے لوگ جو اس کوئین پر آئے ان کو قید کر لیا، اور اب تیمور نے وہان آ کر اپنے آدمیون کو اور ان قیدیون کو حکم دیا کہ رسیون کے یا کسی اور چیز کے نردبان تیار کرین، جب شام ہوئی اور اندھیرا ہو گیا تو تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑون پر سوار ہوئے نردبان ساتھ لیے لیکن قیدیون کو وہین چھوڑ کر ان پر پہرا بٹھا دیا،

جاکو برلاس نے عرض کیا کہ ہم یہان بہت جلد پہنچے ہین اور ابھی ہمارے ساتھی بھی سب نہین آئے ہین، یہ مہم سخت ہے، بہتر ہے کہ اب ہم آہستہ چلین اور تمام خطرون سے اپنے تئین بچائے رکھین،

تیمور نے کہا "اچھا، ہمراہیون کو اپنے ساتھ آہستہ قدم لاؤ، مین آگے جا کر قرشی کی شہر پناہ کو دیکھ کر نردبان لگانے کے لیے کوئی اچھا مقام دیکھتا ہون"

تیمور اب صرف دو سوارون کو ساتھ لیے گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا یہانتک کہ شہر پناہ کے برج کچھ کچھ نظر آنے لگے، تیمور اور اس کے دونون ہمراہی گھوڑون سے اتر پڑے، ایک آدمی گھوڑون

کی حفاظت پر رہا لیکن عبداللہ نے جو خانہ زاد تھا تیمور کا ساتھ نہ چھوڑا، دونون آگے بڑھے یہانتک کہ خندق کا پانی چمکتا نظر آیا، تیمور کچھ دیر تک غور سے سنتا رہا مگر کوئی آواز کسی طرف سے نہ آئی۔

اب خندق کے کنارے چلنا شروع کیا، چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے جہان خندق کے اوپر اوپر ایک ترناؤ (پختہ نہر) سے قلعہ مین پانی پہنچتا تھا، اس ترناؤ مین گھٹنون گھٹنون پانی تھا تیمور اچھل کر اس نہر کی منڈیر پر چڑھ گیا عبداللہ بھی اوپر پہنچا، دونون اس نہر سے گذرتے ہوئے فصیل کے نیچے پہنچے اور قلعہ کے دروازے کی سمت مین نہر کی منڈیر پر سے زمین پر کود پڑے، تیمور یہان سے رستہ نکالتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے آیا جس کا پھاٹک لکڑی کا تھا، کچھ دیر دروازے کو کان لگا کر سنا، پھر دروازے پر ایک ہاتھ مارا، یہ نہین معلوم کہ یہ عجیب حرکت کیون کی تھی، بہر کیف معلوم ہوا کہ دروازے کو اندر کے رخ چونے اور مٹی سے اتنا لیپا ہے کہ وہان ایک دیوار سی بنگئی ہے کسی نے اندر سے کچھ جواب نہ دیا،

اب پھر فصیل کے نیچے نیچے دبے پاؤن چلنا شروع کیا یہانتک کہ ایک جگہ دیوار اوپر سے ٹوٹی ہوئی نظر آئی، یہان سے چڑھ کر دوسری طرف کود جانا آسان تھا، تیمور نے عبداللہ کو یہ جگہ دکھائی اور کہا کہ اسے اچھی طرح پہچان لے تاکہ پھر بھی اس جگہ کو بتا سکے، جب تک عبداللہ نے یہ مقام اچھی طرح پہچان نہ لیا تیمور اپنے گھوڑے تک واپس نہ گیا، شہر پناہ سے باہر ہمراہی سوار انتظار کر رہے تھے، تینتالیس آدمیون کو گھوڑون کی حفاظت پر مقرر کر کے تقریباً سو سوارون کو دھاوے کے لیے تیار کیا،

تیمور اپنے سوارون سے رخصت ہو کر پھر اسی ٹوٹی دیوار کی تلاش مین چلا، عبداللہ نے سوارون کے دستون کو ایک ایک کر کے ترناؤ کے رستے جو خندق کے اوپر تھی گذر کر فصیل کے

نیچے پہنچادیا، یہان آکران لوگون نے دیکھا کہ تیمور دیوار کے اوپر چڑھا بیٹھا ہے، سوار جب قریب پہنچے تو حکم دیا کہ دیوار پر چڑھکر دوسری طرف اتر جاؤ اور جس قدر دربان ونگہبان ملین انھین قابو مین لے آؤ، اب صبح ہونے کو تھی، دربان سب غافل سو رہے تھے، تھوڑی سی لڑائی بھی ہوئی مگر اس عرصے مین تیمور نے اپنے کل سوارون کو جمع کر لیا تھا، سورج نکلتے ہی تیمور نے ان سب کو برغو بجانے کا حکم دیا،

برغو کی آواز سنتے ہی قرشی کے باشندے اپنے بسترون سے چونک کر اٹھے، گھر کی چھتون پر چڑھکر دیکھنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے، تیمور کی سپاہ کا اندازہ کہ وہ کس قدر ہے کسی کو نہ تھا اور داخلہ بالکل اچانک ہوا تھا، امیر موسیٰ کے افسرون کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ غنیم کی اطاعت قبول کرین، فوراً تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئے، تیمور نے ان سے گفتگو کی تو وہ ساتھ دینے کو آمادہ ہو گئے، موسیٰ کے لڑکے محمد بیگ نے مقابلہ پر آکر اپنے محل کو بچانے کی کسی قدر کوشش کی، لیکن جب تیمور کے سپاہیون نے دیوار پر چڑھکر اندر آگ ڈالنی شروع کی تو محمد بیگ گلے مین تلوار ڈالے اطاعت قبول کرنے حاضر ہوا،

تیمور نے محمد بیگ پسر امیر موسیٰ کی دلیری کی تعریف کی مگر اُسے قرشی مین نظر بند کر دیا، موسیٰ کے باقی اہل خاندان کو موسیٰ کے پاس شاداب میدانون مین بھیجدیا،

۷۴ امیر جاکو نے اس واقعہ کے بعد ایک موقع پر کہا کہ "ہمارے امیر کی خوش نصیبی سے قرشی فتح ہو گیا اور اس فتح سے ہماری شان وشوکت زیادہ ہو گئی"

بعد کو یہ بات عجائبات سے معلوم ہوتی تھی کہ امیر حسین کی ہزارہا سپاہ کے مقابلے مین قرشی

لہ ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۳۲ ، تزک تیموری کے صفحات ۵۰ تا ۶۴ بھی ملاحظہ ہون (مترجم)

پر تیمور نے اپنا قبضہ کس طرح قائم رکھا، فتح ان لوگون کے نزدیک خدا کا ایک انعام تھی اور یہی کیفیت شکست کی تھی کہ وہ خدا کا ایک عذاب تھی، اور یہ باتین وہ تھین جن کی ہدایت مولانا زین الدین اور اُنکے ارادتمند لوگون کو بار بار کرتے رہے تھے،

لیکن امرا تاتار ناقابل اصلاح طور پر گمراہ تھے، کبھی وہ گھنٹون تک ایک میلے کچیلے ملا کے سامنے نہایت مودب اور خاموش بیٹھے رہتے تھے، ملا بڑے جوش وخروش سے ان کو نصیحتین کرتا اور جنت کی نعمتون کا ذکر ان کے سامنے کرتا، کبھی یہی تاتاری ملاؤن کی توہین اور استہزا کرتے، کسی نے کہا ہے کہ "دو پادریون کو ملا کر ایک مرد بنتا ہے، اگر صرف ایک پادری کو لیجیے تو وہ عورت کے برابر ہوتا ہے"

واہمہ کی صورتین ان تاتاریون کو پریشان کردیتی تھین، کبھی کسی برے خواب کو برا شگون سمجھکر ایسے خوف زدہ ہوتے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کسی طرف کافور ہوجاتے، کبھی لڑائی مین جہان موت ناگزیر ہوتی سرون سے خود اتار کر پھینک دیتے اور موت کی طرف بڑھنے کے لیے شور مچاتے تاکہ لوگون کو ان کی شجاعت اور مردانگی پر رشک آنے لگے، وہ اپنی ذاتی عزت کے لیے جان دیدیتے تھے، ندامت وتخجالت کی تکلیف کو سخت سے سخت عذاب سے بھی بدتر جانتے تھے، عربون کی طرح ان کا بھی یہی قول تھا "جو نفع عزت کھو کر ملے وہ ہیچ ہے"۔

گیارھوان باب

بام دنیا[1] پر تیمور کا پہنچنا

کئی برس کے زمانۂ کارزار مین جب کہ کسی بات کو قرار نہ تھا لوگون کی نظرین تیمور کی طرف متوجہ ہوتی گئین، اس کی شجاعت و مردانگی پر خاص و عام اس کی تعریف و توصیف مین دل سے مصروف رہنے لگے، اس کی شکست و فرار، فتح و ظفر کے قصّے زبان زد خلائق ہو گئے حتیٰ کہ جو امراء اور سردار میدان جنگ مین اس کے مخالف ہو کر لڑے تھے وہ بھی امیر تیمور گورگان کے واقعات سننے کے ہمیشہ مشتاق رہتے تھے، صرف ذاتی شجاعت و شہامت ہی اس کی وہ صفات محکم تھین جو عامتہ الناس کے بیقرار اور مظرب خیالات مین سمائی رہتی تھین،

چنانچہ امیر حسین کے بعض ہوا خواہ اس سے بیزار اور ناخوش ہو کر تیمور کے پاس چلے آئے، منگلی بوغا جو قدیم خانہ بدوش سرداروں مین سے نسل مغل کا ایک عالی سردار تھا، امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے یا اُسے اطلاع کئے گھوڑے پر سوار آیا اور مرکب سے اتر امرائے تیمور کے حلقے مین بے تکلف جا بیٹھا، یہی منگلی بوغا ایک زمانے مین تیمور کے شدید مخالفون مین تھا، ایک مرتبہ چھ ہزار

[1] کوہ پامیر سے مراد ہے جس کی بلند شاخین بدخشان مین آئی ہوئی ہین، مولانا عبد الولی صدیقی اپنی تالیف "وقائع تسلط روسیا بر آسیا" کے صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہین، "ذکر ہندو کوش میانہ آمو دریا و کابل و سلسلہ کوہے قریب قندز تا آمو دریا و سلسلہ دیگر کہ آن را پامیر گویند و قرغزان آن را بسبب بلندی آن بام دنیا نامند بہ تفصیل می کند"،

سپاہ ملنے کی شرط پر تیمور کو گرفتار کرنے کا بیڑا اٹھا چکا تھا، مگر اب وہ یہ کہتا تھا کہ

"امیر تیمور کا مین نے نمک کھایا ہے، اب مین کسی اور کا منھ تکنے والا نہین"

حقیقت یہ ہے کہ تیمور کی بے خوف و خطر سرداری اور پیشوائی اور اس کے امرا اور سردارون کی خیر خواہی اور وفاداری یہی دو چیزین تھین اور ان سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہ تھی جنپر اُس وسیع سلطنت کی جسے تاریخ مین "سلطنت تیمور" کہا جاتا ہے بنیاد قائم ہوئی،

اس زمانہ سے چند سال بعد یہ کام منگلی بوغا ہی کا تھا کہ محض اپنی ہوشیاری اور ذہانت سے امیر تیمور کے لیے ایک لڑائی جیت لی، تاتاریون کا ایک گروہ جو اور تاتاری گروہون سے بالکل علحدہ آباد تھا ترکمانان سفید میش کے سردار قرا یوسف سے اس زمانہ مین برسر جنگ تھا، تیمور کی سپاہ کو ترکمانون نے ہر طرف سے دبایا اور یہ سپاہ سمجھی کہ اب لڑائی سر کرنی ممکن نہین، اس حالت مین منگلی بوغا فوج کے اور سردارون سے علحدہ ہو کر زمین پر کوئی چیز ڈھونڈھنے لگا، یہ چیز اُسے جلد مل گئی مگر وہ کیا تھی، ایک سر منڈے لمبی داڑھی والے ترکمان کا کٹا ہوا سر تھا،

اس کٹے ہوئے سر کو منگلی بوغا نے اپنے نیزے کے پھل پر اٹھا لیا اور مرکب کو مہمیز کر کے تاتاریون کے ہراول مین چلاتا ہوا آیا کہ قرا یوسف مارا گیا، تاتاریون کے دل بڑھے اور ترکمان جو قریب تھے بیدل ہوئے اور اب کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ترکمان میدان سے بھاگے، اور اس فرار مین عجیب بات یہ تھی کہ قرا یوسف زندہ و سلامت مگر دل مین پیچ و تاب کھاتا ان کے ساتھ موجود تھا،

ان ہوشیار اور بہادر تاتاری سردارون نے کئی بار اپنے آقا تیمور کی جان بھی بچائی تھی، اور ایسی حالت مین کہ جان جانے مین کچھ باقی نہ رہا تھا، چنانچہ ایلچی بہادر کا ایک قصہ اسی قسم کا مشہور ہے، یہ تاتاری سردار بھی نپولین کے سردار مرات کی طرح اپنی ٹوپی مین پر لگاتا تھا، اور

موزے زرین پہنتا تھا، ایلچی بہادر یا تو اپنی شاندار وجاہت اور خوش پوش ہونے کی وجہ سے یا شجاعت اور دلیری کے باعث اکثر بادشاہون کے دربارون مین سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، شاہی دربارون مین تو ایلچی بہادر کا لباس پر تکلّف ہوتا ہی تھا مگر میدان جنگ مین بھی پر دار کلاہ اور طلاکار موزے نہ چھوٹتے تھے،

اس خاص موقع پر تیمور جتہ مغلون کی ایک یورش کو دفع کر کے واپس آیا تھا، اور کوہ فامر (پامیر) کے بلند سلسلون مین جہان سے آمو دریا نکلا ہے شاہانِ بدخشان کی فوجون کو تلاش کرتا پھرتا تھا جو اس کے مقابلے کو بدخشان سے نکل چکی تھین،

تیمور کی خبر پاتے ہی بدخشان کے بادشاہون نے مصلحتاً اپنی فوجین پیچھے ہٹائین، اور ایک ایسے مقام مین آے جہان درخت نام کو نہ تھا، ہر جگہ برف بکثرت تھی، اور پہاڑون مین کالے کالے چٹان صدیون کے طوفان خوردہ بالکل فرسودہ نظر آرہے تھے، اور نشیبون مین برف اور یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑون مین نیچے کی طرف ایسے آہستہ آہستہ کھسکتے معلوم ہوتے تھے جیسے زمین پر اژدھا سانپ چلتا ہو، اور اب یہان شاہان بدخشان کی فوجین اور تیمور کا لشکر پہاڑون ہی کی بلند چوٹیون کے گرد آنکھ مچولی کھیلنے لگا، فوجون کا یہ حال تھا کہ کبھی ایک ایک ہزار فٹ کی بلندی سے ڈھلانون کو طے کرتی ہوئی نیچے آتی تھین اور کبھی برف کے طوفان فرو ہونے کے انتظار مین پہاڑون کے گوشون مین بھیڑون کی طرح سکڑ کر بیٹھ جاتی تھین،

اسی حال مین تیمور کے پاس ایک قاصد خبر لایا کہ اسکی فوجِ ہراول کو شکست ہوگئی ہے اور بدخشانی سپاہی بقیۃ السیف کو دستگیر کئے ایک دوسرے درۂ کوہ کی طرف کوچ کر رہے ہین[1]،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲،

تاتاریون کے فوجی ضابطون مین ایک بڑا سخت قاعدہ یہ تھا کہ کوئی سردار اپنی ماتحت سپاہ کو خطرے کی حالت مین چھوڑ کر تاحدِ امکان اس سے علحدہ نہین ہوسکتا تھا، مگر اس وقت ان گرفتار ساتھیون کو دشمن کی قید سے آزاد کرنے کی کوئی تدبیر تیمور کے سردارون کو نظر نہ آتی تھی، سردارون کی اس بے بسی کی حالت کو دیکھکر تیمور کو جذبہ آیا، فوراً سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑون پر سوار ہوجائین، اور ایک قاصد کو رہبر بنا کر اپنے ساتھ اس غرض سے لیا کہ وہ پہاڑون مین اوپر اوپر کے راستون سے اس درۂ کوہ کا پتہ بتاتا چلے جس کی طرف بدخشانی بلندی سے اتر کر نیچے جارہے تھے | راستہ تمام یخ بستہ تھا، قدم قدم پر یہ نوبت تھی کہ کسی نہ کسی سوار کا گھوڑا بلندی سے پھسل کر غارِ فنا مین جاگرتا تھا، فوج ان راستون مین آہستہ چلی مگر تیمور درے کی طرف اس تیزی سے بڑھا کہ جب وہان پہنچا اور درے پر قبضہ کرنا چاہا تو صرف تیرہ سوار اس کے ساتھ تھے، باقی سب پیچھے رہ گئے تھے، ان تیرہ مین ایلچی بہادر بھی تھا، اس تنگ درے مین تیمور ایک اونچے پہاڑ پر جا کھڑا ہوا اور بدخشانیون کی فوج جو سامنے پڑتی تھی اس سے تیرون کی لڑائی شروع کردی،

بدخشانیون کے مقدمۃ الجیش مین اس وقت صرف پچاس سپاہی تھے لیکن ان کے پیچھے دو سو بدخشانی اور تھے جو جلد آکر ان مین ملنے والے تھے، اب یہ جمعیت بھی درے مین آتی نظر آئی ایلچی بہادر اپنے دستہ فوج کو ساتھ لیے ایک طرف چلا اور سپاہیون کا دفعتہً ساتھ چھوڑ کر ان دو سو بدخشانیون کے سامنے آگیا جو آگے والے پچاس بدخشانیون کے پیچھے آرہے تھے، ایلچی بہادر کو قاقم کا پوستین پہنے اور اُسپر زری کا کمربند لگائے اور ریچھ کے بالون کی ٹوپی سر پر رکھے دیکھا تو بدخشانی چلتے چلتے ٹھہر گئے، زانو پر قربان مین کمان اور نیام مین تلوار تھی اور یہ نیام ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر سونے کا کام تھا، اس صورت سے ایلچی بہادر گھوڑے پر سوار ایک دفعہ ہی للکارا،

"بڑے پتاؤن کے پوتو۔ راسین کھینچو اور دیکھو وہ پہاڑ پر امیر تیمور گورگان کھڑا ہے" ایلچی بہادر یہ کہکر بدخشانیون کی طرف ایسا بے تکلف چلا گویا کہ لڑائی کا خیال تک دل مین نہ تھا، اور پھر اشارہ سے سب کو تیمور کی طرف متوجہ کیا جو مغفر کے اوپر تاج لگائے گھوڑے پر سوار پہاڑ پر کھڑا تھا، اور اس کے چارون طرف تیر اڑتے اور چمکتے نظر آرہے تھے،

ایلچی بہادر نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ بدخشانیون سے کہا کہ "دیکھو اگر تم مارے گئے تو تمھارے اہل وعیال تمھین بڑا بیوقوف سمجھینگے، اور پھر یہان مرنے سے تمھین حاصل ہی کیا ہوگا کیا تمھین اتنا نہین سوجھتا کہ امان دینے اور جان بخشی کے لیے تیمور گورگان سامنے موجود ہے، صلح کر لینے مین تمھارا نفع ہے، امیر کے جس قدر لوگ تم نے قید کیے ہین ان سب کو جمع کرو اور پھر انھین تیمور کے سامنے حاضر کر کے اسکی خوشنودی حاصل کرو"،

اس طرح ایلچی بہادر نے بدخشانیون کو خوب ڈانٹا ڈپٹا، اور اپنا مطلب بھی ہاتھ سے نہ دیا، بدخشانی اس کی باتین سنکر بڑے ششش وپنج مین ہوئے مگر آخر کار گھوڑون سے اتر پڑے اور ایلچی بہادر کے قریب آکر اُسے سلام کیا، اور دل مین یقین کر لیا کہ جب یہ شخص بغیر کسی ساتھی کے اسطرح بے باک ہوکر ہمارے سامنے آیا ہے تو ضرور ہے کہ قریب ہی کہین تاتاریون کی کوئی بہت بڑی جمعیت موجود ہوگی، ایلچی بہادر بھی اب گھوڑے سے اتر پڑا، مورخ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "ایلچی بوغا پیادہ درمیان ایشان دوید وچند تاجیک را سیلے بر گردن زد" بدخشانیون نے اب تیر اندازی بند کی، اور جن تاتاریون کو قید کر لیا تھا ان کو ایلچی بہادر کے سامنے لائے، ایلچی بہادر نے قیدیون کو بغور دیکھکر بدخشانیون سے جھڑک کر کہا "کیا تم ان لوگون کو بغیر ان کی تلوارون کے مویشیون کی طرح تیمور کی حضور مین پیش کروگے، جس وقت تم نے انھین قید کیا تھا اس وقت تو ان سب

کے پاس تلوارین موجود تھین "

یہ سنکر بدخشانی اور بھی گھبرائے، بالائے کوہ امیر تیمور گورگان کی صورت قائم تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ امیر انھین کے انتظار مین وہان کھڑا ہے، درے سے امن و عافیت کے ساتھ دوسری طرف نکلنے کی راہ مسدود ہے، آخر کار بدخشانیون نے وہی کیا جسکی صلاح ایلچی بہادر نے دی تھی یعنی تاتاری قیدیون کے جس قدر ہتیار ضبط کئے تھے وہ ان کو واپس کر دیئے، غرض چھ سو تاتاریون کو جنھین بدخشانیون نے اسیر کر لیا تھا ایلچی بہادر اپنے ساتھ لیے تیمور کے سامنے حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ بدخشانی رکاب بوسی کے لیے حاضر ہین،

تیمور فوراً پہاڑ سے اترا اور بدخشانیون نے جو اس وقت عداوت و خصومت کو بھول کر خوف سے بدحواس تھے اپنے قربانون پر ہاتھ رکھکر آیندہ صلح رکھنے کی قسمین کھائین، تیمور اور ایلچی بہادر نے ان سے اتنی دیر تک باتین کین کہ تاتاریون کی فوج جو پیچھے آ رہی تھی اُن تک پہنچگئی،

اب سفیر روشن ضمیر ایلچی بہادر نے بدخشانیون سے کہا کہ " یہ جگہ قیام کرنے کے لایق نہین ہے، برف کے سوا یہان نہ کھانے کو کچھ ہے نہ سونے کو "

بدخشانی سردارون نے کہا کہ " قرب و جوار کے قریون مین چلنا مناسب ہوگا " غرض تاتاری اور بدخشانی " بام دنیا " سے اتر کر نیچے میدانون مین آئے "

ایلچی بہادر کے اس قصے کو محض ایک تعلی و تفاخر کی داستان سمجھنا چاہیے، مگر اسکو پڑھکر نپولین کے مارشل مورات کا قصہ یاد آتا ہے، آسٹریا والون سے وائنا مین لڑائی چھڑی ہوئی تھی، مارشل مورات وائنا کے پُل پر پہنچا اور وہان کھڑے ہو کر آسٹریا والون کی طرف رومال ہلایا اور جب فرانس کے سپاہی پل کے نیچے سے جہان سرنگین لگائی تھین آتش گیر چیزین ہٹانے

لگے تو مورات آسٹریا والون کی توپ پر جا بیٹھا،

اس کے بعد ایک سال یا اس کے قریب گذرا تھا کہ ایلچی بہادر گھوڑے پر بیٹھا دریا عبور کرنا چاہتا تھا کہ ڈوب کر مر گیا[1]،

تاتاری امراء خوب سمجھتے تھے کہ تیمور کی اس قیامت خیز رہبری مین وہ زیادہ دن زندہ نہین رہ سکتے، لیکن تیمور ان کے ساتھ خود بھی خطرون مین پڑتا تھا، جس قدر زخم ان کے زخمون پر تھے اتنے ہی اس کے جسم پر تھے، تیمور کی معیت مین جو وقت ان امیرون کا گذرتا تھا وہ بڑی عزت اور خوشدلی کا زمانہ ہوتا تھا، لڑائی پر یہ لوگ بھی اسی طرح خوش خوش گاتے ہوئے جاتے تھے جیسے یورپ مین وائکنگ کے خونخوار بہادر پرانے وقتون مین جایا کرتے تھے،

ایک مرتبہ تیمور نے ان سردارون سے کہا "لڑنے والون کے لیے یہ زمانہ رقص کرنیکا
ہے، رقص کی زمین لڑائی کا میدان ہے | اور نغمہ و سرود نعرۂ جنگ اور چکاچک شمشیر ہین اور ۷۹
شراب جو انڈیلی جاتی ہے وہ دشمنون کا بہتا خون ہے"۔

چھ برس اسی جنگ و جدال مین گذرنے کے بعد تاتاری امراء مین سے اکثر نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی، شروع مین تیمور کو لوگ "قزاق" کہا کرتے تھے گویا وہ ایک ایسا آوارہ گرد سپاہی تھا جسے ایک شبانہ روز سے زیادہ کہین قیام نہ تھا، یہ "قزاق" وہی لفظ ہے جسے ہماری زبان مین کیسوک کہتے ہین، کیسوک کا لفظ اب تک بحیرۂ خزر کے شمالی میدانی زمینون کے رہنے والون کے لیے بولا جاتا ہے، اب تیمور خداے جنگ کی شان اختیار کر کے ایک لشکر جرار کا امیر اور سپہ سالار بن گیا، جس وقت امیر موسیٰ کے لوگ یعنی جلائر تیمور کے مطیع ہو گئے

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۰،

تو تیمور کی تمام آرزوئیں پوری ہوگئیں، جلائر مین مغلون کا میل تھا، اور وہ ایک کثیر اور زبردست لشکر ایسا جمع کر سکتے تھے جیسے کہ انگلستان کا وہ لشکر تھا جس نے ایک پشت سے بھی کم زمانہ ہوا تھا کریسی اور پوٹیرز کی لڑائیاں فتح کی تھیں، تیمور کے سب سے بڑے فرزند جہانگیر کی ماں (الجائی خاتون آغا) بھی قوم جلائر ہی سے تھی،

جب ایک ایسے لشکر بے شمار کو تیمور جیسا سردار ملا تو امیر حسین کی قوت اس طرح زائل ہوگئی جیسے موسم بہار مین بارش سے قبل برف پگھل کر غائب ہو جاتی ہے، امیر حسین دریائے آموسے جنوب کی طرف بھگا دیا گیا، یہان بھی پہاڑون مین اس کا تعاقب کیا گیا، اور آخر کار تیمور کی فوج نے بلخ مین جاکر اسے گھیر لیا، اور اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا، امیر حسین نے شہر کے کھنڈرون مین روپوش ہو کر تیمور کو پیغام بھیجا کہ وہ ملک چھوڑ کر مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہتا ہے (درخواست ہمین است کہ مرا راہ دہی تا بیرون روم و بجانب کعبہ معظمہ توجہ نمایم[1])

اس کے بعد امیر حسین پر جو کچھ گذرا اس کے بیان مین اختلاف ہے، بعض مورخون نے لکھا ہے کہ تیمور نے امیر حسین سے اس کی جان بخشی کا وعدہ اس شرط سے کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہو جائے، امیر حسین نے حاضری کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن جب وقت آیا تو وعدہ ایفا نہ کیا اور مسجد کے ایک مینار کی برجی مین جا چھپا، یہان یا تو مسجد کے مؤذن نے یا ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا، اس آدمی کا گھوڑا کھو یا گیا تھا اور اس وقت مینار پر چڑھکر دیکھتا تھا کہ نیچے کہین اوس کا پتہ چل جائے[2]،

امیر حسین کس طرح مرا اس کی نسبت بھی بیانات مین اختلاف ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۲، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۳،



Schulz.]

تیمور کا ایک پہاڑی قلعہ پر حملہ کرنا

(اسی زمانے کی رنگین تصویر ہے.

تاتاری امرا، اس کے بارے مین مشورہ کرنے بیٹھے، تیمور بھی اس مجلس مین شریک تھا، مگر وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ مین امیر حسین کی دوستی کا اقرار کرچکا ہون، میرے ہاتھ سے اُسے کوئی گزند نہین پہنچ سکتا[1]، دوسرا بیان یہ ہے کہ موید ارلات اور ایک اور سردار تیمور پر بغیر اپنا ارادہ ظاہر کئے مجلس سے اٹھے اور امیر حسین کے پاس آئے، اور اس سے کہا کہ ہم تمھین بھاگ جانے کا موقع دیتے ہین، لیکن جب امیر حسین باہر

۸۰ نکلا تو ان سردارون نے اسے قتل کر دیا،

واقعہ یہ ہے کہ تیمور نے اس بات کا موقع دیا کہ اس کا حریف مقابل قتل کر دیا جائے، مورخ لکھتا ہے کہ امیر حسین کے مرنے کا وقت اور مقام معین ہو چکا تھا، اپنے مقدر سے انسان بچ نہین سکتا[2]،

---

[1] مقابلہ کرو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۴،

[2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۰۳،

بارہوان باب

مولانا زین الدین کیا فرماتے ہین

تیمور بلخ مین مصروف رہا، بلخ کی گرم وادی مین جہان بنشکر ندیون کے خشک گذرگاہون مین پیدا ہوتا تھا۔ خراسان سے چلے ہوئے قافلے ہندوستان کی سرحدون کے قریب سے گذرتے ہوئے قیام کیا کرتے تھے، اور کوہستانون کے فرمانروا شکار کی راہون سے اتر کر یہان پہنچتے تھے، یہ وادی قدیم ترین واقعات کی یاد دلاتی تھی گویا اسکی ہوا مین صدیون کی گرد معلق تھی،

یہان مٹی اور بھربھرے پتھرون کے طبقے کے نیچے ایک آتشکدے کے آثار دبے پڑے تھے جسے کبھی اگلے وقتون مین آتش پرستون نے بنایا تھا، قدمون کے نیچے گوتم بدھا کے اس سنگین بت کے ٹکڑے جابجا پھیلے تھے جو کبھی ایک عالیشان بت خانہ کی زینت تھا، اس کے سامنے بڑے بڑے جاتری جوگیا کپڑے پہنے نہایت ادب سے حاضر رہا کرتے تھے، ایک زمانے مین لوگون نے اس شہر کو شہرون کی مان کہا تھا، اسکندر مقدونی کو اس کا نام باکتریہ دریافت ہوا تھا، اور جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اس وقت یہ شہر قبۃ الاسلام کے نام سے مشہور تھا، چنگیز خان کے لشکر آئے اور اُسے غارت کرکے ایک وسیع ویرانہ بنا کر چلتے ہوئے، مگر اب اس کے گرد مسجدین، مزار، مقبرے تعمیر ہو گئے تھے بلکہ یہ سمجھئے کہ شہر شہر نہ رہا تھا گورستان ہو گیا تھا، بعد کو تیمور

نے اُسے از سرِ نو تعمیر کیا،

اس وقت تیمور اس مقام پر تھا جہان امیر حسین کفن پہنے منہ قبلے کی طرف کئے اپنے مدفن مین آسودہ تھا، حسین کے مرجانے پر ضروری ہوا کہ تاتاری اپنے لیے ایک نیا خان منتخب کرین قانون چنگیز خانی بھی یہی کہتا تھا، اور اس انتخاب مین بڑی شرط یہ تھی کہ جس شخص کو خانی کے لیے منتخب کیا جائے وہ "ترا" یعنی چنگیز خان کی اولاد سے ہو،

اس کام کے لیے ایک قورلتائی[1] منعقد ہوئی جس مین تمام قبیلون اور قومون کے رئیس ہندوستان کے پہاڑی درون سے لیکر شمال کی مسطح زمینون کے ملوک الطوائف تک شرکت کے لیے فوراً حاضر ہوئے، اس مجلس مین بڑی مقدس صورتون کے اہل دستار، ایران کے شہزادے، بخارا کے اہل علم جو بڑی بڑی تعلیم گاہون کے رئیس، دین کے خادم اور مناظرے و مجادلے کے ماہر تھے جمع ہوئے، ان مین ائمۂ وقت اور فقہا بھی تھے اور انھی مین مولانا زین الدین ابوبکر نہایت پاکیزہ سپید لباس پہنے سر پر بزرگ عمامہ رکھے موجود تھے، ضعیفی نے بصارت کمزور کردی تھی، پھر بھی چہرے سے ذہانت و ذکاوت ظاہر تھی، ان کے مصاحبون مین سے خواجہ بہاء الدین جو ماوراء النہر مین بڑے درویش کامل مانے جاتے تھے ہمراہ تھے، غرض جب ارباب رزم اور اعاظم اسلام مجلس مین آلئے اور انتخاب خاقان کے مسئلہ پر بحث ہونے لگی تو تیمور مجلس سے باہر اپنے بچے جہانگیر سے کھیلتا رہا،

بعض امرا تیمور کو خاقان منتخب کرنے پر معترض ہوئے، بدخشانیون کی طرف سے ایک مقرر

[1] ظفرنامہ جلد اول مین صفحہ ۲۰۰ سے ۲۱۴ تک تیمور کے جلوس تخت نشینی کے حالات بیان ہوئے ہین انھی کی تلخیص مصنف نے اپنے طور پر کی ہے (مترجم)

نے کہا کہ اب ہمین چاہیئے کہ برادرانہ طریقے سے ملکون کو باہم تقسیم کرلین، ہر امیر اپنے اپنے ملک پر با اختیارات کامل حکومت کرے اگر دشمن حملہ کرے تو سب ملکر اس کے مقابلہ مین آئین،

تیمور کے تجربہ کار امرار نے اس خیال کی غلطی ظاہر کی اور کہا کہ "بھائی بھائی تو سب ہین لیکن ایک بڑے بھائی کی بھی ضرورت ہے اگر تم نے ملک تقسیم کرلیے اور حکومتین علٰحدہ علٰحدہ قائم کین تو جتہ مغل لشکر کشی کرکے تمھین قطعی مغلوب کرلین گے"

امرا مین جو زیادہ صاحب اقتدار[1] تھے انھون نے قدیم دستور کی پابندی رکھنی چاہی اور کہا کہ ہم مین سے کسی شخص کا بادشاہ ہونا ہمارے قانون کے خلاف ہے، ہمارا فرض عین یہ ہے کہ چنگیز خان کی اولاد مین سے کسی کو خاقان تسلیم کرین اور تیمور ایسے مقرر کردہ خاقان کا نائب تصوّر کیا جائے"

اس پر سادات مین سے ایک صاحب جنکا نام ابو البرکات[2] تھا، کھڑے ہوئے اور علماے دین کے خیال کا اظہار صاف صاف طور پر اس طرح کیا،

"یہ امر شریعت نبوی کے خلاف ہوگا کہ مسلمان تمھارے بندے بنین کیونکہ تم کفار کا طریقہ رکھتے ہو، چنگیز خان ایک صحرائی تھا جس نے جبر اور تلوار سے مسلمانون کو مغلوب کیا تھا، لیکن اب تیمور کی تلوار بھی چنگیز خان کی تلوار سے کم نہین ہے"

خواجہ ابو البرکات نے ان جنگجو تاتاریون کے سامنے ایسی پر زور تقریر کی کہ پہلے تو وہ چپ رہے

[1] یہ جلائر اور سلدوز قبیلون کے سردار تھے جو پرانی وضع اور طریقہ کے تاتاری تھے، اور یہ لوگ چنگیز خانی قانون کے پابند تھے، چنگیز کو مرے ہوئے اس وقت ۱۴۰ برس ہوئے تھے، اور اس کی موت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس مجلس مین امراے تاتار نے اپنی مرضی اور خوشی سے ایک قدیم دستور اور قانون کو ترک کیا (مصنف)

[2] ظفر نامہ مین ایک شخص سید برکت کے نام سے بیان ہوئے ہین اور ان کا ذکر ان رئیسون اور سردارون کے ساتھ ہوا ہے جو تیمور کی تخت نشینی کے وقت موجود تھے، جلد اوّل صفحہ ۲۱۰،

مگر پھر ان بزرگ کے اثر بیان سے ان مین ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا،

خواجہ نے فرمایا کہ "تم امیر حسین سے بھاگتے پھرے اور صحرا مین روپوش ہوئے جب تک تیمور امیر حسین کے مقابلے کو نہ اٹھا تم چھپے رہے، باہر نہ نکلے، تیمور نے دشمن کو زیر کرنے کے لیے تم سے مدد نہین مانگی تھی اور نہ اب اس کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اب تک مین نے تم کو محض تاتاری سمجھکر خطاب کیا تھا لیکن مین جانتا ہون کہ تم مسلمان بھی ہو، مین آل رسول ہون | اور دیگر سادات عظام اور ہادیان دین سے متفق الرائے ہو کر تیمور گورگان کو ماوراء النہر اور نہ صرف ماوراء النہر بلکہ تمام توران کے ملکون کا فرمانروا تسلیم کرتا ہون"

غرض ارباب شریعت نے اس طرح اپنا خیال ظاہر کیا، نہ صرف اس وجہ سے کہ تیمور مسلمان تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ صرف تیمور ایسا شخص تھا جو بدنظمی دور کرکے ملک مین امن و امان قائم کریگا اور بلاد شمال کے جنگ آور قبائل سے جو اسلام کے دشمن تھے مسلمانون کو محفوظ رکھیگا، فرمانروائی پر تیمور کے انتخاب کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، کہ تمام اہل رزم کیا پیدل اور کیا سوار اس بات پر مصر تھے کہ تیمور ہی اُن کا فرمانروا ہو دوسرا نہ ہو،

دوسرے دن تمام اعیان دولت اور امراے قبائل ایک بڑے شامیانے کے نیچے جمع ہو کر تیمور کا انتظار کرنے لگے، جس وقت تیمور شامیانے مین داخل ہوا سب سرو قد کھڑے ہوئے اور پھر تعظیم کے لیے جھکے اور تیمور کا بازو پکڑ کر سپید مسند کے قریب لے گئے اور یہان اس کو اپنا بادشاہ اور امیر مانکر سریر حکومت پر اسے بٹھایا، یہ طریقہ پرانے قبائل مغل کا تھا، غرض اسطرح تمام مغفر پوش تاتاریون نے تیمور کی اطاعت قبول کرلی،

علماؤ مشائخ نے تیمور کی بیعت لینے مین جو ہمارے ہان رسم تاجپوشی کا مترادف ہے بڑا اہتمام

کیا، مولانا زین الدین مصحف پاک ہاتھ پر رکھے ایک ایک امیر کے سامنے گئے اور کتاب اللہ پر ان سے حلف لیا کہ سوائے تیمور کے وہ کسی اور بادشاہ کی اطاعت نہ کرینگے، آج کل کے لوگ ایسے حلف لینے کو محض ایک رسم سمجھینگے کیونکہ تیمور پہلے ہی سے سب کا سردار اور امیر ہو چکا تھا لیکن تاتاریوں کے لیے اس رسم کے معنی بہت کچھ تھے،

اس زمانہ سے تیمور محض ایک سوار اور سپاہی کی حیثیت بدل کر امیر تیمور گورگان ہو گیا، تاتاری اس کے نمک خوار ہو گئے، اس کی اطاعت اور وفاداری کو اپنی عزت کا موجب اور اس کی بدخواہی کو اپنے حق مین قابل شرم اور اپنی اولاد کے حق مین رسوائی اور آفت کا مقدمہ سمجھنے لگے، تیمور انکے نزاعات کا فیصلہ کرنے والا اور ان کی مال وجائداد کا محافظ تھا، اگر وہ ان باتون پر قائم نہ رہا تو پھر تاتاری امراء کو اختیار تھا کہ ایک قورلتائی منعقد کر کے تیمور کی جگہ دوسرا امیر منتخب کرلین،

مسند کے قریب غالیچہ پر کھڑے ہو کر شیخ وقت زین الدین ابوبکر نے تیمور سے خطاب کیا "خدا کا حکم یہی ہے کہ آپ ملک فتح کرین، آپ کی قوت کو ترقی رہے اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا ہو"

سپید نمدے کے فرش پر آبنوس کا ایک نیچا سا تخت بچھا تھا، جو شخص اس تخت پر بیٹھا تھا وہ سادات اور علمائے بخارا کی اس بحث پر تبسم کر رہا تھا کہ امیر کے دائین طرف امیر کے قریب کس کو بیٹھنے کا حق حاصل ہے! تیمور کی صورت پر نرمی کی کوئی شان نہ تھی، سر پر بال تھے اور مسلح تھا، فولاد کی چمکتی زرہ پہنے تھا، شانون پر فولاد کی تختیان باہر کو نکلی ہوئی تھین، سر پر سیاہ مغفر اور اس کا جھلم کانون اور گردن تک آیا ہوا تھا، مغفر زرنگار تھا،

جس قدر مال و دولت پاس تھا، اصیل گھوڑے، زرین خلعت، ہتھیار اور قیمتی ظروف امرائے

دولت کو انعام مین تقسیم کر دیئے، اور جب رات ہوئی تو ان کے خیمون مین لذیذ کھانون اور میوون کی کشتیان بھر بھر کر بھیجین، سادات جو بکثرت امیر کے خیمے مین اظہار موانست و وفاداری کی غرض سے موجود تھے تیمور کی اس سخاوت اور دریا دلی پر معترض ہوئے،

تیمور نے انھین جواب دیا کہ "اگر مین حقیقت مین بادشاہ ہون تو سب کی دولت میری دولت ہے اور اگر مین بادشاہ نہین تو پھر جو کچھ میرے پاس ہے اس کے رکھنے سے کیا حاصل"

دوسرے دن تیمور نے وزیرون اور سردارون اور دیوان کے رکنون کا تقرر کیا جن لوگون کو اس موقع پر منصب اور عہدے دیئے ان مین ایسے لوگ بھی تھے جنسے ہم واقف ہو چکے ہین، امیر داؤد کو ضبط و داروغگی سمرقند کے علاوہ منصب دیوان یعنی مجلس شوریٰ کی افسری بخشی[۱]، قبیلہ برلاس کے امیر جاکو کو جسکا سر برف پیری سے اب سپید ہو چلا تھا، لشکر کی امارت اور بادشاہ کے سامنے نقارہ پر چوب لگانے کی خدمت عطا کی اور تواچی گری کا منصب بھی عنایت کیا،[۲]

افسران فوج مین دو نام ایسے لوگون کے بھی بیان ہوئے ہین جو تاتاری نہ تھے، ان مین ایک مغل ختائی بہادر اور دوسرا عرب شیخ علی بہادر تھا،[۳]

ایک بات شروع ہی سے ظاہر ہو چلی تھی، تیمور کسی درباری کو منھ لگانا نہ جانتا تھا، مولنا زین الدین کے علاوہ اور بہت سے بزرگ ایسے تھے جنکو تیمور کے سامنے جانے کی ہر وقت اجازت تھی، لیکن ان کا اثر تیمور کی طبیعت پر اور درباریون کے اثر سے زیادہ نہ تھا، حکومت کی باگین ہمیشہ اپنے ہاتھ مین رکھین، دوسرون کی رائے ہمیشہ سنی، لیکن ان کو اپنے اوپر حکومت کرنیکا

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۱۶ [۲] ایضاً ایضاً [۳] ایضاً ایضاً،

موقع کبھی نہین دیا، طبیعت کی یہ ثابت قدمی ایک ایشیائی بادشاہ مین عدیم المثال تھی، بالخصوص تیمور مین کیونکہ اپنے بلخ کے معاملات مین اب تک وہ بہت بے پروا رہا تھا،

مخالف اور دشمن کا قلع قمع کرنے مین بہت عجلت کرتا تھا، بلخ سے ابھی دربار رخصت ہوا تھا کہ امیر حسین کے ساتھیون پر حملہ کیا، اسیرون کو یا تو پابہ زنجیر کیا یا فوراً قتل کر دیا، ان کے مکانات جلا دیئے یا گروا دیئے، اور ان کے قلعون کا نام ونشان تک نہ رکھا، جتہ مغلون پر تیمور کی نظر برابر لگی تھی، اور اب ہر سال ایک مہم شمال کے پہاڑون کی طرف اس حکم سے روانہ ہونے لگی کہ دشمن کے مقابلہ مین تلوار و آتش سے کام لینے مین ہرگز کمی نہ کیجائے، تیمور کو یقین تھا کہ اپنی حدود سلطنت کی حفاظت کے لیے بہترین تدبیر یہی ہے کہ دشمن پر حملہ پہلے اپنی طرف سے کیا جائے، کیونکہ جتہ مغل جب خود حملہ کرتے تھے تو وہ نہایت شدید ہوتا تھا مگر جب دوسرا ان پر حملہ کرتا تھا تو اپنے تئین بچانے مین وہ زیادہ ہوشیار نہ تھے،

غرض جتہ کا جب اُسی دوا سے علاج کیا گیا جس دوا سے وہ دوسرون کا علاج کرتے تھے تو انھون نے شمال کی وادیون مین رہنا چھوڑ دیا، اور ان وادیون سے بھی زیادہ شمال کی طرف ان درون مین جا رہے جو حصار المالیق کے قریب تھے، ابھی تیمور نے مغلون کا تعاقب المالیق تک نہین کیا تھا، سیر دریا اور ہندوستان کے درمیان جس قدر ملک تھے تیمور کے قبضے مین آکر ان کی حالت نے ایک نئی شکل اختیار کی، اور سرکش وخود رائے تاتاریون مین ایک نئے ضابطے اور آئین کی پابندی کا خیال پیدا کیا گیا، تیموری امرا مین سے دو شخص شمال کی جانب جتہ مغلون کی گوشمالی کے لیے روانہ کیے گئے، موقع پر پہنچکر جب انھون نے دیکھا کہ مغلون کے چراگاہ خالی پڑے ہین تو یہ سمجھکر کہ جس کام کے لیے آئے تھے وہ ختم ہوا دریا کی طرف واپس چلے

دل مین بہت خوش کہ اس مفت کی فتح کی خوشی مین خوب جلسے اڑین گے جارہے تھے
کہ سیر دریا کے کنارے آئے، دریا اترنے لگے تو سوارون کا ایک رسالہ بالکل اسی وضع و قطع کا جیسے
اپنا رسالہ تھا ادھرہی کو آتا نظر آیا، جب یہ لوگ قریب آئے تو ان سے پوچھا کہ تم کہان جاتے ہو،
سوارون نے جواب دیا "جو مغل تم کو نہین ملے انھی کی تلاش مین ہم بھی جارہے ہین"
اس جواب پر پہلے تو ان دونون امیرون کو بہت غصہ آیا مگر پھر کچھ سوچ سمجھکر چپ ہو گئے
اور دربار مین حاضر ہونے کی بجائے اس نووارد فوج کیساتھ ہو گئے، پہاڑون مین جاڑا بسر کرنے
کے بعد پورا ایک سال گذرنے پر یہ دونون فوجین سمرقند واپس آئین، اور اپنے ساتھ جتہ مغلون
کے مویشی اور دشمنون کے سر اور یہ خوشخبری لائین کہ جتہ مغلون کے بہت سے گاؤن انھون
نے برباد کر دیئے ہین،
تیمور نے دونون فوجون کے سردارون کی تعریف کی، جن امیرون کو تلاش مین ناکامی
ہوئی تھی ان کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا زبان پر نہ لایا، اگر ان کو کچھ برا بھلا کہتا تو اس
مین وہ اپنی آبروریزی سمجھتے اور اپنی اپنی فوجین لیکر اس سے علیحدہ ہو جاتے اور جنگ و جدل
کا ایک ہنگامہ برپا کر دیتے،
باقی سردار ایسے نکلے جنکو شکایتین پیدا ہوئین اور خود حکومت کرنے کے شوق مین تیمور
سے علیحدہ ہو کر اپنے اپنے علاقون کو چلے گئے، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آدھ مہینے کے بعد ہی تیمور
کی فوجین ان کے قلعون کے سامنے پہنچکر اتر پڑین اور جہان یہ سردار چھپے تھے ان کو وہان
سے نکال کر تیمور کے سامنے لے آئین، تیمور نے ان نوگرفتار سردارون کو انعام اور خلعت دیئے
ایک سردار جو ایک لڑائی سے بھاگ گیا تھا وہ بھی ڈھونڈکر گرفتار کیا گیا، اور اُسے سزا یہ دیگئی

کہ ہتھیار اتروا کر گدھے پر دم کی طرف منہ کر کے اسے بٹھایا اور کئی دن تک اسی حال مین سمرقند کے گلی کوچون مین اُسے گشت کرایا اور لوگون کی ہنسیان اور طعنے اُسے سننے پڑے،

کیخسرو ختلان کا شہزادہ جو ایران کے ایک بڑے نامی خاندان کا رکن تھا عین لڑائی مین کہ دشمن سامنے تھا تیمور کو چھوڑ کر خیوہ کے صحرا مین چلدیا، تاتاریون نے جو لڑائی سے ہٹنا نہ جانتے تھے لڑائی بدستور جاری رکھی، اسی لڑائی مین ایلچی بہادر اپنی جان سے گیا اور وہ اسطرح کہ گھوڑے پر سوار شیخ علی بہادر اور ختامی بہادر کے ساتھ دریا تیر کر پار جانا چاہتا تھا، اور لوگ تو سلامت نکل گئے یہ ڈوب کر مرگیا، تاتاری برابر لڑتے رہے یہانتک کہ لڑائی جیت لی کیخسرو ختلانی تلاش کے بعد گرفتار ہوا، امراء کی ایک مجلس کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا اور بلا تاخیر قتل کر دیا گیا[۱]،

جب نئے امراء امیر تیمور کی اطاعت قبول کرتے تھے تو پرانے امراء ان سے کہتے تھے کہ "ہمارے امیر کی اطاعت کرنی تمھارے حق مین بہت اچھی ہے، جو لوگ اس بات کے قائل نہین وہ جھوٹے ہین"۔

نو واردون مین جو اطاعت کے لیے آئے ان مین امراے جتہ کے فرزند بھی تھے، تیمور کے مقابلہ مین انھین تاب مقاومت نہ تھی، ان مین ایک بیان پسر بیکچک تھا جسے یاد تھا کہ اس کے باپ کی جان بخشی اسی شخص نے کی تھی جو اس وقت امیر ہے، دوسرا امیر ختائی بہادر تھا، یہ خطا کا مشہور سردار تھا، نہایت خشک اور آتش مزاج، چمڑے کی قبا پہنتا تھا اور شانون تک گھوڑے کی پوری ایال کے بال بکھرے رہتے تھے، کسی عجیب طریقہ سے اسکی دوستی شیخ علی بہادر

[۱] مقابلہ کرو ظفر نامہ کی عبارت سے جلد اول صفحہ ۲۴۳، ۔۔

سے ہو گئی، شیخ علی بہادر خود بھی نہایت سخت مزاج آدمی تھا،

ایک موقع پر یہ دونون سردار فوج ہراول مین شریک تھے، یہ فوج جتہ مغلون کی تلاش مین نکلی تھی، آخرکار ایک دریا کے دوسری طرف مغلون کی ایک جمعیت مقیم نظر آئی[1]، یہ دونون بہادر مع اپنی فوج کے دریا کے اِسی کنارے ایسے مقام پر جو مغلون سے زیادہ قریب تھا اتر پڑے، چند روز اسی حال مین گذرے پھر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیئے، ختائی بہادر کی نظر احتیاط پر تھی، اُس نے ایسی تدبیرین بہت سی بتائین کہ دریا بھی عبور کر لین اور مغلون سے لڑائی بھی نہ ہو،

شیخ علی بہادر پہلے تو چپ سنا کیا کیونکہ اس معاملہ پر خود کچھ غور کیا نہ تھا ختائی بہادر اس کے خاموش رہنے سے یہ سمجھا کہ شیخ نے اسکی تدبیرین پسند کر لی ہین یا یہ ہوا کہ شیخ علی بہادر کے چپ رہنے سے ختائی بہادر اس سے بدظن ہو گیا کیونکہ ختائی نسل کا مغل تھا،

آخرکار ختائی نے شیخ سے پوچھا "تمہاری کیا رائے ہے"؟

شیخ علی بہادر بے پروائی سے بولا "واللہ، مغل ایسی ہی چالون کیساتھ لڑا کرتے ہین جیسی کہ تم بتاتے ہو"۔

اتنا سنتے ہی میدانون کے اس لڑنے والے بہادر کا چہرہ سرخ ہو گیا، جہان بیٹھا تھا وہان سے فوراً اٹھا اور کہنے لگا "اچھا تو پھر دیکھ لینا کہ مغل کیسا لڑتا ہے"!

شیخ علی بہادر گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، ختائی نے فوراً اپنا گھوڑا منگوایا، کاٹھی لگا کر سوار ہوا اور گھوڑا دریا مین ڈالدیا، دریا اترتے ہی جتہ مغلون مین آیا، مغلون کو تعجب ہوا ختائی

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۲۸،

نے پہنچتے ہی پہلے جو دو آدمی سامنے آئے اُن کی گردن اڑا دی، پھر جو دیکھا تو یہ دیکھا کہ چارون طرف سے مغلون مین گھرا کھڑا ہے،

شیخ علی بہادر کو پہلے تو تعجب ہی ہوا تھا اب وہ بالکل حیرت زدہ ہو گیا، فوراً اُٹھا، آدمیون کو گھوڑا لانے کا حکم دیا، گھوڑے پر سوار ہوتے ہی دریا مین چلا، ہاتھ مین ننگی تلوار تھی، آتے ہی مغلون کے حلقے کو جو اُنھون نے ختائی کے گرد باندھ لیا تھا توڑتا ہوا ختائی کے قریب پہنچ گیا، اور ختائی سے چلا کر کہا،

"تم دیوانے تھے جو اپنا گھوڑا یہان لائے، بس واپس چلو"۔

ختائی بہادر نے کہا "واپس جاؤ تم"۔

شیخ علی بہادر بولا "لاحول ولا قوۃ" اور اتنا کہتے ہی ختائی بہادر کے قریب دشمن سے لڑنے کو تیار ہو گیا، اب جتہ مغلون نے ان دونون کو اور بھی گھیر لیا، مگر ختائی اور شیخ کے سوار اتنے مین موقع پر دوڑ آئے اور اپنے سردارون کو مغلون کے حلقے مین سے نکال کر دوسری طرف لے گئے،

اس ورزش و تگ و دو کے بعد دونون سردار کچھ ٹھنڈے ہوئے اور پھر پاس پاس بیٹھکر جو کچھ گفتگو ہوئی اسمین اتفاقِ رائے ظاہر کرنے لگے،

تیرھوان باب

والی خوارزم حسین صوفی اور یوسف صوفی

ایسے ہی سخت اور جابر لوگ تھے جن کو قابو مین لاکر راہ راست پر لانا تیمور کا کام تھا، اس کام مین عقل اور مضبوط ارادے کی ضرورت تھی، لوگ تیمور کی تعریف کیا کرتے تھے کہ وہ بڑا مردم شناس ہے، عدل گستر ہے اور انعام دینے مین بہت فیاض ہے، اسی زمانہ مین متصل ریاستون کے امیرون نے صحرا پار سے اپنے اپنے سفیر تیمور کے سلام کو یا اس کے حالات سے آگاہ ہونے کے لیے بھیج رکھے تھے، لوگ منتظر تھے کہ دیکھئے تیمور ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے،

یہ ہمسایہ امیر بڑی قوت اور قدرت کے فرمانروا تھے، جس زمانہ مین تاتاریون مین بدنظمی پھیلی تھی تو انھون نے یورشین کر کے خوب ان کا مال لوٹا تھا، ان امیرون مین ایک والی خوارزم (حسین) صوفی تھا، اس کی حکومت مین خیوہ اور گنج اور کوہ یورال کے علاقے شامل تھے صوفی نسل جلائر سے تھا، اور ایک طور پر خانانِ جتہ کا تابع تھا، (حسین) صوفی کو تیمور کا حال اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ ایک آوارہ گرد ہے جو ایک زمانہ مین دشت قزل قم مین ترکمانون سے اپنی جان بچانے کو لڑا تھا، اور گنج (ولایت خوارزم کا دارالحکومت) دریائے آمو کے دہانے پر تجارت کا بہت بڑا مقام تھا، اسکی فصیلین بہت بلند تھین اور والیِ خوارزم (حسین) صوفی بھی مغرور

اور نخوت مین کچھ کم نہ تھا،

صوفی نے تیمور کو بیش بہا تحائف بھیجے، تیمور نے ان سے بھی زیادہ قیمتی تحائف اس کے سفیرون کو دیئے، اور ان کی زبانی کہلا بھیجا کہ صوفی کی لڑکی خان زادہ جس کے حسن کا بہت شہرہ تھا اس کو تیمور کے فرزند اکبر جہانگیر کے عقد نکاح مین دیا جائے، بظاہر یہ پیغام محض دوستانہ تھا مگر اس کے معنی فی الحقیقت یہ تھے کہ تیمور صوفی کو اپنا زیر دست سمجھ رہا ہے اور جو اختیارات خان جتہ کو صوفی پر حاصل تھے ان پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ چنگیز خانی قلمرو کی پرانی سرحدون پر بھی (جسمین ولایت خوارزم شامل تھی) تصرف کرنے کی نیت رکھتا ہے[1]،

[1] ظفرنامہ مین جس طرح ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہان لکھنا مناسب ہوگا (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۲۳ و صفحات ابعدہٗ) خوارزم پر اس وقت حسین صوفی تصرف رکھتا تھا، تیمور کو اس کا خیال ہوا اور اس نے اپنے ایک سردار علقہ تواچی کو اس پیغام سے حسین صوفی کے پاس بھیجا کہ "ولایت خوارزم کا تعلق اولس جغتائی (پسر چنگیز خان) سے رہا ہے، پانچ چھ برس سے چونکہ یہ ملک بغیر کسی والی اور حاکم کے رہا اس بنا پر تم نے اس پر تصرف کر لیا، اگر دوستی رکھنی منظور ہے تو خوارزم اور اس کے جملہ توابع کو ہمارے گماشتون کے سپرد کرو"، حسین صوفی نے یہ پیغام سنکر جواب دیا کہ "من این ولایت را بہ تیغ مسخر کردہ ام ہم بہ تیغ از من توان بستد"،

علقہ تواچی نے یہ جواب تیمور کو آسنایا، تیمور نے خوارزم پر فوجکشی کا قصد کیا، لیکن اہل دربار مین ایک بزرگ مولنا جلال الدین تھے، انھون نے تیمور سے کہا کہ محض ایک سفیر کے بیان پر ہزارہا مخلوق کا خون کرنا مناسب نہین، مین خوارزم جا کر حسین صوفی کو سمجھاتا ہون کہ وہ آپ کی حفاظت مین آنا قبول کرے، تیمور نے یہ بات منظور کی، لیکن جب مولنا جلال الدین حسین صوفی کے پاس پہنچے اور اسے سمجھانا چاہا تو اس نے مولانا کو قید کر دیا، قید کی خبر سنکر تیمور کو صبر نہ رہا اور خوارزم پر حملہ کر دیا، پہلے خیوہ پر قبضہ کیا پھر کات پر، حسین صوفی نے قلعہ اور گنج مین پناہ لی، یہان اگر چاہا کہ تیمور سے مصالحت کر لے لیکن کیخسرو ختلانی نے جو تیمور سے پہلے ہی باغی ہو چکا تھا صوفی کو لکھا کہ تیمور کی اطاعت قبول نہ کرے حسین صوفی مقابلہ پر آمادہ رہا، تیمور کے سپاہیون نے بہت سے خوارزمیون کو ہلاک کیا، اس غم مین حسین صوفی قلعہ اور گنج مین بیمار ہو کر مر گیا؛ اس کے بعد اس کا بھائی یوسف صوفی خوارزم کا والی ہوا، اس نے تیمور سے مصالحت

صوفی نے اس کا یہ جواب دیا کہ "میں نے خوارزم کو تلوار سے فتح کیا ہے اور تلوار ہی کے ذریعہ سے وہ مجھ سے لیا جا سکتا ہے"۔

تیمور یہ جواب سنکر خوارزم کے قصد سے صحرا کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہو جاتا لیکن مشائخ میں سے ایک نے عرض کیا کہ لشکر کشی ابھی ملتوی کیجائے، وہ خود والی خوارزم کو جاکر سمجھاتے ہیں کہ وہ تاتاریوں سے حفاظت کا معاہدہ کرلے لیکن جب یہ بزرگ (حسین) صوفی کے دربار میں پہنچے تو صوفی نے انھیں قید کر دیا، اب تیمور کو لشکر کشی سے روکنے والی کوئی چیز نہ رہی،

۸۹ فوراً امرائے تاتار کو اپنے علم کے نیچے جمع کرکے خوارزم پر چڑھائی کی، اور اس مہم میں بھی وہی تدبر اختیار کیا جو بادیہ گردی کی حالت میں ایک مرتبہ پہلے اختیار کیا تھا، اس فوجکشی میں کیخسرو ختلانی نے تیمور کا ساتھ چھوڑ دیا، تیمور نے خیوہ پر حملہ کیا، شہر پناہ کو توڑنے میں قلعہ شکن آلات استعمال نہیں کیے، شہر کی خندق کو خس و خاشاک سے پاٹ کر نردبان نصب کئے اور ان کے ذریعہ سے سپاہی فصیلوں پر چڑھے،

مورخ لکھتا ہے کہ شیخ علی بہادر پہلا شخص تھا جس نے اوپر چڑھکر فصیل کی منڈیر پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کے پیچھے ایک سردار تھا جسے شیخ کی اس جرأت پر رشک ہوا اور اس نے شیخ کا پاؤں پکڑکر نیچے گھسیٹ لیا، شیخ خندق میں گر گیا، اب یہ سردار خود دیوار پر چڑھا[۱]، اور یہاں خیوہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) کرلی، مگر پھر ختلانی کے بہکانے سے مخالفت پر آمادہ ہوا، مگر اس حرکت پر نادم ہوکر تیمور سے صلح چاہی، تیمور نے اس شرط پر صلح کی کہ یوسف صوفی اپنے بھائی آق صوفی کی بیٹی سے جس کا نام سوین بیگ عرف خانزادہ تھا جہانگیر پسر تیمور کی شادی کرنی منظور کرے، یوسف صوفی نے یہ بات منظور کی اور خانزادہ بنت آق صوفی جہانگیر کی عروس بنکر سمرقند بھیجی گئی، اس کے بعد یوسف نے پھر تیمور سے سرکشی اختیار کی" (مترجم)

[۱] یہ کل واقعہ ظفرنامہ کی جلد اوّل صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ پر شہر کاث کی فتح کے متعلق مصنف کے بیان سے کسی قدر مختلف طور

سپاہیون کا اتنی دیر تک مقابلہ کیا کہ پیچھے جس قدر سپاہی فصیل پر چڑھ رہے تھے ان کے پاؤن دیوار پر اچھی طرح جم جائین، اس زبردست حملہ سے خیوہ[1] پر تیمور کا قبضہ ہو گیا، (حسین) صوفی نے خیوہ چھوڑ کر اورگنج مین پناہ لی، تیمور اورگنج کی طرف بڑھا، یہان قلعہ شکن آلات کی ضرورت ہوئی، چنانچہ پتھر پھینکنے کے بڑے بڑے عرادے اور منجنیق بنانے شروع کر دیئے، یہ آلات تیار ہو ہی رہے تھے کہ صوفی کے پاس سے ایک پیغام اس مضمون کا آیا،

"سپاہ کی جانین بکثرت تلف کرنے سے کیا حاصل، بہتر ہو کہ ہم تم دونون تنہا لڑ کر اس لڑائی کا فیصلہ کر لین، جس کا ہاتھ تلوار پر سے گذرتی ہوئی خون کی دھار سے پہلے رنگین ہو جائے وہی فاتح تصور کیا جائے"

سفیر نے اس لڑائی کے لیے وقت اور مقام بھی بتایا، یہ مقام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے کا ہموار میدان تھا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) پر بیان ہوا ہے، مصنف کے بیان سے گمان ہو سکتا ہو کہ اس کا تعلق خیوہ کی فتح سے ہے، ظفر نامہ مین لکھا ہے کہ تیمور مع لشکر کے خیوہ فتح کرنے کے بعد جب کات کے قلعہ پر پہنچا تو "فرمان داد تا لشکریان ہیمہ و خاشاک جمع آوردہ خندق را بہ بنیا شتند و خود بنفس مبارک بکنار خندق آمد و کوچہ ملک را اشارت فرمود تا بخندق درآید و چون آواز غلبہ ہم نتوانست کہ بآن کار اقدام نماید خمار ی یساول را اشارت فرمود و اوبے توقف بخندق درآمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ومبشر و تا خواجہ نیز از عقب او برفتند، لشکریان چون این صورت مشاہدہ نمودند روان بخندق درآمدہ رو بفصیل نہادند، اول شیخ علی بہادر دست در دیوار فصیل زدہ خواست کہ برآید، مبشر پائے او را بگرفت تا او نیز برآید و نتوانست دہر دو بخاک ریز افتادند، شیخ علی دگربارہ متوجہ شد و بفصیل برآمد و یکے از آن جانب نیزہ بدست او زد، جہان پہلوان نیزہ را بگرفت و بشکست و تیغ برسر او راند و سپاہ تیمور از ہر طرف راہ کردہ بحصار درآمدند، و کلان ترانِ ایشان را بگرفتند" کات کا شہر خیوہ سے شمال مشرق مین تقریبًا ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور کات سے اورگنج سمت مغرب مین غالبًا اس سے دو چند فاصلہ رکھتا ہے، (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، نقشہ نمبر ۹ (ولایت خوارزم) (مترجم)

[1] خیوہ پہلے فتح ہو چکا تھا، یہان خیوہ کی جگہ کات ہونا چاہیئے یا خیوہ سے مطلب ولایت خوارزم لیا جائے (مترجم)،

تیمور کے جس قدر امرا، اتنے قریب تھے کہ سفیر کا پیغام سُن سکتے تھے انھون نے فوراً اعتراض کیا، بیان پسر بیکچک نے آواز سے کہا "اے امیر، لڑنا ہمارا کام ہے، آپ کا مقام تخت سلطنت اور چتر حکومت ہے[1]، یہ کسی طرح مناسب نہین کہ حضور اپنے مقام سے علیحدہ ہون"

ہر امیر نے تیمور سے التجا کی کہ اپنی جگہ اُسے لڑنے کی اجازت دے۔ تیمور نے جواب دیا کہ حاکم خوارزم نے مجھ سے لڑنے کو کہا ہے نہ کہ میرے کسی امیر سے، اب تیمور سفیر سے متوجہ ہو کر بولا کہ "اچھا، ہم ٹھیک وقت پر شہر کے دروازے کے سامنے تنہا آجائینگے"،

مقررہ وقت جب آیا تو اہل دربار بڑی پریشان نظری سے ادھر ادھر دیکھنے لگے، تیمور نے خفتان پہنا، اسلحہ بردار نے حاضر ہو کر بائین بازو پر سپر اونچی کر کے لگائی اور کمر مین تلوار باندھی سیاہ رنگ کا زرنگار مغفر جو ہمیشہ استعمال مین رہتا تھا تیمور نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سر پر رکھا، مغفر مین جھلم آویزان تھا، اس سے گردن اور شانے ڈھک گئے، اور اب تیمور لنگ کرتا ہوا گھوڑے کے قریب آکر ایک جست مین اس پر سوار ہو گیا، ہر ادا سے ظاہر تھا کہ بے انتہا خوش ہے،

سوار ہو کر چلا تھا کہ پیرانہ سال امیر سیف الدین نے مرکب کی راسین پکڑ لین اور عرض کیا کہ امیر کو ایک معمولی آدمی کی طرح کسی سے دست بدست لڑنا زیبا نہین، تیمور منھ سے کچھ نہ بولا، نیام سے تلوار نکالی اور اس کے چپٹے رخ سے اس پرانے نمک خوار و وفادار کو مارنا چاہا، امیر سیف الدین تلوار کی ضرب سے بچنے کے لیے راسین چھوڑ پیچھے ہٹ گئے،

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۱۔ جہان امیر بیان سلدوز نے تیمور کو دریا مین گھوڑا ڈالنے سے منع کیا ہے وہان یہ شعر لکھا ہے،

کزین پس ہمہ نوبتِ ماست رزم ترا جائے تخت است و ہنگامِ بزم

(مترجم)

تیمور اپنے لشکرگاہ اور اس مقام سے باہر آکر جہان محاصرے کے لیے عرادے اور منجنیق تیار کیے جاتے تھے اور جہان اس وقت لشکر والون کا ایک بڑا مجمع تھا میدان سے گذرتا ہوا اورگنج کے بند دروازے کے سامنے آیا،

دروازے کے اوپر برجون مین صوفی کے سپاہی کھڑے تھے، تیمور نے للکار کر ان سے کہا، "اپنے مالک کو اطلاع کرو، تیمور انتظار کر رہا ہے"۔

تیمور کی یہ دلیری ایک مجنونانہ مگر قابل تعریف حرکت تھی، گو وہ اس وقت ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہو چکا تھا مگر ایک حریف مقابل سے خود تیغ آزما ہونے کا شوق کم نہ ہوا تھا، اس شوق اور اپنے ارادے کی پیروی مین ایسی باتون کا مطلق لحاظ نہ تھا جن سے مضر نتائج پیدا ہونے کا احتمال تھا، تیمور ایک سبزے گھوڑے پر سوار تھا جس کا نام "گوراشہزادہ" (خنگ اوغلن) مشہور تھا، اس وقت وہ دشمن کے صدہا تیراندازون کی زد مین تنہا کھڑا تھا، نہایت بیقراری سے صوفی کے انتظار مین تھا، اور لوگ اس وقت تیمور کو اس کی اصلی شان مین دیکھ رہے تھے، عظمت و دلیری کے ظہور مین عقل کا قصور بھی جھلک رہا تھا،

یوسف صوفی باہر نہ نکلا، آخر کار تیمور نے بلند آواز سے کہا "جس شخص نے اپنے قول کا پاس نہین کیا اسے اپنی جان بھی دینی ہو گی"[۱]

اتنا کہکر تیمور نے گھوڑے کی باگ پھیری اور آہستہ قدم لشکرگاہ کو واپس آنے لگا[۲] اس وقت وہ کسی قدر شرمندہ اور غصہ مین تھا، لیکن جب اس کے سردارون اور امیرون اور سپاہ

[۱] تیمور کے الفاظ یہ تھے "ہر کہ بقول خود وفا نماید او را مرگ بہ از زندگانی" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹۸ (مترجم)
[۲] ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۲۹۴-۲۹۶ مین یوسف صوفی اور تیمور کے تنہا لڑنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے (مترجم)

نے جن کی نظرین پہلے ہی سے اس کی طرف لگی تھین آقا کو واپس آتے دیکھا تو خوشی کے نعرون سے زمین و آسمان سر پر اٹھالیا، نقارے اور سنج زور زور سے بجنے لگے، قرنا اور برغو کی آوازین ایسی بلند ہوئین کہ گھوڑے ہنہنانے اور بے قابو ہو کر چراغ پا ہونے لگے، اہل لشکر کا جوش مسرت سب پر ظاہر تھا،

تیمور کا یہ کہنا کہ جس نے اپنے قول کی پابندی نہین کی اُسے جان بھی دینی ہو گی صحیح نکلا، یوسف صوفی تھوڑے دن بعد بیمار ہو کر مر گیا، اس کے مرتے ہی اور گنج کے لوگون نے اپنا شہر تیمور کے حوالے کر دیا، اور اس بات پر بھی رضامند ہو گئے، کہ شہزادی خانزادہ کو شہزادہ جہانگیر کی عروس بنا کر تیمور کے پاس بھیجدین[1]، چنانچہ ایسا ہی کیا، اور پھر خوارزم اور اس کے دارالحکومت اورگنج کو ایک علیحدہ ولایت قائم کر کے اس کا کل انتظام تیمور کے فرزند رشید جہانگیر کے سپرد کر دیا گیا،
اور اس طرح جس قلمرو پر ایک زمانے مین امیر قزغن حکومت رکھتا تھا اسکی شمالی اور مغربی ۹۱
حدود آگے بڑھ گئین اور مغربی قبائل جلائر اپنے مشرقی جلائر بھائیون سے جو ماوراءالنہر مین رہتے تھے مل گئے،

اب زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ تیمور پہلے سے بھی زیادہ لشکر لے کر دریائے آمو عبور کر کے جنوب کی طرف چلا، غرض یہ تھی کہ بادشاہ ہرات سے ملاقات کرے، خوارزم کے علاوہ ہرات دوسری ریاست تھی جو ماوراءالنہر سے متصل تھی، راستے مین دربند آہنین پڑتا تھا، اس خوفناک گونجتے اور گرجتے درے مین سے تقریباً پچاس ہزار سوارون کے رسالے اور سامان کی صدہا

[1] ظفر نامہ کے صفحات ۲۴۴-۲۴۵ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف صوفی کے مرنے سے قبل خانزادہ جہانگیر سے عقد کرنے کے لیے خوارزم سے سمرقند روانہ کر دی گئی تھی، چنانچہ یوسف صوفی سے جب اخیر لڑائی ہوئی ہے تو تیمور نے لکھا تھا کہ اس تعلق ہونے کے بعد بھی تم نے بغاوت اختیار کی، دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۹۱،

گاڑیان سنگ سرخ کے دو طرفہ پہاڑون مین سے جو دیوارون کی طرح سیدھے کھڑے تھے دھمکتی اور شور کرتی گذرین،

چند سیاسی امور اس لشکر کشی کا باعث ہوئے تھے، اور ان کی ابتدا بڑی مصلحت اور ہوشیاری سے کی گئی تھی، واقعہ یہ تھا کہ ایک سال قورلتائی کے موقع پر تیمور نے بادشاہِ ہرات ملک غیاث الدین کو سمرقند مین مدعو کیا تھا، غیاث الدین نوجوان آدمی تھا اور معز الدین بادشاہ ہرات کا فرزند تھا جس نے ایک زمانہ مین امیر قزغن کے پاس پناہ لی تھی، اس دعوت کے معنی یہ تھے کہ اگر ملک غیاث الدین قورلتائی مین شریک ہو گیا تو پھر وہ تیمور کے زیر دستون مین شمار ہونے لگیگا،

بادشاہِ ہرات نے اس دعوت پر بہت خوشی ظاہر کی اور جواب دیا کہ اگر امیر سیف الدین اس کے استقبال کے لیے ہرات تک بھیجا جائے تو بہت خوشی سے وہ سمرقند مین حاضر ہوگا، تیمور نے یہ جواب سنکر اپنے سب سے بڑے وزیر سیف الدین کو ملکِ ہرات کے استقبال کے لیے روانہ کیا، لیکن اس واجب التعظیم وزیر نے ہرات سے واپس آکر تیمور کو اطلاع کی کہ بادشاہ ہرات تحائف جمع کرنے کے حیلے حوالے کرتا رہا در اصل اسکی مرضی سمرقند حاضر ہونے کی نہین ہے، بلکہ اس وقت وہ ہرات کے گرد ایک نئی فصیل تیار کرا رہا ہے،

تیمور نے یہ سنکر ملک غیاث الدین کے پاس سفیر بھیجا، غیاث الدین نے اس سفیر کو روک رکھا، واپس نہ جانے دیا، اپنی دانست مین یہ اس نے بڑی ہوشیاری کی تھی، مگر انجام یہ ہوا کہ تاتاریون کے عَلَم بلند ہو گئے اور اہل معفر کا لشکر جنوب کی طرف کوچ کرنے لگا، رستے مین آمو دریا آتا تھا، اس پر کشتیون کا پل باندھا گیا، سارا لشکر اس خیال سے خوش تھا کہ اب اپنے ملک سے

باہر بھی معرکہ آرائی کا موقع ملنے والا ہے، لشکریون نے اپنے گھوڑون کو ان چراگاہون مین چرایا جو موسم بہار کے لیے مخصوص تھے، اور پہاڑی درون سے گذر کر کسی قدر پھیر کھا کر قلعہ فوشنج کے سامنے آئے اور فوراً اس قلعے کا محاصرہ کر لیا، فوشنج ہرات کا بڑا مضبوط قلعہ تھا اس مین غیاث الدین نے اپنی فوج بٹھا رکھی تھی، تیمور کو صبر کہان تھا فوجون کے پہنچتے ہی حصار پر حملہ کر دیا، بھری خندق کو لکڑی کے تختون سے پاٹ کر تاتاری قلعے کی دیوار کے نیچے آئے، اوپر سے تیر برستے ہی رہے مگر انھون نے دیوارون پر نردبان لگا دیئے،

سپاہیون کی ہمت بڑھانے کے لیے تیمور سر سے خود اتارے بغیر زرہ کے ان مین آیا، اس حال مین دشمن کے تیرون سے دو مرتبہ گھائل ہوا، فوج کا جو حصہ قلعہ پر حملہ کرتا تھا وہ شیخ علی بہادر اور مبارک کی سرکردگی مین تھا، یہ مبارک[لے] وہی شخص ہے جس نے اورگنج کی فصیل پر چڑھتے وقت شیخ علی بہادر کا پاؤن پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا تھا، ان سردارون کیساتھ ایلچی بہادر کا فرزند بھی تھا، ان تینون سردارون مین پرانی رقابت چلی آتی تھی، طبل و دہل کے شور مین تاتاری بکثرت قلعے کی دیوارون کے نیچے جمع ہو گئے، ان مین کچھ لوگون نے خندق کے گرد گشت لگایا، ایک جگہ پر تلاش سے یا از خود قلعہ مین نہر کے جانے کا رستہ نظر آیا، یہ دیکھتے ہی تاتاری نہر مین کود پڑے اور پانی مین چھپکے مارتے، چھینٹے اڑاتے، تلوارین علم کئے قلعہ مین داخل ہوئے، اب فوشنج[۲] مین خونریزی کا بازار گرم ہوا، ملک غیاث الدین کی کل فوج جو قلعے مین پہلے سے مقیم تھی قتل کر دی گئی، شہر کے رہنے والے شہر چھوڑ کر بھاگے،

[لے] ظفرنامہ مین اس کا نام مبشر بیان ہوا ہے، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۳۷ - ۲۳۸،
[۲] فوشنج کی فتح ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۳۱۴، ۳۱۵ مین اور قلعہ ہرات کی فتح کے حالات صفحات ۳۱۵ - ۳۲۳ مین بیان ہوئے ہین،

فوشنج کی شکست سے اہلِ ہرات پر غم کا بادل چھا گیا، تیموری لشکر نے جب ملک ہرات کی سپاہ کو جو مقابلہ پر آئی تھی مار کر پیچھے ہٹا دیا تو قسمت سے ناچار ہو کر غیاث الدین نے تیمور سے امان چاہی، خود ہی تیمور کی خدمت مین حاضر ہوا، تیمور اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا مگر اُسے سمرقند روانہ کر دیا، نئی شہر پناہ جو غیاث الدین نے شہر ہرات کے گرد بنوائی تھی اسے گروا دیا، اور رقم سر بہا وصول کر کے اہل شہر کو آزاد کیا، شہر کے دروازے جن پر لوہے کے کواڑ لگے تھے اور شاہانِ ہرات کا کل خزانہ سونا چاندی یاقوت و جواہر، جلوس شاہی کا سامان، زرنگار تخت وغیرہ وغیرہ ہرات سے اٹھا کر شہر سبز پہنچا دیے گئے،

ہرات پر قبضہ ہو جانے سے تیمور کی روز افزون سلطنت مین بڑا اضافہ ہوا، ہرات بہت بڑا شہر تھا، اس کا دور نو ہزار قدم کا تھا، آبادی ڈھائی لاکھ تھی، فاتحون کی یادداشتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شہر مین کئی سو مدرسے تھے، تین ہزار حمام اور تقریباً دس ہزار دکانین تھین، (اس زمانہ مین لندن اور پیرس مین ساٹھ ساٹھ ہزار سے زیادہ باشندے نہ تھے، پیرس مین مدرسے تھے لیکن حمامون کا ذکر تاریخ مین کہین نہین پڑھا)۔

ہرات مین جس چیز کو دیکھکر تاتاریون کو سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ چکیان تھین جو بجائے پانی کے ہوا سے چلتی تھین،

مورخ لکھتا ہے کہ اس فتح کے بعد تیمور کی سلطنت اس قدر مضبوط و مستحکم ہو گئی کہ بجز عیش و عشرت کے کوئی دوسرا اس کا دشمن نہ ہو سکتا تھا، تیمور کی یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیان مثلاً مغول جتہ کو بار بار مار کر پیچھے ہٹانا یا یوسف صوفی والی خوارزم یا بادشاہ ہرات ملک غیاث الدین کو ہزیمت دینی گھر کی لڑائیان تھین جنہین شجاعت اور سیاسی فراست کے جوہر دکھائے گئے تھے

لیکن معرکہ جنگ مین ان کمالات کا اظہار جو فوجون کو نقل و حرکت دینے مین ہوا کرتا ہے، مطلق نہین ہوا تھا، ان معرکون مین تیمور نے صرف اتنا ثابت کر دیا تھا کہ وہ قوم تاتار کا ایک غیر معمولی رہبر اور سردار ہے اور قرب و جوار کی ریاستون کو جو کسی وقت مین اس کے حق مین خطرے کا باعث ہو جاتین جلد تسخیر کر کے اپنے قبضے مین لے آیا ہے، اگر یہ واقعہ ہے کہ امیر حسین سے بھاگ کر وہ کسی زمانہ مین بجائے قرشی جانے کے بادشاہ ہرات کی پناہ ڈھونڈنی چاہتا تھا تو سمجھنا چاہیئے کہ ابتدا مین تیمور قوت کے اعتبار سے ملک ہرات سے کم تھا،

لیکن تیمور ایک ایسا سردار اور پیشوا پیدا ہوا تھا جسمین ایک فاتح کی عقل تھی اور جو اس وقت اپنی پوری قوت کیساتھ دنیا مین ظاہر ہوا تھا جب وقت ۱۳۶۹ء مین وہ بلخ مین تخت نشین ہوا ہے تو اس کی عمر ۳۴ برس کی تھی اور اس کی قلمرو سے باہر ہر طرف جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک رہے تھے، چودھوین صدی عیسوی (آٹھوین صدی ہجری) کی ابتدا مین طاعون کی وبا ایشیا سے یورپ مین پہنچ چکی تھی، ہر طرف بدامنی پھیلی تھی، اور شاہی خاندان سلطنتون سے معزول اور برطرف ہو رہے تھے، تجارت کے کاروان قدیم رستے چھوڑ کر نئے رستون پر چلنے لگے تھے، اور رعایا کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے اپنے شہر چھوڑ کر مسلح لشکر گاہون مین آباد ہوتی جاتی تھی، کھیتیان برباد پڑی تھین، سپاہی گھوڑون پر سوار ہرے بھرے کھیتون مین پھرا کرتے تھے، اور چارون طرف کی ظلمت مین تباہی کے شعلے اونچے اٹھتے نظر آرہے تھے،

جن وسیع ملکون مین یہ حالات درپیش تھے وہان تیمور کا پہنچنا یقینی تھا،

چودھوان باب

سمرقند

اب تیمور کو سمرقند جانا ضروری ہوا، شہر سبز گو ماوراء النہر مین سب سے زیادہ خوشنما مقام تھا، لیکن جس وقت سے تیمور ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوا سمرقند جسے اقطاعِ شمال کا دروازہ سمجھا جاتا تھا دار السلطنت قرار پایا، اور یہ سلطنت سمرقند کے اطراف مین کم و بیش پانچ سو میل تک پھیلی ہوئی تھی،

سمرقند مین دربار منتقل کرنے سے پہلے امیر تیمور نے اپنے وطن یعنی شہر سبز کو عمدہ عمدہ عمارات سے مزین کیا، اپنے باپ امیر طراغائی کی قبر پر ایک چھوٹا سا مقبرہ بنوایا، باپ دادا کے وقت کے کچی اینٹون کے پرانے محل کو جسین الجائی خاتون آغا کا حسن تیمور کی زندگی کی حلاوت رہ چکا تھا گرا دیا اور اس کی جگہ ایک عالیشان قصر بنوایا جس مین متعدد صحن تھے اور دروازہ بہت رفیع الشان تھا، اس قصر کی تعمیر سپید رنگ کی اینٹون سے کی گئی تھی اور اس رنگ کے باعث تاتاریون مین وہ آق سرا سے (سپید محل) مشہور ہوا[1] جب کبھی کشور کشائی کی غرض سے لشکر ساتھ لیے دنیا مین گشت لگانے سے مہلت ملتی تو زمستان کا زمانہ اسی آق سرائے مین بسر کرتا، شہر سبز کے دھوپ

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۰۰،

کھلے میدانون اور تخت سلیمان کی چوٹی کو دیکھکر جس کی برف کہر کے غبار مین چمکا کرتی تھی تیمور کی بصارت کو ہمیشہ ایک قسم کی راحت محسوس ہوا کرتی تھی،

سمرقند کی گذشتہ روایات نے تیمور کا دل اپنی طرف کھینچ رکھا تھا، بخارا کو دار السلطنت بنانا پسند نہ کیا، سمرقند سے یہ شہر چھوٹا تھا مگر مدرسے، خانقاہین کتب خانے اس مین بکثرت تھے، بخارا وہی مقام تھا جہان صدہا برس پہلے سکندر مقدونی نے مغلوب الغضب ہو کر اپنے وفادار و جان نثار خادم کلائیتوس کو قتل کر دیا تھا، اور یہی وہ شہر تھا جہان ڈیڑھ سو برس پہلے چنگیز خان نے اپنی فوجین مقیم کی تھین،

ابن بطوطہ جس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکو پولو سے بھی زیادہ دنیا کے سیر و سفر مین عمر بسر کی تھی سمرقند کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ دنیا کے بزرگ اور بارونق شہرون مین ایک شہر ہے اور ایک دریا کے کنارے واقع ہے جسے نہر القصارین (دھوبیون کا دریا) کہتے ہین[1] اس کے کنارے پن چکیان بکثرت ہین، دریا سے بہت سی نہرین نکالی ہین جو باغون کو شاداب کرتی ہین، نماز عصر کے بعد دریا کے کنارے لوگ سیر و تفریح کے لیے جمع ہوتے تھے یہان بالاخانون اور مکانون مین مہتابیان ایسی بنی تھین جہان بیٹھکر لوگ چارون طرف کی سیر کرتے تھے میوہ فروشون کی دکانین بھی بکثرت تھین، اس شہر مین بڑے بڑے محل اور یادگار عمارتین اہل سمرقند کی ہمت اور حمیت کی دلیل اب تک موجود ہین، لیکن ان کا بڑا حصہ شکستہ ہے اور شہر کا ایک حصہ

---

[1] سمرقند دریاے صغد کے جنوبی کنارے سے قریب واقع تھا، مگر اس کے مضافات بالکل ہی دریا کے کنارے تھے اس دریا سے کئی نہرین نکلی تھین جنسے شہر کے باغات سیراب کئے جاتے تھے انھی نہرون مین سے ایک کا نام نہر القصارین تھا، ابن بطوطہ نے اسی نہر کو سمرقند کا دریا سمجھ لیا، مگر فی الواقع سمرقند دریاے صغد پر واقع تھا، ۶۱۶ھ ۱۲۱۹ء مین چنگیز خان کے مغلون نے اس شہر کو تقریباً منہدم کر دیا تھا، ابن بطوطہ نے اسے آٹھوین صدی ہجری مین دیکھا، اس وقت شہر کھنڈر پڑا تھا، نام باقی تھا، تیمور کے زمانہ مین یہ شہر پھر آباد اور پر رونق ہو گیا دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۴۶۵ - (مترجم)

بالکل منہدم ہو چکا ہے، شہر پناہ، شہر کے دروازے اور شہر کے باہر باغات بھی نہین ہین،،

تیمور نے سمرقند کو تقریباً اسی تباہ حال مین پایا، اس کے گرد باغ اور شہتوت کے درخت موجود تھے، پہاڑون کی بود و باش مین آفتاب سے گرم رہ کر اور صحت آور باد شمال سے تازگی حاصل کر کے سمرقند کے لوگ خوش اور تندرست رہتے تھے، یہان کی زرخیز زمین مین چار فصلین پیدا ہوا کرتی تھین، نہرون مین پاک صاف پانی بہتا تھا، دریا کا بند باندھکر ایک جھیل سطح زمین سے اونچی بنائی تھی، یہان سے سیسے کے نلون کے ذریعہ ہر گھر مین پانی پہنچتا تھا، زیادہ محنت و مشقت کی اہل سمرقند کو ضرورت نہ تھی، قرمزی کپڑا جسے ہم کرموازی کہتے ہین اور جس نے سرخ رنگ اور ایک کپڑے کے لیے ہماری زبان مین ایک لفظ پیدا کر دیا ہے، یہان خوب بُنا جاتا تھا، کارگاہون کی کھٹ کھٹ اور پانی کے گھنٹون سے جو اہل سمرقند کی صنعت کا نمونہ تھے پانی کے قطرون کے گرنے کی آواز ہر وقت سنائی دیتی تھی، کاغذ جو تمام دنیا مین بہترین سمجھا جاتا تھا وہ بھی یہین کی ساخت ہوتا تھا مشرق اور مغرب کی تجارت کا مال اسی شہر کے دروازون سے گذرتا تھا شہر مین کسی محراب کے سایہ مین نجومی بھی بیٹھا ہوتا جس کی باتین اور خبرین خالی از لطف نہ ہوتین، کہین سدھے ہوئے بکرے کا ناچ دیکھنے مین بھی کچھ کم لطف نہ آتا، شہر کے کھنڈر تو پھر کھنڈر ہی تھے، مگر لوگ کہتے تھے کہ "خدا نے جو کچھ کیا اچھا کیا"

اہل شہر امیر تیمور گورگان کی خدمت مین حاضر ہو جانے کو اپنے حق مین بہتری سمجھکر حاضر ہو گئے، اور امیر کو "شیر نیستان" "کشور کشا" اور "گورگان" (قسمت کا یاور) کہنے لگے، اسکی شان و شوکت کو دیکھکر اُن کی ہمتین بڑھین، لباس اور پوشاک کے وہ بڑے میسر تھے، اور انھین یاد تھا کہ دس برس ہوئے یہی شخص ان مین اس طرح سے گذرا تھا جیسے روشنی مین سے پرچھائین

گذر جاتی ہو، اہل سمرقند کو یہ بھی یاد تھا کہ انھون نے سرحد کے مغلون کو جب انھون نے یورش کی تو کس طرح پسپا کیا تھا، گو یہ سچ ہے کہ ان کی کمک پر ایک وبا بھی تھی جو دشمن مین پھیل گئی تھی حریر پہننے والے امراء اور سردار، زین ساز، کوزہ گر، گھوڑون کے سوداگر اور بردہ فروش سب خوش تھے کہ تیمور نے ان پر سے محصول معاف کر دیئے، لیکن اس کے ساتھ تیمور نے ان لوگون سے پوری مشقت بھی لی،

شہر پناہ جہان جہان سے ٹوٹ گئی تھی تیمور نے اپنے سامنے اُن کی مرمت کرائی، چوڑی چوڑی سڑکین شہر کے دروازون سے لیکر وسط شہر کے بازار (راس الطاق) تک تیار کرائین سڑکون کا فرش پتھر کی سلین لگا کر سنگین کرا دیا، شہر کے جنوب مین ایک پہاڑی تھی جس پر ادنی قسم کے مکانات بنے ہوئے تھے، امیر کے حکم سے جس پر عمل کرنا ناگزیر تھا یہ مکانات توڑ دیئے گئے اور پہاڑی بالکل صاف کر دی گئی، اس صاف جگہ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی گئی،

شہر سے دریا تک جہان تیمور کا لشکر ٹھہرا کرتا تھا سڑکین بنوا دین اور باغون کے گرد دیوارین تعمیر کرائین، جابجا پانی کے پختہ تالاب تیار کرائے، دور کے نیلگون پہاڑون سے سنگ خارا کاٹ کر بیلون کے ٹھیلون پر لادے گئے، اور پھر ان ٹھیلون کو سمرقند پہنچایا گیا، ہرات اور ارگنج کے کاریگر فوجی رسالون کی حراست مین دارالسلطنت مین لا کر آباد کئے گئے، غیر ملکون کے سفیرون کی سواریان سڑکون پر جن کے دو طرفہ سر درختیان تھین نکلتی نظر آیا کرتین اور شہر کی سرائین مسافرون سے بھری رہتین،

شہر کا رنگ بھی بدل گیا، تاتاری فیروزی رنگ کو جو آسمان کے گنبد، گہرے پانی اور بلند سے بلند پہاڑی سلسلون کا ہوتا ہے، بہت پسند کرتے تھے، تیمور نے ہرات مین نیلے رنگ کا

روغنی کام عمارتون پر دیکھا تھا، اور اب سمرقند مین بجائے خاکی رنگ کے عمارتون کے در و دیوار برج و گنبد سب فیروزی رنگ مین جھلکنے لگے، اس لاجوردی زمین پر سپید و سنہری تحریرین اور نقش و نگار عجیب بہار دیتے تھے،

اسی لاجوردی و نیلے رنگ کی وجہ سے سمرقند کو گوک کند یعنی نیلا شہر کہنے لگے۔

سمرقند کے لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ امیر تیمور اور امیرون کی طرح نہین ہے، "پنجہ تیمور" ضرب المثل ہو گیا، جس سے مراد پنجۂ فولاد تھا، جس وقت تیمور اپنے مرکب خنگ اوغلان پر جو بڑے چوڑے چکلے ہاڑ اور چمکتے رنگ کا جانور تھا سوار ہوتا تو لوگ اُسے دیکھتے ہی رستہ چھوڑ دیتے، امیر کے جلو مین وزرائے شمشیر اور امرائے باوقار ہوتے جنکو مختلف ولایات کی حکومت سپرد تھی اور گرد راہ مین قرمزی اور روپہلی رنگ چمکتے نظر آنے لگتے، تیمور جس وقت مسجد کے دروازے سے برآمد ہو کر محراب مین قیام کرتا اور ملا اور مشائخ لمبے لمبے جبے پہنے ہوئے اس کی تعریف کرتے اور فقیر اُسے اَن داتا کہکر صدا لگاتے تو بہت کم لوگون کو اس کے سامنے آنے کی جرأت ہوتی، کیونکہ یہ دراز قامت فرمانروا انھی لوگون کی فریاد سنتا تھا جنھون نے لڑائیون مین اس کی خدمت کی تھی، اگر شہر کے دو آدمی ایک دوسرے کو کسی جرم سے متہم کرتے تو تیمور بہت جلد قول فیصل سنا دیتا، اور دونون مین سے ایک کا سر جلاد اشارہ پاتے ہی اڑا دیتا،

شہزادی خانزادہ کا اورگنج سے سمرقند آنا شہر کے لوگون کو مدتون یاد رہا، اس دن شاہراہ کی منزلون مین قالینون کا فرش تھا، بیت

بہر منزلے مجلسے ساختند   بہشتے نو آئین بہ پرداختند

تیمور کے لشکرگاہ کی زمین پر زربفت بچھا تھا، ع ہمہ پشت زمین شد ردے دیبا،

شہزادی خانزادہ اُشترِ سپید پر شغدف مین بیٹھی چہرہ پر نقاب ڈالے نظر آئی سواری کے گردشہ سواروں کے دستے تھے، جلو مین گھوڑون اور اونٹون کی قطارین تھین، جنپر دلہن کا جہیز رکھا تھا، تیمور کے امرائے عظام اور تواچیان جو عروس کے استقبال کے لیے پہلے ہی روانہ ہوئے تھے اس وقت اپنے پھریرے اور پرچم اڑاتے ہوئے سواری کے ساتھ تھے،

اور اب غروب آفتاب کے بعد جبکہ خشک ہوا کے جھونکے خیمہ وخرگاہ کو ہلا ڈالتے تھے اکاکیا کے درختون مین جنمین گلِ ابریشم کھلے ہوئے تھے، زرد قندیلین روشن کی گئین، صندل اور عود کا دھوان سراپردے کی اونچی چوبون کے گرد بل کھا کر اٹھنے لگا، تیمور مہمانون مین آیا، غلامون نے اہلِ دستار پر زرو گوہر نثار کیے،

مورخ لکھتا ہے کہ ہر جگہ شادی وفرح غالب تھا، رنج کا کہین گذر نہ تھا "نام ونشان غم چنان گم شد کہ بادۂ غم گسار بیکار ماند" سراپردۂ شاہی کی چھت گیری آسمانی رنگ کی تھی اور اسمین جواہرات کے ستارے ٹکے تھے، عروس کی خلوت گاہ پر زربفت کا پردہ پڑا تھا، اور دلہن کی سیج کوہ قاف کی ملکہ کی سیج سے بھی زیادہ حسن وجمال رکھتی تھی،

شہزادی خانزادہ جس قدر جہیز لے کر اپنے نوشہ جہانگیر کے گھر آئی تھی وہ مہمانون کو دکھایا گیا، تیمور نے ایک دوسرے شامیانے کو ان تحائف سے بھر دیا جو اپنے فرزند کی طرف سے عروس کو دیے

لہ ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۲،

چہ از تاج پرمایہ وتخت زر	چہ از یارہ وطوق وزرین کمر
بسے زیور از گوہر شاہوار	بسے خاتم ویارہ وگوشوار
بسے درج وصندوق با قفل زر	پر از لعل ویاقوت ودر وگہر
ز پوشیدنی وزگستردنی	ز ہر چیز کان بود آوردنی
کت وخیمہ وخرگہ وکندلان	ز ہر گونہ چندان کہ صد کاروان

تھے، ان مین کمر بند طلائی، سیم وزر، یاقوت والماس، مشک وعنبر، خز وحریر، دیبا وزربفت تھا اور ولایت خطا کے بنے ہوئے ریشمین لباس تھے جن پر زری کا کام تھا، اوران چیزون کے ساتھ عمدہ گھوڑے اور حسین باندیان بھی تھین[1]، مورخ ان چیزون کے بیان اور تعریف مین کچھ دیر تک مصروف رہا ہے، اور لکھتا ہے کہ شادی کے دنون مین ہر روز ایسی ہی بیش بہا چیزون کا ایک پورا خزانہ خالی کردیا جاتا تھا، بیت

بدین گونہ چندے بہ بزم شہی ‌ ‌ ‌ ‌ ہمی کرد ھر روز گنجے تہی

کیا عجب ہے کہ جس وقت تیمور نے اپنے لخت جگر جہانگیر کو نوشہ اور شہزادی خوارزم کو عروس بنے دیکھا ہوگا تو اس کو اپنی وہ رات یاد آئی ہوگی جب کہ الجائی خاتون لشکرگاہ مین دلہن بنکر آئی تھی اور اس کے آتے ہی نقارے اور شادیانے بجنے لگے تھے اور جسوقت الجائی ریگستان مین پیادہ پا تیمور کے ساتھ چل رہی تھی تو ہنس ہنس کر کہتی تھی کہ "اب اس سے زیادہ اور کیا لکھا پورا ہوگا کہ پیدل چلنا پڑ رہا ہے"۔

مگر خانزادہ کی تقدیر کچھ اور ہی تھی، وہ ایک فاتح کے فرزند اکبر کی پہلی بیوی تھی، جہانگیر اپنا دربار خیل وحشم علٰحدہ رکھتا تھا، خانزادہ کے حسن وجمال پر اُسے ناز تھا، یہی باتین تھین کہ ایکمرتبہ شہزادی خانزادہ نے امیر تیمور کو کسی قدر برہم کردیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۶،

زدینار و یاقوت و مشک و عبیر ‌ ‌ ‌ ‌ زدیبائے زربفت و خز و حریر
زچینی نسیج و خطائی پرند ‌ ‌ ‌ ‌ گذشتہ زاندازۂ چون وچند
زروزیور و گوھر شاہوار ‌ ‌ ‌ ‌ وزان گونہ چیزے کہ آید بکار
بسے جامہائے گرانمایہ نیز ‌ ‌ ‌ ‌ پرستندۂ واسپ وہر گونہ چیز

لیکن خانزادہ نے فوراً عرض کیا، "اے امیر فاتح وہ ہے جو بادشاہ اور فقیر دونوں کا قصور معاف کردے، اگر کسی سے خطا ہوئی ہو تو عفو تقصیر کرے، کیونکہ جب دشمن خواستگار معافی ہو تو پھر اس کو دشمن نہین تصور کرنا چاہیے، ایک فاتح جب کوئی چیز کسی کو بخشتا ہے تو اس کے معاوضے کا وہ متوقع نہین ہوتا، | وہ کسی ایک شخص کی دوستی پر حصر نہین کرتا، اور نہ اس کا غضب صرف ایک ہی دشمن پر نازل ہوتا ہے، کیونکہ سب اس سے ادنیٰ ہوتے ہین اور اس کو سب پر قدرت حاصل ہوتی ہے"۔ ۱۰۱

تیمور نے کہا "ہان، میرے خدمت مین بڑے بڑے عظیم الاقتدار امراء، ایل والوس حاضر رہتے ہین، لیکن ایک گدائے بے نوا کے الفاظ نے مجھے اس وقت متردد کر دیا ہے"۔

خانزادہ کی ذہانت و فراست سے تیمور خوش ہوتا تھا، گو وہ یہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتی ہے اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کی سفارش مین کہتی ہے، جب جہانگیر کے گھر مین خانزادہ کے بطن سے پہلا بیٹا پیدا ہوا تو تیمور کو اس خبر سے بے انتہا مسرت ہوئی،

تیمور نے خود اپنی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد سرائے ملک خانم (دلشاد آغا) سے نکاح کیا تھا، سرائے ملک خانم کا پہلا شوہر امیر حسین پسر قزغن تھا، پرانے مغلون مین یہ دستور تھا، کہ خاندانِ شاہی کی مستورات اگر ان کے شوہر لڑائی مین مارے جاتے تھے تو وہ نئے بادشاہ کے محل مین داخل کر لیجاتی تھین، دلشاد آغا نسلِ چنگیز خان سے تھی،

سرائے خانم (دلشاد آغا) تیمور کی بیوی اور ملکہ تھی، خیمہ و خرگاہ مین گھر کی مالک وہی تھی؛ جس وقت تیمور لڑائی کے میدان مین ہوتا اور سرائے خانم ساتھ ہوتی تو سرداران جنگ اسکی تعظیم و تکریم کا فرض ادا کرتے رہتے، شرفاے تاتار کی اور عورتون کی طرح ملکہ سرائے خانم بھی کثیر الاولاد

ثابت ہوئی، اکثر شکار مین تیمور کے ساتھ رہتی تھی، شوہر کی بڑی وفادار بیوی تھی، پوتے پوتیان نواسے نواسیان سب اس عفیفہ کے گرد جمع ہو کر دولت گورگانی کا دم بھرتے تھے،

تیمور سمرقند مین بہت کم نظر آتا تھا، سرحدون سے قاصد یا شتر سوار اس کی خبرین لایا کرتے یا کسی شہر کی فتح کے بعد وہان کا مال غنیمت جب گاڑیون مین بھرا ہوا شہر مین آتا تو لوگون کو معلوم ہوتا کہ امیر کہان اور کس حال مین ہے، ماوراء النہر مین اب بالکل امن ہو گیا تھا، تیمور ہر سال سمرقند سے مغرب کی سمت مین خراسان کی سڑک سے نیشاپور اور مشہد کی زیارت گاہون سے ہوتا ہوا بحر خزر کو جایا کرتا تھا، اہل سمرقند نے سنا کہ قوم سربداری کو جس نے مدت سے تاخت و تاراج کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا تیمور نے نیست و نابود کر دیا،

بلاد شمال کی طرف مراجعت کرنے کے حالات لوگون کو بہت کم دریافت ہوتے تھے لیکن ایک مرتبہ وہ جتہ مغلون کے دارالریاست تک بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ گیا تھا، سمرقند کی کاروان سراؤن مین قصے بیان ہوا کرتے تھے کہ دشت گوبی کی ریگ روان مین تیمور گورگان کا کس طرح گذر ہوا، قمر الدین نے جو جتہ کا آخری خان تھا تیمور سے لڑنے کی جرأت کی، مگر شکست کھائی، اس کا گھوڑا پکڑ لیا گیا، اور وہ خود میدان سے تن تنہا فرار ہوا[۱]،

تیمور نے اپنے فرزند جہانگیر کو لکھا کہ "پہلے تو ہم نے آگ کے شرارون کو بجھایا تھا، مگر اب آگ ہی کو بالکل سرد کر دیا"

جس وقت تیمور ولایت خطا والی سڑک سے جو طول مین ایک ہزار میل تھی سمرقند پہنچا ہے،

---

[۱] اس واقعہ کے حالات کے لیے دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۶۸،

تو شہر کے لوگ شہر کے باہر والے باغون سے بھی آگے بڑھکر استقبال کو حاضر ہوئے، مگر یہ سب لوگ سیاہ پوش اور بالکل خاموش تھے،

امیر سیف الدین جو امرا مین سب سے زیادہ عزت رکھتے تھے چند افسرون کے ساتھ تیمور کی طرف بڑھے، ان سبھون نے سرون پر خاک ڈال رکھی تھی، تیمور نے جب ان کو آتے دیکھا تو گھوڑے کی راسین کھینچین، امیر سیف الدین گھوڑے سے اترے کچھ دور پیدل چلے اور قریب آکر امیر تیمور کی رکاب پکڑ لی، اوپر نہ دیکھا،

تیمور نے کہا "کہئے کیون نہین، ڈرتے کیون ہو"

امیر سیف الدین نے عرض کیا "ڈرتا نہین، مگر ہیہات، عالم جوانی مین کہ ابھی قوئی پوری توانائی کو نہ پہنچے تھے حضور کے لخت جگر نے سفر آخرت اختیار کیا"

شہزادہ جہانگیر کی بیماری کا حال امیر تیمور کو کسی نے نہین لکھا تھا، تیمور کی واپسی سے کچھ دن پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا، سیف الدین نے جو شہزادہ کے اتالیق تھے اتنی ہمت کی کہ باپ کو بیٹے کے مرنے کی خبر دی،

تیمور نے سیف الدین سے کہا "جاؤ، اپنے مرکب پر سوار ہو" جب بڈھے سیف الدین گھوڑے پر سوار ہو لیے تو تیمور نے جلو کے سوارون کو آہستہ قدم چلنے کا حکم دیا، اب تمام فوج کو جو تیمور کے ساتھ تھی جہانگیر کی موت کا حال معلوم ہو گیا، فوج آخر کار سمرقند مین داخل ہوئی،

اسی شب کو جہانگیر کے قرنا اور نقارے جو زندگی مین اسکی آمد کی خبر دیا کرتے تھے تیمور کے سامنے لاکر توڑ دیئے گئے تا کہ پھر کوئی ان کو نہ بجا سکے، تھوڑی دیر تک تیمور نے لب بند کر کے اس تکلیف کو ضبط کیا، اپنی چیزون مین جہانگیر سے زیادہ کسی سے اس کو الفت نہ تھی،

پندرہوان باب

سیراوردہ

اب جو کچھ گذرا اس کے سمجھنے کے لیے سو برس پہلے کے واقعات اور قوبلائی پسر تولی پسر چنگیزخان کی طرف یا یہ سمجھیے کہ قوبلائی خان کے زمانے مین جو سلطنتین مغلون کی تھین ان کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے،

چنگیزخان کی فتوحات اس قدر جلد اور وسیع پیمانہ پر ہوئی تھین کہ کل بلاد و امصار مفتوحہ پر کسی شخص واحد کا بڑی مدت تک حکمران رہنا نہایت مشکل تھا، چنگیزخان کا پوتا قوبلائی خان گو آج تک خاقان کا درجہ رکھتا تھا اور چنگیزخان کی جسقدر اولاد اس وقت فرمانروائی کر رہی تھی، ان کا سر خاندان اور افسر بالا تھا، لیکن اپنی ذات سے وہ صرف ولایت خطا[1] کا فرمانروا تھا، یعنی اپنے پایہ تخت خان بالغ (پیکنگ) مین بیٹھکر دشت گوبی کے بلاد اور کوریا کے ملک اور چین خاص پر حکمرانی کرتا تھا، باقی تمام مغلی ممالک مین چنگیزخان کے اور پوتے صاحب حکومت تھے مگر ہمیشہ آپس مین لڑتے رہتے تھے،

ان کی لڑائیان گھر کی لڑائیان تھین، مگر بڑی وحشت ناک اور نا مختتم جن کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا

---

[1] ولایت خطا سے مراد ملک چین کا معتدبہ شمالی اور وسطی حصہ ہے، (مترجم)

تھا، باوجود اس کے مغلون کی سلطنتین ابھی تک صحیح و سلامت تھین، سفیرون کی آمد و رفت، کاروانون
کے راستون سے مال تجارت کا گذرنا بدستور جاری تھا، شمالی سڑک جو یورپ مین روما سے موسکو
(مسکو) اور موسکو سے وسیع میدانون مین گذرتی ہوئی المالغ[1] اور المالغ سے دشت گوبی کو طے
کرتی ہوئی خان بالغ (پیکنگ چین) تک آئی تھی مسافرون اور قافلون کے لیے کھلی ہوئی تھی؛
اسی طرح دار الخلافت بغداد سے خان بالغ (پیکنگ) تک سڑک جاری تھی، چنانچہ تولائی خان
کی وفات کے ایک پشت بعد ایک اولوالعزم عرب (افریقہ کے گوشہ شمال مغرب کے شہر طنجہ کا رہنے
والا) ابن بطوطہ نامی سیر و سفر کو اٹھا اور اس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکو پولو سے بھی زیادہ دنیا
کی سیاحت کی، ۷۴۱ھ ۱۳۴۲ء مین انھی سڑکون سے راستہ طے کرتے ہوئے پاپائے رومہ بینی دکت
دوازدہم کے ایلچی ولایت خطا پہنچکر خاقان کے دربار مین حاضر ہوئے تھے، المالغ خاقان جتہ (یعنی
اولاد چغتائی پسر چنگیز) کا پایہ تخت تھا، یہان عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے ایک پرانا مشن مدت
سے موجود تھا، جو یورپ کے ذہن سے تقریباً محو ہو چکا تھا،

لیکن اب مغلی سلطنتون کے سلسلہ کی ایک کڑی (باشندگان خطا کی سخاوت کی وجہ سے)
غائب ہو چکی تھی، جنوب مغرب مین ایک عرصہ سے ایل خانیون کی سلطنت ایروشلم سے ہندوستان
تک قائم چلی آتی تھی، ۷۰۵ھ ۱۳۰۵ء تک ان ایلخانی بادشاہون کے دربار مین ایڈورڈ اول بادشاہ
انگلستان اور جیمس ثانی بادشاہ ارغون (اسپین) اور قسطنطنیہ کے یونانی قیصر اور بادشاہ
۱۰۴ آرمینیہ کے ایلچی سفر کی صعوبتین اٹھا کر حاضر ہوتے رہے تا کہ مغلون کے بادشاہ خان اعظم

[1] المالغ یا المالیق سلطنت چین مین مغولستان کے شمالی مغربی سرحد کے قریب ایک بڑا شہر مغلون کا بسایا ہوا تھا، اس کے کھنڈر شہر کلجہ کے قریب جو اس سرحد سے نزدیک دریاے ایلہ پر واقع ہے دریافت ہوئے ہین، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحہ ۴۸۷،

کی خوشنودی کو اپنے حق مین برقرار رکھین،

یہی زمانہ تھا کہ عیش وعشرت کی بلائے بد اور ایرانی ریاستون کے حاکمون کی سازشون، عرب اور ملوک مصر اور اہل فارس کے حملون اور یورشون نے دولت ایل خانی کو معرض زوال مین ڈالا اور بدعملی پھیل گئی، اسی زمانہ مین خطا کے مغل خاقان سے باشندگان چین نے سرکشی کی اور خاقان نے اپنے مغل قبیلون کو چین سے نکال کر دشت گوبی کی طرف جو ان کا اصلی وطن تھا ہٹا دیا، ان مغل خاقانون کو جو چین پر ملک رانی کرتے تھے چین کے تمدن نے ناکارہ کر دیا تھا، فتح وظفر کا راز جس سے وہ پہلے خوب آگاہ تھے اب انھین یاد نہ رہا تھا۔ اپنے حال پر انھین حیرت بھی ہوتی تھی اور غصہ بھی آتا تھا، بہرکیف چینیون نے انھین ہٹاتے ہٹاتے دیوار چین کی پشت تک پہنچا دیا، پھر بھی قبائل مغل گاہے گاہے چین پر یورشین کرتے رہے، مگر فاتح کی حیثیت سے بڑی شاہراہون سے گذرتے ہوئے پھر وہ کبھی نظر نہ آئے،

مغلون کی سلطنتون مین سب سے چھوٹی سلطنت جتہ مغلون کی تھی جتہ کے نام سے چغتائی پسر چنگیز خان کی اولاد پکاری جاتی تھی، امیر قزغن "شاہ ساز" نے جتہ سے ان کی سلطنت کا جنوبی حصہ چھین لیا تھا، ۷۷۷ھ ۱۳۷۵ء مین امیر تیمور نے ان کو ان پہاڑون سے جو ان کے دارالحکومت المالیق کے گرد تھے اور جس پر ان کا قبضہ تھا نکال باہر کیا،

تیمور جس وقت اقطاع شمال کی طرف بڑھا تو اس نے پہاڑی سلسلون ہی کو جو سدراہ تھے عبور نہین کیا بلکہ ان سرزمینون پر بھی وہ ایک دیو ہیب کی طرح اس طرح پاکشادہ کھڑا ہو گیا کہ شمال کی شاہراہین (جنھون نے یورپ اور ایشیا کو طے کیا تھا) اس کے قدمون کے نیچے سے گذرتی نظر آنے لگین اور بلاقصد وعلم ان وحشی قومون کے گھر تک پہنچ گیا جو ارض جنوب مین تاخت وتاراج کے لیے یورشین

کیا کرتی تھین، یہ قومین سیتھین، آلان، ہونی، ترک اور مغل تھین جو ایشیا کے میدانون اور صحراؤن مین آوارہ گردرہتی تھین، انھی قومون سے تیمور کے آباو اجداد تھے اور انھی کی اولاد یعنی اپنے بھائی برادرون کو تیمور اپنے قابو مین لایا، یا یہ سمجھنے کہ ایک صاحب تمدن نے ایسے عزیزون کو جو تمدن نہ رکھتے تھے صحرا کی طرف بھگا دیا،

۷۷۲ھ (۱۳۷۰ء) سے ۷۸۲ھ (۱۳۸۰ء) کے دہ سالہ زمانہ مین قدیم (چنگیز خانی) سلطنت مغلیہ کا تین چوتھائی حصہ نقشے پر سے مٹ گیا، بڑی بڑی راہین جنکا گذر ملکون ملکون مین سے ہوا تھا بند ہوگئین، لیکن مغلون کی سلطنت کا سب سے اہم اور مضبوط حصہ سلامت رہا، یہ حصہ تیمور کی قلمرو کے شمال اور مشرق مین تھا اور اس کا نام سلطنت سیراوردہ تھا،

سلطنت سیراوردہ[۱] کی ابتدا جوجی خان سے ہوئی جو چنگیز خان کا سب سے بڑا فرزند تھا، سیراوردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ باتو خان پسر جوجی خان کے سراپردہ کا گنبد زری کا تھا، (سیر تاتاری زبان مین

---

[۱] سیراوردہ مین ذیل کے قبیلے شامل تھے،

(۱) (ایشیا) قبائل جو دریائے سیحون (سیردریا) کے شمال مین پرانی سلطنت قراختائی مین آباد تھے (یہ سلطنت چنگیز خان نے فتح کرکے اپنے سب سے بڑے فرزند جوجی کو تفویض کی تھی، جوجی کا انتقال باپ کی زندگی مین ہوگیا تو اسکا فرزند اوردہ خان ان قبیلون کا خان ہوا)

(۲) (یورپ) قبائل جنکو باتو پسر جوجی نے یورپ مین فوجکشی کرکے اپنی حدود سلطنت کو بڑھانے کے وقت اپنا تابع کیا، نیز وہ قبیلے جنکو ترکی خانات قپچاق سے تعلق تھا،

(۳) (یورپ) قبائل جو باتو پسر جوجی کی حدود حکومت سے بھی شمال مین آباد تھے یہی دریاے ولگہ (رود آتل) کے بالائی اقطاع یعنی بلغاریہ عظمی کے قبیلے تھے اور انکو تکہ تمو پسر جوجی نے اپنا مطیع بنایا تھا (ان اقطاع کا موقع یورپین روس کے مشرقی اور وسطی اضلاع تھے)

سونے کو کہتے ہین اور اوردہ یا اردو کے معنی خیمے یا سراپردے کے ہین) سیراوردہ کے قبیلے خوب پھولے پھلے کیونکہ مغربی ایشیا اور روس کے وسیع میدان خانہ بدوش قومون کی ضرورتون کیلئے بہت اچھے تھے قبائل سیراوردہ کی نسل اوران کے مواشی بڑھتے گئے اور ڈیڑہ سو برس تک انھون نے یورپ کا ناطقہ بند رکھا،

تیمور کی ولادت کے وقت سلطنتِ سیراوردہ کی قوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، کھلے میدانون مین زندگی بسر کرنے کی عادت اور قتل وغارت کا مزہ پڑا ہوا تھا، ان چیزون نے لڑائیون کے لیے قبائل سیراوردہ کو خوب مضبوط ومستعد بنائے رکھا بلکہ جارحانہ حیثیت سے بھی بڑھ کر جابر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) (۴) (یورپ ایشیا) قبائل جو اوردہ پسر جوجی کی حدود سلطنت سے شمال مین اس ملک مین بستے تھے جسے آجکل قرغیز قزاق کا ملک کہتے ہین ان اقطاع مین شیبان پسر جوجی حکومت رکھتا تھا،

(۵) (ایشیا) قبائل جو دریاے یورال (یایق یا جایک) اور دریائے یمبہ کی درمیانی زمینون مین آباد تھے، ان قبائل کا قدیم نام پیچی نیک تھا جو بعد کو نوغائی ہوگیا، ان کا فرمانروا تیول پسر جوجی تھا،

دوسرے الفاظ مین سیراوردہ سے مراد قبائل قپچاق مغربی اور قبائل قپچاق مشرقی تھا، مغربی قپچاق کا مسکن وہ ملک تھے جو دریاے نیپیر اور دریاے ولگہ (اتل) سے سیراب ہوتے ہین، یہ ملک وسعت مین شرقاً غرباً دریائے یورال سے دریائے نیپیر تک اور شمالاً جنوباً بحر اسود اور بحر خزر سے لیکر لووک تک پھیلا ہوا تھا۔ (ہوورتہ جلد ۲-۳۶-۱۹۴) مشرقی قپچاق کا ملک دریاے سیحون کے زیرین حصون سے لے کر کوہ کوچک تارغ تک تھا، اس قطعہ کے مغرب مین باتوخان کے قبائل کوک اوردہ، شمال مین شیبان کے قبائل اوزبک، مشرق مین خانات چغتائیہ، جنوب مین دشت قزل قسم اور سلسلۂ کوہ اسکندر تھا، (ہوورتہ جلد ۲ صفحات ۲۱۶-۳۶۲)

(اس کل نوٹ کے لیے ملاحظہ ہو لین پول کی کتاب اسلامی خاندانہائے شاہی صفحات ۲۲۲-۲۳۱)

خاندان باتو کے تحت مین جس قدر قبائل تھے جن کا نام اوپر لیا گیا ان سب کے لیے ایک عام لفظ سیراوردہ بنا لیا گیا تھا. باتوخان کا پایہ تخت سرائے کا شہر تھا، جو دریاے وولگہ (اتل) کے دہانے سے شمال مین تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اسی دریا کی ایک شاخ کے کنارے جس کا نام بختبہ تھا واقع تھا، (مترجم)

اور سفاک ثابت کر دیا،

یہ خانہ بدوش تو مین برف کے ملکون مین آوارہ گرد رہتی تھین، شمال کے میدانون سے جہان تیز و تند ہوائین چلا کرتی تھین ان کی عورتین اور بچے بند گاڑیون مین گذارا کرتے تھے، گاڑیون مین بیل جُتے ہوتے تھے اور یہ گاڑیان ان کا گھر ہوتی تھین اور انھی گاڑیون کے شہر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے، باورچی خانہ بھی گاڑی ہی پر ہوتا تھا، اور خاکی نمدے کی گنبد دار مسجدین بھی گاڑیون ہی پر رکھی ہوتی تھین کبھی کبھی یہ خانہ بدوش بالکل شمال مین جہان صحرا کے نہایت سبزا و نچے اونچے درختون کی قطارین گھاس اُگنے والی زمینون کی حد قائم کرتے ہین ایسے قلعون مین پناہ لیتے تھے جن کے در و دیوار برج اور آثار سب لکڑیون کے موٹے موٹے کُندون کے ہوتے تھے،

ان لوگون مین بہت سے نیم بت پرست تھے، لمبے لمبے بالون والے شامان جنکی پٹی مین چھوٹی چھوٹی لوہے کی مورتیان آویزان ہوتی تھین مسجد کے ملاؤن کے پاس جا بیٹھتے تھے کہین مسجد والی گاڑیان کھڑی ہوتین اور ان کے سامنے پلے ہوئے ریچھ زمین پر پڑے سوتے ہوتے، گھوڑون کے گلّے چراگاہون مین چھُٹے چرا کرتے، مگر ان چراگاہون کو بھی قرار نہ تھا کبھی وہ یہان ہوتے کبھی وہان، گھوڑون کا شمار نہ تھا اور بھیڑون کا تو کچھ کہنا نہین، کتے جو بھیڑون کی رکھوالی کرتے تھے وہی ان کی گنتی بھی کر سکتے ہونگے،

ان قبائل مین جو لوگ صاحب حکومت تھے وہ مغل تھے، باقی ان ہی زمینون کے متوطن تھے جنھین ہمارے بزرگ "سایلے اور آسیب کا ملک" کہا کرتے تھے، ان کے نام بھی قطب شمالی کی قومون کے نامون کی مثل تھے، مثلاً قپچاق (صحرائی) کنکلی یا قنقلی (اونچی گاڑی) قزاق

قیر غیز، مردوا، بلغار، آلان وغیرہ وغیرہ، انھی میں یورپ کے جلیسی اور جینوی بھی تھے جو پھیری والے تاجر بنکر یورپ میں پھرا کرتے ہیں، علاوہ ان کے کچھ آرمینیہ کے لوگ اور بہت سے روسی بھی تھے، مگر سب سے بڑھی ہوئی تعداد ترک و تاتار کی تھی، بہر کیف آسانی اسی میں ہے کہ قوموں اور قبیلوں کے اس پورے مجموعے کو سیراوردہ کہیں،

یہ قبائل تیمور کے تاتاریوں کے بھائی بند تھے، ترچھی آنکھیں، چھدری ڈاڑھیاں، ہاتھ پاؤں اور چہرے کی رگیں ابھری ہوئیں، ارادے کے پکّے اور بلا کے جفاکش، قاقم اور ریشم کے دگلے پہننے والے لوگ تھے، ہتھیار بھی عمدہ قسم کے رکھتے تھے، اور اس زمانے کے روسیوں کے مقابلے میں ان میں وحشت بھی کم تھی، کاریگر بھی اچھے تھے، روسیوں کے لیے سکہ بناتے تھے تاکہ روسی خراج میں وہی سکہ انکو واپس کریں، حساب کرنے کی کلیں بھی بنا کر ان کے ہاتھ بیچتے تھے تاکہ جس وقت جبراً ان سے روپیہ وصول کیا جائے تو انھی کلوں پر حساب کر کے رقم ادا کریں، کاغذ بھی اچھا بنا کر روسیوں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور اسی کاغذ پر روسی شہزادوں کے نام حکمنامے اور فرامین لکھکر جاری کرتے تھے،

۱۰ خانانِ سیراوردہ اپنے تخت گاہ سرائے یا استراخان میں بیٹھے دور سے ملک روس پر حکومت کا ڈنکا بجاتے تھے، روس کے داعیان ریاست تحائف اور زرِ خراج لے کر انکی خدمت میں حاضر ہوا کرتے مگر قبائل سیراوردہ خود روس میں اس وقت وارد ہوتے جب کہ یہ والیانِ ملک خراج دینا بند کر دیتے، اور ان کے وارد ہونے کی غرض یہ ہوتی کہ روسیوں کے شہر جلادیں قتل و غارت کا بازار گرم کریں اور جو چیز پسند آئے خرجیوں میں بھر کر چلتے بنیں،

مشرقی یورپ کے سیاسی توازن کی میزان انھی مغلوں کے ہاتھ میں تھی، اس کے کچھ مدت

بعد انھون نے پولستان کے وسطی حصون پر حملہ کردیا، یہ حملہ ایک خان کی سرکردگی مین ہوا تھا جس نے قیصرِ قسطنطنیہ کی بیٹی سے شادی کی تھی، دارالحکومت سرائے مین تاجران وینس اور جنیوا کے گماشتے حاضر ہوتے تھے، ان تاجرون نے سیرآوردہ کی قلمرو مین تجارت کی منڈیان جابجا قائم کررکھی تھین،

صرف موسکو کے والی ریاست ڈیمیتری نے خانِ سرائے کی قوت کو صدمہ پہنچایا، اس نے روس کے تمام والیانِ ریاست کو جمع اور ڈیڑھ لاکھ تلوار چلانے والون کو بھرتی کرکے ممائی کا مقابلہ کیا، اور دریاے دون کے کنارے اس فوج کو لاکر اس سے لڑا، ممائی کو شکست ہوگئی، روسیون کے لیے یہ دن بڑی خوشی کا تھا مگر یہ خوشی کا دن جلد ختم ہوگیا اور روسیون کو کہنا پڑا کہ "ہم نے تلوار اٹھائی لیکن اپنے باپ دادا سے بھی زیادہ مصیبتون مین گرفتار ہوگئے جنھون نے مغلون کی اطاعت قبول کی تھی"

اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ قرم (کرائمیا) کا خان توقتمش اپنے عزیزون یعنی سیراوردہ سے بھاگ کر تیمور کے دربار مین پناہ لینے آیا، یہان پہنچا ہی تھا کہ ایک سردار گھوڑے پر سوار تیمور کے پاس آیا، یہ سردار سیراوردہ کا ایلچی تھا،

ایلچی نے تیمور سے عرض کیا "اے امیر، ارس خان بادشاہ مشرق ومغرب، سلطانِ سرائے واسترا خان وامیر کوک اوردہ وآق آوردہ وخاقانِ صبیر نے آپ سے کہا ہے کہ توقتمش نے میرے فرزند کو مار ڈالا ہے اور وہ آپ کے پاس پناہ کے لیے چلا آیا ہے، توقتمش کو فوراً واپس کیجیے ورنہ مین آپ سے جنگ کرون گا اور اس جنگ کے لیے بہت جلد ایک میدان تجویز کیا جائے گا"[۲]

تیمور کے لیے لڑائی سے بہتر کیا چیز تھی، سیراوردہ نے جن زمینون اور قبیلون پر اپنی حکومت کا

---

[۱] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۷۴، [۲] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۷۷،

سکہ بٹھایا تھا، ان مین سے بعض کو تیمور تسخیر کر چکا تھا، اس لیے اور بھی ایک دن سیرا ور دہ سے مقابلہ ہونا ضروری تھا، توقتمش خاندانِ چنگیز خان سے تھا، یہ تیمور کی خوش قسمتی تھی کہ ایک چنگیز خانی شہزادہ اس کے دربار مین خود چلا آئے، اگر وہ عالی نسب نہ ہوتا تو بھی تیمور کسی حال مین ایسے شخص کو جس نے اس کے ہان پناہ لی تھی دشمن کے حوالے نہ کرتا،

تیمور نے ایلچی کو جواب دیا "توقتمش نے میری پناہ ڈھونڈی ہے، مین تمھارے مقابلہ مین اوسکی حمایت کرون گا، اُرس خان کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو کہ لڑائی کی دھمکی مین نے سنی، مین لڑائی کے لیے تیار ہون"[۱]

تیمور نے توقتمش کی ضیافت کی اور اس کو اپنا پسر کہا اور شمالی سرحد پر اس کو دو قلعے عنایت کیے، فوج اور فوج کے افسر بھی مدد کے لیے دیئے، یہ دونون قلعے ایسے تھے جو تیمور نے سیرا ور دہ سے فتح کئے تھے، ان مین ہر قسم کا اسباب روپیہ، ہتھیار، اونٹ اور گھوڑے کوس و عَلَم مہیا تھے،[۲]

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۰، تیمور نے کہا "توقتمش پناہ بمن آوردہ است من او را نخواہم داد، اما حکایت جنگ اسباب آن آمادہ و مہیا است

برو از من بگو پیشِ ارس خان | زباران مرغ آبی را مترسان
دلیران مرا جنگ است پیشہ | کہ شیرانند دشتِ رزم بیشہ
نترسد مرد کار از بیشۂ خود | نہ شیر خشمناک از بیشۂ خود

[۲] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۵،

"آنحضرت (تیمور) مقدم او (توقتمش) را عزیز و گرامی داشتہ مکارم اخلاق پادشاہانہ در باب ترحیب و تکریم او ہیچ دقیقۂ نامرعی نگذاشت و بعد از اقامت رسم طوی چندان مال از زر و جواہر و خلعت و کمر و اسلحہ و اقمشہ و اسپ و شتر و خیمہ و خرگاہ و کوس و علم و خیل و حشم و سایر اسباب حشمت و بزرگی باو و اتباع او داد کہ وصفش نگنجد در بیان و از غایت احترام و اہتمام پسر خواند"

اس کل سامان کے پانے پر توقتمش نے قبائل سیراوردہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی، تیمور نے پھر ویسا ہی سامان جنگ اس کو دیا مگر توقتمش کو پھر ہزیمت ہوئی اور نوبت بہ اینجا رسید کہ تن تنہا امیر تیمور کے مرکب خنگ اوغلن پر سوار سیحون تیر کر دوسرے کنارے پہنچا اور چونکہ زخمی بہت تھا اس لیے ایک جھاڑی کے نیچے جا بیٹھا، یہان خستہ حال پڑا تھا کہ قبیلۂ برلاس کا ایک سردار جو لشکر کی خبر و خبر پر مقرر تھا اس کے قریب آیا اور اُسے اٹھا کر تیمور کے پاس لے گیا، اب قسمت پھر پلٹا کھاتی ہی، ارس خان فوت ہوا، توقتمش نے تختِ سیراوردہ کا دعوی کیا، قبائل شمال مین سے نصف قبیلون نے اس کی مدد کی، تیمور کی فوج جو ساتھ تھی اس سے بھی تقویت ہوئی، اب توقتمش کو کشور کشائی کا چسکا پڑا، سرکش، ظالم و بیباک تو تھا ہی ایشیا کے میدانون مین سے اس طرح گذرا جیسے کالی آندھی اٹھکر نکل جائے، اور قپچاق پر حملہ آور ہو کر ممائی کو (جو پایہ تخت سرائے مین شاہ ساز بنا ہوا تھا) شکست دیکر خود سیراوردہ پر حکومت کرنے لگا[1]

توقتمش شہر سرائے مین تخت خانی پر بیٹھا سرائے کا شہر دریائے وولگہ (آب اتل) کے کنارے تھا، اب اس نے والیان ریاستہائے روس سے خراج طلب کیا، یہ رئیس دو برس پہلے دریائے دون کے کنارے ممائی پر فتح پا چکے تھے اس زعم مین وہ توقتمش کو خراج دینا کیون قبول کرتے، توقتمش نے آخر کار ان سے بزور شمشیر اطاعت قبول کروائی اور ان کے گاؤن اور قصبات جلاتا ہوا موسکو پہنچا، موسکو کا محاصرہ کر لیا، اور اسے فتح کر کے ایسا غارت کیا کہ وہان کا بادشاہ بھی جو روسی والیانِ ریاست کا رئیس اعظم تھا سر پکڑ کر بیٹھ گیا، روسی بادشاہون کے لڑکے بطور اول کے تخت گاہ سرائے مین حاضر ہونے لگے وینس اور جنوا کے شرفا نے تجارت کے لیے رعایتون کی درخواست کی

[1] دیکھو لین پول کی کتاب اسلام خاندانہائے شاہی صفحہ ۲۲۷،

اب قسمت دوسرا پلٹا کھاتی ہے، صاحب تخت وتاج ہو کر توقتمش وہ نہ رہا تھا جو اپنے ملک سے فرار ہونے کے وقت تھا | دارالسلطنت سمرقند کی شان وشوکت دیکھ چکا تھا، تاتاریون کے خیمہ وخرگاہ بھی دیکھے بھالے تھے، یکایک بغیر اطلاع کے اور بغیر اس بات کو سوچے کہ محسن کا احسان گو خیالی چیز سہی مگر پھر بھی کوئی چیز ہے توقتمش نے تیمور پر فوجکشی کردی،

توقتمش کے بعض درباریون نے اس حرکت سے اسے روکنا چاہا اور کہا کہ "تیمور وہ ہے جس نے ایک وقت مین آپ کی مدد کی تھی، اس کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے کہ آپ کی قسمت مین پھر کوئی تغیر نہ لکھا ہو اور آپ کو تیمور کی مدد کی ضرورت نہ رہے"

لیکن توقتمش کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا، تیمور سے اس کو ایک شکایت کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس نے اور گنج (خوارزم) پر قبضہ کر لیا تھا جو کسی زمانہ مین سیراوردہ کے قبضہ مین تھا، توقتمش نے بڑی تیاری اور پوری احتیاط سے جو اس کی طبیعت مین اپنی قومی روایات سے پیدا ہوئی تھی تیمور پر سمت شمال سے لشکر کشی کردی، سیراوردہ کی کچھ فوجین اصلی لشکر سے علٰحدہ ہو کر بحر خزر کے قریب نمودار ہوئین جہان اس وقت تیمور لڑ رہا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک قاصد گھوڑا دوڑاتا ہوا تیمور کے پاس آیا، یہ سوار سات دن مین سمرقند سے نو سو میل طے کر کے یہان پہنچا تھا، آتے ہی تیمور کو اطلاع کی کہ سیراوردہ کے لشکر کا بڑا حصہ سیحون عبور کر کے سمرقند سے چند منزلون کے فاصلے سے حضور کے وطن پر حملہ کے لیے آیا ہے، اور حملہ کر دیا ہے،

اتنا سنتے ہی تیمور خراسان کی سڑک سے چلا اور اس تیزی سے چلا کہ نقش کاروان کا پتہ دینے کے لیے تمام راستے مین زخمی اور مردہ گھوڑون کی لاشون کے سوا اور کچھ نہ تھا، توقتمش ابھی سمرقند پہنچا بھی نہ تھا کہ تیمور اپنے تخت گاہ مین آن دھمکا،

تیمور کے بعض سرحدی قلعون نے شمال کے ان فوجکشون کو لڑکر روکا، تیمور کے بڑے فرزند عمر شیخ مرزا نے ان سے جنگ کی اور شجاعت کے جوہر خوب دکھائے مگر آخر مین اسکی فوج شکست کھاکر پہاڑون مین پراگندہ ہوگئی، جس وقت تیمور کے آنے کی خبر ہوئی تو توقتمش کی فوجین متفرق مقامات مین جمع کرکے لڑنے مین مصروف تھین مگر کام ادھورا چھوڑنا پڑا تھا، بخارا کے قریب ایک آبادی کو جلاکر یہ فوجین شمال کی طرف چلین یہانتک کہ سیر دریا کے پار ہوگئین،

لیکن تیمور کے مرز بوم پر توقتمش حملہ کرچکا تھا اور اسکی فوجون نے اس حملہ مین اُسے بہت کچھ تباہ بھی کر دیا تھا، کھیتیان جلادی تھین، گھوڑے پکڑ کر اور آدمیون کو قید کرکے اپنے ساتھ لے لیا تھا، جب توقتمش کا عَلم تیمور کے خلاف بلند ہوا تو بعض اور بادشاہون نے بھی تیمور پر حملہ کرنا چاہا، تیمور کے دست چپ پر یوسف صوفی والی خوارزم اور شہزادہ جہانگیر کی بیوی خانزادہ کے اور رشتہ دار تیمور کے خلاف میدان کارزار مین اتر آئے | دست راست پر بلند پہاڑون کی گھاٹیون مین جتیہ کے قبیلے گھوڑون پر سوار ہو ترک وتاز پر آمادہ ہوگئے،

اب تیمور اور توقتمش مین اس بات کا فیصلہ ہونے کو ہوا کہ تمام ملکون کا مالک کون بنے، توقتمش چنگیز خان کی اولاد سے تھا، خانہ بدوش قومون کا امیر تھا اور تمام مغل تاجدار اس کے معاون تھے، تیمور ایک چھوٹے سے قبیلے کے سردار کا فرزند تھا، اور اس کی مدد پر سوائے اسکی قوم کے کوئی اسکی وفاداری پر ثابت قدم نہ تھا،

لیکن اسی زمانہ مین توقتمش دفعتہً اس پھرتی سے اپنی سرزمین کی طرف غائب ہوا جیسے لومڑی دیکھتے دیکھتے کہین جھاڑی مین غائب ہوجائے، اور اب اس کا اندازہ نہ ہوسکتا تھا کہ وہ آیندہ کہان تیمور پر حملہ کریگا،

تیمور نے ان تمام امیرون کو سامنے بلوایا جو اس کی طرف سے فوجون کے سردار تھے اور جنکو سیر اوردہ نے شکست دی تھی، جن سردارون نے اس لڑائی مین ہمت اور جوانمردی سے کام کیا تھا ان کو انعام اور جائزے دیئے اور جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے انھین اپنے دستور کے مطابق خاص طریقہ پر سزائین دین، مجرمون کے بال اس طرح تراشے گئے جیسے عورتون کے ہوتے تھے، چہرے پر سرخ و سپید رنگ پھیرا گیا اور پا برہنہ کرکے عورتون کے کپڑے پہنائے گئے اور حکم ہوا کہ سمرقند کی گلی کوچون مین انھین تشہیر کیا جائے،

اور اب ایک سال جبکہ جاڑا نہایت سخت تھا توقتمش ایک بڑا لشکر لیے سیر دریا کی طرف آیا، تیمور کی جگہ اگر کوئی یورپ کا بادشاہ ہوتا تو اس موقع پر سمرقند کی فصیلون کے اندر چلا آتا اور سمرقند کے گرد و نواح کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیتا، لیکن تیمور نے کبھی حتیٰ کہ جس وقت وہ قرشی پر لڑ رہا تھا یہ گوارا نہ کیا تھا کہ وہ کسی شہر کی چہار دیواری مین بند ہو کر بیٹھ جائے،

لشکر کا صرف ایک حصہ اس وقت اس کے ساتھ تھا، باقی لشکر مشرقی وادیون مین جتہ مغلون سے ملک کو پاک صاف کرنے مین مصروف تھا، بہتر تدبیر یہی تھی کہ خود سمرقند مین قلعہ نشین ہو جاتا اور سیر اوردہ کی فوجون کو کھلے میدانون مین جاڑے سے ٹھٹھرنے دیتا، لیکن توقتمش جیسے لڑنے والے کو ملک مین تھوڑی دیر کے لیے بھی تصرف کا موقع دینے کے یہ معنی تھے کہ دیدہ و دانستہ اپنے ملک پر تباہی لائی گئی، شمال کے لوگ جاڑے مین نقل و حرکت کے بالکل خوگر تھے، پھر یوسف صوفی والی خوارزم اور خانانِ جتہ توقتمش کا ساتھ دینے کو حاضر ہو جاتے، تیمور کے امراء نے صلاح دی کہ "جنوب کی طرف ہٹ چلئے، اور لڑائی کو اس وقت تک ملتوی رکھیے کہ اپنی فوجین جو مختلف اطراف مین گئی ہوئی ہین وہ سب آکر آپ کے پاس جمع ہو جائین، اسوقت

تک انتظار فرمائیے۔"

تیمور نے کہا "انتظار کس کا فرمائیے، کیا آج کا یہ وقت کل کے انتظار کرنے کا ہے"،

خود لشکر کے سامنے آکر فوجون کو تقسیم کیا اور سب سے کہا کہ سیر دریا کے کنارے پہنچ جاؤ، مینھ برسنا شروع ہوا اور برف گرنے لگی، گھوڑے کیچڑ مین کمر تک لت پت ہوئے، مگر تیمور نے سیر اوردہ کے سرحدی قلعون پر حملہ کرہی دیا، تیموری سوارون کے رسالے توقتمش کی فوجون مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھے اور اسکی فوجون کے دستے جس قدر لوٹ مار کرتے ملے انھین مار کر بھگا دیا، تیمور کی سرکردگی مین جس قدر فوج اس کے ساتھ تھی اسکی نقل و حرکت کو دیکھکر دشمن سمجھتا تھا کہ کوئی اور بڑا لشکر بھی ضرور پیچھے آتا ہوگا،

جس وقت توقتمش نے دیکھا کہ تیمور کی فوج چکر کاٹ کر اسکی پشت کی طرف آرہی ہے تو اس کو یقین ہوگیا کہ واقعی کوئی زبردست لشکر اس فوج کی کمک پر موجود ہے، توقتمش ہوشیار تھا، اس کو یہ کسی طرح منظور نہ تھا کہ شمال والی بڑی شاہراہ سے اس کا تعلق قطع ہوجائے، مگر صورت ایسی ہی پیدا ہوچلی تھی، پس اس نے بہت جلد اپنے لشکر کو لڑائی کے موقع سے ہٹا لیا، توقتمش کی فوج کا ہٹنا تھا کہ تیمور نے فوجون کو اس کے تعاقب مین دوڑایا اور حکم دیا کہ دشمن کو نظر سے ہٹنے نہ دین،

جب موسم بہار آیا، سڑکین خشک ہوگئین تو تیمور لشکر لے کر خود بڑھا، اب اس کا رخ مغرب کا تھا، خوارزم پہنچکر اورگنج کا محاصرہ کیا، جانون کے ضائع ہونے کی مطلق پروا نہ کی اور اورگنج فتح کرلیا، اس مرتبہ والی خوارزم کی طرف سے کوئی پیغام تنہا لڑنے کا نہین آیا، تیمور نے شہر پناہ کو کہین سرنگ لگا کر اور کہین ویسے ہی منہدم کرا دیا، محل اور بیمارستان جلا دیئے اور تمام شہر کھنڈر کر دیا"

اور اب اس ویرانے مین سے جا بجا دھوان اٹھتا نظر آتا تھا، آدمیون کی جلی ہوئی لاشین مٹی اور پتھرون کے نیچے دبی پڑی تھین جو لوگ زندہ بچے وہ قید کر کے سمرقند بھیجدیئے گئے ،

انھی کیساتھ تیمور نے بھی کوچ کا رخ بدلا اور مشرق کی طرف بڑھ کر جتہ کے قبیلون کو مارتے مارتے ان کے دار الحکومت المالیق تک بھگا دیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ دور تک ایسا پسپا کیا کہ برسون تک تیمور کی سرحد مین جتہ کوئی فساد برپا نہ کر سکے ،

غرض اس طرح بائین طرف والی خوارزم کا اور دائین طرف جتہ مغلون کا زور توڑ کر تیمور اب توقتمش سے لڑنے پر آمادہ ہوا، اور بجائے اس کے کہ سیر اوردہ کی طرف سے لشکر کشی کا انتظار اپنے ملک مین کرے تیمور نے اپنی فوجین جمع کین اور سمرقند کے سامنے کے میدان مین ان کا معائنہ کیا اور ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سیر اوردہ کے ملکون مین اپنی فوجین لے جا کر توقتمش سے لڑنے کا قصد ہے ،



سولھوان باب

دشت وصحرا سے گذرنا

تیمور کا یہ فیصلہ کرنا کہ توقتمش سے سیرا وردہ کے ملک مین جا کر لڑنا چاہیے ایسا فیصلہ تھا جسمین خود تیمور کے تباہ ہو جانے کا قطعی اندیشہ تھا، اس واقعہ سے چار سو برس بعد نپولین نے بھی ایسا ہی فیصلہ کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ فرانس کے لشکر کو جو لشکر عظمیٰ کہلاتا تھا روس اور پولستان کی برف مین مردہ چھوڑنا پڑا گو موسکو فتح ہو گیا،

تیمور کو ابھی تک سیرا وردہ سے کسی میدان جنگ مین مقابلہ کا اتفاق نہین ہوا تھا، توقتمش کی فوجین اسوقت امیر تیمور کی فوجون سے کہین زیادہ تھین نقل و حرکت مین بھی ان کو تیمور کی فوجون سے کسی قدر زیادہ سہولت تھی، کیونکہ توقتمش بکثرت تازہ دم گھوڑے نہایت آسانی سے بہم پہنچا سکتا تھا، چارے اور پانی کی ملک مین قلت تھی، تیمور کے گھوڑے تنگی سے گذر کر رہے تھے مگر توقتمش کے گھوڑے پشتہا پشت سے اسی تھوڑے چارے اور پانی پر بسر کرتے چلے آرہے تھے، ان کے لیے یہ کوئی تنگی نہ تھی،

سیرا وردہ کے ملک مین داخلہ کے یہ معنی تھے کہ ریگستانون اور بیابانون اور بنجر پہاڑیون مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھین، لڑائی کے لیے جب ایسا ملک تجویز کیا گیا ہو تو سامان رسد

بھی دو تین مہینے سے زیادہ کا ساتھ لیجانا ممکن نہ تھا، اور پھر اندیشہ تھا کہ اگر توقمش سے رستے ہی مین مقابلہ ہوگیا تو لڑنا لازمی ہوگا، اس صورت مین لشکر کے عقب مین سوا ے غیر آباد بنجر زمینون کے اور کچھ نہ ہوگا، اگر شکست ہوگئی تو فوجون کے بڑے حصّے کا غارت ہوجانا یقینی امر تھا، بلکہ یہی نہین خود تیمور کے ہلاک ہوجانیکا بھی اندیشہ تھا،

سنہ ۱۷۱۶ء مین بادشاہ پیٹر اعظم نے ایک روسی لشکر جنوب کی طرف اسی ویران ملک مین سے گذرتا ہوا اہل خیوہ اور ترکمانون سے لڑنے روانہ کیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ روسی لشکر کا سپہ سالار شہزادہ بیکو وچ چرکسی مع اپنے متعدد ہمراہیون کے صحرا مین ختم ہوگیا، جو لوگ مرنے سے بچے وہ غلام بنائے گئے، اس واقعہ کے سو برس بعد ایک دوسرا لشکر کاونٹ پیروسکی کی سرکردگی مین پانی کا پورا بندوبست کر کے موسم زمستان مین روانہ ہوا، اس لشکر کے بقیۃ السیف دوسرے سال واپس آئے، مگر دس ہزار گاڑیان اسباب کی اور اتنے ہی ؛ ونٹ اور سپاہ کا بیشتر حصّہ برفستانی میدانون مین مرنے کو پیچھے چھوڑ آئے،

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ان صحراؤن مین لشکر کشی کرنا خواہ لشکر کتنا ہی کثیر ہو از روے قواعد جنگ اب تک ممنوع سمجھا گیا ہے، مگر تیمور | کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرسکتا تھا، اگر سیدھا مغرب کی طرف بحر خزر کے جنوبی دور کو طے کرتا ہوا بڑھتا تو اس مین شک نہین کہ سیرا وردہ کے شہرون تک پہنچ جاتا، لیکن اس صورت مین تیمور ابھی کوہستانِ قفقاز کی وادیون ہی مین سے رستہ نکالتا ہوتا اور توقمش سمت شمال سے بڑھ کر سمرقند پر قبضہ کرلیتا، اس کے علاوہ تیمور کو اس کا اندازہ بھی نہ ہوسکتا تھا کہ توقمش کس سرحد یا مقام پر اُس سے مقابلہ کرنا تجویز کریگا، ممکن تھا کہ سرحدی صحراؤن کے کنارے کہین مقابلہ پر آجاتا، ممکن تھا کہ پندرہ سو میل دور بحر اسود کے ساحل پر مقابلہ کرتا، اور بالکل ممکن تھا کہ مشرق بعید مین

جہان دشت گوبی واقع ہے لڑائی ٹھان دیتا، لیکن توقتمش نے جو کچھ سوچا تھا اس کا پتہ اس وقت تک کسی کو نہ چل سکا جبتک کہ سیراوردہ کے رایت و عَلَم نظر نہ آگئے، اس سے قبل تیمور کا صیغۂ خبر رسانی دشمن کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہ کرسکا، رسد کا سامان بھی جس قدر ساتھ تھا وہ اس معرکۂ عظیم مین ختم ہولیا تھا، اور خود تیمور اور اس کا لشکر صحرا مین بالکل گم کردہ راہ ہوچکا تھا، مکائدِ حرب کے قاعدے اور قوانین صاف بتا رہے تھے کہ اس مہم مین تیمور اپنے ہی ہاتھون اپنے اوپر تباہی لا رہا ہے، مگر تیمور خطا پر نہ تھا، اس سے جو کچھ عمل مین آرہا تھا وہ قواعد جنگ کی بنا پر نہ تھا بلکہ فطرتِ انسانی کا علم رکھنے کی بنیاد پر تھا، تھوڑے سے غور کے بعد یاد آسکتا ہے کہ توقتمش تیمور کے دربار مین کئی برس تک حاضر رہا تھا، اور اسی زمانے مین اسے دو مرتبہ ایسی لڑائیون مین جو میدان جنگ مین باقاعدہ صف بندی کے ساتھ ہوئی تھین راہ فرار اختیار کرنی پڑی تھی، تیمور کو مغلون کی تدبیر اور طبیعت دونون کی قوت یا کمزوری کا حال بخوبی معلوم تھا،

تیمور اس بات کو خوب سمجھتا ہوگا کہ مغلون کے خان توقتمش سے جو افواجِ سوارہ کی سپہ سالاری مین حدِ کمال کو پہنچا ہوا ہے کسی مدافعانہ جنگ مین بازی لیجانا یعنی ایسی لڑائی مین جیت جانا جس مین دشمن حملہ کرے اور اپنا کام صرف اس حملے کو دفع کرنا ہو ممکن نہین، تیمور اس بات کو بھی جانتا تھا کہ جب تک اقطاع شمال مین توقتمش کو قوت حاصل ہے سمرقند ہمیشہ خطرے کی حالت مین رہیگا، پس تیمور نے ایک ایسی لڑائی کے لیے جس کا نتیجہ قطعی طور پر یہ ہو کہ ہم نہین یا تم نہین جس قدر نقصانون کا احتمال ہوسکتا تھا سب گوارا کیے، اور سیراوردہ ہی کے ملک مین توقتمش سے لڑنا پسند کیا، توقتمش کے فرشتون کو بھی خبر نہ تھی کہ تیمور اتنے فاصلۂ دراز پر آکر اس سے لڑیگا،

حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیمور نے تمام عمر ان تین مسلمہ اصول کی پابندی کی تھی، ایک یہ

لڑائی میں اپنی فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے اپنے ہی ملک کو جولانگاہ نہ بنایا جائے، دوسرے یہ کہ اس کا موقع کبھی نہ دیا جائے کہ دشمن پہلے چڑھ آئے اور خود اپنا بچاؤ کرنا پڑے، تیسرے یہ کہ نہایت سرعت سے جہانتک سوار اپنے گھوڑوں کو تیز رفتار کرسکیں دشمن پر پہلے خود ہی دھاوا کردیا جائے۔

تیمور کا قول تھا کہ دشمن سے لڑنے میں اگر ٹھیک موقع پر دس آدمی بھی ساتھ ہوں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ دس ہزار سپاہ ساتھ ہو اور صحیح موقع سے انسان غیر حاضر ہو، دوسرا قول یہ تھا کہ تیزی سے حملہ کرکے دشمن کے زور کو توڑ دینا بیشتر اس سے کہ وہ اپنی پوری قوت مجتمع کرسکے ہمیشہ مفید ہوتا ہے، تیسرا قول یہ تھا کہ لڑائی پر جاتے وقت صرف اتنی فوج ساتھ ہونی چاہیے جس کے زادراہ کے لیے کافی سامان رسد مہیا کرنا ممکن ہو،

شروع میں سیر دریا عبور کرنے تک زمین ایسی تھی جس سے تیمور کا لشکر بخوبی واقف تھا، لشکر ایک سرحدی قلعے سے دوسرے سرحدی قلعے تک کوچ کرتا رہا، کوہ قراتاغ کا سلسلہ جو حائل ہوا انہیں سے لشکر آہستہ رفتار سے گذرا، اب فروری کے مہینے کا آخر تھا، برف و باران کی شدت ہوئی، فوجیں لشکرگاہ میں مقید رہیں، یہاں توقتمش کے ایلچی تیمور کے پاس آئے، نو عمدہ گھوڑے اور ایک شنقار (شکرہ) جس کی آنکھوں کی اندھیریوں پر یاقوت ٹکے تھے پیش کیا[۱]، 11

تیمور نے شکرہ کو ہاتھ پر بٹھالیا اور ایلچیوں کی گفتگو سننے لگا، توقتمش نے امیر سمرقند کے سابقہ احسانات کا اعتراف کیا اور اس غلطی کو بھی تسلیم کیا کہ اس نے اپنے محسن کے خلاف ہتھیار اٹھائے، مگر اب اس کی خواہش تھی کہ تیمور سے مراسم آشتی پیدا کرے، لیکن یہ پیغام و سلام محض ایک سیاسی فریب تھا، اس کے سوا اسے اور کچھ نہ سمجھنا چاہیئے،

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۰،

تیمور نے ایلچیون کو جواب دیا "جب تمھارا آقا دشمنون کا ستایا ہوا زخمی پڑا تھا تو سب کو معلوم ہے کہ مین نے اس کی ہر طرح سے مدد کی اور اس کو اپنا فرزند کہا، ارس خان جب مقابلہ پر آیا تو مین نے توقتمش کی طرفداری کی، اس طرفداری مین میرے بہت سے سوار مارے گئے، لیکن جب توقتمش کو قوت اور اقتدار حاصل ہوا تو کل احسان اس نے فراموش کر دیئے، جس وقت مین تسخیر فارس مین مصروف تھا تو اس نے مجھے دغا دی اور میرے شہرون کو برباد کیا، اس پر بھی قناعت نہ کی، اور بعد کو ایک بڑا لشکر میرے ملک پر حملہ کرنے کو بھیجدیا، اور اب جب ہم اس کے مقابلے کو اٹھے ہین تو سزا سے بچنا چاہتا ہے، قسمین اس نے بہت کھائین اور توڑی ہین، لیکن اگر فی الحقیقت امان چاہتا ہے تو علی بیگ کو ہمارے دربار مین روانہ کرے تاکہ ہمارے امرا سے وہ اس بارے مین گفتگو کرے"[۱]

علی بیگ، سیراوردہ کا وزیر اعظم تھا، وہ تیمور کے دربار مین نہ آیا، تیمور نے بھی شمال کی طرف لشکر کشی کرنے مین تاخیر نہ کی، تیمور کیساتھ جس قدر مستورات تھین ان کو ایسے سردارون کی معیت مین سمرقند روانہ کر دیا جو سمرقند کی حفاظت پر مقرر ہوئے تھے، اس کے بعد تیمور کا لشکر پہاڑون سے نکل کر "دشت سپید ریگ" (آق قم) مین آیا،

تین ہفتے تک لشکر نے ایسے میدانون کو طے کیا جس مین ہوا بہت تیز چلتی تھی، جاڑا نکل چکا تھا مگر سب چیزین ابھی تک بے رونق تھین، صبح کی سردی مین کرنائے جو کچھ کم پانچ ہاتھ کا لمبا نفیر ہوتا تھا، فوج کے تیار ہونے کے لیے بجایا گیا، رسالون کے جوانون نے فوراً گھوڑون پر زین ڈالے اور سوار ہو گئے، خیمے اکھاڑ کر بڑی بڑی بھاری گاڑیون مین جن کے پہیے آدمی

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۵۰۱-۵۰۲،

کے سر سے بھی اونچے تھے بار کئے گئے، گاڑیون کے ساتھ بلبلاتے اور بڑبڑاتے اونٹون کی قطارین حرکت مین آئین، گاڑیون مین فوجیون کا سامان تھا، ہر دس[1] سپاہی پیچھے ایک خیمہ اور ہر خیمہ کے سامان مین دو پھاوڑے ایک آری، ایک تبر ایک درانتی، ایک کلہاڑی اور ایک رسیون کا بیٹھن، ایک دیگچہ اور ایک نمط (بیل کا چمڑا) تھا، خوراک کے لیے ہلکی اور مختصر جنس، آٹا، جو، خشک میوے اور ایسی ہی اور چیزین تھین، جس وقت "دشت سپید ریگ" مین پہنچے ہین تو فی شخص آٹھ سیر آٹا ایک ماہ کے صرف کے لیے دیا جانے لگا،

ہر سوار کو علاوہ سواری کے گھوڑے کے ایک کوتل گھوڑا بھی دیا گیا تھا، تمام فوج اسپ سوار تھی، پوشاک مین ہر سوار زرہ، خود، سپر اور دو دو کمانین رکھتا تھا، ایک کمان دور کا تیر چلانے کی اور دوسری کمان جلد جلد تیر چلانے کی ہوتی تھی، ہر سوار کے ترکش مین تیس تیر ہوتے تھے، اور ایک شمشیر یعنی دو باڑہ والی تلوار اور چھوٹے ہتھیارون مین جو کچھ وہ پسند کرے دیا جاتا تھا، بہت سے دستے فوجون کے ایسے تھے جن کے پاس لمبے نیزے تھے، نیزے کے نیچے کا سرا رکاب پر ٹکا ہوتا تھا اور اوپر کی طرف ایک جگہ تسمے سے سوار کے شانے مین اٹکا رہتا تھا، بعض سوارون کے پاس زیادہ وزنی برچھیان یا لمبے برچھے ہوتے تھے جنسے دشمن کو چھید ڈالتے تھے،

فوجون کے دستے (اون - یوز - اور مینگ) صف آرائی کے قواعد کے مطابق حرکت کرتے تھے، ترتیب فوج کو بگاڑنے کے معنی خود کشی کے تھے، لشکرگاہ مین جب فوجین اترتی تھین تو

(۱) مصنف نے تعداد دس لکھی ہے لیکن تزوک تیمور مین لکھا ہے "امر نمودم کہ سایر سپاہ در یساقہا ہژدہ[۱۸] نفر یک خیمہ بردارند، و ہر یک نفر دو اسپ و کمانے و ترکشے و شمشیرے وارہ و درفشے و چوال و چوال دوزے و تبر تیشہ، و دہ سوزن و یک چرم پست بگیرد" تزوک تیمور صفحہ ۱۵۱-۱۵۲،

ترتیب صفوف کو ملحوظ رکھتی تھین، امیر کے رایت سے خاص خاص فاصلون پر ہر فوجی افسر کی ایک جگہ
مقرر ہوتی تھی جہان وہ موجود رہتا تھا اور یہ اہتمام ایسا تھا کہ رات کی تاریکی مین بھی کسی قسم کا خلط ملط
پیدا نہ ہو سکتا تھا، جس وقت سوار کوچ کرتے ہوتے تو آرام سے گھوڑون پر بیٹھے بات چیت کرتے
چلتے لیکن ان کے سردار امرا و نوئینان اپنی اپنی فوجون کو ایسا ہوشیار رکھتے کہ حکم سنتے ہی فورًا
کل سپاہ ترتیب جنگ اختیار کر لیتی، لشکر کی صفین طول مین میلون تک پھیلی ہوتین، دور تک صف
آرائی کرنے مین ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ گھوڑون کو چرائی کیلئے زمین زیادہ مل جاتی تھی، ریت مین
جہان کہین سبزہ ہوتا تھا وہان گھوڑے کچھ دیر آسانی سے چر لیتے تھے،

دوپہر سے ایک گھنٹہ قبل یا اس سے کچھ کم و بیش کرنائے بجایا جاتا تھا، لشکر چلتے چلتے آرام کرنے
کے لیے ٹھہر جاتا تھا، اب کمزور گھوڑے پانی کی قلت کی وجہ سے مرنے لگے تھے،

فوج کے قراول لشکر کا قیام گاہ تجویز کرنے کے لیے پہلے ہی سے روانہ ہو جاتے تھے، شام ہونے
سے کچھ دیر پہلے جہان یہ لوگ قیام کرنا تجویز کرتے وہان فوجین اتر کر لشکر گاہ قائم کرتین، امیر کا علم جس مین
دم اسپ کی شکل کا ایک لمبا طرہ اور اس کے اوپر سونے کا ہلال لگا ہوتا تھا سراپردۂ امیر کی بلند
چوبون کے سامنے نصب کیا جاتا تھا، شاہی خیمہ و خرگاہ اسی عَلم کے گرد آراستہ ہوتے،

جب لشکر گاہ قائم ہو لیتا تو فوج کے معائنہ کی ہل چل پڑتی، تاتاریون مین معائنہ فوج بڑے
اہتمام سے ہوتا تھا، تمام سرداران تومانات و ہزارجات، صدجات اپنی اپنی فوجین اتار دیتے جن
جن مقامات پر وہ اترتین وہان کے نقارے اور کوس بجنے لگتے، فوج کے سردار کچھ وقفہ کے بعد
پھر گھوڑون پر سوار ہوتے اور اپنے ماتحت افسرون کو ساتھ لیے رایت شاہی جہان نصب
ہوتا وہان جاتے، نقارچی جوان کے آگے ہوتے سنج اور بوق بجاتے چلتے،

بوق ونفیر کی سمع خراش آوازون سے جنھین سُر کا پتہ چلتا تھا نے کا | سوارون کے گھوڑے بدکتے اور بھڑکتے تھے، سوار سختی سے رامین کھینچ کر ان کو شایستہ بناتے، جھانج زور زور سے بجتے رہتے اور رجز خوانون کا ایک گروہ سرون کو نیچے ڈالے آنکھین بند کئے لڑائیون مین شجاعت اور جوانمردی کے قصے ساز و سرود کے ساتھ سناتے،

شام کی شفق مین سیاہ ریت پر امراء فوج گھوڑون کو دُلکی ڈالے سرون پر قائم لگی ٹوپیان گھوڑون کی ایالون سے اوپر کو اچھلتی ہوئی رایت خسروی کے قریب پہنچ جاتے، سرخ اور سیاہ قباؤن پر ہتھیار چمکتے نظر آتے، سرود کی آوازین سم ستوران کی صدا سے ہم نوا ہوتین، اس شان سے وہ امیر تیمور گورگان کے سامنے سے گذرتے اور جب بالکل مقابل ہوتے تو چاندی کی رکابون کی چھن چھن مین "سورن" کے نعرے لگاتے،

اس معائنہ مین جب سب سے آخری تومان کا سردار اپنے درجے اور منزلت کو بہت کچھ سمجھتا ہوا اور اپنے آقا کی شان وسطوت پر نازان سامنے سے گذر لیتا تو تیمور مرکب سے اتر کر سراپردے مین اپنے امراء و نوئینان کے ساتھ خاصہ تناول فرمانے وارد ہوتا، اس صحرائے بے آب وگیاہ مین بھی تیمور دیبا و حریر کا مرصع لباس پہنتا تھا،

رات کو فوج کے نظار و پاسبانان قندیلین روشن کئے بارگاہ امیر مین حاضر ہوتے اور قراولون سے جو کچھ حالات دریافت ہوتے وہ امیر کی خدمت مین عرض کرتے، یہ قراول لشکر کے دست راست اور دست چپ (برنغار و جرنغار) سے آگے میلون دور تک دشمن کی خبر معلوم کرنے گئے ہوتے تھے، گھوڑون کی حالت اور بیمارون کی تعداد سے بھی امیر کو مطلع

لے سورن کے معنی "اللہ اکبر یا اسی قسم کے جملے کے ہین" جو فوج کے لوگ دشمن پر حملہ کرتے وقت کہتے تھے۔ (مترجم)

کیا جاتا،

اب تیمور نے صحرا مین سے نہایت تیزی سے گذرنا شروع کیا، کسی بات مین تاخیر یا کسی کے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہ کیا، ایک سوار جو پیچھے رہ گیا تھا جب وہ آیا تو اس کے موزے ریت بھر کر اس کے گلے مین لٹکا دیئے گئے اور حکم ہوا کہ دوسرے دن لشکر کے ساتھ پیدل چلے، اگر پھر پیچھے رہا تو جان سے مارا جائے گا،

تین ہفتے کے بعد لشکر ایک ایسی زمین مین وارد ہوا جس مین میلون تک اونچی اونچی گھاس تھی اور پہاڑیون کی گھاٹیون مین کہر بھرا تھا، یہان ایک دریا کے کنارے جو اس وقت طغیانی پر تھا لشکر نے کچھ دیر قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام ملجائے، پھر فوج کے دستے ایک ایک کر کے تیرتے ہوئے دریا کے پار اتر گئے، اس دریا کو تاتاری ساری سو کہتے تھے جس کے معنی زرد پانی کے ہین[1]،

اس گھاس کے جنگل کو جسمین سبزے کی لمبی لمبی لہرین سمندر کی موجون کی طرح اٹھکر ختم ہونا نہ جانتی تھین دیکھکر سب کو حیرت ہوئی، اور جب چلتے چلتے وہ دو پہاڑون[2] کے قریب پہنچے جنکا نام
۱۱۶ انھون نے بڑا اور چھوٹا پہاڑ رکھا تو لشکر یہان اتر پڑا، تیمور بڑے پہاڑ پر چڑھا اور اپنے افسرون کے ساتھ

[1] اس زمانہ مین جغرافی نقشے نہ تھے، آج کل کے نقشون مین بھی یہان کے صحرا اور بیابان کی حدود بہت غیر واضح طور پر مرتسم کی جاتی ہین، دریائے ساری سو کو عبور کرنے کے بعد تیمور نے کونسا راستہ اختیار کیا تھا اس کا جواب بالکل قیاس پر مبنی ہے، زیادہ قیاس یہ ہے کہ اس دریا کے اترنے کے بعد تیمور نے اپنا رخ مغرب کیطرف کوہ یورال کا کیا تھا جو ایشیا اور یورپ مین حد فاصل ہے (مصنف)

[2] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۱-۵۰۳،

"روز چہار شنبہ بست و یکم ماہ ربیع الاول ۷۹۳ھ بکوہے رسید ند کہ بلچک تاغ مشہور است و از آن جا کوچ کردہ در شب درمیان جمعہ موضع الغ تاق نعیم نزول ہمایون گشت، صاحبقران بہ نشاط نظارہ آن دشت بالاے کوہ برآمد، صحرا در صحرا سبزہ بود"

دور تک جنگل کے سبزے کو دیکھنے لگا جس کی حد اودے اودے پہاڑون کے خط سے بھی دور اُفق سے ملی نظر آتی تھی، یہ زمانہ شروع ماہ اپریل کا تھا، گھاس مین آسمانی رنگ کے پھول خوب کھلے تھے خود رو گیہون کے تختون مین تیتر کثرت سے تھے اور آسمان پہ چیلین منڈلا رہی تھین، کہر کا بادل جہان سے ہٹ جاتا وہان سے دور کی جھیلون کا پانی جو پگھلی ہوئی برف کا پانی تھا آب زر کی طرح جھلکتا نظر آتا، اس تمام زمانے مین مورخ لکھتا ہے کہ وہان نہ کوئی انسان نظر آیا اور نہ کوئی کھیتی[51]

لیکن اب کچھ علامتین ظاہر ہوئین، گیلی زمین پر کہین کہین اونٹون کے قدمون کے نشان یا بہت سے دوڑتے ہوئے گھوڑون کی لید یا بجھی ہوئی آگ کی ڈھیریان دکھائی دین، کہین آدمیون کی ہڈیون پر سے سوارون کے گھوڑے گذرے، یہ ہڈیان زمستان کے سیلاب مین ٹوٹی ہوئی قبرون سے بہکر سب طرف پھیل گئی تھین،

اب روز یہ کیفیت رہنے لگی کہ تاتاری سوار لشکر سے آگے بڑھکر جانورون کا شکار کرتے جنگلی سوؔر اور بھیڑیئے خوب مارتے، کبھی کبھی کھانے کے لیے کوئی ہرن بھی مل جاتا، لشکر مین گوشت کی بہت قلت ہو چلی تھی، ایک بھیڑ سو دینار کبکی مین ملتی تھی، تیمور نے حکم دیدیا کہ لشکر مین نہ گوشت پکایا جائے اور نہ روٹی، سب لوگ ایک ہی قسم کا کھانا جسے بلماق[52] کہتے تھے کھاتے تھے، یہ گوشت کی یخنی مع بوٹیون کے ہوتی تھی جسمین آٹا ملا دیا جاتا تھا، اور ترکاریان ملانے سے یہ یخنی اور بھی گاڑھی ہو جاتی تھی،

لشکر والون کی دلجوئی کے لیے امراء فوج بھی اسی گاڑھے شوربے پر اپنا گذر کرتے تھے، سب

---

[51] "و از اطراف آن بیابانہا پنج ماہہ و ہفت ماہہ آبادانی نیست" ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۰۴،

[52] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۰۴،

ایک ہی دیگ کا پکا ہوا الباق کھاتے تھے، شکاری جو کچھ شکار لاتے یا جنگل مین کہین اتفاق سے وحشی پرندون کے انڈے یا جنگل کی جڑی بوٹی ملجاتی تو وہ سب کاٹ کوٹکر اسی شوربے مین ڈالدیجاتین، اب نوبت یہانتک پہنچی کہ اس شوربے کا صرف ایک پیالہ فی سپاہی ملنے لگا، لشکر جب کوچ کرتا تھا تو سوارون کی نظرین زمین پر ہوتی تھین کہ کہین کوئی رسیلی جڑ ملجائے تو اٹھالین یا بٹیرین ملین تو انھین پکڑلین، آٹا قریب قریب ختم ہونے کو تھا،

جنگل مین گھاس تروتازہ تھی، گھوڑون کی حالت اچھی رہی، لشکری کھانے کے لیے گھوڑون کو ذبح نہ کرسکتے تھے، کیونکہ اس ملک مین جو آدمی گھوڑے پر سوار نہ ہو اس کی موت وزیست یکسان تھی، زیادہ تعداد مین گھوڑون کو ضائع کرنا لشکر پر ایک مصیبت لانا تھا، جب حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو فوج کے افسر اس فکر مین ہوئے کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا، اور آگے کیا پیش آنیوالا ہے، پیچھے ہٹنا بہت خطرناک تھا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوتے کہ جن صحراؤن کو بمشکل طے کرکے یہانتک پہنچے ہین اب ان کو ایک کمزور لشکر کیساتھ پھر طے کرین، اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی پورا یقین تھا کہ واپسی کی صورت مین سیراوردہ کے لوگ کہین نہ کہین یک لخت نمودار ہوکر سب کو غارت کردین گے، اس حالت بیم وہراس مین تیمور نے | تواچیون کو حکم دیا کہ فوراً فوج برنغار وجرنغار ۱۱۷
کے افسرون کے پاس جاکر شکار کا حلقہ قائم کرائین[1]،

---

[1] "صاحبقران در شنبہ اول جمادی الآخر ۷۹۳ھ شکار اختیار فرمود و تواچیان با امراء جرنغار و برنغار جار رسانیدہ سپاہ بچراگاہ روان شدند و تمام صحراے بے انتہا فرو گرفتہ وحوش وطیور بے شمار راندند و بعد از دو روز قمار مشی کردہ، بلیت

ملک بر سو کہ مرکب راند حالی | زمین از گور و آہو کرد خالی

وسپاہ از گوزن وآہو وبکن ودیگر انواع نخچیر چندان انداختند کہ چنان کرتے بے قیاس باوجود چنان تنگی کہ دست دادہ بود فربہ را گزین کردہ بر میدا شتند ولاغر را میگذاشتند، واز جملہ نوعے آہو وران صحرا یافتند از گاؤمیش بزرگتر کہ مثل آن ہرگز مشاہدہ ننمودہ بودند ومغول آن را قندگاہی میگویند ودشتیان بلکن بسیارے ازان نیز انداختہ بودند، ومدتے قوت لشکریان از گوشت شکارے آمادہ بود،" (ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۰۵-۵۰۶)

اب تک جستہ جستہ سوارون کے گروہ لشکر سے آگے بڑھکر جو شکار ملتا تھا مار لاتے تھے، مگر اب ایک لاکھ سوارون نے تیس میل کی ایک لمبی صف باندھی، صف کے بیچ کا حصہ قائم رکھکر دونون سرون کے سوارون نے گھوڑے بڑھاکر نصف دائرہ کی شکل بنانی شروع کی، اس طرح بیچ مین جس قدر جانور آئے ان پر گھیرا پڑ گیا، اور وہ بھاگ بھاگ کر اور بھی حلقے کے بیچ مین آنے لگے سوارون کی صف کے باہر باہر بھی رسالے حرکت مین تھے تاکہ شمال کی طرف حلقے کے بند ہونے سے پہلے کوئی جانور باہر نہ نکلنے پائے،

جب حلقہ پورا بندھ لیا تو سوارون نے اسے اندر کی طرف تنگ کرنا شروع کیا اور صورت ایسی پیدا کی کہ ایک خرگوش تک ان بھوکے تاتاریون سے بچکر نہ نکل سکے، اب جونہی جانورون کو معلوم ہوا کہ وہ گھر گئے ہین تو سوارون کو دیکھکر اور ان کے شور و غل سے چوکڑیان بھرنے والے آہوون اور سیدھ باندھ کر حملہ کرنے والے خنزیرون اور جھاڑی جھاڑی دبے پاؤن چلنے والے بھیڑیون اور حواس باختہ ریچھون اور ہرنون کیساتھ بازی لگاکر دوڑنے والے بارہ سنگھون مین ایک عجیب دیوانہ وار کشمکش اور مذبوحی کیفیت پیدا ہوئی،

اس بڑے ہانکے مین بعض جانور ایسے تھے جنکو دیکھکر تاتاریون کو بہت حیرت ہوئی، انھین مین مورخ نے ایک قسم کا بارہ سنگھا بیان کیا ہے جو بھینسے سے بھی بڑا تھا، اس چوپائے کو تاتاریون نے پہلے نہ دیکھا تھا، لیکن یقیناً یہ وہی جانور تھا جسے ہم "الک" (قندگاہ) کہتے ہین، قواعد صید وشکار کے مطابق امیر تیمور سب سے پہلے مرکب پر سوار اس حلقے مین داخل ہوا، تیر سے چند گورخر اور آہو شکار کئے، تیراندازی مین تیمور ایسا کمال رکھتا تھا کہ لوگ دیکھکر حیرت مین رہجاتے تھے، ایسے لوگ بہت سے تھے جو کمان کی زہ کو سینے تک کھینچ لاتے تھے مگر تیمور کے بازو مین ایسی قوت تھی کہ تیر

رکھ کر زہ کو کان کی لو تک کھینچ لاتا تھا،

اب گوشت کھانے کے لیے جانوروں کی وہ کثرت ہوئی کہ جو فربہ معلوم ہوا اسے ذبح کر کے کھایا اور ایسا کھایا کہ بہت دنون یاد رکھا، باقی کو چھوڑ دیا،

تیمور لشکر والون کو اتنی مہلت نہ دیتا تھا کہ وہ کاہل بنکر بیٹھین، دوسرے دن تواچی گھوڑون پر سوار ہو کر اس حکم کو گشت دینے اٹھے کہ تمام افواج قاہرہ امیر کے معائنہ کے لیے سامنے حاضر ہون، جب معائنہ کا وقت آیا تو تیمور خاص لباس پہنکر برآمد ہوا، سر پر سپید قاقم کی کلاہ تھی جسمین یاقوت چمک رہے تھے، ہاتھ مین ہاتھی دانت کا عصا تھا جس کی شام پر بیل کا سر بنا تھا، جلو مین امراء و تومینان تھے،

امیر کے برآمد ہوتے ہی فوجون کے سردار گھوڑون پر سے اتر پڑے، اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر امیر کی رکاب کو بوسہ دیا، اور مرکب شاہی کے ساتھ ساتھ پیدل چلکر اپنی اپنی فوجون تک آئے اور ہر ایک نے التماس کیا کہ انکی سپاہ کی تعداد اور قوت اور اسلحہ کی حالت ملاحظہ فرمائی جائے،

۱۱۸ تیمور نے لشکر والون کی گلجھائی صورتون کو جن سے خوب آشنا تھا دیکھا | ان مین الوس برلاس کے لوگ جن کے سرخ چہرے مائل بہ سیاہی ہو رہے تھے اور چھریرے بدن کے ترکان سلدوز اور دلاور قوم جلایر کے جوان اور بدخشان کے وحشی لوگ تھے جن سے تیمور "بام دنیا" پر لڑ چکا تھا،

تیمور نے لشکر کے معائنہ ہی پر بس نہین کی، شام کو رایت شاہی کے قریب جو بڑا نقارہ رکھا تھا وہ رعد کی مثل گرجنے لگا، اس نقارے کا برنجی طاس چھ فٹ کے دور کا تھا اور اس پر ایک بیل کی پوری کھال منڈھی تھی، اس نقارے کے بجتے ہی جواب مین لشکر کے اور نقارے بھی بجنے لگے، اور سوارون کے دستے فوراً حرکت مین آئے اور جنگ کے لیے صفین آراستہ

ہوگئین، سائبیریا کے صحراؤن مین شاید اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی کبھی اتنا بڑا لشکر جمع نہ ہوا ہوگا، افسرانِ افواج اپنے اپنے مقامات پر جرنغار سے لے کر برنغار تک جس کا پھیلاؤ میلون مین تھا گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچے، اور تمام سپاہ نے سورن کے نعرے بلند کئے،

سپاہ اچھی حالت مین تھی اور خوش تھی، دوسرے دن پھر کوچ شروع ہوا،



۱۱۹

سترہوان باب

"سائے اور آسیب کا ملک"

کہر کے بادل سامنے سے ہٹتے جاتے ہین، چشمون اور ندیون کے کنارے بُندق کی جھاڑیان کھڑی ہین، پاؤن کے نیچے موٹی دبتی ہوئی کائی اور دھوکا دینے والی دلدل ہے، کالے کالے چٹانون پر لال لال پتون کی بیلین چڑھی ہین، سارے ملک پر ایک سکوت کا عالم ہے، ہر طرف مردنی سی چھائی ہے، درختون کی چوٹیون پر شکرے اڑ رہے ہین، لیکن وہ طائران خوشنوا جو صبح کے آثار دیکھتے ہی چہچہانے لگتے ہین نام کو نہین، یہان کے آسمان کا رنگ بھی سمرقند کے آسمان کی طرح گہرا نیلی فام نہین، کہین کہین نیچے نیچے مٹی کے ٹیلے کہر کے غبار مین دھندلے دھندلے نظر آتے ہین، یہ خاک کے تودے، قبرین ہین یا کبھی کسی بے زبان عدم رفتہ قوم کے گھر تھے جواب مٹی کے ڈھیر ہین،

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ "یہ ملک ظلمات کہلاتا ہے، اگر کوئی تاجر ہمت کرکے یہان تک پہنچ بھی گیا تو وہ اپنا مال یہان چھوڑ کر خود کہین دور چلا جاتا ہے۔ جب واپس آتا ہے تو اپنے مال کی جگہ سمور اور اور جانورون کی کھالین رکھی دیکھتا ہے۔ یہان کے رہنے والے کسی کو نظر نہین آتے"،

یہ ملک قوم کیمیری کا وطن اور رہائی پربوری کا مسکن تھا جو شمال کی متوطن قومین بتائی گئی ہین، یہ سب خانہ بدوش لوگ تھے اور اگر واقعی وہ کہین یہان تھے بھی تو اس وقت تیمور کے لشکر کی آہٹ پاتے ہی اور بھی غائب ہوگئے ہونگے، جنوب کی طرف کے قطعے آباد تھے، گو توقتمش نے وہان کے آدمیون اور مویشیون کو اپنا راستہ نکالنے مین بہت کچھ ہلکا کردیا تھا لیکن ان اقطاع شمال مین تو تیمور کا لشکر فی الواقع ایسے ملک مین داخل ہورہا تھا جو بظاہر غیر آباد تھا،[1]

مورخ لکھتا ہے کہ جس قدر قراول آگے بھیجے گئے تھے وہ صحرا مین بھٹکے ہوئے مسافرون کی طرح آوارہ گرد رہے، مگر یہ صحرا بالکل غیر آباد بھی نہ تھا، البتہ تاتاریون کو جو دھوپ مین تپتی بنجر زمینون، نہرون اور چشمون اور ایسے شہرون کو دیکھے ہوئے تھے جو دریا کے کنارے آباد تھے، یہ تاریک اور مرطوب وسیع سرزمین جس مین انسان کا پتہ نہ تھا بہت دشوار گذار اور مہیب نظر آئی ہوگی، ملا و مشائخ بالخصوص بہت پریشان تھے، کیونکہ معمولی اوقات نماز کی پابندی یہان ممکن نہ تھی،

صبح کے آثار بہت جلد ظاہر ہوجاتے تھے حالانکہ سورج کے نکلنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، لوگون کو صبح کی نماز کے لیے ایسے وقت اٹھنا پڑتا تھا کہ ابھی رات کے گھنٹے پورے ختم نہ ہوئے ہوتے تھے، اسی طرح سویرے سے شام کی شفق ظاہر ہوجاتی تھی گو سورج کے

[1] تیمور کا لشکر اس وقت ۵۵ درجے عرض بلد مین جو قارہ یورپ مین جھیل ونی پگ کے شمال مین پڑتا ہے داخل ہونے کو تھا، اس لشکر نے رود توبل (THETOBAL) کے سرچشمون کو ان کی شمالی جانب سے عبور کرلیا تھا، قیاس یہ ہے کہ دریائے توبل سے گذرنے کے بعد جو بڑا دریا ان کو ملا وہ دریائے یورال (THEURAL) تھا جو غالباً ظفرنامے کا آب تیق اور ترکون کا آب یائیق یایق ہے) دریائے یورال عبور کرکے وہ بالکل مغرب کی طرف چلا اور اس زمین کو طے کرنے لگا جو آجکل یورپ اور ایشیا کے درمیان سرحد سمجھی جاتی ہے (مصنف)

ڈوبنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، شفق شام کے ظاہر ہونے اور نماز عشاء کے وقت مین کئی گھنٹے کا فصل تھا، عشاء اگر پڑھی جاتی تو تاریکی کا زمانہ اتنا نہ ملتا تھا کہ لوگ بخوبی آرام کر سکتے، انھی وجوہ سے اہل شریعت نے حکم دیدیا کہ اوقات نماز مین تبدیلی کیجا سکتی ہے[1]، اس اثنا مین تیمور نے پورے لشکر سے بیس ہزار فوج علحدہ کی اور اُسے سیراوردہ کی لشکر کا سراغ لگانے کے لیے روانہ کیا، امرا مین سے تقریباً ہر متنفس نے اس فوج کیساتھ سردار بنکر جانا چاہا، لیکن تیمور نے اپنے نوجوان فرزند شہزادہ عمر شیخ[2] کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا، یہ بیس ہزار فوج لشکر سے علحدہ ہوکر وسیع میدانون مین غائب ہوگئی، کچھ مدت گذرنے کے بعد ایک قراول خبر لایا کہ شہزادہ عمر شیخ کی فوج ایک بڑے دریا کے کنارے پہنچ گئی ہے، اس کے بعد ہی ایک دوسرے قراول نے

---

[1] ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۲۰ پر یہ عبارت آئی ہے، "وچون قریب شش ماہ بود کہ رایت نصرت شعار متوجہ جنوب شمال گشتہ رفتند بمحلے رسیدند کہ در شب پیش از غروب شفق اثر طلوع صبح ظاہر میشود، چنانچہ درہنگام بودن آفتاب در برج شمال نماز خفتن درآن موضع بحسب فتوائے شریعت غرائی واجب نمیشود" اس بیان کے پہلے فقرے کے آخری حصے مین مبالغہ ہے دنیا کے آباد حصون مین جو خط استوا کے قریب ہین اوقات نماز آفتاب کی گردش، طلوع وغروب کے اعتبار سے اسطرح مقرر ہوئے ہین کہ جاگنے سونے کام اور آرام کا وقت انسان کو کافی مل سکے، لیکن خط استوا سے جس قدر شمال مین جایئے رات اور دن کا فرق بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ قطب شمالی کے قریب جو ملک ہین وہان مہینون تک آفتاب نہین نکلتا، اسی طرح جب نکلتا ہے تو مہینون تک اُفق کے کنارے کنارے نظر آتا رہتا ہے اور غروب نہین ہوتا، چونکہ نماز کے اوقات مقرر کرنے مین بیداری اور خواب کام اور آرام کا بھی لحاظ کیا گیا ہے اس لیے روئے زمین کے تمام مقامات پر آفتاب کی گردش، طلوع وغروب کا لحاظ رکھنا ممکن نہین رہتا ہوگا، صرف بیداری اور خواب کے زمانے کا لحاظ کرکے اوقات نماز مقرر کردیئے جاتے ہونگے، ممکن ہو کہ اس مین نماز پنجگانہ مین سے عشاء کی نماز کہین واجب نہ سمجھی گئی ہو، (مترجم)

[2] ظفرنامہ مین امیرزادہ عمر شیخ کی جگہ امیرزادہ محمد سلطان کا نام لکھا ہے، جلد اول صفحہ ۵۱۶،

خبر دی کہ پانچ یا چھ مقامات پر آگ کی ایسی ڈھیریاں نظر آئی ہین جنمین آگ ابھی تک بجھی نہ تھی،[1]
دشمن کا یہ سب سے پہلا سراغ تھا جو دریافت ہوا تھا، تیمور نے ان خبرون کے سنتے ہی بڑے
بڑے آزمودہ کار قرادلون کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ جہانتک تیز جانا ممکن ہو شہزادہ عمر شیخ کے
پاس جائین اور تمام صحرا کو دشمن کا پتہ چلانے مین فوراً چھان ڈالین، تیمور ان قرادلون کے
روانہ ہونے کے بعد کچھ فوج لے کر ان کے پیچھے چلا، شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج جہان ٹھہری
تھی وہ دریائے توبل کا علاقہ تھا،[2] یہ دریا (دریاے اوبی مین شامل ہو کر) بحر منجمد مین گرتا ہے، آگ
کی ڈھیریان جو نظر آئی تھین وہ دریا کے پاس اُس کے مغربی کنارے کی طرف تھین، تیمور تیر
کر دریا اترا اور شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج سے جا ملا،[3] اور فوراً اس فوج کو اپنی سرکردگی مین
لے لیا،

اب قرادلون نے امیر کی خدمت مین حاضر ہو کر خبر پہنچائی کہ بعض مقامات ایسے ملے ہین
جہان ایک یا دو دن پہلے کسی نے آگ جلائی تھی، اور گھوڑون کے گذرنے کے نشان بھی ملے
ہین، تیمور نے شیخ داؤد ترکمان کو جو شہسواری مین کامل اور شجاعت کے کامون مین نامور تھا،
حکم دیا کہ مغرب کی طرف جا کر دشمن کو تلاش کرے،[4] شیخ داؤد گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا اور دو دن
اور دو راتون کے بعد جس چیز کو ڈھونڈنے نکلا تھا اُسے پا لیا، کئی پھونس کی جھونپڑیان ملین،
شیخ نے ان کے گرد ایک چکر لگایا اور ایک جگہ رات بھر چھپا ہوا بیٹھا رہا، صبح کو رات کی محنت وصول
ہو گئی، دیکھا کہ جھونپڑیون سے ایک سوار نکل کر ادھر ہی آ رہا ہے جدھر یہ بیٹھا تھا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۶۔
[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۷،
[3] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۲۲۔
[4] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۸،

جونہی سوار قریب پہنچا شیخ داؤد نے دوڑ کر اسکی مشکیں کس لیں، اور واپس چلا، فوج ہراول
۱۲۱ کا جو حصہ اس کی طرف آتا ہوا پہلے ملا اس میں اس قیدی کو لیکر پہنچا لیکن قیدی کو توقتمش کا حال
کچھ بھی معلوم نہ تھا، اس کا بیان صرف اتنا تھا کہ جھونپڑیوں کے قریب اس نے دس سواروں کو
جو زرہ بکتر لگائے تھے پڑاؤ ڈالے دیکھا تھا[۱]

تیمور نے ساٹھ[۲] تاتاری سواروں کو کوتل گھوڑے دیکر اس حکم سے روانہ کیا کہ جس طرح ہو
ان دس سواروں کو ڈھونڈ کر ہمارے سامنے حاضر کیا جائے، تیمور کو آخر کار دشمن کا اتنا
سراغ مل گیا کہ جو تدبیریں اس نے سوچ رکھی تھیں ان پر عمل شروع کر دیا جائے، دسوں سوار
گرفتار ہو کر سامنے لائے گئے، انھوں نے بیان کیا کہ سیر اوردہ کی فوجیں یہاں سے سمت
مغرب میں ایک ہفتے کی راہ پر مقیم ہیں،

شمال کی طرف تیمور کا یہ دور دراز کوچ ماہرانِ فنونِ جنگ کے نزدیک جو قواعد اور
قوانین کے بڑے پابند ہیں حیرت کے قابل تھا، مگر تیمور کی یہ لشکر کشی بغیر پابندیٔ قواعد اور
معذرتِ خطا عمل میں آئی تھی، کسی قسم کی کمزوری ظاہر کرنی یا دشمن کو اس بات کا موقع دینا
کہ وہ اچانک حملہ کر بیٹھے تیمور اپنے حق میں سم قاتل سمجھتا تھا، وہ جانتا تھا کہ دشمن اس کے بڑھے
آنے کو خوب دیکھ رہا ہے، گو دشمن تیمور کو ابھی تک نظر نہ آیا تھا، توقتمش کو تیمور کی نقل و حرکت
کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں، تیمور کو اس وقت ایک ایک لمحہ عزیز تھا، سیر اوردہ کو مجبور کر کے

---

[۱] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۹،

[۲] ظفر نامے میں یہ تعداد بیس بیان ہوئی ہے، دیکھو جلد اوّل صفحہ ۵۱۹،

میدان جنگ مین لانا اور موسم گرما ختم ہونے سے قبل کسی شاداب مزروعہ زمین مین اپنے لشکر کو لانا ضروریات سے تھا، تیمور تعجیل چاہتا تھا، توقتمش اس کے برعکس تاخیر کو اپنے حق مین مفید سمجھتا تھا، یعنی جہانتک ممکن ہو لڑائی شروع کرنے مین دیر کیجائے،

سمت شمال مین تیمور کی تیز رفتاری توقتمش کی تدابیر مین خلل انداز ہوئی، کیونکہ تیمور کی تیزی دیکھکر توقتمش کو سمت مقابل مین فوجین روانہ کرنی ضروری ہوئین، اور یہ اہتمام کرنا پڑا کہ جس مقام پر خود تھا اور جہان تیمور کا لشکر تھا ان دونون کے درمیان اپنی فوجین رکھے، مغرب کے میدانون اور دریاے آتل (وولگہ) اور بحر اسود کے علاقون سے ایسے قبائل جو توقتمش کے تابع تھے بکثرت آکر اسکی فوج مین شامل ہوتے جاتے تھے، توقتمش کے تابع اس قدر قبائل تھے کہ اگر وہ سب جمع ہو جاتے تو تیمور سے توقتمش کی فوج دوچند ہو جاتی،

اب تیمور کی فوجون نے جو دشت وصحرا کی پروردہ تھین نقل وحرکت مین داؤن پیچ دکھانے شروع کئے، احتیاط سب سے بڑی شرط تھی بالخصوص ایسے دشمن کے مقابلہ مین جو ایک دن مین سو میل کی منزل طے کرتا ہو، اور جو مخالف کی نظر سے اس وقت تک غائب رہے جب تک کہ خود لڑائی کا وقت پسند کرکے مقابلہ پر نہ آجاے،

تیمور کے عمل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جتنے خطرے پیش آنے ممکن تھے وہ سب اس کی نظر مین تھے، سپاہ کی نوبت فاقہ کشی کو پہنچ چکی تھی، چھ دن تک مغرب کی جانب فوجون کو تیزی سے لے جاکر آخر کار دریاے یورال (آب یایق یا جایک) کے کنارے پہنچ گیا، سیر اوردہ کے دس سوار جنکو قید کر رکھا تھا ان سے معلوم ہوا کہ اس دریا کے تین گھاٹ ہین جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے واقع ہین، تیمور نے خود بڑھ کر ایک گھاٹ کو دیکھا مگر دیکھکر وہان سے لشکر کا اترنا پسند

نہ کیا، بلکہ حکم دیا کہ لشکر اس وقت جہان ہے اسی کے سامنے سے دریا اتر کر دوسرے کنارے جائے[1]

یہ حکم دیکر خود دریا اترا اور ہراول کی فوج کو ساتھ لئے صحرا مین دشمن کو تلاش کرنے نکل گیا،

یہان سیر اوردہ کے بعض اور آدمیون کو گرفتار کیا، ان لوگون نے بیان کیا کہ ہم کو دریا کے ۲

کنارے حاضر ہو کر توقتمش کے لشکر مین شامل ہونے کا حکم پہنچا تھا، چنانچہ ہم حاضر ہوئے مگر توقتمش

کی فوج ہم کو نہ ملی، غرض تیمور کے کل لشکر نے دو دن مین یورال (آب تیق یا یایق) کو عبور کر لیا، جب

لشکر دریا اتر لیا تو تیمور کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ تینون گھاٹون پر دشمن نے کثرت سے سپاہ بٹھا ۲

رکھی تھی، اور خود توقتمش بھی وہین درختون کے جھنڈ مین ایک جگہ چھپا بیٹھا تھا، مگر جب تیمور نے

گھاٹون کو چھوڑ کر اپنا لشکر دوسرے مقام سے اتارا تو توقتمش اس کمینگاہ سے ہٹ گیا،

لیکن سیر اوردہ کی فوجین جب کسی مقام سے پیچھے ہٹتی تھین تو وہ سب سے زیادہ خطرناک

ہو جاتی تھین،

تیمور نے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے تومانات وصدجات وہزارجات سے کوئی قدم باہر

نہ نکالے، رات کے وقت نہ روشنی کرین اور نہ آگ جلائین، شام ہوتے ہی رسالون کو حکم تھا

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۹ - "ومنازل ومراحل بسیار پیموده از بسے آبہا و کوہا عبور نموده روز دوشنبہ چہارم جمادی الآخرہ ۷۹۳ھ بکنار آب تیق (اورال) رسیدند، غجرجی بعز عرض ہمایون رسانید کہ این آب راسہ گذار است یکے را ایغریالی گویند و دوم را بورکجت وسوم را کہ از ہمہ کوچک تر است چپہ کجت، صاحبقران فرمود کہ ازاین گذار ہا گذشتن مصلحت نیست چہ شاید کہ دشمن درکمین بود، صلاح آنست کہ بہ بالاے آب روان شویم و برآب بزنیم و بگذریم ہمہ ساعت کوچ کردند و بالاے آب رفتہ سوار و پیادہ از ہر جا خود را برآب زده بشناه می گذشتند و بدو روز آن لشکر بیکران ازان آب گران بسلامت عبور نمودند و شش روز دیگر منازل ومراحل پیموده بر آب سمور رسیدند و قراول لشکر پیش رفتہ بودند صداے غلغلہ دشمنان شنوده آن معنی را بحضرت اعلیٰ عرضہ داشتند" (مترجم)

کہ لشکرگاہ کے گرد برابر پہرہ دیتے رہیں، ان قواعد کے ساتھ کئی دن تک لشکر نے مغرب کی جانب کوچ جاری رکھا، کوہ یورال کی بہت سی تنگ وادیاں طے کیں اور اکثر مرطوب زمینوں سے گذر ہوتا رہا، آخرکار وہ دن آگیا کہ تمام فوجوں میں ایک شور برپا ہوا اور تیمور کے بڑے بڑے رزم آرا زور زور سے گاتے ہوئے آگے بڑھیں،

تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب تک پہنچ گئی تھی لیکن توقتمش تک نہ پہنچی تھی، سیر اوردہ کی فوجوں کے پاس تازہ دم گھوڑے تھے اور کھانے پینے کا سامان بھی تیمور کے لشکر سے کہیں بہتر تھا، اور تیمور کے ساتھ دشمن کی ان فوجوں نے ایک سخت چال بھی سوچ رکھی تھی،

امیر تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب سے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتی رہی، اب سیراوردہ نے پلٹ کر پھر اپنا رخ شمال کا کیا، یہ ترکیب اچھی تھی لیکن ایسی نہ تھی کہ تاتاریوں سے توقتمش اپنا پیچھا چھڑا لیتا، مگر اتنا ضرور ہوتا کہ توقتمش تیمور کی فوج کے آگے آگے رہ کر جنگل کو شکاری جانوروں سے خالی کر دیتا اور آباد زمینوں سے نکلتا ہوا صحرا میں پہنچ جاتا، اس وقت جس زمین پر فوجیں کوچ کرنے لگیں وہاں زان وشاہ بلوط کے جنگل نہ تھے بلکہ برچ کے درخت اور صدابہار سبزہ زار رنگ میں سیاہی مائل پھیلے پڑے تھے، اور ان کے بعد پانی اور دلدل کے میدان آنے شروع ہو جاتے تھے،

تیمور کی فوجیں بھوک سے بیتاب تھیں اور اپنے تین بڑے امرا[۱] اور بہت سے سواروں کے مارے جانے سے جنھیں سیراوردہ کے سواروں نے قتل کر دیا تھا رنجیدہ اور غمگین تھے، سب اس خیال میں تھے کہ اب سوائے نیست ونابود ہو جانے کے کوئی دوسری صورت

---

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۲۰، یہ تین فوجی سردار ہریلک، رمضان خواجہ اور محمد ارلات تھے، ان کے علاوہ امیر ایکو تمور بھی اس لڑائی میں مارا گیا تھا،

نہین ہے، لیکن تیمور پر ان کو بھروسا تھا،

اب بارش شروع ہوئی اور برف گرنے لگی، حالانکہ ابھی ماہ جون کا وسط تھا، چھ دن تک تیمور کی فوجین خیمون مین بند پڑی رہین، تیمور سب سے پہلے میدان مین نکلا، شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج آگے تھی، اس نے سیر اوردہ کی سپاہ کو جو اپنے لشکر سے باہر دور دور پھرتے پر تھی قتل کر دیا، شہزادہ نے ایلغار کیا اور ساتوین دن کے ختم ہونے پر دور سے توقتمش کا شاحدار علم، قبہ دار خیمے اور دشمن کا پورا لاؤ لشکر نظر آیا، شہزادے کی فوج صفوف جنگ مین ترتیب پائے ہوئے تھی، لڑائی شروع کرنے کے لیے صرف حکم کی دیر تھی، شہزادے نے حکم دیا کہ کل فوج گھوڑون سے اتر پڑے، خیمے نصب کرے اور کھانے کی جس قدر جنس موجود ہے اس کو پکا کر خوب شکم سیر ہو کر کھائے،

شہزادہ عمر شیخ کا اٹھارہ دن کا کوچ جسمین اٹھارہ سو میل طے کئے تھے اب خاتمہ کو پہنچا، نصف میل کے فاصلے پر سیر اوردہ کی فوجین لڑائی کے لیے جمع تھین اور ان کی گاڑیان (گردون) لشکر کے عقب کی طرف حرکت مین تھین، جانبین کے لشکر اب اس طرح مقابل ہو گئے تھے کہ لڑائی سے کسی کا بھی ہٹنا ممکن نہ تھا، دونون لشکرون سے ایک ایک سپاہی لڑنے نکلا، تلوار کے دو دو ہاتھ چلنے کے بعد ایک نے منھ موڑ کر بھاگنا چاہا مگر بھاگنے کو جگہ نہ ملی، توقتمش کے آدمیون کو حیرت تھی کہ تاتاریون نے یہان اس طرح ڈیرے ڈالے ہین کہ گویا شمال کی یہ کل سرزمین ہمیشہ سے انھی کی ملک چلی آتی ہے، لیکن واقعہ یہ تھا کہ تیمور اپنے لشکر کے گھوڑون کو آرام اور اپنی سپاہ مین جان پیدا کر رہا تھا،

قراولون کی جماعتین جو دور دور بٹھادی گئی تھین بالکل ہوشیار تھین اور حکم تھا کہ رات

کوکہین روشنی نہ کیجائے[1]، تیمور نے آخری وقت مین امرار کو جمع کر کے کوئی مجلس نہین کی۔ تواچی اس کے گرد قالینون پر سو گئے، قاصد اور ہرکارے اپنے گھوڑون کے پاس مع اُن سردارون کے جو سراپردہ امیر پہ پہرا دے رہے تھے رات بھر بالکل تیار کھڑے رہے، امیر تیمور گورگان زرہ پہنے ہتھیار لگائے چراغ کے سامنے بیٹھا شطرنج کی بساط پہ کاٹ کے سپاہیون کو لڑا تا رہا کبھی کبھی نیند کا ایک آدھ جھونکا بھی آجاتا تھا،

کل انتظام ختم ہو چکا تھا، لشکر جس ترتیب مین عموماً کوچ کیا کرتا تھا اسی کے مطابق کل فوجین سات حصون مین تقسیم کردیگئی تھین[2]، لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار مین ہراول کی فوج اول اور اس کے پیچھے فوج دوم بطور مددگار کے تھی، یہی ترتیب قلب لشکر (قول) مین تھی، قول کے عقب مین تیمور خود فوج محافظ اور نامی نامی مردان پیکار آزمودہ کار کو ہمراہ لیے موجود تھا، قول یعنی قلب لشکر مین سب سے ادنیٰ قسم کی سپاہ بھری تھی لیکن دائین بازو یعنی برنغار مین جبکا برائے نام سپہ سالار تیمور کا نوعمر فرزند شہزادہ میران شاہ تھا، بڑے بڑے نامی امرائے جنگ آور جو ذی زرہ پوش رسالون کے افسر تھے حاضر تھے، یہین اُن جانبازون کا مجمع تھا جو ہر وقت موت کی تلاش مین رہتے تھے، شیخ علی بہادر اور دیگر بہادران تو توجین کی دلاوری درجۂ دیوانگی کو پہنچی ہوئی تھی جمع تھے،

اور اسی برنغار کو جس مین بڑے بڑے ارباب شہامت حاضر تھے تیمور نے حکم دیا کہ صبح ہوتے ہی دشمن پر سب سے پہلے حملہ کرے، چنانچہ امیر سیف الدین نے جس کے زیر فرمان اس وقت

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۲۰ [2] جانبین کے لشکر کے تعبیہ و ترتیب کے متعلق دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۵۳۱-۵۳۵،

پانچہزار سوار تھے دار و گیر کا شور برپا کر کے غنیم پر یلغار بول دیا

مقابل مین توقتمش کا لشکر نصف دائرہ کی شکل مین آراستہ تھا اور اس نصف دائرہ کے دونون سرے اس طرح پھیلے تھے کہ گویا تیموری لشکر کے برنغار اور جرنغار دونون کو انھون نے اپنی کولی مین لے لیا تھا، توقتمش کے لشکر کا بایان بازو حرکت مین آکر امیر سیف الدین پر بڑھا، توقتمش کے لشکر نے جس کا پھیلاؤ طول مین دو میل کا تھا ایسا شور برپا کیا کہ تیموری لشکر کے سات فٹ لمبے بوق ونفیر کی مہیب آوازین بھی اسمین کارگر نہ ہوسکین، تمام جنگ سوائے ان مقامات کے جہان امیر تیمور بذات خود وارد ہوسکتا تھا بالکل امرائے فوج کے ہاتھ مین تھی،

تیمور کے لشکر سے ایک اور فوج نے امیر سیف الدین کو مدد پہنچانے کے لیے دشمن پر دھاوا کیا اور دایان بازو یعنی برنغار کل کا کل گھوڑے سرپٹ ڈال کر تیرون کے مینھ مین آندھی کی طرح غنیم پر چلا[1]، سیر اوردہ کی سپاہ تیموری رسالون کے اس سخت حملہ کی تاب نہ لاسکی، تیمور نے اب لشکر کے قول کو حکم دیا کہ شہزادہ میران شاہ کی مدد کو بڑھے،

لہ تیمور نے اپنی فوج کے پرانے تجربہ کار اور مشہور دلاور تاتاریون کو لشکر کے داہنے بازو یعنی برنغار پر حسب معمول مقرر کیا تھا، برنغار مین ایک فوج آگے جسے ہراول برنغار کہتے تھے اور ایک فوج اس کے پیچھے بطور مددگار کے رہا کرتی تھی، اور لائق ترین ماہران جنگ ہمیشہ اسی برنغار کے ہراول مین ہوا کرتے تھے، لڑائی کے وقت برنغار دستے قائم کر کے نقل وحرکت کرتا تھا، اور ہمیشہ دشمن کے بائین بازو والی فوج کا بالکل قلع قمع کر دیتا تھا، تیمور لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار کو اس وقت تک کام مین نہ لاتا تھا جب تک کہ برنغار آگے بڑھکر دشمن سے الجھ نہ جائے تیمور خود فوج قلب (قول) کے عقب مین ایک بڑی بہادر اور مضبوط فوج کی جو اس کے قریب ہوتی تھی سرداری کرتا تھا،

اس فوج محفوظ کو لیکر تیمور لشکر کے جرنغار یا برنغار جس کسی کو کمزور دیکھتا مدد پہنچاتا تھا، جب تک لڑائی ختم نہ ہوتی خود حرکت نہ کرتا،

فوج قلب (قول) مین کیا کیا پیش آیا اس کا حال نہین معلوم، جانبین کے سوا اور گھوڑے تمام میدان جنگ مین گھسے ہوئے نظر آتے تھے، کبھی بڑھکر کبھی ہٹ کر کبھی ٹرکر دشمن پر دشمن کی تلوار تڑپ رہی تھی، گوشت و پوست کے پرچھے اڑ رہے تھے، اور تیرون کی یہ کیفیت تھی کہ ہوا مین بجلیون کی طرح چمک چمک کر موت کا مینھ برسا رہے تھے، زخمی سوار بھی کاٹھیون سے لپٹے ہوئے تلوار کا ہاتھ برابر چلاتے تھے، اور ہتھیار اُن کے بھی بیکار نہ تھے، جن کی جان لبون پر تھی، رحم کا نہ کوئی خواہان تھا اور نہ کسی کو کسی پر رحم آتا تھا، جب تک سارے جسم کا خون نکل کر کاٹھی سے مردہ سوار زمین پر گر کر گھوڑون کے سمون سے نرم مٹی مین نہ کچل جاتا لڑائی سے ہٹنا اُسے نہ آتا،

لڑائی کے میدان مین تاتاریون کے دست چپ یعنی جرنغار مین بمقابلہ دشمن کے برنغار کے سپاہ کی تعداد کم تھی، اس لیے بار بار ایسا ہوا کہ دشمن کے حملے پر اسے پیچھے ہٹنا پڑا، تیمور کی جانب سے قبیلہ سلدوز کی صفین ٹوٹ کر بے ترتیب ہوگئین لیکن شہزادہ عمر شیخ نے اپنا علم سرنگون نہ ہونے دیا، اب توقتمش فوج لیکر اس طرف آیا اور تاتاریون کے قلب لشکر مین سے گذرتا ہوا اس کے عقب مین پہنچا،

تیمور نے جو اس وقت فوجِ قلب کے ساتھ آگے تھا توقتمش کے رایت کو دیکھا کہ بائین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٨٥) فوجِ قلب (قول) کے گرد خندق ہوتی تھی، تیمور اس فوج کو اس وقت تک باہر نہ نکالتا جب تک کہ اس کے بہادر سوارون کے رسالے دشمن کو اپنے یلغار کے قیامت خیز تصادم سے بدحواس نہ کر دیتے تھے،

تیمور ایسی جنگ کو جس مین باقاعدہ ترتیب و تعبیہ کے ساتھ کھلے میدان لڑائی ہو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا، اس طرز کی لڑائی مین جہان خود فوج محفوظ کو لیے کھڑا ہوتا تھا وہ مقام گویا مرکز ہوتا تھا اور اس مرکز سے سامنے کی فوجون کو پرکار کی طرح ترچھی سمت برنغار کی طرف پھیرا دیتا تھا، اور جب فوج قلب آگے بڑھتی تو جرنغار اسکی جگہ آجاتا، لشکر کے تزوک صف آرائی مستقل اور مقرر تھے، ہر فوج اپنے مقام اور فرائض منصب سے بخوبی آگاہ تھی، (مصنف)

طرف جہان تیمور کی فوجین لڑ رہی تھین اور جہان خود تیمور اس وقت کھڑا تھا اس کے بیچ مین اُڑ رہا ہے،

بہادر اور جانباز فوجین جواب تک محفوظ تھین تیمور انھین لیکر آگے بڑھا اور توقتمش پر یلغار کیا، اس سخت دھاوے کو دیکھکر اور تیمور کے عَلَم کو دیکھکر کہ قریب آرہا ہے اور تاتاری سوارون کے خود بھی چمکتے ہوئے نزدیک آتے معلوم ہو رہے ہین توقتمش سمجھا کہ بس اب موت بھی دور نہین ہے، امرائے سیراوردہ کو جو قریب تھے ساتھ لے کر توقتمش میدان سے ہٹ کر اس خونِ خرابے سے باہر آیا اور مغرب کی طرف گھوڑا دوڑاتا ہوا بھاگا اور اپنے ہزارہا لوگون کا جو میدان جنگ مین لڑ رہے تھے کچھ خیال نہ کیا، توقتمش موت کے سایے سے ڈر کر بھاگا،

خانِ سیراوردہ جب اس طرح میدان سے فرار ہوا تو سیراوردہ کا عَلَم بھی سرنگون ہوا[۱]،

---

[۱] سیراوردہ پر تیمور کی لشکرکشی اور توقتمش پر فتح پانے کے حالات ظفرنامے کی جلد اوّل مین ۴۹۹ صفحے سے ۵۱۳ صفحے تک ملین گے، یہ لڑائی ۷۹۳ھ ۱۳۸۹ء مین ہوئی تھی،

اٹھارہوان باب

روس کا شہر موسکو

تاتاری اب آرام سے کوچ کرنے لگے، توقتمش کے خیمہ وخرگاہ پر تو قبضہ ہو ہی چکا تھا سامانِ خورد ونوش اور گھوڑون کی کمی اب انھین کیون ہوتی، تیمور نے لشکر کے دس قشونو مین سے سات قشون بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب مین روانہ کئے[له]، کیونکہ توقتمش کیسا تھ جو امرائے سیر اوردہ بھاگے تھے ان کے علاوہ بھی لشکر کے بہت سے سردار عَلَم کے گر ہی اپنے اپنے الوس لیکر فرار ہوئے تھے، سیر اوردہ کی سپاہ جو مرنے یا بھاگنے سے بچی تھی اس کو تاتاریون نے ہٹاتے ہٹاتے دریائے آتل کی مشرقی دلدل تک پہنچا دیا اور وہان اسکے ہزارون آدمیون کو قتل کر دیا، مورخ لکھتا ہے کہ اس لڑائی مین اور لڑائی کے بعد بھاگنے مین

له "صاحبقران تمام لشکر را از دہ نفر ہفت نفر گزین کردہ تبگامشی درعقب گریختگان بفرستاد، و بہادران دلاور از پئے دشمنان چون برق جہندہ شتاب روان شدند، وآن روز برگشتگان را از پیش آب آتل بود و از پس شمشیر قاتل...... نہ از پیش راہ نہ از پس امان...... لاجرم در میان دو سیلاب چنان بشیتر ایشان را آب زندگانی برخاک ہلاکت ریختہ شعلہ حیات شان بباد فنا برنشست واندک مردمے از آن گرداب بلا جریدہ بیرون توانستند رفت، وزن وفرزند ومال واسباب ایشان تمام بدست لشکر منصور افتاد" ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶)

دشمن کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے،

اب پھر شکار کا حلقہ ڈالا گیا، مگر اس مرتبہ جانورون کے لیے نہین بلکہ اس غرض سے کہ دریائے آتل سے ملحق علاقون مین جس قدر شہر اور گاؤن ملین ان کو اچھی طرح چھان ڈالین، جنوب کی طرف جو مقابلۃً گرم ملک تھا تاتاری روانہ ہوئے، راستے مین جس قدر بھیڑین، گائے بیل اور اونٹ ملے انھین پکڑ لیا اور اپنے گھوڑون کی تعداد مین بھی خوب اضافہ کیا، گیہون کی تیار فصلین کھیتون سے کاٹ لین، گاؤن اور قصبات مین مکانات لکڑی کے ہوتے تھے، ان مین بے دریغ داخل ہو کر جس قدر حسین لڑکیان اور کمسن لڑکے ملے انھین گرفتار کر کے ساتھ لیا، اسی طرح جب روس کے ملک مین پہنچے[1] تو وہان بھی بڑی دولت لوٹی، سونے اور چاندی کی اینٹین، قاقم اور سنجاب کے پوستین لوٹ کر ان کے انبار لگا دیئے، غرض اتنا مال ملا کہ ہر تاتاری سپاہی اور اس کی آل اولاد کی باقی عمر کے لیے کافی تھا،[2]

---

[1] ظفر نامے مین روس پر چڑھائی کے حال مین لکھا ہے "حضرت صاحبقران بجانب مسکو (موسکو) کہ ہم از شہرہائے روس است نہضت فرمود و آنجا رسیدہ سپاہ ظفر پناہ تمام آن ولایت را از شہر و بیرون بتاختند و مجموع امرار آنجا منکوب و مخذول ساختند،

نیروے بازوے شمشیر تیز — برآوردہ از روسیان رستخیز
زبس روسی برہم انداختہ — شدہ دشت و کوہے برافراختہ

(ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۷۵۸ - ۷۶۲)

[2] "وغنیمت بسیار بدست لشکریان افتاد،

زرِ کانی و نقرہ زیبقی — کہ مہتاب را داد بے رونقی
ز کتان و انطاکئے خانہ باف — زدہ کوہ بر کوہ چون کوہ قاف
بہ خروارہا قند زتیغ دار — سمور سیہ نیز بیش از شمار
ز قاقم نہ چندان فرو بستہ بند — کہ تقریر آن کرد شاید کہ چند
فروزندہ سنجاب و روباہ لعل — ہمان کرہ اسپان نا دیدہ نعل

(سمور، قاقم۔ سنجاب، روباہ لعل یہ سب جانورون کے نام ہین جن کے پوستین نہایت نرم اور گرم ہوتے تھے)
ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۶۱ - ۷۶۲، (مترجم)

ہر سپاہی کے پاس اب قیمتی کپڑوں کے تھان، سنجاب اور روباہ لعل کے پوستین ایک ایک خچر کے بوجھ کی برابر ہو گئے، اور غول کے غول ایسے ناکند بچھیروں کے انھوں نے پکڑ لیے جن کے ابھی نعل بھی نہ لگے تھے، سب قسم کا مال اس کثرت سے ملا کہ ہر شخص اس کو سنبھال نہ سکا، اور بہت کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے، جنوب کے میدانوں میں جا کر تاتاری فوجیں پھر یکجا ہو گئیں اور تیمور نے یہاں سب کو ایک ہفتہ تک مقیم رہ کر جشن وطوئی کا حکم دیا،

اس جگہ سے تاتاری بے انتہا خوش تھے، اونچی اونچی گھاس سے گرم ہوا کے جھونکے آتے تھے، دریا کی موجوں کا شور ہر وقت کانوں میں تھا، اب جاڑا پالا پرانا قصہ ہو چکا تھا، چاندنی کھلتی تھی تو ایسی تیز کھلتی تھی کہ پرکاہ تک نظر آجاتا، اور آسمان پر جو بادل گذرتے تھے سبزے کے اس لہراتے دریا پر اپنا عکس ڈالتے تھے،

رات کو جھینگروں کی زفیل، اکہرے سُر کی لگاتار آواز، کبھی کبھی پرندوں کے اڑنے کی ہلکی ہلکی صدا، زمین کی سوندھی سوندھی خوشبو سرورِ کسل وکاہلی میں اور بھی زیادہ موجبِ نشاط تھی، اس وقت کی سستی وآرام پر تیمور کو کوئی اعتراض نہ تھا، توقتمش کے سراپردے اور بارگاہ میں جنکا مالک اب تیمور تھا اپنے امراء کے ساتھ صاحبقران نے دربار کیا، دروں پر حریر کے پردے لٹکے تھے، چوبوں پر سونے اور چاندی کے خول چڑھے تھے، فرش پر گلاب چھڑکا جاتا تھا، اور اسیرانِ جنگ ضیافت کے وقت فاتحوں کے سامنے کھانے کی قابیں لاکر رکھتے تھے،

ضیافت شروع ہوتے ہی مطرب ومغنی طلب ہوئے، ان کے پاس بانسریاں اور دوتارے تھے آتے ہی امیر اور امیر کے بہادروں کی شان میں مژدۂ ظفرِ قپچاق کے عنوان سے ایک ترانہ گایا، لیکن جب دسترخوان بڑھایا گیا اور جام وساغر سامنے رکھے گئے تو گانیوالوں

نے بھی ٹھاٹھ بدلا،

ز لحنِ مغنی و آوازِ ساز　　　بچرخ آمده زهرهٔ دلنواز[۵]

اب گرجتے گونجتے سازوں میں دلیری و شجاعت کے قصّے نہ تھے بلکہ صدائیں نرم اور دلگداز ہو گئیں حتیٰ کہ بلبلیاں اور بانسریوں کے میٹھے میٹھے سُر باقی رہ گئے،

جشن میں مصروف فاتحوں کے لیے شہد کا شربت، عرق و نبید اور تیز شرابوں کے شیشے آنے لگے،

قصر بود و بال و نبید و عرق　　　جہان را پر از نقش شادی ورق

ز آمد شدِ ساقیان با قدح　　　فلک را دل از جائے جست از فرح

جن کے ہاتھوں میں یہ شیشے اور صراحیاں تھیں وہ صدہا پری چہرہ عورتیں تھیں جو اپنے حسن کی وجہ سے اسیر ہو کر یہاں تک لائی گئی تھیں اور اس وقت حسب دستور بے نقاب کر دی گئی تھیں، لباس کم تھا، شانوں پر بال بکھرے تھے، اور اپنی اپنی قوم کے عاشقانہ گیت ان نئے آقاؤں اور مالکوں کے سامنے گاتی تھیں،

دریائے اُتل کے کنارے جشن کے دن جب ختم ہو لیے تو تیمور نے لشکر کو امیر سیف الدین کے سپرد کیا اور خود تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا سمرقند روانہ ہوا، سمرقند کے لوگوں کو

(حاشیہ صفحہ ۱۹۰) [۵] "نوائے مطربان خوش الحان زمزمہ طرب و شادمانی در عشرتگاہ ناہید انداختہ و نغمہ سرائی بزم بہجت و اہتزاز این ترانۂ دلنواز در پردہ کامرانی ساختہ،

کہ جاوید صاحبقران شاد باد　　　ز عدلش جہان یکسر آباد باد

بر و آفرین از جہان آفرین　　　کہ نازد بفرش زمان و زمین

فلک بندہ و اخترش یار باد　　　خدائے جہانش نگہدار باد

(ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۵۳) [۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۵۱،

اُٹھ بیٹھنے سے اپنے امیر کا حال کچھ معلوم نہ تھا جب آمد کی خبر سنی تو بڑی دھوم سے استقبال کو اُٹھے[1] اب یہ خوف باقی نہ تھا کہ توقتمش پھر فوجکشی کریگا، اس لیے سمرقند کو ہر بلا سے محفوظ سمجھکر منزل ارجمند کہنے لگے،

تیمور نے توقتمش کو اس کے حال پر اور سیر اوردہ کی وسیع سلطنت کے شمالی حصہ کو اس کے مقسوم پر چھوڑا، یہ سچ ہے کہ اس ملک مفتوحہ پر حکومت کرنے کے لیے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو تیمور نے سریر خانی پر بٹھا دیا تھا، لیکن یہ ایک دکھاوے کی بات تھی، اس سے زیادہ کچھ نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ توقتمش حملے کی غرض سے پھر نمودار ہوا،

خلاصہ یہ کہ بڑی لڑائی کے تین برس بعد یعنی ۷۹۷ھ ۱۳۹۴ء مین توقتمش نے تیمور کی سرحد پر جو اب بحر خزر کے شمال تک آگئی تھی پھر ترک وتاز شروع کیا، تیمور کو جب اس حرکت کی خبر ہوئی تو اس نے توقتمش کو لکھا کہ

"یہ تجھ پر کیا بھوت سوار ہوا ہے کہ اپنے ملک مین نچلا نہین بیٹھتا، کیا آخری لڑائی بھول گیا، میری فتوحات کا حال تو خوب جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی کا مجھ سے لڑنا یا صلح رکھنا میرے لیے ایک ہی بات ہے، اب پسند کرلے کہ صلح رکھنی چاہتا ہے یا لڑائی، اور جو ارادہ ہو اس سے جلد اطلاع دے[2]"

---

[1] "و دیدہ اہالی مملکت از غبار موکب ہمایونش روشنائی یافت و اشعہ آفتاب مسرت و شادمانی بر خواطر و ضمائر اکابر و اصاغر آن دیار تافت، شہزادگان و آغایان و امرا، و نوبییان،

برفتند یکسر ہمہ با نثار | ثنا خوان و شادان بر شہریار
فراوان از و گوہر افشاندند | بر و مدحت و آفرین خواندند

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۵۶)

[2] "و حضرت صاحبقران مکتوبے بتوقتمش خان نوشتہ بود،

کہ اے بردہٴ دیو غرورت ز راہ | چرا پایہٴ خود نداری نگاہ
چہ واری ندانم دگر در دماغ | کہ بر باد صرصر کشائی چراغ
فراموش کردی مگر آن نبرد | کہ از ملک و ملت برآورد گرد

توقتمش تیمور سے پھر لڑا، اور اس لڑائی مین تیمور جس قدر شکست کے لگ بھگ پہنچا ایسا پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا، یہان تیمور کی ایک جھلک اس شکل مین نظر آتی ہے کہ چند بہادرون کے ساتھ لشکر سے علیحدہ ہوگیا ہے، تلوار ٹوٹ گئی ہے اور دشمن نے ایسا دبایا ہے کہ ساتھ والون نے گھوڑون سے اتر کر اس کے گرد ایک حلقہ باندھ لیا ہے اور تاتاری سردارون مین سے ایک بہادر امیر نور الدین نے دشمن کے عرابون دگاڑیون) مین سے تین عرابے لاکر تیمور کے سامنے ایک پشتے کے طور پر قائم کردیئے ہین، تاکہ جب تک کمک پہنچے آقا کو دشمن سے محفوظ رکھا جائے، فوج کمک فوراً آئی اور لڑی اس معرکہ مین شہزادہ میران شاہ اور امیر سیف الدین زخمی ہوئے[1]،

لیکن اس لڑائی کے بعد سیراوردہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا، توقتمش شمال کے صحراؤن کی طرف فرار ہوا، تمام قبائل والوسات جو اس کے تابع تھے پراگندہ ہوئے، ان مین بعض قبیلے پورے کے پورے قرم (کریمیہ، یورپ) چلے گئے بعض اور نہ (یورپ) کو آباد کیا، اور بعض نے اور آگے بڑھ کر ہنگاریہ (یورپ) مین بود وباش اختیار کی بہت سے اوس تیمور سے آملے،

سیراوردہ کے پایۂ تخت یعنی سرائے کو جو دریائے آتل (وولگہ) کے کنارے آباد تھا تاتاریون نے بری طرح تاراج کیا، اس مرتبہ کئی شہر سیراوردہ کے ایسے تھے جن کو تیمور نے مطلق

(بقیہ حاشیہ ۱۹۲) بھر جا کہ نیروے من پے فشرد — مرا بود پیروزی و دست برد
چو کین آوری کین ستانی کنم — شوی مہربان مہربانی کنم
چو نامہ بخوانی نسازی درنگ — نمائی بمن صورت صلح و جنگ

(ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۲۷ - ۷۳۸)

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۷۴۳، ۷۵۰ - تیمور اور توقتمش کی یہ لڑائی ولایت شاش مین دریائے ترک کے کنارے بیان ہوئی ہے، زمانہ ۷۹۷ھ ۱۳۹۴ع (مترجم)

امان نہ دی، ہرات کی طرف تیمور پلٹ کر آیا اور اس کے باشندوں کو ایسے زمانے میں کہ جاڑا خوب زوروں پر تھا شہر سے باہر نکال دیا تاکہ سردی سے ہلاک ہو جائیں، شہر کی عمارتوں کو جو عموماً لکڑی کی تھیں جلوا دیا، دریائے آتل کے کنارے شہر استراخان[1] پر حملہ کیا، روایت ہے کہ اس شہر کے حصار کو اس طرح بنایا تھا کہ پہلے پتھروں کی جگہ منجمد برف کے ٹکڑے چنے پھر ان پر پانی ڈالا اس پانی نے یخ بنکر برف کے ان ٹکڑوں کو ایسا جوڑ دیا کہ وہ ایک سالم پتھر کی مضبوط دیوار بنگئے استراخان میں جس قدر فوج مغلوں کی موجود تھی اُسے یہ بات جتا کر قتل کر دیا گیا کہ ایک مرتبہ بخارا پر یورش کر کے وہاں کا ایک محل انھوں نے جلایا تھا، اور یہ قتل اب اُسی کی سزا ہے، حاکم استراخان کو دریا کی یخ بستہ سطح کے ایک سوراخ میں ڈال کر ہلاک کر دیا[2]،

---

[1] "حاجی ترخان (استراخان) بکنار آب آتل واقع است، حصار او را متصل بآب از کنار آں نہر کشیدہ اند تا بازیر آب رسیدہ، چنانچہ از یک جانب شہر آب بجائے حصار است وچون زمستان در آنجا یخ بنوعی می بندد کہ سطح آب حکم بسیط خاک می گردد، برلب آب پارہائے یخ بجائے خشت وگل دیوارے بنیاد می نہند وشب ہنگام آب بر آن می پاشند تا مجموع برہم بربستہ یک لخت میشود وباین طریقہ بلند ساختہ حصار شہر بر آن دیوار یکپارہ از یخ تکمیل می گردانند و دروازہ می نشانند۔۔۔۔۔" (ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۴-۵)

[2] "وصاحبقران بحاجی ترخان (استراخان) درآمد وبعد از حوالۂ مال امانی وتحصیل آن ہر چہ در آنجا بود از صامت وناطق عرضۂ تاراج گشت وشاہزادہ پیر محمد با امرا، از آب آتل بر روئے یخ بگذشتند وبموجب فرمان (حاکم استراخان) محمدی را بزیر یخ فرستادند، او طعمۂ ماہیان شد، وسپاہ ظفر پناہ سرائے را بگرفتند وآتش زدہ سوختند واحشام وصحرانشینان آن نواح را مجموع غارت کردہ براندند وبیاوردند، وخراب کردن سرائے انتقام جسارتے بود کہ لشکر دشت (سیراوردہ) در تخریب زنجیر سرائے (در بخارا) نمودہ بودند چہ در زمانے کہ حضرت صاحبقران بتسخیر فارس وعراق مشغول بود ایشان ماوراء النہر را خالی یافتہ تاختت کردند وسرائے قزان سلطان را کہ بزنجیر سرائے مشہور است خراب کردند لاجرم سرائے بدین گونہ زیر وزبر گشت،

(ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۵)

جس وقت تیمور کا پرچم دریائے ڈون (یورپ) کے کنارے کنارے آگے بڑھا تو روس کے مشہور شہر موسکو مین سب کو بے حد خوف پیدا ہوا، یہ خوف بے جا نہ تھا، والیان ریاستہائے روس کے رئیس اعظم اور روس کے لشکر نے لڑائی کی تیاری کی لیکن تیمور کے مقابلہ مین کامیاب رہنے کی امید کسی کو نہ تھی، حضرت مریمؑ کا سنگین بت جو موسکو سے وشاہی گورد کو بھیجدیا گیا تھا، واپس لانے کے لیے گاڑیان اور ٹھیلے دوڑائے گئے، اور بڑے جلوس اور اہتمام سے یہ بت پھر موسکو مین لایا گیا، روسی اس مورت کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک کر بڑی آہ وزاری سے
کہتے تھے کہ "اے ام خداوند، روس کو بچالے" ۱۲۹

روسی ابتک یہی کہتے ہین کہ اس دعا کی وجہ سے موسکو تیمور کے ہاتھ سے بچ گیا، اور دریائے ڈون کے کنارے کچھ دور بڑھکر وہ اُلٹے قدم واپس چلا گیا، یہ نہین معلوم کہ کیون واپس چلا گیا،[1] لیکن موسکو کی اس جان بخشی سے یورپ کے ان شہرون کو موت کا سامنا ہو گیا جو بحرِ آصف کے

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ سے سات برس پہلے توقتمش (خان سیراوردہ) نے موسکو کو جلادیا تھا، اب زمانہ یہ آیا کہ تیمور نے توقتمش کو اس کے مقبوضات سیراوردہ سے محروم کردیا، موسکو جس کی آبادی کچھ اوپر پچاس ہزار تھی تیمور کو ایک معمولی شہر نظر آیا جو اتفاق سے راہ مین آگیا تھا، تاریخ کی اکثر کتابون مین بیان ہوا ہے کہ تیمور نے موسکو پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا، لیکن روسی مورخون کو اس سے قطعی انکار ہے، (مصنف)

تیمور کے حملے کے چار برس بعد روسیون کی طرف سے اتنا ہوا کہ ولایت لیتھوانیہ (یورپین روس کا شمال مغربی حصہ) کے رئیس ویتوت (ویٹولڈ) نے اُن تاتاریون کے مقابلہ مین ایک قسم کی مجنونانہ جنگ صلیب شروع کردی جو جنوبی اضلاع روس مین آباد ہو گئے تھے، لیکن تیموری سرکار کے دو تاتاری خانون نے لیتھوانیہ، پولستان اور گالیشیہ والون اور ٹیوٹن شہسوارون کے رئیس اعظم کو شکست فاش دی، اس لڑائی کو مورخون نے بہت کم بیان کیا ہے، اس کے حالات ہم نے اس کتاب کے تعلیقہ نمبرہ مین بصراحت بیان کئے ہین، یہ تیمور کی تلوار تھی جس نے روس کو اس قابل کیا کہ سیراوردہ کے حکمران مغلون کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکین، (مصنف)

کنارے آباد تھے، ان شہروں مین وینس (اٹلی) جنیوا (اٹلی) قیطلونیہ (اسپین) اور بشلکنش (اسپین) کے جس قدر لوگ تھے وہ سب تیمور کی تلوار کی نذر ہو گئے، اور مغلوں کے ان بندرگاہوں مین جہان بردہ فروش اپنے بازار لگاتے تھے یا اور قسم کی تجارت ہوتی تھی وہان "خروس آتش نے اپنی بانگ بلند کی" (یعنی یہ بندرگاہ جلا دیئے گئے)

جاڑے کی دھوپ اور خاکی رنگ آسمان کے سایے مین دولت مغلیہ کے ویرانے پر تیمور چل رہا ہے، ممالک سیر اوردہ آل جوجی پسر چنگیز کی قلمرو تھے، اور اب اُن کا اقبال اور چنگیز خان کے آئین وتزوک پر عملدرآمد دنیا سے رخصت ہوتا ہے، سوائے دشت گوبی اور اقطاع شمال کے اب خانان مغل کے قبضہ مین کچھ باقی نہین رہتا،

شمال کے اضلاع کو آخری مرتبہ چھوڑنے کے بعد تیمور کو شوق ہوا کہ بحر خزر کے گرد جو کوچ شروع کیا ہے اُسے ختم کیا جائے، اور اس دور کو پورا کرنے کے لیے کوہستان قفقاز سے جو بیچ مین آتا ہے کسی طرح راستہ نکالا جائے،

سیر اوردہ اور استراخان کی فتح کے بعد تیمور کے لشکر مین قبچاق[1] کے قبیلے اور قارلق[2] کے الوس یعنی برفستانون کے باشندے اور شامل ہو گئے اور اب اس لشکر نے تنگ و دشوار پہاڑی درون اور جنگلون کو جو دیوارون کی طرح کھڑے تھے اور جنمین سے گذشتہ زمانے کے لشکر کشون نے گذرنا غیر ممکن سمجھا تھا طے کرنا شروع کیا، ضرورت اسکی ہوئی کہ سڑک بناتے جائین اور آگے بڑھتے جائین اور گرجستان کی جنگ آور قومون کے قلعون کو جو عقاب کے آشیانون

---

[1] قبچاق، لفظ قبوق سے مشتق ہے، قبوق کے معنی کھوکھلے درخت کے ہین، دیکھو حبیب السیر جزاول حصہ سوم صفحہ ۱۰، سطر ۱۰-۱۱، [2] قارلق = خداوند برف، دیکھو حبیب السیر جز، اول حصہ سوم صفحہ ۱۰، سطر ۱۳-۱۴ (مترجم)

کی طرح پہاڑون کی چوٹیون پر واقع تھے اور تیمور کی راہ مین قدم قدم پر بڑی جسارت اور بیباکی سے مزاحم ہوتے تھے فتح کرتے چلین،

گرمیون کی صرف ایک فصل مین یہ سخت مرحلہ طے کر لیا گیا، وجہ یہ تھی کہ تیمور نے اس زمانے مین اپنے لشکر سے وہ وہ کام لیے تھے جنکا انجام دینا انسان کی قدرت سے باہر معلوم ہوتا تھا، جنگل ایک مقام پر اس شکل کا آیا کہ نیچے نیچے درختون کے جھاڑ جھنکاڑ پر اونچے اونچے درخت چھائے ہوئے تھے، بیلون اور جھاڑیون کے ہجوم مین گرے ہوئے درختون کے زبردست تنے
۱۳۰ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کالے کالے دیو زمین پر لمبی تانے ہین، اور جنگل ایسا گھنا اور گنجان تھا کہ ہوا تک اس کے آر پار نہ ہو سکتی تھی، کہین کہین پتون مین سے کچھ کچھ دھوپ چھنتی تھی، باقی ہر جگہ تاریکی اور غبار چھایا تھا، یہ مقام ایسا آیا کہ بڑے بڑے درختون کو کاٹ کر راستہ بنانے کی ضرورت ہوئی،

اس جنگل کے قریب ہی ایک قوم پہاڑون مین آباد تھی، ان کا قلعہ اتنا اونچا تھا کہ اسکا تسخیر کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا تھا[۱]، قلعے کی بلندی کا یہ حال تھا کہ جب تاتاری اس کی طرف دیکھتے تھے تو چکر آنے لگتا تھا، اور ایک تیر پرتاب کی زد سے اس کی چوٹی باہر تھی، تیمور نے اس قلعے سے خالی گذر جانا منظور نہین کیا، اس کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ پہاڑون مین جو راستہ وہ بنا رہا ہے اس کے کنارے کا ایک قلعہ بھی صحیح و سلامت چھوڑا جائے،

تیمور نے اپنے لشکر سے بدخشانیون کو طلب کر کے حکم دیا کہ قلعہ تک پہنچنے کا راستہ نکالین،

---

[۱] اس قلعے کی فتح کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد مین صفحہ ۷۶، سے شروع ہوئے ہین، قلعہ کا نام قلعہ کولاوطاوس لکھا ہے، یہ دونون نام ان سرداروں کے تھے جو اس قلعے مین رہتے تھے، (مترجم)

بدخشانی پہاڑون کے رہنے والے تھے جو کوہ روی مین بڑے مشاق تھے جب اپنے وطن مین تھے تو بچپنے ہی پہاڑون پر برگوہی کا شکار کھیلا کرتے تھے حکم پاتے ہی پہاڑون پر انھون نے چڑھنا شروع کیا لیکن ہار کر تیمور کے پاس آئے اور عرض کیا کہ بالکل اوپر تک پہنچنا ممکن نہین لیکن تیمور اپنے ارادہ سے کب ٹلتا تھا، ایک دوسرے پہاڑ پر خود پہنچا اور وہان سے قلعہ والے پہاڑ کا معائنہ کیا اور حکم دیا کہ چند نردبان تیار کیے جائین اور ایک نردبان کے سر پر دوسرا نردبان رسیون سے باندھا جائے،

نردبان تیار ہوئے پر ان مین رسیان باندھی گئین اور دونون طرف اونچے پتھرون مین ان رسیون کو ڈال کر اس طرح کھسیٹا کہ ایک نردبان پانچ سو فٹ لمبی رسیان سے بجا لگا، اس نردبان کا اوپر کا سرا چٹان مین ایک پیچھے کے قریب لگایا جب سپاہی اس پر چڑھتے ہوئے پیچھے پر پہنچے تو اس نردبان کو اوپر گھسیٹ کر پھر چٹان سے لگایا اور اس طرح اور اوپر پہنچکر پھر یہی عمل کیا، تاتاری جو پتھرون کے گرنے یا قلعہ والون کے تیرون سے زخمی ہو کر پہاڑ کے نیچے نہین گرے وہ اوپر چڑھنے مین طنابون کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے،

لشکر کے بعض لوگ قریب کے ایسے اونچے چٹانون پر چڑھ گئے جہان سے وہ قلعہ پر تیر برسا سکتے تھے، غرض جب بہت سے تاتاری قلعہ تک پہنچ گئے تو گرجستان کی اس قلعہ نشین قوم نے ہتھیار ڈال دیئے،

اس طریقے سے لشکر پہاڑی قلعون کو فتح کرتا ہوا اور بڑے بڑے وادیون سے گذرتا ہوا بحر خزر کے کنارے پہنچا، اب اس لشکر کے سامنے کوہ البرز کا سلسلہ تھا جس سے شمالی ایران کی سرحد قائم ہوئی ہے، یہان کے قلعے بھی گرجستان کے قلعون کی مانند مضبوط تھے، تیمور جس

قلعے پہنچا قلعہ والون کو طلب کرکے اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا، جس نے اطاعت قبول کرلی، اس کو امان دیگئی۔

تیمور کے دو محاصرے تاریخ مین یادگار چلے آتے ہین، ایک محاصرہ کلات[1] کا، اور دوسرا محاصرہ تکریت[2] کا، کلات ایک بہت بلند مگر مسطح قلعہ زمین پر واقع تھا جہان پانی کے چشمے اور مویشیون کے لئے چراگاہ موجود تھے، چارون طرف تنگ وتاریک پہاڑی درے تھے اور ان کے بیچ مین یہ حصار بڑی بلندی پر واقع تھا، اور جس پہاڑ پر قلعہ تھا اس کی شکل ایسی تھی کہ قلعہ کی فصیلون کے باہر اتنی زمین نہ تھی کہ کوئی لشکر اس پر اتر سکے، درون مین سے گذرنا مشکل، اور چٹان ایسے بلند اور سیدھے اٹھے ہوئے تھے کہ ان پر چڑھنا اور پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنا غیر ممکن تھا اسی حصار ۷۱

[1] کلات جس کو محض قلعہ بھی لکھا گیا ہے ملک خراسان کے مغربی علاقہ نیشاپور مین شہر نیشاپور سے شمال مشرق مین تقریبًا ۸۰ میل کے فاصلے سے واقع ہے، یہ پہاڑون مین ایک قدرتی حصار ہے جس کا دوسرا نام آجکل قلات نادری ہے، یہ نام اس وقت سے ہوا ہے جب سے کہ ایران کے بادشاہ نادر نے (اٹھارہوین صدی عیسوی، بارہوین صدی ہجری مین) یہان اپنا خزانہ رکھنا شروع کیا، تیمور نے اس قلعہ کو ۷۸۸ھ / ۱۳۸۶ء کے آخر یا ۷۹۸ھ / ۱۳۹۵ء کے شروع مین فتح کیا تھا (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۳۹۵)، حصار کلات کی فتح کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحات ۳۷-۳۴۳-۳۴۳ پر بیان ہوئے ہین۔ (مترجم)

[2] تکریت، ملک عراق مین بغداد سے شمال مغرب اور سامرا سے ۳۰ میل شمال مین دجلے کے مغربی کنارے پر آباد ہے، یہ ملک عراق کا آخری شہر عراق کی سرحد پر شمار کیا جاتا ہے، (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۵۱)، فتح تکریت کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۴۳ سے شروع ہوئے ہین، اور اس فتح کی تاریخ ۲۵ محرم ۷۹۶ھ درج ہے۔ (مترجم)

مصنف کتاب نے کلات اور تکریت کے نام ایسے پاس پاس لکھے ہین کہ خیال ہوتا ہے کہ وہ پاس پاس واقع بھی ہونگے، مگر ان دونون مین تقریبًا ساڑھے آٹھ سو میل کا فاصلہ ہے، دونون کے فتح ہونے کے زمانہ مین البتہ زیادہ فصل نہین ہے۔ (مترجم)

مین بعد کو بادشاہ ایران (نادر شاہ) اپنا خزانہ رکھا کرتا تھا،

جب حصار کلات پر حملے کی کوشش کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تو تیمور نے تمام درون پر جن سے گذر کر قلعہ پر پہنچتے تھے فوجین بٹھا دین اور اس طرح کلات کا محاصرہ شروع کر دیا، تیمور خود وہان سے دوسری طرف روانہ ہوا، کچھ دنون کے بعد قلعے مین وبا پھیلی، قلعہ والے باہر نکلے، ان کے باہر نکلتے ہی تیمور کی فوجون نے حصار فتح کر لیا، حصار کے دروازے اور درواذون تک پہنچنے کے درے آیندہ کے لیے درست کر کے محفوظ کر دیے گئے،

دوسرا مقام یعنی حصار تکریت دریاے دجلہ کے کنارے ایک بلند پہاڑ پر تھا، دریا اس پہاڑ سے ملا ہوا بہتا تھا، یہ ایک خود مختار قوم کا قلعہ تھا جو قافلون کو بے دریغ لوٹا کرتی تھی[1] تکریت کو پہلے کسی نے فتح نہین کیا تھا،

جس وقت تیمور یہان پہنچا تو قلعہ کے سردارون نے فیصلہ کر لیا کہ قلعہ ہرگز تیمور کے حوالے نہ کرین گے، چنانچہ قلعہ مین آنے کے جس قدر دروازے تھے ان کو پتھر اور چونے سے تیغہ کرادیا اب ایک دن برغو کی آواز اور سورن کے نعرے سنائی دیتے، پہاڑ کے نیچے جس قدر مورچے اور پشتے تھے ان پر تاتاریون نے قبضہ کر لیا، تکریت والون کو مجبوراً قلعہ بند ہونا پڑا، تیمور کے ہندسون نے فوراً پتھر پھینکنے کی کلین یعنی عرادے و منجنیق تیار کیے اور بڑے بڑے شہتیر زمین مین نصب کر کے عرادون کو ان پر جمایا اور جب اس نے پتھر پھینکے تو معلوم

---

[1] "و جمعے مفسدان متمردان (تکریت) را پناہ جستہ اند و سر عصیان برآوردہ پائے از جادہ راستی بیرون نہادہ اند و راہ گذرندگان بستہ دست تعدی و تطاول بنہب و غارت مال مسلمانان برکشودہ اند و پیوستہ کاروان شام و مصر را میزنند" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۴۴،

ہوا کہ قلعہ مین پتھر بخوبی پہنچتے ہین، پھر کیا تھا اتنے پتھر برسائے کہ قلعہ مین جسقدر مکانات تھے اونکی چھتین ایک ایک کر کے بیٹھ گئین،

لیکن اس قسم کی غارتگری سے محصورون کو کچھ زیادہ تردد نہ ہوا، حصار کی دیوارین اتنی بلند تھین کہ عرادون کے پتھرون سے ان دیوارون کو کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا، تیسری شب کو تیمور کا ایک فوجی سردار سید خواجہ نامی قلعہ کے ایک باہر والے برج پر چڑھ گیا اور اس پر قبضہ کر لیا، لیکن قلعہ کی فصیل کے قریب قدم نہ جا سکا،

اونچے تہتیر نصب کر کے ان پر عارضی سائبان ڈالے اور ان سائبانون کی آڑ مین تاتاری مہندسون اور سرنگ لگانے والون نے اپنا کام شروع کیا، نیچے تین سے پاڑین باندھ کر فصیل کی جڑ تک پہنچ گیے جو پہاڑ پر قائم تھی،

اب فصیل کے مختلف حصے تاتاری سپاہ کے مختلف دستون مین تقسیم کر دیئے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بہتر ہزار آدمیون نے چھینیان اور کٹنیان بیلچے اور بیرم لیکر پہاڑ مین دیوار کی بنیاد کو کھودنا شروع کیا، یہ کام باری باری سے شبانہ روز جاری رکھا گیا، فوج کے ایک دستہ نے دیوار کے نیچے پہاڑ مین بیس فیٹ کے قریب نقب لگائی جہان نقب لگا کر بنیاد کو کھوکلا کرتے تھے، وہان فوراً موٹی موٹی لکڑیون کے بلّے کھڑے کرتے جاتے تھے تاکہ اوپر سے دیوار نہ گرنے پاوے، سہارون پر تھمی رہے،

اس نقب زنی نے محصورون پر بے حد خوف طاری کیا، اور انھون نے امیر تیمور کی خدمت مین پیشکش حاضر کئے کہ یہ مصیبت کسی طرح ٹل جائے، تیمور نے کہا کہ (قلعہ کے سردار حسن نامی) کو بذات خود حاضر ہو کر اطاعت قبول کرنی چاہیئے، قلعہ کے سردار نے یہ منظور نہین کیا،

اب پھر بر غو کی مہیب صدائین اور سورن کا غلغلہ بلند ہوا، بنیا دین کھودنے مین جہان جہان موٹی موٹی بلّون کے سہارے لگائے تھے اب اُن پر روغن ملا گیا، اور ادھر اودھر سے لکڑیان جمع کرکے اور نفط ڈال کران مین آگ لگا دیگئی، جب بلّے بلّیان جل گئین تو دیوار کے اوپر کے حصّے جواونھی کے سہارے کھڑے تھے نیچے آن رہے، اور اس کے ساتھ ہی قلعہ والے جو دیوار کے اوپر کھڑے دشمن کا مقابلہ کرتے تھے وہ بھی باہر کو گرے، تاتاری دیوارون کے ڈھیر پر چڑھ قلعہ والون پر حملہ کرنے لگے، قلعہ والون نے بھی اب جان توڑکر مقابلہ کیا، تیمور نے جہان جہان نقب لگانے کے لیے شہتیر وسائبان نصب کرائے تھے ان مین آگ لگانے کا حکم دیا، آگ لگتے ہی سارا قلعہ دھوئین سے اٹ گیا،

جب دیوارون مین اور بہت سی جگہ نقب لگاکر راستہ کرلیا تو ایسی فوجین جو وزنی ہتھیار رکھتی تھین قلعہ مین گھس پڑین، تکریت کے لوگ اس نیم برباد قلعہ سے نکل کراسکی پشت پر ایک بلند مقام پر چڑھ گئے، تاتاریون نے پیچھا نہ چھوڑا، اوپر پہنچکر قلعہ کے سردار حسن کو گرفتار کرلیا اور ہاتھ پاؤن باندھ کر اُسے نیچے لائے، اور تیمور کے سامنے پیش کیا، تکریت فتح ہونے پر تیمور کے حکم سے محصورون کے گروہ مین سے سپاہی اور رعایا علٰحدہ علٰحدہ کئے گیے، رعایا کی جان سلامت رکھی گئی اور سپاہی تاتاریون مین تقسیم کردیے گیے جنھون نے ان کو قتل کردیا،

مقتولون کے سرکاٹ کر دریا کی مٹی اور پانی سے دو منارے چنے گئے اوران منارون کے سنگ بنیاد پر لوگون کی عبرت کے لیے ایک کتبہ اس مضمون کا نصب کیا گیا کہ "دیکھو مجرمون اور ظالمون کا کیا انجام ہوتا ہے" لیکن اس سے زیادہ موزون کتبہ یہ ہوتا کہ "دیکھو ان کا انجام جو تیمور کے حکم سے روگردانی کرتے ہین، کیا ہوتا ہے" فصیل کا وہ سالم حصہ جس کے پاس نقب

لگائی گئی تھی، سلامت رکھا گیا تاکہ دن کے وقت دور دور سے لوگ آکر تیمور کے کامون کو دیکھکر اُس کی سطوت اور قلعہ گیری کی قوت پر گواہی دین[لہ] لیکن رات کے وقت یہ صورت نہ ہوتی تھی، مشہور تھا کہ اندھیرا ہوتے ہی ان منارون کی چوٹیون پر غیبی شعلے چمکتے نظر آیا کرتے تھے، اور صرف جنگل کے وحشی جانورون کی ہمت ہوتی تھی کہ جھاڑیون مین چارہ تلاش کرتے ہوئے ان منارون تک پہنچین،

تکریت جس کو تسخیر کرنا غیر ممکن سمجھا جاتا تھا تیمور کے ہاتھون سترہ دن مین فتح ہوگیا[۲]، اب تیمور تمام بلاد شمال بحر خوارزم اور بحر خزر کے وسیع علاقون اور ایران کی کوہستانی ولایات اور قفقاز کا مالک ہوگیا، خراسان کی بڑی سڑک دو ہزار دو سو میل کی مسافت اُسکی قلمرو مین طے کرتی تھی، چودھا بڑے شہر خراسان مین نیشاپور سے لیکر چین مین المالیق کے شہر تک اُسے خراج ادا کرتے تھے،

لہ اس مضمون کی جگہ ظفرنامے مین جو عبارت آئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تو اچیون نے دوسرون کی عبرت کے لیے اہل تکریت کے سرون کے مینار چنے، اور ان کے گھرون کو اس آیت کا مصداق کر دیا کہ "یہ ان کے گھر ہین جو برباد ہوئے اپنے ظلمون سے" اور ان کا حال اس کلام کے مطابق ہوگیا کہ "ہم نے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے" اور کیا "ہم ناشکرون کے سوا کسی کو سزا دیتے ہین"۔ یہ فتح دوشنبہ کے روز ۲۵ ماہ (محرم) ۷۹۶ھ کو ہوئی، اور حضرت صاحبقران کے حکم سے قلعہ کی ایک دیوار سالم رکھی گئی تاکہ آیندہ زمانے مین لوگ حیرت اور عبرت سے اس بات کو دیکھین کہ قلعہ کیسا مستحکم اور استوار تھا اور حضرت صاحبقران کے قدرت اور کامگاری سے وہ کس طرح تسخیر کر لیا گیا (ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۵۶) ۲ھ محرم ۷۹۶ھ کو تیمور تکریت پہنچا، تین چار دن لشکر کی ترتیب مین صرف ہوئے، اس کے بعد حملہ کرکے ۲۵ محرم ۷۹۶ھ کو قلعہ فتح کر لیا۔ اس حساب سے تقریباً ۱۷ دن مین قلعہ فتح ہوگیا، دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۵۶،

لیکن اس سلطنت کے پیدا کرنے مین جانین بہت تلف ہوئین، تونئیان اور امرا کا جو جتھا ہر وقت پیش مین رہتا تھا اب وہ چھٹنے لگا، اور ہمرکاب بھی اب اتنے بہادر نہ رہتے جتنے پہلے رہتے تھے، ختائی بہادر سیر دریا کی برف مین جان بحق ہوا تھا[1] شیخ علی بہادر جس نے سیر اور ردہ کی لڑائی مین سب سے پہلے نیام سے تلوار نکالی تھی ایک ترکمان کے خنجر سے ہلاک ہو چکا تھا[2]، امیرزادہ عمر شیخ تیمور کے منجھلے فرزند کو قفقاز مین ایک نادان شخص کا تیر کھا کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا تھا[3]، اسی طرح تیمور کا ایک اور فرزند بھی باپ کے پہلو سے اٹھ چکا تھا، اس کو حسن اتفاق سمجھنا چاہئے کہ تیمور ابھی تک موت کے ہاتھوں بچا رہا،

امیرزادہ عمر شیخ کی موت کی خبر جب سنائی گئی تو تیمور نے ضبط سے کام لیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر سمرقند کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا،

راہ مین شہر سبز آیا، یہان آق سرا مین یعنی قصر سپید مین جسکی تعمیر اب ختم ہو چکی تھی قیام کیا، یہ محل شہر کے قریب ایک سبزہ زار مین تیار کرایا گیا تھا، یہان تیمور نے کچھ دنون آرام کیا، دربار اجلاس کرنا کچھ پسند نہ کیا،

بڑے لڑکے جہانگیر کا مقبرہ تیار کرایا تھا، اسے دیکھنے گیا اور حکم دیا کہ اس مقبرہ کو کچھ بڑھا کر عمر شیخ کو بھی وہین دفن کیا جائے[4]، اخیر زمانے مین تیمور بہت خاموش رہنے لگا تھا، شطرنج کی بساط

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۲۷۹-۲۸۰، ختائی بہادر اترار کے قریب جو سیر دریا کے کنارے ہی ارس خان سے لڑائی مین مارا گیا تھا، اس زمانے مین شدت سے برف گری تھی،

[2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۸۵-۵۸۸،

[3] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۶۷، "تا دا سنے از قلعہ تیرے انداخت واز قضا بشاہ رگ او (عمر شیخ) رسید و درجہ شہادت یافت"، صفحہ ۶۶۸ "واین واقعہ او اسط زمستان در ربیع الاول ۷۹۶ھ دست دادہ"

سامنے رکھے پہرون تک چپ بیٹھا رہنا اوسے اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن تدبیرین جو دل مین سوچی تھین وہ کسی سے نہ کہین اور عمر شیخ کے مرنے کے بعد لشکر کشی کا حکم دیا اور یہ تیمور کی دور و دراز کی فوجکشیون مین پہلی فوجکشی تھی ،



(حاشیہ صفحہ ۲۰۴) مقابلہ کیجئے ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۶۹ - ۶۷۰ کی عبارت سے ،

انیسوان باب

یاران ہم پیالہ

اب تک تیمور نے جنوب کے ملکون کی طرف نظر نہ ڈالی تھی، ہندوستان ہندوکوہ کی پشت پر تھا، سوائے تجارت کے اب تک اس سے کچھ واسطہ نہ تھا اور ایران کی طرف کھاری جھیلون کا ایک سلسلہ حائل تھا،

ایران جلوہ گاہ عزو تمکین اکثر جگہ شکستہ حال تھا، ذہین و ذکی مے خوار وے پرست شہزادے اپنے بزرگون کی سریر سلطنت پر متمکن تھے، سنگ مرمر کے تخت ٹوٹ چکے تھے اور اب انکے ٹکڑون پر یہ تاجدار بیٹھے تھے تخت بھی اُنکے تھے جو اسلام کے اجنا تھے، مگر اب تو اُن کے یہ نام لیوا شیرون کے مسکن مین گیدڑ ہو کر بسے تھے،

زائرین بیت اللہ حج کی نیت باندھے ننگے گلے دھوپ مین بیٹھے نظر آتے، بے نوا اور قلندر ڈھول کی آواز پر تھرکتے دکھائی دیتے مگر کچکول کی طرف سے غافل نہ رہتے، کوئی پیسہ ڈالتا تو نظر اودھر ہی جاتی، رعایا کے مالک امیر و رئیس گھوڑون پر سوار نکلتے، غلام اور نوکر چتر اور آفتاب گردان کا سایہ ان پر کئے ہوتے، اکثر حریر اور کتان کی جانمازین شراب

مین تر اور سپید ڈاڑھیان حشیش مین رنگی ہوئی نظر آتین،

زمین ریتیلی تھی، گرد کا اڑنا وبال جان تھا، لیکن رات کو جب پورا چاند آسمان سے خانہ باغون پر نور برساتا تو حسن و خوشنمائی کی انتہا نہ رہتی، اس کے ساتھ ہی جب صحرا کی سطح سے تپ ولرزے کی ہوا اٹھکر سایہ دار درختون کے پتون مین سرسراتی تو زندگی دشوار کردیتی، اسی ایرانی زمین کے شہر اصطخر مین وہ ہزار ہا ستونون والا محل تھا جس کے فرش مرمرین پر کبھی دیبی سیمیرامس[1] کی حسین کنیزین رقص کرچکی تھین،

حافظ شیرازی نے ایران کی نسبت کہا تھا کہ اس مین مطرب و مغنی بے مثل و نایاب موجود ہین کیونکہ جو مطرب ہوشمند اور مست شراب دونون کو اپنی خوش نوائی سے رقص مین لے آئے وہ ضرور نایاب ہوگا،

ایران نے جسے ہم پرشیا کہتے ہین مدتون دولت و ثروت کی مصیبتین جھیلی تھین، زردار بدباطن اور مفلس خود ستا تھے، ایک بادشاہ نے اپنے بیٹون کو اندھا کردیا اور جب بھائی مرا تو ہنسکر فرمایا کہ اب روئے زمین پر ہمارا قبضہ پورا ہوا ہے، بالائے زمین میرا اور زیر زمین بھائی کا" اسی ملک
کے ایک ظریف نے کہا تھا کہ تقدیر بے وقوف کو عزیز رکھتی ہے اور عالم وہ ہے جسے روزی ۵،
پیدا کرنے کا سلیقہ نہ ہو، بیگم وہ ہے جس کے بہت سے عاشق ہون اور گھر کی بیوی وہ ہے جسے کوئی نہ پوچھے،

[1] بہت قدیم زمانے مین سیمیرامس ملک شام کی ملکہ تھی، ۴۲ برس حکومت کرکے اپنے بیٹے کو سلطنت سپرد کی اور خود قمری بنکر آسمان کو اڑ گئی، اہل شام نے اُسے دیبی سمجھ کر پوجا، بابل کا شہر اور مغربی ایران مین میدیا کے باغات اسی نے بنائے تھے، چونکہ بہت حسین اور نامور تھی اور ایران مین سلطنت کرچکی تھی اسی رعایت سے مصنف نے اس کا یہان ذکر کیا ہے، (مترجم)

اسی ملک مین صوف پوش مشائخ شاعرون کے جلیس بنکر عرفان بافی مین مشغول ہوتے یہین یاران ہم کاسہ اور ساقیان مہ پارہ کے جلسے رہا کرتے،

یہین مسخرے بے معنی مگر جذبہ انگیز نظمون کے پڑھنے والے الفاظ کے بازیگر اور ثنا گری کے بھان متی، دوشالے اوڑھے ٹکر گدا بادشاہون کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہتے تھے، اور ا بھی مین وہ شاعر بھی ہر وقت کے مصاحب تھے جنکا کلام الہام کے رتبے کو پہنچا ہوا تھا، یہ عیش پرست ایرانی دخت رز کی پرستش کرتے تھے جس کی پرستش حرام کی گئی تھی، شجاعت اور دلاوری کے کارنامے الاپنے پر جان دیتے اور اس رزم سرائی کے شغل کو زرہ پہنکر لڑائی مین جانے سے بہتر سمجھتے، موجودات کو نظر انداز کرکے ہر وقت عالم خیال مین رہتے اور کہتے

آن چرخ فلک کہ ما درو حیرانیم فانوس خیال ازو مثالے دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس ما چو صوریم کاندرو حیرانیم[۱]

(رباعیات عمر خیام)

مذہب کی توہین کرنے والے کو سنگسار کرنے پر تیار ہو جاتے لیکن جب شراب کا دور چلتا تو خود مذہب کی ہنسی اڑا کر اوسے بے معنی چیز بتاتے، یہ ایرانی ایشیا کے یونانی تھے، کبھی بالکل زنانی طبیعت کے عیش پرست بنجاتے اور کبھی مذہب کے جوش مین مجنون و مجاہد نظر آتے، تاتاریو سے انھین خاص عداوت تھی اور ان کو وہ بے دین سمجھتے تھے،

[۱] مصنف کتاب نے اس رباعی کا ترجمہ انگریزی مین فٹز جرلڈ کا کیا ہوا نقل کیا ہے جو اصل سے کسی قدر فرق رکھتا ہے لیکن حسن و خوبی مین اپنی ہی مثال ہے، اس انگریزی ترجمہ کا ٹوٹا پھوٹا ترجمہ اردو مین یہ ہو سکتا ہے،

"ہم کچھ نہین ہین فقط پرچھائیان ہین جو آفتاب سے روشن کئے ہوئے فانوس مین گردش کرتی ہوئی کبھی سامنے آتی ہین اور کبھی سامنے سے چلی جاتی ہین، آدھی رات کا اندھیرا چھایا ہے، اور اس کون و مکان کا تماشہ گر فانوس اونچا کیے یہ تماشا دکھا رہا ہے"

حافظ شیراز کا مربی و سرپرست جلال الدین شاہ شجاع حور و شمع، بادہ و نرد کا بیحد شوقین تھا۱
جب مرنے کا وقت قریب ہوا تو خیال آیا کہ مدت ہوئی امیر تیمور گورگان سے دوستی کا عہد و پیمان
کیا تھا۔ مرنے کا سامان بڑی شان سے کیا، کفن اور تابوت بہت اہتمام سے تیار کرایا، اور امیر تیمور
کو جس کی صورت کبھی نہین دیکھی تھی ایک خط بھیجا جسمین موت کے قریب آنے کا حال بڑی مؤثر
عبارت مین اس طرح بیان کیا،

" اصحاب رائے پر روشن ہے کہ دار دنیا محل حوادث و مکان صوارف ہے، اہل عقول
دنیا کی ناپائدار لذات و محاسن پر کبھی التفات نہین کرتے کیونکہ وہ جانتے ہین کہ ہر موجود کو فنا
ہے،.........

خلوص اور صدق کا جو عہد مجھ مین اور آپ مین ہوا تھا اس کے قائم رکھنے مین مین ثابت
قدم رہا اور آپ کی دوستی کو اپنے حق مین فتوح روزگار سے سمجھتا رہا اور اب میری بڑی تمنا اگر
۱۳۶ اس کے بیان کرنے کی اجازت ہو تو یہی ہے کہ

بقیامت برم آن عہد کہ بستم با تو
تا دران روز نہ گوئی کہ وفائے تو نبود

اب بارگاہِ کبریا مین میری طلبی ہوئی ہے، اور مین خدا کا شکر کرتا ہون کہ گو ایسی تقصیرین
اور گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہین جو لازمہ وجود انسانی ہین لیکن کوئی قصور ایسا نہین ہوا جس پر
میرا دل اس وقت نادم ہو، کوئی آرزو ایسی جو تصور بشری مین آسکتی تھی اس ترپن[۵۳] سال کے

---

۱ دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۳۴۷-۳۴۸، یہاں شاہ شجاع نے جو تحائف مع ایک خط کے تیمور کو بھیجے
ہین وہ سب بیان ہوئے ہین،

نزولِ منزلِ خاک مین ایسی نہ تھی جو خدا کی عنایت سے پوری نہ ہوئی ہو۔ ....

مختصر یہ کہ جس طرح زندہ رہا اسی طرح اب دنیا سے چلنے کو ہون، دنیا کی ہوا و ہوس کو اب مین نے ترک کر دیا ہے اور مین خدا سے دعا مانگتا ہون کہ وہ اپنی برکتین اس بادشاہ (تیمور) پر نازل رکھے جو سلیمان منقبت اور سکندر مرتبت ہے، اسکی حاجت نہین کہ مین اپنے فرزند دلبند زین العابدین (طول اللہ عمرہٗ فی ظلال عنایتکم) کی آپ سے سفارش کرون کیونکہ اس کو مین اپنے خدا اور آپکے سپرد کر چکا ہون،

کو را بخدا و بخداوند سپردم

اور یہ امر وہ ہے جس مین آپ کی طرف سے عہد شکنی کا گمان مجھے نہین ہو سکتا،

اور یہ بھی التماس ہے کہ اس مخلص کو جو حالت وفاداری مین اپنی جان خدا کے سپرد کر رہا ہے، آپ فاتحہ اور دعائے خیر سے یاد فرماتے رہینگے، تا کہ آپ جیسے نامور اور خوش قسمت تاجور کی دعا سے خدائے غفور الرحیم میری بخشش فرمائے اور میرا درجہ مکرمین مین ہو، یہی آپ سے میری درخواست تھی اور یہی میری آخری وصیت ہے جس کے ایفا کے لیے آپ قیامت مین ذمہ دار رہین گے۔[1]

معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی ایک مکتوب شاہ شجاع نے اُسی قسم کے تحائف کے ساتھ جو تیمور کو بھیجے تھے سلطان بغداد کو بھی بھیجا، بادشاہ ایران شاہ شجاع نے جب وقت آیا تو رحلت کی اور اب اس کی سلطنت کے ٹکڑون پر دس شہزادے ٹوٹ پڑے، ایک کو اصفہان ملا، دوسرے

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۲۷۵ تا ۲۸۰ ۔ انگریزی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس مکتوب مین سے صرف وہی جملے جنسے مضمون کا خلاصہ معلوم ہو جائے اپنی زبان مین ترجمہ کیے ہین، وہی جملے مین نے بھی اصل فارسی کو سامنے رکھکر انگریزی سے اردو مین ترجمہ کر دیئے ہین، (مترجم)

کو فارس، تیسرے کو شیراز اور اسی طرح کسی کو کچھ کسی کو کچھ، اور اب یہ شہزادگان بادشاہ ہوتے ہی بادشاہی کی دکان کھول بیٹھے، کسی کسی نے اپنے نام کا سکہ بھی چلایا مگر رعایا پر محصول سب نے بڑھایا، اور ایسی چیزون پر لڑنے لگے جنکا پہلے دعوی نہ کیا تھا، یہ شہزادے تاریخ مین آل مظفر کے نام سے مشہور ہین، اور ان کی آپس کی عداوتون نے "اقارب چون عقارب" کا نیش اور تیز کر دیا،

سنہ ۱۳۸۶ع (سنہ ۷۸۹ھ) مین جب کہ جاڑے کے میلے و مکدر آفتاب نے بساط صحرا کی چمک کو دھندلا کر رکھا تھا تیمور سمت شمال سے وارد ہوا[۱]، ستر ہزار سپاہ ہمرکاب تھی، لشکر کے لوگ اصفہان کی شان و عظمت دیکھکر حیران رہ گئے، اس شہر مین صدہا برج اور مینار اور مسقف بازار تھے، پلون پر بھی بازارون کی سی چہل پہل رہتی تھی، ابن بطوطہ جو اس زمانے سے کچھ پہلے یہان سے گذرا تھا اس بادشاہی شہر کی نسبت لکھتا ہے "ہمارا گذر پھلون کے باغون اور آب روان کے چشمون اور پر فضا دیہات مین سے ہوا جہان سڑک کے کنارے کبوترون کی چھتریان دور تک نظر آتی تھین، یہ شہر بہت بڑا اور خوشنما ہے گو مختلف مذہبی فرقون کی وجہ سے آئے دن لڑائیون مین مبتلا رہتا ہے، پھلون مین زرد آلو اور خربوزے ہوتے ہین، بہی بھی اچھی ہوتی ہے اور اسی طرح خشک کر کے رکھی جاتی ہے جیسے ہمارے ملک افریقہ مین انجیرون کو سکھا کر کھاتے ہین، یہان کے باشندے قد آور ہین، رنگ گورا ہے اور منھ پر غازہ ملتے ہین، خلیق ہین اور مہمانون کی ضیافتین کرنے مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانی چاہتا ہے، گو کھلانے کو صرف دودھ اور روٹی کھلاتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ سینیون مین خوان پوشون کے نیچے بڑی بڑی قیمتی مٹھائیان بھی ہوتی ہین"

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۱، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

تیمور اصفہان مین گو لڑائی کی تیاری کرکے آیا تھا مگر لڑنے کی طرف طبیعت مائل نہ تھی شاہ شجاع کا خط بار بار یاد آتا تھا، لیکن تیمور کو بڑی شکایت یہ تھی کہ مظفریون نے اس کے ایلچی کو بلاوجہ روک رکھا ہے، ان شہزادون کی خانہ جنگی کو بھی تیمور چند سال سے دیکھ رہا تھا، چنانچہ یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ خود قبضہ حاصل کرنے کے لیے لشکر کشی کرے گا،

آمد کی خبر سنتے ہی اکابر اصفہان جنکا پیشوا زین العابدین کا خالو (سید مظفر کاشی) تھا سلام کے لیے حاضر ہوا[1]، تیمور نے سب کو انعام اور خلعت دیئے اور اپنے غالیچہ پر ان کو بٹھایا، اس کے بعد گفتگو ہوئی جسمین اصفہان کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا،

تواضع و تعرف کی تقریرون کو قطع کرکے تیمور نے صاف صاف کہا، "تمھاری رعایا کی جان سلامت رکھی جائے گی اور فوج کو حکم دیا جائے گا کہ تمھارے شہر کو نہ لوٹین مگر شرط یہ ہے کہ رقم سربہا ادا کیجائے"،

جب اس رقم کا تعین ہو گیا تو جانبین نے اُسے منظور کیا، مظفری خوب جانتے تھے کہ اتنا بڑا لاؤ لشکر ایک ہزار میل کی مسافت طے کرکے خالی ہاتھ جانے والا نہین، انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ محصول وصول کرنے کے لیے شہر مین محصل بھیجے جائین، چنانچہ ہر فوج ہزارہ سے ایک ایک افسر شہر کے ایک ایک محلے مین روپیہ وصول کرنے کے لیے مقرر ہوا، اور ان محصلون پر ایک بڑا فوجی امیر نگرانی کے لیے نامزد ہوا[2]،

دوسرے دن تیمور باضابطہ طریقہ سے شہر مین داخل ہوا، بڑے بازار مین پورے جلوس کیساتھ

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۱، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۲،

پہرا دے رہے تھے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے اور دروازون کو اندر سے بند کر لیا،

دوسرے دن علی الصباح جب اس واقعہ کی خبر تیمور کو کیگئی تو وہ غصہ سے تھرا اٹھا تقریباً تین ہزار تاتاری رات کو قتل ہوئے تھے، انھی مین ایک محمد پسر شیخ علی بہادر[1] اور دوسرا ایک امیر تھا جو تیمور کو بہت ہی عزیز تھا، تیمور نے فوراً سپاہ کو حکم دیا کہ فصیل شہر پر حملہ کرے، ایرانی شرفائے اور امراء جو اس وقت لشکر مین حاضر تھے انھون نے سفارش کرنی چاہی، مگر تیمور نے نہ سنا، شہر کے فسادی اب تک تو دوسرون پر حملہ کر رہے تھے، مگر اب ان کو اپنی جان بچانے کی پڑی،

تاتاریون نے شہر کے دروازون پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کیا، تیمور نے قتل عام کا حکم دیا، اور لشکر کے ہر ایک سپاہی کو حکم ہوا کہ ایک ایرانی کا سر کاٹ کر حاضر کرے، شہر کے ایسے محلون سے جو اس فساد مین شریک نہ ہوئے تھے کسی قسم کی بازپرس نہ ہوئی، سادات اور واجب التعظیم لوگون کو سلامت رکھنے کی کوشش کیگئی، باقی شہر والون کو مارنا شروع کیا، تمام دن قتل جاری رہا، جو لوگ دن کو قتل ہونے سے بچگئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ رات ہونے پر شہر سے صحیح سلامت باہر نکل جائین گے، لیکن جب رات ہوئی تو برف گرنے لگی، بھاگنے مین قدمون کے نشان برف پر بنگئے، ان نشانون کو دیکھکر تاتاریون نے بھاگنے والون کا کھوج لگا لیا اور ان سب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا،

بہت سے تاتاریون نے جو اپنے ہاتھ خون سے رنگنے نہین چاہتے تھے | سپاہیون سے اصفہانیون کے کٹے ہوئے سر مول لیکر پیش کر دیے، مورخ لکھتا ہے کہ شروع مین ایک سر کی

---

[1] ظفرنامہ مین یہ نام محمد پسر خطائی بہادر لکھا ہے، اصفہان مین اس قتل عام کے واقعات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحہ ۴۳۰ سے ۴۳۵ تک بیان ہوئے ہین،

قیمت بیس ہزار لگی تھی، لیکن جب سرون کی تعداد پوری ہونے کو ہوئی تو یہ قیمت نصف دینار رہ گئی اور جب تعداد پوری ہوگئی تو پھر مال مفت تھا، مقتولون کے سر پہلے شہر کی فصیل پر چنے گئے، پھر شہر کی بڑی بڑی سڑکون پر ان کے مینار بنائے گئے،

اس طور پر ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ آدمی اصفہان کے مارے گئے، یہ قتل پہلے سے تجویز نہین کیا گیا تھا، صرف انتقام کی غرض سے اپنے آدمیون کا قتل ہوتا سنکر تیمور نے یہ خونریزی کی تھی، لیکن انتقام ایسا ظالمانہ تھا جس کا پہلے کسی کو گمان تک نہ ہوسکتا تھا، (یہ واقعہ دوشنبہ ۶ ذیقعدہ ۷۸۹ھ (۱۳۸۷ء) کا ہے[1]) اصفہان کے علاوہ اور جہان جہان مظفری شہزادے حکومت کر رہے تھے وہ اس قتل عام کے واقعہ کو سنکر ڈر گئے، اور انھون نے بلامزاحمت تیمور کی اطاعت قبول کرلی، صرف منصور نے (جو شوستر کا حاکم تھا) اطاعت قبول نہین کی اور پہاڑون کی طرف بھاگ گیا،

(ذی الحجہ ۷۸۹ھ مین تیمور شیراز آیا[2]) شیراز اور مظفریون کے باقی شہرون نے چپ چاپ سربہا کی رقم ادا کردی، (عید کے دن) شیراز مین تیمور کا نام خطبہ مین پڑھا گیا[3]، اور ہر ایک مظفری شہزادے کو اس کے اختیارات کے متعلق تحریری سند تمغا کے نشان کے ساتھ عطا ہوئی، تمغا ہاتھ کا نشان ہوتا تھا جو سرخی سے کاغذ پر بنا دیا جاتا تھا[4]، یہ مظفری شہزادے اب تیمور کی طرف سے اپنی اپنی ولایت پر حاکم مقرر ہوئے اور تیمور اب اُن کا بادشاہ اور حاکم

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۵ - [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۷، [3] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۷،

[4] تمغا جو ترکی لفظ ہے بہت سے معنون مین آتا ہے ۱۔ نشان یا مہر یا داغ جو گھوڑون کی ران پر بنایا جاتا ہے، ۲۔ محصول جو شہر کے دروازے یا دریا کے گھاٹ پر لیا جائے، ۳۔ محصول ادا ہونے کے بعد اجناس پر جو نشان بنایا جائے، ۴۔ فرمان سلطانی، (مترجم)

بالادست ہوگیا، ایران کا ملک انھی شہزادون کا تھا مگر اُن کا حاکم رہنا نہ رہنا اب تیمور کی مرضی پر تھا۔ تیمور کو جس وقت معلوم ہوا کہ ایران کے باشندون پر محصول و باج سخت لگائے گئے ہین تو اس سختی کو اُس نے دور کر دیا،

قصہ مشہور ہے کہ تیمور جب شیراز مین تھا تو اس نے خواجہ حافظ کو اپنے دربار مین طلب کیا، ایران کا یہ صاحب کمال بہت سادے کپڑے پہنے ہوئے جن سے افلاس برستا تھا تاتاری فاتح کے سامنے حاضر ہوا،

تیمور نے آواز تیز کر کے پوچھا۔ کیا یہ شعر تمھارا ہے؟

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را»

حافظ نے جواب دیا۔ "اے امیرون کے امیر یہ شعر میرا ہی ہے"۔

تیمور نے کہا۔ "کیون صاحب ہم نے تو برسون کی کوشش سے سمرقند کو اپنی تلوار سے حاصل کیا اور اس وقت تمام بلاد و امصار سے بہترین چیزین اس کی زیب و زینت کے لیے لیجا رہے ہین، پھر یہ کیا بات ہے کہ ہمارے ان تمام نوادر کو آپ ایک "ترک شیراز" کی نذر کرنے کو تیار ہو گئے"!

شاعر نے جواب مین کچھ تامل کے بعد مسکرا کر کہا "اے امیر، انھی فیاضیون کا نتیجہ ہے، کہ آج مجھے آپ اس حالت افلاس مین دیکھ رہے ہین"۔

۱۴۰ اس برجستہ جواب سے تیمور خوش ہوا اور حافظ صاحب کو انعام و اکرام دیکر رخصت کیا، ایران کے چند مطرب تیمور کے ہمراہ سمرقند گئے، جنوب کے ملکون مین جن لوگون کیساتھ

بادہ نوشی کی تھی ان کی مفارقت کا تیمور کو افسوس ہوا، میران شاہ تیمور کا تیسرا فرزند ہمیشہ سے تندخو اور ضدی طبیعت کا آدمی تھا، شراب پینے کی عادت ڈال لی تھی، مذہب مین بھی کچھ شکی تھا، بعض موقعون پر بڑے بڑے شجاعت کے کام دکھائے تھے، مگر ظالم انتہا درجے کا تھا، البتہ تیمور کے ساتھ جب لشکر مین رہنے کا اتفاق ہوتا تھا تو کسی بات مین حد سے آگے نہ بڑھتا تھا،

اس زمانہ کے کئی برس بعد تیمور نے بحر خزر کے متصل ملکون کی حکومت امیرزادہ میران شاہ کے سپرد کردی لیکن جب تیمور ہندوستان کی لشکرکشی مین ایک سال مصروف رہنے کے بعد واپس آیا تو سنا کہ بیٹا تقریباً مجنون ہوگیا ہے، تاتاری حاکمون نے اطلاع کی کہ شہزادے سے بڑے بڑے شہرون مین بالکل مجنونانہ حرکتین ظاہر ہوئی ہین، کبھی جھروکون مین بیٹھ کر لوگون مین خزانے کا خزانہ لٹا دیا، کبھی مسجدون مین شراب نوشی کے جلسے کئے، میران شاہ کی دیوانگی کی وجہ یہ ظاہر کیگئی کہ ایک دن گھوڑے سے گرنے مین اس کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا، شہزادے کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ "مین اس شخص کا بیٹا ہون جو دنیا پر حکومت کر رہا ہے کیا کوئی کام ایسا نہین ہے جسپر دنیا مجھے بھی یاد رکھے"

میران شاہ نے حکم دیا کہ تبریز اور سلطانیہ کے محل اور بیمارستان منہدم کردیے جائین بیسر تیمور کی زبان کا نکلا ہوا حکم تاتاریون کے لیے فرمان قضا سے کم نہ تھا، فوراً دونون شہرون کے محل ڈھانے شروع کردیے، ایسے ہی اور احکام شہزادے نے جاری کئے اور ان کی تعمیل ہوتی رہی، اسی کے حکم سے ایک مشہور فلسفی کی قبر کھودی گئی اور اس کی لاش نکالکر یہودیون کے قبرستان مین دفن کیگئی، شراب اور نشی ادویہ کے استعمال سے میران شاہ کے دماغ مین خلل پیدا ہوگیا تھا،

لیکن دربار کے امرا یہی عرض کرتے تھے کہ "دیوانگی منجانب اللہ ہے، کیا شہزادہ جس وقت گھوڑے سے گرا تھا تو اس کا سر زمین سے نہین ٹکرایا تھا"؟

جب یہ امرا، تیمور کے دربار سے رخصت ہوئے تو سراپردے کے دروازے پر ایک عورت آئی، منہ پر نقاب تھی، لباس بالکل سیاہ تھا، کوئی ملازم ساتھ نہ تھا، بالکل تنہا تھی، لیکن اس کی زبان کی جنبش پر پاسبان فوراً آداب بجا لائے اور دروازہ کھول دیا، اور ایک تواچی نے تیمور کے سامنے اکر عرض کیا کہ

"شاہزادی صاحبہ حضور کے سلام کو باہر کھڑی ہین اور تنہا ہین"

یہ شاہزادی خانزادہ تھی جو اس شکل مین تیمور کے پاس آئی تھی | پہلے یہ تیمور کے سب سے بڑے فرزند جہانگیر کی بیوی تھی، اس وقت بہت سراسیمہ و پریشان ہو کر تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئی تھی، اور کچھ دیر سے منتظر تھی کہ درباری رخصت ہون تو اطلاع کرائے، اس پریشان حالی اور سیاہ لباس نے جونہی وہ نقاب اتار کر تیمور کے قدمون مین گری چہرہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، عرض کرنے لگی کہ

"اے امیرون کے امیر مین حضور کے فرزند میران شاہ کے پایہ تخت سے آرہی ہون"

اور اب خانزادہ نے بڑی جرأت وجسارت سے گفتگو شروع کی، یہ وہی بانو ہے جسنے تاتاریون کی یورش پر اپنے عزیزون کی سفارش تیمور سے کی تھی، اداے مطلب کے لیے آواز مین ایک قوت اور فیروزی تھی گو الفاظ مین ان ہی چیزون کو پیدا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، خانزادہ نے مع اپنے خدم وحشم کے ایک ایسے شہر مین سکونت اختیار کی تھی جو میران شاہ کی حدود حکومت مین تھا، جس وقت میران شاہ نے غارتگری پر کمر باندھی تو خانزادہ نے اوسے بہت روکنا چاہا، میران

شاہ خانزادہ کو اپنے محل مین سے آیا۔ شہزادی کے ہولنواہون نے بہت مخالفت کی مگر میران شاہ پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا، خانزادہ کے حسن پر فریفتہ ہوا اور اسکو اپنی بیوی بنایا، اس کے بعد اس پر تہمت لگائی۔[لہ]

خانزادہ نے تیمور سے عرض کیا کہ "اے امیر، مین اس وقت پناہ اور انصاف طلب کرنے کے لیے ایک بادشاہ کی حضور مین آئی ہون"۔

خانزادہ کے پہلے شوہر امیرزادہ جہانگیر کا انتقال ہوچکا تھا۔ اس فرزند سے تیمور کو بہت محبت تھی اور خیال تھا کہ جہانگیر ہی اس کے بعد وارث سلطنت ہوگا، لیکن اب تاتاری قانون کے مطابق میران شاہ کو جو تیمور کے فرزندون مین اس وقت سب سے بڑا تھا باپ کا تخت پہنچتا تھا، پرانے خانانِ صحرا کے زمانے سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ کسی بادشاہ کے شرع کے چار بیٹے

لہ دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶، خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ" امیرزادہ میران شاہ کے تغیر دماغ کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف بالکل مائل ہوگئی، اکثر شراب پینے اور نرد کھیلنے مین مشغول رہتا تھا، اس وجہ سے اور بھی امور نامناسب اس سے صادر ہونے لگے، ایک دن اثنائے گفتگو مین اپنی حرم محترم (خانزادہ) کی نسبت تہمت آمیز الفاظ زبان سے نکالے، خانزادہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس تہمت کی تفتیش مین ہر وقت پریشان رہنے لگی، انجام یہ ہوا کہ نہایت غصہ کی حالت مین سمرقند روانہ ہوئی، تیمور اسی زمانہ مین ہندوستان کی فتح کے بعد سمرقند آیا ہوا تھا، واپس آنے پر اہل دربار سے سنا کہ ممالک ایران مین بالخصوص آذربائیجان کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے، آذربائیجان کا حاکم امیرزادہ میران شاہ تھا، اس اطلاع کیساتھ ہی خانزادہ تبریز سے سمرقند پہنچی اور قصر باغ چنار مین تیمور سے ملی، اپنے شوہر میران شاہ کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حضور اسکی طرف متوجہ نہ ہونگے تو صورت خرابی کی ہوگی، کیونکہ حضور کے یاساق اور احکام کی پابندی ترک کردی گئی ہے۔ اور تمام اموال اور خزائن لٹائے جارہے ہین، یہ شکایتین سنکر امیر تیمور نے ایران کی طرف مراجعت کی"۔

خانزادہ کی پہلی شادی امیرزادہ جہانگیر سے ہوئی تھی، جہانگیر کے مرنے کے بعد امیرزادہ میران شاہ سے عقد نکاح ہوا۔ جہانگیر سے اس شہزادی کے ہان دو لڑکے ہوئے تھے، ایک پیر محمد دوسرا محمد سلطان، میران شاہ سے امیرزادہ خلیل پیدا ہوا۔

اُس کے وارث ہو سکتے تھے، جہانگیر اور عمر شیخ سفر آخرت اختیار کر چکے تھے، بیٹوں میں اب میران شاہ اور سب سے چھوٹا لڑکا شاہ رخ باقی تھا، شاہ رخ سرائے خانم کے بطن سے تھا جو تیمور کی بیوی اور محل کی مالک تھی، یہ لڑکا امیرزادہ جہانگیر مرحوم کے لڑکوں سے بھی جو خانزادہ کے بطن سے تھے چھوٹا تھا، شاہ رخ بڑا نیک اور حلیم تھا، سلطنت کے کاروبار سے کہیں زیادہ کتاب بینی کا شوق رکھتا تھا

پس تیمور کا جانشین یا تو میران شاہ ہو سکتا تھا یا خانزادہ کا کوئی لڑکا (خواہ جہانگیر سے ہو یا میران شاہ سے) تیمور نے میران شاہ کو بڑی وسیع قلمرو کا حاکم مقرر کر رکھا تھا، مگر اس شہزادے نے شراب نوشی اور لہو ولعب سے دنیا درہم برہم کر دی تھی، ممکن ہے کہ خانزادہ کا حسن وجمال ہی جس کے شعلوں نے شہزادے کے دل میں آگ بھڑکائی تھی عقد نکاح کا باعث ہوا ہو،

ان واقعات کے سالہا سال بعد نوجوان امیرزادہ خلیل ایک ایسے سیاسی نزاع کا باعث ہوا جو خانزادہ کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا،

مگر اس وقت تیمور کے سامنے خانزادہ کی ہمت قابل تعریف تھی، آج وہ صاحبقران گیتی ستان کی حضور میں کھڑی خاص اس کے فرزند کی شکایت کر رہی تھی، تیمور نے بھی انصاف کرنے میں دیر نہ کی، خانزادہ کا جس قدر مالی نقصان ہوا تھا اسکی تلافی کر دی، نئے ملازم اسکی خدمت کے لیے مقرر کیے اور اسکی وہ عزت کی جو اپنے فرزند رشید جہانگیر کی بیوہ کی کرنی چاہیے تھی، تیمور گو اس وقت ایک بڑے سفر دشوار سے سمرقند واپس آیا تھا لیکن اس نے فوراً امرار کو حکم دیا کہ سلطانیہ کی طرف چلنے کی تیاری کریں،

سلطانیہ پہنچکر جس وقت وہ تمام خرابیاں تحقیق ہو گئیں جو میران شاہ کی بد نظمی وغارتگری سے پیدا ہوئی تھیں تو تیمور نے بیٹے کی نسبت سزائے موت کا حکم سنا دیا، امرار نے جنمیں بعض ایسے

بھی تھے جن کو میران شاہ کے ہاتھون نقصان پہنچا تھا شہزادے کی سفارش کی، میران شاہ گلے مین رسی پڑی ہوئی باپ کے سامنے حاضر کیا گیا،

تیمور نے قتل کا حکم منسوخ کیا لیکن اختیارات کل سلب کر لیے، شہزادہ دل شکستہ بے ملک و بے حکومت ہو کر اسی ولایت مین پڑا رہا جہان اب اسکی جگہ دوسرے بادشاہی کرتے تھے،

اس کے تھوڑے زمانہ کے بعد بادشاہ قسطالیہ کا وزیر و سفیر روئے دی گونزالیز کلاویجو اسپین سے سمرقند کے سفر مین سلطانیہ سے گذرا، اور جو کچھ اُسنے وہان سنا اسے اس طرح سادگی سے بیان کیا ہے۔

"جب میران شاہ اس قسم کی حرکتین کر رہا تھا تو اس کے پاس ایک خاتون بھی جسکا نام خانزادہ تھا، یہ خاتون بھیس بدلکر میران شاہ کے پاس سے چلی گئی اور رات دن سفر کر کے امیر تیمور کے پاس آئی اور اُسکے بیٹے میران شاہ کی حرکتون سے اسے آگاہ کیا، تیمور نے بیٹے کو حکومت سے معزول کر دیا، خانزادہ تیمور کے پاس ٹھہری رہی، تیمور نے اسکی بڑی عزت کی اور پھر اسکو واپس جانے کی اجازت دی، میران شاہ سے خانزادہ کا ایک لڑکا بھی تھا جسکا نام خلیل سلطان تھا"

میران شاہ کے مصاحبون اور درباریون پر تیمور کا ایسا غضب نازل ہوا جسکی انتہا نہ رہی، گویے اور مسخرے اور بعض اچھے شاعر بھی جو شہزادے کیساتھ ہر وقت رنگ رلیون مین رہتے تھے کشان کشان مقتل مین لائے گئے، اور ان مین سے ایک ظریف نے جب اپنے سے عالی مرتبہ لوگون کو جلاد کے قریب دیکھا کہ وہ بھی قتل ہونے والے ہین تو اس ہولناک آخری ساعت مین بھی وہ ظرافت سے نہ چوکا اور ان مین سے ایک شخص سے کہنے لگا، "آپ کو شہزادے کی خدمت مین مجھپر تقدیم حاصل تھی، اسوقت بھی اس مرتبہ کا خیال رہے، پہلے آپ تشریف لے چلین[1]"

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۲۱۳-۲۱۴

بیسوان باب

تیمور کی سلطنت

۱۳۶۹ء (۷۷۱ھ) مین تین برس کی عمر مین تیمور روے زمین کے اس حصہ کا مالک ہو گیا جسے وسط ایشیاے مرتفع اور ایران کہتے ہین اور جو ہمیشہ بغاوتون اور خانہ جنگیون کا مولد و مسکن رہا ہے، یون تو تیمور ہر اعتبار سے شہنشاہ تھا مگر اس کا لقب شہنشاہ نہ تھا، صرف امیر تیمور گورگان کہلاتا تھا، سریر خانی پر ایک شخص چنگیز خان کی اولاد سے جسے ترا خان کہتے تھے متمکن تھا، یہ تیمور کا بادشاہ تھا مگر برائے نام، اس برائے نام بادشاہ یا خان کے ذمہ کوئی کام نہ تھا، لشکر کے صرف ایک حصہ کا سپہ سالار سمجھا جاتا تھا، اور سمرقند مین ایک محل اس کے رہنے کے لیے مخصوص تھا، بعض رسمون کے ادا ہونے کے وقت اس کا موجود ہونا ضروری تھا، مثلاً جب کبھی کسی ریاست سے اتحاد کا عہد و پیمان ہوتا تھا اور نقرے گھوڑے کی قربانی کیجاتی تھی، یا سالانہ معائنہ فوج ہوتا تھا، جسمین دو لاکھ سپاہ تیمور کے علم کے سامنے سے گذرتی تھی تاریخون مین اس ترا خان کا نام شاذ و نادر ہی آتا ہے، اور جو کچھ وقار یا شہرت اس کے ساتھ وابستہ تھی اوسے تیمور کے درخشان کارنامے بالکل ماند کرتے جاتے تھے، مگر خان اپنی مرفہ الحالی اچھے کھانے پہننے اور فوجی شان سے جسمین اس کا حصہ ہر سال کم ہی ہوجاتا تھا خوش تھا،

جس طرح تیمور شہنشاہ نہ کہلاتا تھا اسی طرح اسکی ارضی حدودِ شہنشاہی کا بھی کوئی خاص نام نہ تھا، ماوراء النہر کا امیر اب تک اُسے کہا جاتا تھا اور اسی کے نام کا خطبہ ہر جگہ اوس کی مملکت مین پڑھا جاتا تھا، اس مملکت کو ابھی تک کسی نام سے موسوم کرنا باقی تھا،

اس وسیع سلطنت کے پیدا ہونے کا باعث ایک بہت سادی سی بات تھی، وسطِ ایشیا کے باشندون پر قبیلون کے سردار حکومت کیا کرتے تھے، اگر ایک جگہ کے باشندون کو اپنا سردار پسند نہ ہوا تو وہ دوسرے سردار کے علاقے مین چلے آتے تھے، اور اپنی جان و مال سب اسی سردار کے سپرد کر دیتے تھے، اگر اُس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو اپنے ہی قبیلے مین سے کسی کو سردار مان کر اس کے نمکخوار بنجاتے تھے، اور پھر اس سردار کی حمایت مین جان پر کھیل کر لڑا کرتے تھے،

اپنے نام اور اپنے قبیلے پر انھین بڑا ناز ہوتا تھا، اور شخصی آزادی یا جو مراعات اور اختیارات ان کو رسم و رواج کی بنا پر حاصل ہوتے تھے انھین وہ بہت عزیز رکھتے تھے، اور بے حد ہوشیار اور خبردار رہتے تھے کہ کوئی شخص ان کی ان چیزون مین دست انداز ہی نہ کرنے پائے، مگر باوجود اس کے ایک مطلق العنان بادشاہ کی حکومت انھین خوشگوار تھی، اور سوائے اس طرز حکومت کے کسی دوسرے طریقے کو وہ پسند نہ کرتے تھے، خانہ بدوش قومون کی اولاد تھے، اپنے بادشاہ کی پرستش کرتے تھے، رہزنی مین ایسے تھے جیسے پہاڑون پر شکاریون کے رستے مین گدھ منتظر بیٹھے ہون، مگر حضرت سلیمان ابن داؤد کی بزرگی کو تسلیم کرنا اور سکندر ذوالقرنین کی تعریف و توصیف اور محمود غزنوی کے قصے سنانے انھین خوب آتے تھے، اپنا نسب حضرت نوح تک پہنچاتے تھے اور انبیاے بنی اسرائیل

کی اولاد مین اپنے آپ کو سمجھتے تھے،

حاجیون کی بڑی سڑکون کے کنارے جتنے مقبرے اور مزار آتے تھے ان کے حالات اور تاریخ سے وہ بخوبی واقف تھے، توریت کے بھی وہ عالم تھے، اور جس قدر نقل و استشہاد کی قابلیت رکھتے تھے اسی قدر ردوقدح کے سلسلہ کو بھی طول دیتے تھے اور اس پر کچھ تعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جن قومون کو وہ معرض بحث مین لاتے تھے ان کی ابتدا طوفانِ نوح کے زمانہ سے تھی، قانون جو ضبط تحریر مین آچکا ہو اسکی انھین مطلق پروا نہ تھی، لیکن کمزور سے کمزور روایت پر خون بہانے کو تیار ہو جاتے تھے، سودخواری سے انھین سخت نفرت تھی اور محصول جمع کرنے والون مین جو کوئی ظلم کرکے ان سے روپیہ لے اس کی پشت پر ایک نہ ایک دن خنجر چلا دیتے تھے،

تیمور سے وہ اس وقت بھی لڑتے رہے جب کہ ثابت ہو چکا تھا کہ لڑنا بیکار ہے، اس کے بعد تیمور کے نمک خوار بننے کے لیے اسکے پاس حاضر ہو گئے، ایسے لوگون پر حکومت کرنے کے لیے پنجۂ فولاد کی ضرورت تھی،

کبھی پہلے وہ کسی بات پر متحد و متفق نہ ہوئے تھے، محمود غزنوی نے ان کے بہت سے قبیلون کو اپنے عَلَم کے نیچے جمع کیا تھا، چنگیز خان بھی ان مین پہنچا تھا اور بہتون کو اپنے ساتھ کر لیا تھا، مگر جب چنگیز خان نے رحلت کی تو پھر متفرق ہو کر انھون نے اپنے لیے نئے نئے سردار نامزد کر لیے،

صرف ایک چیز تھی جسمین فی الواقع وہ متحد و یکجہت ہو گئے اور وہ یہ تھی کہ تیمور کی دل و جان سے فرمانبرداری کرتے رہین، ان قبیلون کو جمع کرکے اپنے تحت مین لانا ایسا ہی تھا



Schulz.]

تیمور کے زمانہ کا ایرانی سپاہی۔

جیسے کوئی بہت سے بھیڑیون کی گردن مین رسیان ڈال کر سب رسیون کو اپنے ہی ہاتھ مین رکھنا چاہے، کوئی ضابطہ اور قانون ایسا نہ تھا جو گھوڑون پر بیٹھکر شکار کرنے والے کاشغریون اور ہندو کوہ کے خانہ بدوش پہاڑیون اور جتہ مغلون اور سیر اور دہ کے قبیلون کو جو غارت ہونے سے بچگئے تھے اور خراسان کے ایرانی شہسوارون اور عرب کے شجاعون کو اپنا پابند کرلیتا،

ان قومون کو قابو مین لانے کے لیے تیمور بذات خود ضابطہ اور قانون بنگیا، تمام احکام اپنے نئے ماتحت قبائل مین وہ خود جاری کرتا تھا جس کسی مین اتنی ہمت ہوتی تھی کہ سامنے آئے وہ سامنے حاضر ہوسکتا تھا، کسی ایسے شخص کو جو اس کا منھ لگا ہو اپنی طرف سے حکومت نہ کرنے
٥ دیتا تھا، جب کسی سلطنت کو فتح کرتا تھا یا کوئی سلطنت خود ہی اسکی اطاعت قبول کرلیتی تھی تو پھر اسی سلطنت کو اپنے کسی فرزند یا اپنے لشکر کے کسی بڑے سپہ سالار کو بطور جاگیر تفویض کردیتا تھا،

جو حکومت یا سلطنت اس طرح تفویض کیجاتی تھی وہ تیمور کی شہنشاہی کا ایک جز یعنی صوبہ سمجھی جاتی تھی، اس صوبہ کے حاکم کو داروغہ کہا جاتا تھا، اور یہ داروغہ جملہ امور سلطنت کا تیمور کی حضور مین جواب دہ رہتا تھا، داروغہ کے ساتھ ایک قاضی بھی مقرر کیا جاتا تھا، تاتاری جس قدر تیمور کے لشکر مین شامل ہوتے وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ہوتے لیکن اور لوگون کو فوج مین جبرًا شامل ہونا پڑتا تھا، اہل حرفہ اور مزدورون سے ضرورت کے وقت بلا اجرت کام لیا جاتا تھا مفتوح قبائل بادشاہ کے دربار مین حاضر کئے جاتے اور ان کو مختلف مراتب جن مین ان کے اختیارات وسیع ہوتے اور بڑی بڑی خدمات سپرد کی جاتین، اگر اس پر بھی وہ سرکشی اور بغاوت اختیار کرتے تو ان کو قید یا قتل کردیا جاتا،

تیمور کی بیقرار طبیعت کسی بات مین نقص یا خامی دیکھکر صبر سے نہ بیٹھ سکتی تھی، اگر کسی شکستہ

پل پر سے گذر ہوا ہے تو حاکم ضلع کو حکم ہوا کہ فوراً اسکی درستی کیجائے، پرانی کاروان سرائین جو زبون حال تھین ان کی مرمت کرائی۔ سڑکون کے کنارے مسافر خانے بنوائے، جاڑے کے موسم مین سڑکین بند نہ ہوتی تھین، کھلی رہتی تھین اور تھوڑے تھوڑے فاصلون پران پر پاسبان خانے تعمیر کرا دیئے تھے، سڑکون کے پاسبانون کے افسر ذمہ دار ہوتے تھے کہ ہر پاسبان خانے پر ڈاک کے گھوڑے مہیا رکھین، اور اپنی حدود مین قافلون کے بخیریت گذرنے کے ذمہ دار رہین، اس حفاظت کے معاوضہ مین قافلے والون کو ایک رقم چاندی کے سکے مین ادا کرنی ہوتی تھی

اسپینی سفیر کلاویجو خراسان والی بڑی سڑک کا حال اس طرح لکھتا ہے :-

"سڑک کے کنارے بڑے بڑے مکانات بنے ہین، ان مین کوئی اور نہین رہتا، صرف مسافر یہان آکر آرام کرتے ہین، ان مکانون مین پانی بڑے فاصلے سے زمین دوز نالیون کے ذریعہ سے پہنچایا گیا ہے،

"(خراسان کی) سڑک بہت ہموار تھی کہین کوئی پتھر اس پر پڑا نظر نہ آتا تھا، جب مسافر منزل پر پہنچتے تو کھانے پینے کی چیزین اور تازہ دم گھوڑے موجود ہوتے،

"دن بھر کا سفر ختم ہونے پر منزل پر امیر تیمور کے گھوڑے حاضر رہتے، کہین ان کی تعداد سو اور کہین دو سو ہوتی، منزل گاہین سمرقند تک برابر ملتی تھین اور ہر منزل گاہ پر گھوڑون کا انتظام تھا،

"تیمور جب کسی کو کسی سمت روانہ کرتا یا جو کوئی اس کے پاس بھیجا جاتا وہ انھی گھوڑون پر سوار ہو کر رات اور دن جہان تک گھوڑے دوڑ سکتے تھے دوڑتا ہوا سفر کرتا، صحراؤن مین بھی اسی طرح گھوڑے موجود ملتے تھے اور بالکل غیر آباد مقامات مین بھی مسافرون کے اترنے کے

لئے بڑے بڑے مکان تھے اوران مکانون سے جو گاؤن قریب سے قریب ہوتا تھا وہان سے کھانے پینے کی چیزین اور گھوڑے دستیاب ہوجاتے تھے، آدمی جو گھوڑون کی حفاظت اور پرداخت پر مقرر تھے انہین "انجو" کہتے تھے،

"جب کسی ملک کے سفیر آتے ہین تو منزل پر اترتے ہی یہ لوگ ان کے گھوڑون کو تھام لیتے ہین اوران پر کاٹھیان اتار کر دوسرے گھوڑون پر رکھتے ہین، اور دو چار" انجو" گھوڑون کی نگہداشت کے لیے سفیرون کے ساتھ ہو لیتے ہین، دوسری منزل پر پہنچکر وہ واپس چلے آتے ہین

" اگر سڑک پر کوئی گھوڑا تھک جاتا ہے اور کسی دوسرے آدمی کا گھوڑا جاتا ہوا ملتا ہے تو تھکے ہوئے گھوڑے کے بدلے اس گھوڑے کو لے لیتے ہین، دستور یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے جو امیر کی ملاقات کو جارہا ہو ہر شخص کا فرض ہے خواہ وہ سوداگر ہو یا رئیس ہو یا سفیر ہو کہ فوراً ضرورت کے وقت اپنا گھوڑا پیش کردے، اور اگر ایسی حالت مین کوئی گھوڑا دینے سے انکار کرے تو اُسے گھوڑے کے بدلے اپنا سر دینا پڑتا ہے، کیونکہ امیر تیمور کا ایسا ہی حکم اور قانون ہے،

"ایسے لوگ جن کو امیر کے پاس جانا ہوتا ہے ضرورت کے وقت لشکریون سے گھوڑے لے لیتے ہین، بلکہ خود امیر تیمور کے بیٹے یا بیوی کا گھوڑا بھی ہو تو اُسے لے سکتے ہین،

"سڑکون پر ڈاک کے گھوڑے ہی فراہم نہ رہتے تھے بلکہ تمام راستون پر خبر رسان بھی مقرر ہوتے تھے تاکہ سلطنت کے ہر صوبے سے خبرین چند روز مین امیر تک پہنچا دین، اگر کوئی شخص ایک دن اور رات مین گھوڑے پر ۵۰ فرسخ چلے اور اس اثنا مین دو گھوڑے اس کی ران کے نیچے مرجائین تو امیر تیمور ایسے شخص کو بہ نسبت اس شخص کے زیادہ پسند کرتا تھا جو انہی پچاس فرسخون کو تین دن مین طے کرے، امیر نے اس خیال سے کہ اسکی سلطنت مین کرسخ

کا طول زیادہ ہے فرسخ کے دو حصّے کردیئے تھے، اور سڑک کے کنارے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ستون ہر فرسخ اور نیم فرسخ پر نشان کے طور پر نصب کرا دیئے تھے اور اپنے "زگا تا میون" کو حکم دے رکھا تھا کہ بارہ یا کم سے کم دس ایسے فرسخ دن بھر مین طے کیا کرین[1] یہان کا ایک فرسخ قشتالیہ کے دو فرسخون کے برابر ہوتا ہے،

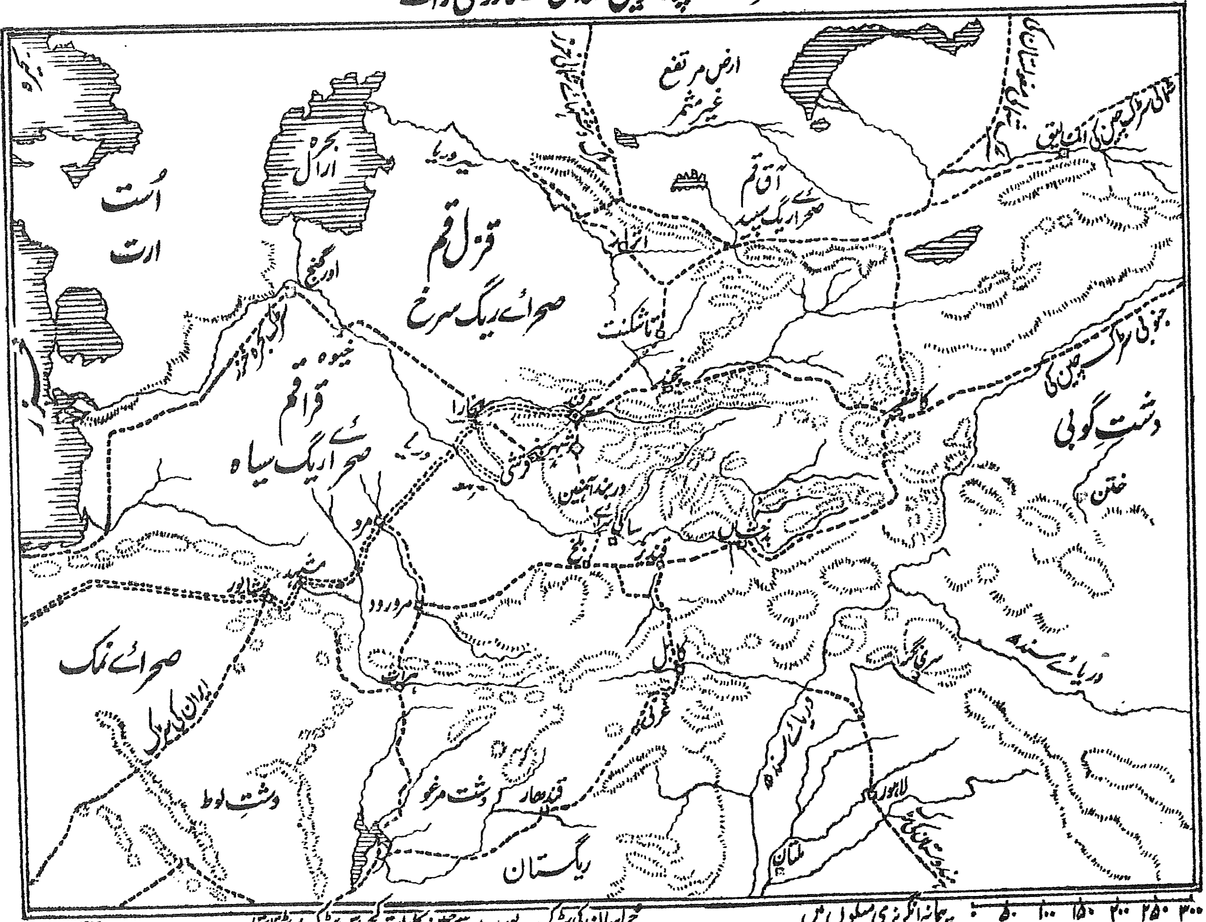
"حقیقت یہ ہے کہ جب تک آنکھ سے نہ دیکھا ہو اس بات کا یقین آنا مشکل ہے کہ یہ تاتاری کتنے بڑے بڑے فاصلے رات اور دن مسلسل سفر کر کے طے کیا کرتے ہین، کبھی کبھی یہ لوگ پندرہ اور بیس فرسخ سے بھی زیادہ مسافت ایک رات اور دن مین چلتے ہین، جب ان کے گھوڑے بیکار ہو جاتے ہین تو انھین ذبح کر دیتے ہین یا بیچ ڈالتے ہین، سڑک پر ہم کو بہت سے گھوڑے جو تیز چلانے کی وجہ سے مر گئے تھے پڑے ملے"

کلاویجو لکھتا ہے کہ گرمیون کے موسم مین بعض منزل گاہون مین ایسے حوض نظر آئے جن مین برف کے ٹکڑے پڑے تھے، اور پیتل کے کوزے وہان رکھے تھے کہ جس کا جی چاہے برف کا پانی ان مین بھر کر پیئے،

ڈاک کی سڑکون پر قاصد اور پیک تیمور کو خبرین پہنچانے کے لیے کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر

[1] یعنی ایک دن اور رات مین پچاس سے لے کر ستر میل تک طے کرین، کلاویجو کے "زگا تامی" وہی لوگ ہین جنکو تاریخ کی کتابون مین چغتائی یا جتہ لکھا ہے، یہ بیان ہم نے کسی قدر مختصر کر کے کلاویجو کے سفرنامے سے لکھا ہے، اس کتاب کا نام ہے "سمرقند مین امیر تیمور کے دربار مین روی دی گانزولیز کلاویجو کا سفیر ہو کر جانا اور سفارت کے حالات" (صفحات ۱۴۰۲-۱۴۰۳) یہ کتاب ہیکلوٹ سوسائیٹی نے شایع کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کلاویجو کے اسی بیان کی وجہ سے عام تاریخون مین یہ غلط بات تحریر ہونے لگی کہ تیمور نے اپنے ہر امیر اور سردار کو روزانہ ۶۰ میل گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے کا حکم دے رکھا تھا، (مصنف)

سمرقند اور چودھویں صدی کے کاروانی راستے



سے دوڑتے نظر آتے تھے، کبھی سرحد کی شتر سوار فوجون کی کیفیت سے تیمور کو مطلع کرتے تھے اور کبھی سرحد سے بھی کوسون دور سپہ سالارون کی طرف سے پرچے لے کر حاضر ہوتے تھے، اور شہرون کے داروغہ جو اطلاعین بھیجتے تھے ان کے لانے لیجانے والے بھی یہی تھے[۱] سلطنت کی ہر ولایت اور کاروانی شہرون سے جو سلطنت کی حدود کے باہر تھے خبر نویس مقرر تھے جو تمام واقعات کا خلاصہ امیر تیمور کے پاس وقت مقررہ پر ارسال کیا کرتے تھے، مثلاً یہ کہ سڑکون پر کون کون سے قافلے جارہے ہین، لڑائیان کہان کہان ہورہی ہین، ان خبر نویسون کو حکم تھا کہ صحیح بات لکھین اگر کوئی دیدہ و دانستہ غلط خبر لکھتا تھا تو وہ قتل کردیا جاتا[۲]،

تیمور کا خبر رسانی کا انتظام مکمل تھا، ریلون کی ایجاد سے پہلے رسائل کا کوئی محکمہ اس سے زیادہ زود کار اور تیز دست شاید ہی دنیا مین گذرا ہو،

زمین اور جائداد کے متعلق تیمور کے فیصلے ناطق ہوتے تھے، سپاہ کو لشکر کے خزانچیون اور

---

[۱] دیکھو تزوک تیمور، مقالہ دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۲ مطبوعہ بمبئی، جس مین ذیل کی عبارت درج ہے :-

"وامر نمودم کہ یک ہزار نفر جمازہ سوار و اسپ سوار چپقونچی رونده و دونده و ہزار نفر پیادہ جلد تعین نمایند کہ اخبار ممالک و سرحد و ارادہ و مقاصد سلاطین جوار را تحقیق نمودہ بحضور آیند و خبر رسانند تا آنکہ پیش از وقوع واقع علاج نمایم"

[۲] تزوک تیمور مقالہ دوم مطبوعہ بمبئی، صفحہ ۸۰ مین لکھا ہے کہ

"امر نمودم کہ در ہر سرحدے و ولایتے و شہرے و لشکرے خبر نویس متعین نمایند کہ از اعمال و افعال حکام و رعیت و سپاہ و لشکر خود و لشکر بیگانہ و مداخل و مخارج مال و منال و در آمدن و بر آمدن مردم بیگانہ و قوافل از ہر مملکت و اخبار ممالک و سلاطین ہمسایہ و اعمال و افعال ایشان و جماعۃ علمار و افاضل کہ از بلاد بعیدہ روے بدرگاہ من آوردہ باشند بتفصیل از روے راستی و درستی بدرگاہ مینوشتہ باشند، واگر خلاف نمایند و از قرار واقع ننویسند آنگستان اخبار نویسان را قطع نمایند، واگر اخبار نویسے کار سپاہے را پوشیدہ دارد و در لباس دیگر بنویسد وے را قطع کنند و اگر در وقعے را بر بنائے تہمت و غرضے نوشتہ باشد او را بقتل رسانند وامر نمودم کہ اخبار مذکور روز بروز و ہفتہ بہفتہ و ماہ بماہ بعرض رسد"

بخشیون سے تنخواہ ملتی تھی[1] کسی سپاہی کو کسی قسم کا محصول رعایا سے لینے کا اختیار نہین تھا، اور نہ کوئی سپاہی بلاوجہ کسی رعیت کے مکان مین داخل ہو سکتا تھا[2]،

بنجر زمین اور جائداد غیر منقولہ جو لاوارثی ہو وہ سرکار کا مال تصور کیجاتی تھی[3]، اگر کسی کسان یا صاحب مقدرت نے کسی صحرائی زمین مین آب پاشی کر کے کھیتی کی ہے یا اس پر مکانات یا پل بنائے ہین تو وہ ایسی زمین پر پہلے سال بلا لگان قبضہ رکھ سکتا تھا، دوسرے سال جو لگان خود مناسب سمجھتا وہ دے سکتا تھا، تیسرے سال قاعدہ کے مطابق اس پر محصول لگایا جاتا تھا[4]

زمین کا محصول فصلین کاٹنے کے بعد لیا جاتا تھا، معمولی شرح لگان پیداوار کا ایک تہائی حصہ یا اتنے ہی حصہ کی قیمت چاندی کے سکے مین مقرر تھی، نہری زمین پر محصول زیادہ تھا، اور بارانی پر کم تھا، بڑے تالابون سے پانی لینے پر زمیندارون کو آبیانہ دینا ہوتا تھا[5]،

تاجر جو ملک مین آتے تھے وہ تجارت کے مال پر محصول دیتے تھے، اس کے علاوہ

---

[1] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۲۳،

[2] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۷۹،

"وامر نمودم کہ سرشماری وخانہ شماری از ہیچ شہر وقصبہ نگیرند وہیچ کس از سپاہ در خانۂ رعیت بزور نزول نکنند وبہار پایان واولاغ رعایا نہ گیرند"

[3] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۹۰،

"امر نمودم کہ اموال اموات را بوارث رسانند واگر وارث نباشد در ابواب خیرات صرف نمایند"

[4] تزوک تیمور ایضاً مقالہ دوم صفحہ ۱۸۸،

"وامر نمودم کہ ہر کس صحرائے آباد کند یا کاریزے احداث نماید یا باغے سبز کند یا موضع ویرانے را نو آباد سازد در سال اول چیزے نہ گیرند ودر دوم انچہ رعیت برضائے خود دہد بگیرند ودر سال سوم موافق تزوک مال بگیرند"

[5] تزوک تیمور صفحات ۱۸۶-۱۸۷،

انھین سڑک کا محصول بھی ادا کرنا ہوتا تھا، یہ محصول اس زمانے مین آمدنی کے بڑے ذریعے تھے، کیونکہ مشرق بعید کے تمام کاروان جو یورپ کے قصد سے چلتے تھے وہ مصر سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے جہان کے بادشاہ "سلاطین مملوک" عیسائیون کے اور عیسائیون سے جو کچھ متعلق ہو اس کے سخت دشمن تھے،

تجارت کا مال مغربی ملکون کو شمال والی سڑک سے دشت گوبی مین سے ہوتا ہوا المالیق سے گذر کر سمرقند آتا تھا، اور سمرقند سے سلطانیہ اور تبریز ہوتا ہوا بحر اسود اور قسطنطنیہ پہنچتا تھا، یہ راہ خراسان والی سڑک سے طے کیجاتی تھی، اس سڑک کی شاخین زیادہ شمال کی سمت مین بھی گئی تھین یعنی اورگنج تک پہنچی تھین، اور گنج سے بحر خزر عبور کرنے پر بعض شاخین جاری رہ کر روسی سرحد پر اہل جینوا کی آبادیون تک گئی تھین، ایک تیسری سڑک جنوب کی سمت مین ایران سے گذرتی ہوئی ہندوستان کے بندرگاہون تک آئی تھی،

سمندر کی راہ سے تجارت بہت کم ہوتی تھی، ایک زمانہ مین عرب کے لوگ ہند کے گرد چکر کاٹ کر "جزیرہ نمائے زرین[1]" اور چین کو جاتے تھے، اور چین کے جہاز اکثر بنگال کے ساحل تک آتے تھے، لیکن اس قسم کے بحری سفر گاہے گاہے جہازون کے مالکون اور دولتمند سیاحون کی ہمت کا نتیجہ ہوتے تھے، دریاؤن کے رستے البتہ تجارت کا بڑا سلسلہ قائم تھا، دریائے آمو کے ذریعہ اورگنج تک اور ہندوستان مین دریائے سندھ کے ذریعہ سمندر تک اور اسی طرح دجلہ اور فرات کے ذریعہ تجارت بہت ہوتی تھی،

ہندوستان پہنچنے کے لیے تیمور نے اب دو رستے کھول دیئے تھے، ایک کابل سے

[1] غالبًا جزیرہ نمائے ملایا سے مطلب ہوگا،

چلکر درۂ خیبر والا تھا اور دوسرا قندھار سے شروع ہو کر اُس بے برگ و بار علاقے مین ست گذرتا تھا جس کا سلسلہ دریاے سندھ پر ختم ہوتا تھا، بادشاہ سیستان کو تیمور نے صرف ایک لڑائی لڑکر اپنا مطیع کر لیا تھا، یہ وہی بادشاہ تھا جس کی ملازمت ایک زمانے مین تیمور نے ایک رزم آزما کی حیثیت سے اختیار کی تھی اور جس کی خدمت گذاری مین عمر بھر کو لنگڑا ہوا تھا،

ایک دوسری لڑائی مین تیمور کو ایک ویران ملک سے گذرنا پڑا تھا جو شیراز سے خلیج فارس کے بندرگاہون تک پھیلا ہوا تھا، ان بندرگاہون سے جہاز بغداد تک اور دریاے سندھ کے دہانے تک جاتے تھے،

مغرب مین تیمور نے ترکمانان سیاہ میش کا قلعہ[1] اور موصل کا شہر جسمین سنگ مرمر کی عمارتین تھین فتح کر لیا تھا، دریاے دجلہ کے قلعون پر جو سمرقند سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھے تیمور قابض ہو گیا، اور یہان اپنی وسیع سلطنت مین تبریز کے شہر کو اس نے تجارت کا بہت بڑا مقام بنا دیا، اس بڑے شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اسی شہر مین تجارت کی شمالی اور جنوبی سڑکین خراسان کی بڑی سڑک پر آ کر ملی تھین، صرف تبریز[2] جس قدر آمدنی تیمور کو تھی وہ بادشاہ فرانس کی سالانہ واصلات سے زیادہ تھی،

بظاہر اتنے بڑے شہر کے باشندے کوئی ایسا محصول جو ہر فرد پر عاید ہوتا ہو ادا نہ کرتے

---

[1] غالباً قراحصار سے مراد ہے جو صوبہ آذربائیجان مین واقع تھا، (مترجم)

[2] جس قدر شہادت دستیاب ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین کے ملک سے قطع نظر کرکے تبریز دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا، سمرقند دمشق اور بغداد اس سے چھوٹے تھے، گو ان کی عمارتین زیادہ قابل تعریف تھین، چودھوین صدی عیسوی کی یہ عمارتین ان عمارتون سے جو روما اور وینس مین تھین زیادہ شاندار تھین (مصنف)

ہوتے تھے، لیکن شہر کی مجلس ایک سالانہ رقم تیمور کے داروغہ کو ادا کیا کرتی تھی، اس کی شکل خراج کی ضرور تھی، کیونکہ جب تک یہ رقم ادا ہوتی رہتی تھی شہر کو کوئی خطرہ نہ تھا،

کاروانی تاجرون کے حق مین تیمور کی سلطنت ایک بڑی برکت تھی، کیونکہ وہ امیر تیمور کے ملکون مین سڑک کے پاسبانون کی حفاظت مین سال مین پانچ مہینے سفر کیا کرتے تھے اور چنگی کا محصول انھین صرف ایک جگہ ادا کرنا ہوتا تھا،

چھوٹے چھوٹے کاشتکارون اور زمیندارون کے حق مین بھی تیمور کی حکومت اس وجہ سے نفع کی چیز تھی کہ وہ امرائے وقت کی زیادتیون سے محفوظ ہو گئے تھے، تیمور اس معاملہ مین بہت صاف تھا، جب کوئی انسان تباہ کر دیا جاتا تھا تو پھر وہ کسی مصرف کا نہ رہتا تھا، اسی طرح جب کوئی ریاست غارت کر دیجاتی تھی تو پھر تیمور کے خزانے کو اس سے کوئی نفع نہ پہنچ سکتا تھا، خزانے سے فوج کو قوت پہنچتی تھی اور فوج سلطنت کی بیخ و بنیاد تھی، لشکری جہان اُن کا جی چاہتا تھا اپنے گھوڑون کو پانی پلاتے تھے، کھیتون کو روندتے ہوئے نکل جاتے تھے، جس طرف سے کوچ کرتے تھے اگر ضرورت ہوتی تھی تو تیار فصلین کاٹ لیتے تھے، کاشتکارون کو اس سے بہت نقصان پہنچتا تھا،

تیمور کمزوری پسند نہ کرتا تھا، تمام شہرون مین فقیرون کی کثرت ہو گئی تھی، تیمور نے گداگری کی ممانعت کر دی[1]، اور محتاجون کے لیے وظیفے مقرر ہونے کا حکم جاری کیا اور انھین روٹی اور گوشت تقسیم کرایا، مگر ان فقیرون نے اس آذوقے کو اپنی جاگیر سمجھکر پھر گلی گلی بھیک مانگنی شروع کی، جہان جاؤ یاحق، یاحق۔ اللہ کریم، اللہ رحیم کی صدا زبان پر اور ہاتھ مین بھیک کا پیالہ نظر آتا تھا،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۹۔ "و امر نمودم کہ گدایان ہر ملک را وظیفہ مقرر گردانند تا رسم گدائی بر افتد"

خیرات کرنے والے کھانے کے وقت ان کے پیالہ مین آٹا روٹی کا ٹکڑا کچھ ڈال دیا کرتے تھے، قلندر اور بے نوا، بازارون مین کھڑے ہو کر اپنی کرامات بیان کرنے والے لوگ، بہروپ اور قلاش اب بھی بھیک مانگنے سے باز نہ آئے، کیونکہ فقیر کو روٹی پیسہ دینا مسلمانون کے ہان ایسا رواج تھا جو بدل نہ سکتا تھا، تیمور کے سپاہی اکثر ان فقیرون کو قتل کر دیتے تھے مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوتا تھا

چوری کے بند کرنے مین تیمور کو زیادہ کامیابی ہوئی، شہرون مین وہان کا کوتوال اور سڑکون پر پاسبانون کے افسر جتنی چوریان ان کے علاقے مین ہون سب کے ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے، کوئی چیز چوری جاتی تھی تو پاسبانون اور ان کے افسرون کو ویسی ہی چیز اسکی جگہ دینی پڑتی تھی[1]،

لیکن تیمور کی تزوک و قوانین خود اسکی مرضی اور حکم کے سوا اور کچھ نہ تھے، اسکے خاص ملک کے باہر یہ قوانین ابھی تک نئی بات سمجھے جاتے تھے اور ان پر عمل درآمد بھی ابھی تک شروع نہ ہوا تھا، کہین کہین بغاوت بھی ہوتی تھی، اور تیمور اس قسم کی بدنظمیون کو رفع کرنے کے لیے ہمیشہ نقل و حرکت مین رہتا تھا، تیمور کی قوت اور تدبیر نے اس کے لشکر کو ایک باقاعدہ مشین بنا دیا تھا جس کے چلانے والے بڑے آزمودہ کار سپاہی تھے اور فتح اور ظفریابی جس کا ایک معمول تھا،

اس لشکر اور فوج پر تیمور کو ناز تھا اور اسی فوج سے اب اس نے کل ایشیا کو فتح کرنا چاہا[2]،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۸-۱۷۹، "و امر نمودم کہ دزدان و اقطاع الطریق (رہزن) ہر ملک را بیاسا رسانند و مفسدان و اشرار و بد نفسان را از ملک اخراج نمایند و ہرزہ کاران را در شہر و ملک نگہدارند، و کوتوالے بہر شہر و قصبہ تعین کنند کہ نگاہبان رعیت و سپاہ باشند و انچہ از کس بدزدی رود در عہدہ کوتوال باشد، و امر نمودم کہ بر سر راہہا ضابطان تعین نمایند کہ حارس و پاسبان راہا بودہ اموال و اسباب و امتعہ متردین تجار و مسافران را منزل بمنزل برسانند و اگر فوتی و فرو گذاشتی دران بشود از عہدہ جواب آن برآیند"

[2] دیکھو تعلیقہ شمار ۱۷،

اکیسوان باب

گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور

اب ایسا زمانہ آیا کہ اس لنگ کرنے والے کشورستان کو اس مثل کا مصداق بنکر اس کا مزہ چکھنا پڑا کہ "جس نے پاؤن رکاب مین رکھ لیا اُس کو کاٹھی پر پہنچنا ہی پڑتا ہے"

سمرقند مین قیام کرنے یا پہاڑون مین شکار کھیلنے کا اب بہت کم اتفاق ہوتا تھا، تیمور کی (دوسری بیوی یعنی) پہلی ملکہ سرائے ملک خانم سفر و حضر دونون مین بڑے جاہ وحشم سے رہتی تھی، جب برآمد ہوتی تو حبشنین قبا کے دامن اٹھائے اور خوبصورت کنیزین کلاہ کے مرصع پرون کو دائین بائین سہارا دیئے چلتین، نئے نئے کاشی کاری کے محل فیروزی چھتون والے بہت کشادہ اور وسیع اس کے قدم رنجہ فرمانے کے لیے تیار ہو چکے تھے، خود تیمور نے ایرانی مہندسون کی مدد سے ان محلون کے نقشے بنائے تھے، تعمیر کے زمانہ مین کبھی کبھی قلیل مدت کے لیے معمارون اور مزدورون مین کام کی ہل چل ڈالنے یا ملکِ چین اور ہندوستان کے ایلچیون کو شرفِ حضوری بخشنے یا پوتون کا سلام قبول کرنے سمرقند چلا آتا اور یہان خوب جشن وطوی کر کے واپس چلا جاتا، ایام سفر مین خیمہ و خرگاہ کا سامان دوہرا ساتھ رہا کرتا تھا، جب ایک خیمہ گاہ مین آرام کرتا تو

اسی رات کو دوسرا خیمہ وسراپردہ باربرداری کے جانوروں پر رکھا ہوا آگے کی منزل پر لیجا کر نصب کر دیا جاتا، جب تیمور دوسرے دن وہان پہنچتا تو کوشک شاہی تیار ملتا، خیمون کی ریشمین طنابین کھنچی ہوتین، اندر قالینون کا فرش ہوتا، چوبون سے اپنی اپنی جگہ پردے لٹکے ہوتے، اور تمازت آفتاب سے پناہ کے لیے بڑا سائبان سامنے لگا ہوتا، اور بارگاہِ دولت کے قریب بارہ ہزار قلچیون کے ڈیرے ہوتے جو بادشاہ کے قریب بطور محافظ کے حاضر رہتے[۱]،

قلچیون کے سردار "بہادرون" مین سے منتخب ہو کر مقرر کئے جاتے تھے، یہ سب بڑے دلاور اور طاقتور ہوتے تھے، کوئی مشکل کام ایسا نہ تھا جس مین ان کی آزمایش نہ ہو چکی ہو، اور اتنا انعام نہ دیا گیا ہو جس سے ان کی اور دوسرون کی ہمت افزائی ہوئی ہو،

تیمور نے حکم دیا تھا کہ "ایسا سپاہی جو خدمت کرتے کرتے عمر رسیدہ ہو گیا ہو اس کے درجے اور تنخواہ مین کبھی کمی نہ کیجائے، کیونکہ پرانے سپاہی جو عارضی عزت کے لیے اپنی دائمی خوشی قربان کر دیتے ہین وہ قابلِ انعام ہوتے ہین" تیمور کو اپنے پرانے سپاہیون کی قدر افزائی پر ہمیشہ اصرار رہا[۲]، اور جس طرح پہلے ایک ہزار سپاہیون کے نام جنھون نے ایک سخت مہم مین ساتھ چلنے

---

[۱] تزوک تیمور صفحہ ۱۵۲:-

"دوازدہ ہزار قلچی شمشیر بردار بہ ایراق و سلاح در یمین و یسار و پس و پیش دیوانخانہ در کشک حاضر باشند۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" (مترجم)

[۲] تزوک تیمور، صفحہ ۱۴۳:-

"و حق سپاہی را ضایع نہ سازند و ہر سپاہی کہ بہ پیری رسد وے را از علوفہ و مرتبہ محروم و معزول نہ گردانند و کار ہر سپاہ را پوشیدہ نہ دارند و مردم سپاہے کہ حیات باقی خود را بمال می فروشند مستحق جلدو باشند و لائق انعام و تربیت اگر وے را از انعام محروم سازند و کارش را پوشیدہ دارند بے انصافی کردہ باشند"

تیمور کہتا ہے کہ سپاہی اپنی باقی زندگی کو مال کے عوض مین بیچتا ہے، انگریزی مصنف نے اس خیال کو اس

پر رضامندی ظاہر کی تھی لکھکر اپنے پاس رکھ لیے تھے، اب اپنے تومانون کے افسرون اور ان کے بیٹون کے نام ایک فہرست مین لکھ لیے، اگر کسی سردار سے کوئی کام شجاعت کا عمل مین آتا تو سرکاری کاتب اُس کے اعمال نامے مین اس کام کو درج کر دیتے،

لشکر مین اگر کوئی سپاہی دلیری کا کام کرتا تو وہ دس سپاہیون کا افسر یعنی اون باشی کر دیا جاتا، اور دس سپاہیون کے افسر کو عمدہ خدمت کے صلہ مین سو سپاہیون کے افسر یعنی یوزباشی کا درجہ ملتا، اور خاص قسم کا نشان اور انعام بھی دیا جاتا، مثلاً کمربند یا مرصع جبہ مع گلوبند بعض وقت تلوار اور گھوڑا بھی ملتا[1]، ایک ہزار سپاہیون کے سردار یعنی مینک باشی کو علم اور نقارہ دیا جاتا، اور امیر الامرا کو "دہ ہزاری علم" اور "شمشیر علم" (تومان طوغ اور چپر طوغ) اور نقارہ ملتا، ان امیرون مین سے ہر ایک کو سو گھوڑے اپنے ساتھ رکھنے کا حق حاصل تھا،

جب یہ فوجی سردار کوئی لڑائی فتح کرتے تھے تو ان کو اور بھی بھاری انعام دیئے جاتے تھے، مثلاً کسی شہر یا ملک کی حکومت مع اس کی آمدنی کے جاگیر مین ملتی، فوج کے امرا بعض صوبون مین شاہی گھرانے کے لوگ ہوتے تھے مگر ترقی ہمیشہ حسن خدمت کے صلہ مین ملتی تھی، لڑائیون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶) طرح ادا کیا ہے کہ سپاہی چند روزہ عزت کے لیے دائمی خوشی کو قربان کرتا ہے، قوم پرستی کے اعتبار سے مصنف کے الفاظ تیمور کے الفاظ سے زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین، زندگی کو مال کے لیے بیچنا اتنا بھلا نہین معلوم ہوتا جتنا کہ عزت کے لیے خوشی کو قربان کرنا، سپاہی کا ہمدرد تیمور بھی ہے اور مصنف بھی، بات کہنے کا فرق ہے (مترجم)

[1] تزوک تیمور، صفحہ ۱۵۰۔

"و امر کردم کہ بہادرے کہ شمشیر زند کلنک یا تاقہ مرصع و کمر و شمشیر و اسپ بجلدوے وے ارزانی دارند بمرتبہ اون باشی مینائی دہند تا آنکہ در شمشیر دوم و سوم بمرتبہ یوزباشی و مینک باشی برسد"...... و امر نمودم کہ ہریک از امرای دوازدہ گانہ (قلچی) یک علم و نقارہ بدہند و با امیر الامرا علم و نقارہ و تومان طوغ و چپر طوغ ارزانی دارند وغیرہ وغیرہ (مترجم)

کے بعد جو فوجی سردار زندہ بچے تھے ان مین ایک بڈھا امیر جاکو برلاس تھا جو بڑی عزت و منزلت کے ساتھ امیر الامراء کا درجہ اور بلخ کی حکومت انعام مین پاکر جنگی خدمات سے سبکدوش ہوا تھا،

تیمور ایسے آدمی کو ناپسند کرتا تھا جو کسی معرکہ مین ناکام رہ کر ناکامی کے متعلق عذرات پیش کرے، یا عین خطرے کے وقت اورون سے پیچھے رہ جائے یا آگے بڑھنے سے پہلے بھاگنے کا راستہ سوچ رکھے، بیوقوفی اور نادانی پر اس کو غصہ آیا کرتا تھا، اور اکثر یہ جملہ کہ "دشمنِ دانا بہ از دوست نادان" اسکی زبان پر آتے سنا گیا تھا،

ایک مورخ نے جس کا نام ابن عرب شاہ تھا تیمور کی صورت شکل اس زمانے کے بہت صاف اور روشن الفاظ مین اس طرح بیان کی ہے،

"یہ فاتح دراز قد تھا، سر بڑا اور پیشانی چوڑی تھی جسمانی طاقت اور دلاوری مین نہایت ممتاز تھا، فطرۃً عمدہ قابلیتین اس مین موجود تھین، اسکی جلد سپید تھی، چہرہ کا رنگ صاف تھا، ہاتھ پاؤن بہت مضبوط تھے، سینہ چوڑا تھا، اور انگلیان بہت سخت تھین، ڈاڑھی لمبی تھی، اور ہتیلیان خشک رہتی تھین، دائین ٹانگ سے لنگ کرتا تھا، آواز بھاری تھی،

"میانہ عمری مین بھی جوش طبیعت اور جسم مین طاقت، دلیری اور عزم وہی تھا جو جوانی مین تھا، اس کی مثال ایک کوہ راسخ کی تھی، جھوٹ بولنا اور مسخراپن کرنا بہت ناپسند کرتا تھا ہمیشہ سچی بات سننی چاہتا تھا چاہے تلخ ہی کیون نہ ہو، کسی ناکامی پر افسردگی یا کامیابی پر کوئی خاص خوشی اسے نہ ہوتی تھی،

تیمور کی مہر پر فارسی کے دو لفظ کندہ تھے، "راستی رستی" (سچائی طاقت ہے) کم سخن تھا، کبھی آدمیون کو قتل کرنے یا لوٹنے یا عورتون کو ان کے گھرون مین بے عزت کرنے کا

کوئی جملہ اس کی زبان پر نہ آیا تھا، بہادر سپاہیون سے اُسے بے حد الفت تھی"۔

تیمور کے بال جلد سپید ہونے شروع ہو گئے تھے، بعض مورخون نے اس کے چہرہ کا رنگ گندمی لکھا ہے لیکن ایک عرب کو گندمی رنگ گورا ہی معلوم ہوا ہوگا، تعجب یہ ہے کہ تیمور کا یہ حال ابن عرب شاہ کا لکھا ہوا ہے جسے تیمور خانہ کوچ کر کے سمرقند لایا تھا، ابن عرب شاہ کو تیمور سے خاص عداوت تھی،

تیمور کے لشکر مین بہت کم لوگ ایسے تھے جنکو آق بوغا کی طرح یک لخت ترقی اور درجہ ملا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاتاری بہادر بہت ہی قوی ہیکل اور مضبوط آدمی تھا، بازو پر آہنی سپر اور ہاتھ مین پانچ فیٹ کا لمبا برچھا رہا کرتا تھا، صرف دس سپاہیون کی افسری یعنی اون باشی کا درجہ رکھتا تھا، گھوڑا فقط ایک ہی پاس تھا، اور اسکی بڑی لیاقت دوستون مین یہ مشہور تھی کہ مینڈھے کا کھوکلا سینگھ دودھ اور شراب سے پورا بھر کر چڑھا جاتا ہے،

بیان ہوا ہے کہ ایران پر دوبارہ فوجکشی کے زمانے مین آق بوغا بغیر کسی ساتھی کے سڑک کے کنارے ایک گاؤن مین بلکہ یہ سمجھئے کہ اس گاؤن کی سرائے مین جا اترا، چونکہ دشمن کے ملک مین تھا اس لیے گھوڑا کسا کسایا بالکل تیار سرائے کے دروازے پر کھڑا رکھتا تھا، ایک دن اس طرح چھپا چھپایا سرائے مین کمر کھولے آرام سے بیٹھا کچھ کھا پی رہا تھا کہ گاؤن کا ایک پاسبان گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ پچاس ایرانی سوار گاؤن کے حوض کے پاس گھوڑون سے اتر رہے ہین،

یہ سنکر آق بوغا بولا:" اس مین گھبرانے کی کیا بات ہے، جاؤ اور گاؤن کے سپاہیون

کو جمع کرو، پھر ان ایرانیون پر حملہ کیا جائیگا“

پاسبان نے عذر کیا کہ ایرانی سوار بہت زیادہ ہین، اُن سے لڑنا مشکل ہے، بہتر ہے کہ آپ یہان سے کسی طرف بھاگ جائین، مگر آق بوغا کب بھاگنے والا تھا، پاسبان سے کہنے لگا

”اگر تم نے ان ایرانیون پر حملہ نہ کیا تو پھر ان کے گھوڑے اور گھوڑون کے زین کیونکر ہاتھ آئین گے، واللہ تم مین ذرا عقل نہین، یہ ایرانی سب گیدڑ ہین، جب مجھ بھیڑیے کو اپنی طرف آتے دیکھین گے تو نوک دُم ہو جائین گے، اور ایرانیون کا بھاگنا مین خوب دیکھ چکا ہون، جاؤ اپنے سپاہیون کو جمع کرکے یہان لے آؤ“

آق بوغا کھانے مین مصروف رہا، گاؤن والے آپس مین گفتگو کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے، یہ لوگ ایرانی سوارون سے تو ڈرتے ہی تھے مگر اس مسلح تاتاری دیو سے بھی ان کی جان نکل رہی تھی، قصہ مختصر تھوڑی دیر مین گاؤن کے تقریبًا دس آدمی ٹٹوؤن پر سوار سرائے کے دروازے پر آئے، آق بوغا فورًا اٹھا کمر کسی، سر پر خود رکھا، داڑھی ہٹا کر گلے مین چمڑے کا سینہ بند باندھا اور کندھون پر چرمی شانہ پوش لگائے اور ہاتھ مین لمبا برچھا سنبھال گاؤن کے سوارون سے کہنے لگا ”دیکھو جس وقت مین سورن کا نعرہ لگاؤن فورًا آندھی کی طرح گھوڑے سرپٹ ڈال دینا، خبردار ذرا توقف نہ ہو، آنکھون مین خاک بھی پڑے تو اُسے نکالنے کو نہ رُکنا“

اب آق بوغا خود آگے آگے ہے اور گاؤن کے سوار پیچھے پیچھے ہین، سرائے والی گلی سے نکل کر مسجد اور مسجد سے آگے سڑک والے حوض کی طرف چلے، ایرانی سوارون کو دیکھتے ہی کہ حوض پر گھوڑون کو پانی پلا رہے ہین آق بوغا نے گھوڑے کو چابک لگا کر

کر سورن کا نعرہ لگایا،

گاؤن والون کے لیے جو گھوڑون پر سوار آق بوغا کے پیچھے تھے ایرانی سوارون کی ننگی تلوارون کی چمک ہی دیکھنی بہت تھی، فوراً پیٹھ پھیر جدھر سے آئے تھے اودھر ہی بھاگے، اب آق بوغا کے ہوش درست ہوئے، مگر وہ بھاگنے والی اسامی نہ تھا، اکیلے نے ایرانی سوارون پر دھاوا کیا،

ایرانی یا تو یہ سمجھکر کہ اس تاتاری کے پیچھے کوئی تاتاری لشکر بھی ضرور ہے یا "سورن" کے ہیبت ناک نعرے کو سنکر فوراً اپنے گھوڑون پر سوار ہو گئے، اور سرپٹ بھاگے، آق بوغا نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے ڈالا، ایرانی سوارون مین کوئی ادھر بھاگا کوئی اودھر، کہتے ہین کہ ان کے گھوڑے بہت مضبوط تھے، آق بوغا پکارتا ہی رہا کہ ٹھہرو ٹھہرو، ذرا دو دو ہاتھ تو ہو جائین، مگر ایرانی نہ پلٹے، آق بوغا آخر کار مجبور ہو کر واپس آیا فتح ضرور ہوئی مگر خالی ہاتھ آنا پڑا، آتے ہی گاؤن والون سے کہنے لگا کہ ایرانی تو گیدڑ تھے ہی مگر تم نرے خرگوش نکلے"،

اس فوجکشی مین تیمور بہت تیزی سے جنوب کی سمت مین منزلین طے کرتا ہوا ایران مین داخل ہوا تھا، تیمور نے مظفری شہزادون کو مختلف شہرون کی سند حکومت عطا کر دی تھی، مگر اس کے بعد پھر یہ شہزادے آپس مین خانہ جنگیان کرنے لگے، یہان تک کہ ان ہنگامون مین شاہ منصور اصفہان اور شیراز کا مالک ہو گیا، مظفریون مین شاہ منصور اُن شہزادون مین تھا جو تیمور کی اطاعت قبول کرنے حاضر نہین ہوئے تھے، اب وہ اپنے سب بھائی بندون پر حاکم ہو گیا تھا اور ان مین سے زین العابدین پسر شاہ شجاع کو گرفتار کرکے اور آنکھون مین سلائیان پھروا کر قید مین ڈال چکا تھا،

مظفریون کی خانہ جنگی فرو کرنے جس وقت تیمور چلا تھا تو راستے مین ایک مقام پر کوہستان

کے ایک خاص قسم کے قتل پیشہ لوگون کو غارت کرنے کے لیے اُسے ٹھہرنا پڑا تھا[1]۔ قاتلون کا یہ گروہ حشیش کے استعمال سے، اپنی طبیعت مین جوش و خروش پیدا کیا کرتا تھا، ان قاتلون کے خنجر ایسے تھے جن کے خوف سے "ایشیاے قریب" کے تاجدار لرزتے تھے، اس وقت تیمور کے پاس لشکر کے صرف تین قشون تھے: ایک کا سپہ سالار شہزادہ شاہ رُخ تھا اور باقی تیمور کے دو بڑے پوتون کی سرکردگی مین تھے، یہ دونون شہزادے خانزادہ کے بطن سے تھے،

جب تیمور ایران مین داخل ہوا تھا تو شاہ منصور نے اپنے لشکر کا نصف حصہ ایک سردار کے سپرد کرکے قلعہ سپید مین مقیم کر دیا تھا، یہ قلعہ ایران کا ایسا تھا جو رستم داستان کے زمانے سے آجتک کسی کے ہاتھ فتح نہ ہوا تھا، یہین زین العابدین پسر شاہ شجاع نابینا قید مین تھا، غرض تیمور اب اسی قلعہ سپید کی طرف بڑھا،

اس قلعہ کو دراصل ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی سمجھنا چاہیے، مورخ اس کا حال اسطرح لکھتا ہے کہ ایرانی اس مقام پر بہت بھروسا کرتے تھے اور اس سے بہت کچھ امید رکھتے تھے، کیونکہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھا، اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی صرف ایک ہی تھا، پہاڑ کی یہ چوٹی ہموار زمین کا ایک بہت ہی خوشنما قطعہ تھا، جو عرض و طول مین ایک ایک فرسخ تھا، یہان ایک دریا تھا اور چشمے تھے اور میوون کے درخت اور مزروعہ زمینین تھین، اور ہر قسم کے چرند اور پرند بھی وہان موجود تھے،

[1] یہ قاتل فرقہ اسماعیلیہ کا ایک گروہ تھا، انھون نے یورپ والون کا جو عیسائی مذہب کی حمایت مین ایشیا مین لڑنے آتے تھے ناک مین دم کر دیا تھا، انھی یورپ کے نوواردہ عیسائیون نے اس گروہ کا نام حشیشی یعنی بھنگڑ رکھا تھا، مارکوپولو یورپ کا مشہور سیاح ان کے قلعون کی طرف سے گذرا تھا اور اُسنے اس گروہ کے سردار کو شیخ الجبل کے نام سے لکھا ہے، اسی زمانہ مین تیمور عربون اور کردون کے قلعون کو فتح کرنے مین مصروف تھا، دیکھو اس کتاب کا تعلیقہ نمبر ۱۱۔ (مصنف)

امیرون نے اس پر تفریح کے لیے مکانات بنائے تھے، ان کو نہ یہان آگ کا ڈر تھا نہ پانی کا نہ سرنگ کا خوف تھا نہ عرّادہ اور منجنیق کا، کسی بادشاہ کو اس کی تسخیر کا خیال تک نہ گذرا تھا، کیونکہ یہ قلعہ بہت بلند تھا، اور اس پر حملہ کرنے کے لیے کسی قسم کے آلات حرب نصب نہین کئے جا سکتے تھے، پہاڑ ایسا سخت تھا کہ اُسے کھود کر نقب لگانی بھی ممکن نہ تھی، اس کے اوپر چڑھنا اور اس کو فتح کرنا بھی امکان مین نہ تھا، راستہ جو چوٹی پر جانے کا تھا اس طرح بنایا تھا کہ اگر اس کے کسی تنگ مقام پر تین سپاہی کھڑے ہو جائین تو ایک ہزار دشمن کا مقابلہ کر لین[1]،

اس قدرتی استحکام کو بھی ایرانیون نے کافی نہ سمجھا تھا، اس کے راستے مین جو موڑ آئے تھے وہان گچ اور آہک سے سنگین دیوارین اور مورچے بنا دیئے تھے، چونکہ چوٹی پر کھیتی کی ایسی زمینین موجود تھین جن کی پیداوار قلعہ کے رہنے والون کے لیے کافی ہو اور چوپایے اور پرند

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۰۰-۶۰۱، اس قلعہ کی کیفیت کے متعلق جو اشعار آئے ہین وہ پڑھنے کے قابل ہین:-

درے بود کش خواندندے سپید — بدان دزبدے ایرانیان را امید
عجب گونہ کوہے خدا آفرید — کہ مانند آن کس بگیتی ندید
رہش تند و لرزان زتنگ تا فراز — چو زلفِ بتان پیچ پیچ و دراز
بر آن سر کہ از ابر بالاتر است — یکے دشتِ ہموار پہنا و راست
زیک فرسخ افزون بطول و بعرض — زمینِ دگر بر فلک کن تو فرض
بہر سو روان چشمۂ خوشگوار — درختانِ پر میوہ و کشت زار
شکارے بجد در آن پہن دشت — شدہ یار جدی و حمل گاہ کشت
سران بر سرش خانہا ساختہ — بسے مسکنِ طرفہ پرداختہ
نیابد گزند از غریق و حریق — نہ از نقب و عرّادہ و منجنیق
امیدِ سلاطینِ گیتی ستان — گسستہ بکلی ز تسخیرِ آن

بھی وہان اتنے تھے کہ گوشت ضرورت پر مل سکتا تھا اس لیے یہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ دشمن قلعہ کا محاصرہ کر کے اور اس کی راہین سب طرف سے بند کر کے لوگون کو فاقہ کشی کی مصیبت مین مبتلا کر دے، صرف موت ایسی چیز تھی جو ان کے ہلاک کرنے پر قدرت رکھتی تھی، بیت

زسوے زمین ایمن است از خلل مگر ز آسمان تیغ بارد اجل

جس دن تیمور کی فوجین اس پہاڑی قلعہ کے نیچے پہنچین اسی دن تیمور نے حملہ کا حکم دیدیا[۱]، جس پہاڑ پر قلعہ تھا اس کے قریب ہی ایک اونچے پہاڑ پر تیمور نے اپنا خیمہ نصب کرایا، تاتاری سوار پہاڑ پر چڑھ کر قلعہ کی دیوارون کے نیچے پہنچ گئے، یہان گھوڑون سے اتر کر پہاڑ پر اس طرح پھیلے جیسے مٹی کے ڈھیر پر چیونٹیان پھیلی ہون، اور سڑک کے موڑون پر جہان برج اور مورچے تھے حملہ شروع کر دیا،

امیر تیمور نے جس پہاڑ پر اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہان سے وہ دیکھتا تھا کہ جہان جہان دھوپ مین چمکتے تیر زیادہ اڑتے نظر آرہے ہین وہین اس کے سپاہی جن کے خود بہت چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے تھے، کیڑون کی طرح پہاڑون مین اوپر کو رینگتے جا رہے ہین اور وادی کے شکم سے بخارات دھوان بنکر اوپر کو اٹھ رہے ہین، تیمور کے قریب ہی نقارے گرج رہے تھے تاتاری سپاہی تیرون اور پتھرون کی بوچھار مین چٹانون کے کونون اور ریخون پر پاؤن جمائے کبھی سورن کی ندائے ہیبت ناک دور سے بلند کرتے ہین اور ان کی خفیف سی آواز تیمور کے کانون تک آتی ہے،

---

[۱] قلعہ سپید پر تیمور ۱۰ جمادی الاول سنہ ۷۹۵ کو پہنچا تھا اور اسی دن حملہ کر دیا تھا، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۹۹-۶۰۰،

رات ہو گئی اور اب تک کچھ نہ ہو سکا، اوپر پہنچنے کا کوئی دوسرا رستہ بھی نہ نکلا، جب اُن لاشون کو شمار کیا جو مور چون کی خاک ریز سے پہاڑون کے نیچے گرائی گئی تھین تو تاتاری امرائے فوج کے تیور بگڑنے لگے، تیمور کے سپاہی جہان جہان تھے اُن سب نے وہین پہاڑون کی گگرون اور چٹانون کے سایہ مین رات بسر کی، جب آفتاب نکلا تو فوج کے سردار اپنے اپنے جوانون کو لیکر پھر حملے مین مصروف ہوئے، تیشہ و تیر چلانے مین کسی چیز کی خبر نہ تھی یہان تک کہ پاؤن پھسلتا تھا اور لڑکتے ہوئے پہاڑ کے نیچے پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتے تھے، تیمور کے نقارچیون نے پھر نقارے پر چوب لگائی اور حملے کی شدت بڑھ گئی،

اور اب ان تاتاریون نے راستے والے ایک برج کے اوپر سے جس پر وہ سب سے پہلے چڑھے تھے اپنے سرون سے اونچے ایک چٹان سے ایک گونجتی اور گرجتی آواز سنی، "فتح ہمارے امیر کی ہوئی اور ایرانی کتے غارت ہوئے"

نظر اونچی کی تو کیا دیکھتے ہین کہ پہاڑ کی ہموار چوٹی پر جہان قلعہ تھا اور جو مقام ان لوگون سے دو سو فیٹ اونچا تھا اور قلعہ کے راستے سے بھی ایک تیر پرتاب سے زیادہ فاصلہ رکھتا تھا آق بوغا اکیلا کھڑا ہے، پہاڑ مین ایک جگہ رخنہ تھی، کسی تاتاری یا ایرانی کی نظر ادھر نہ گئی تھی، سب سمجھتے تھے کہ اُس طرف کے پہاڑ سے اوپر چڑھنا ممکن نہین مگر اسی رخنہ مین سے آق بوغا ہاتھ مین سپر اور دوش پر کمان لٹکا کر چڑھتا ہوا چوٹی پر پہنچا، اور اپنے وہان پہنچنے کی خبر جو کوئی نے اوپر سے سنانے لگا، اور یہان دو چٹانون کے بیچ مین سپر کو آڑ بنا کر اس طرح تیر چلانے لگا کہ جو ایرانی قریب تھے ان مین سے کسی کی بھی ہمت اس تک پہنچنے کی نہ ہو سکی، آق بوغا کو اس حال مین دیکھا ۱۵۸
شاہزادہ شاہ رُخ نے جو پہاڑ پر راستے والی فوج سے آملا تھا حکم دیا کہ قلعہ کے برجون پر فوراً

اس طرح یورش کیجائے کہ دشمن وہان سے جواب کرتا رہے مگر ہٹے نہین، اس اثنا مین تاتاری جو پہاڑ کی ریخ سے قریب تھے آق بوغا کی مدد کو اوپر پہنچ گئے،

اب جو دیکھتے ہین تو پہاڑ کی چوٹی آدمیون سے خالی ہے، ایرانی بھاگ رہے ہین اور آق بوغا ہاتھ مین تلوار لیے ان کے پیچھے دوڑتا ہے، جب کل تاتاری فوج اوپر آئی تو شاہ رُخ کے عَلم قلعہ کے برجون کے نیچے بلند کئے گئے اور نقارون نے تمام وادی مین غلغلہ ڈال دیا کہ بس اب خاتمہ قریب ہے[۱]،

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۶۰۴-۶۰۵- قلعہ سپید کی فتح کے حالات مین یہ عبارت آئی ہے جس سے انگریزی مصنف کا بیان بہت کچھ مطابق ہوتا ہے:-

"حسب فرمان قضا جریان شاہزادگان و امراء و سائر بہادران نبرد آزمائے جنگ را آمادہ گشتہ کمرکین در بستند، از صدائے کورگہ و غریو سورن جنگ در پیوستند، از شست و چنگ مخالفان حصار تیر و سنگ چون باران آذری باریدن گرفت و موافقانِ دولت جان شیرین فدائے کار خسرو کردہ فرہاد وار بکوہ دویدن آغاز نہادند ناگاہ از نوکران شیخ ایکوتمور آق بوغا نامی بجائے کہ اصلا متصور نہ بود کہ ہیچ آفریدہ از آنجا تواند بر آمد بالا رفت و صلوات فرستاد،

برآمد بہ بالا چو پرّان عُقاب — خروشان چو رعد از فراز سحاب
کہ صاحبقران باد فیروزہ گر — بداندیش او زار و خونین جگر

واز سر تہور و پر دلی خروش بر آوردہ بسر بازی مشغول شد، اہل قلعہ را از مشاہدہ آن حال کہ در ضمیر ایشان نہ گذشتہ بود پشت دل بشکست و زور از بازوئے جسارت رفت و از غایت دہشت و سراسیمگی دست از جنگ باز داشتند و لشکریان امیرزادہ محمد سلطان از راہ دروازہ بہ بالا رفتند و تو قہار ا با وج نصرت و فیروزی گردانیدہ قلعہ را مسخر ساختند و ہر کہ در آنجا بود از لشکری و سپاہی از کوہ در انداختند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " (مترجم)

ایرانی قلعہ سے نیچے کے برجون کو جو راستے کے موڑون پر تھے چھوڑ کر چوٹی پر پہنچے جہان قلعہ تھا۔ لیکن تیمور کے سپاہیون نے جو پہلے ہی وہان پہنچ گئے تھے ایرانیون کو ایک ایک کر کے پہاڑ کے نیچے گرا دیا، شاہ منصور کے قلعہ دار کو بھی پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا جہان چٹانون مین وہ کپڑون کی ایک بے جان گٹھڑی پڑا نظر آیا، قلعہ سپید تاتاریون کے ہاتھ فتح ہو گیا۔[۱]

جب لڑائی ختم ہوئی تو آق بوغا کی ڈھنڈیا پڑی، جب ملا تو اُسے پکڑ کر صاحبقران کے سامنے لائے، صاحبقران نے اُسے خلعت مین ریشمین اور زرین کپڑے، خیمے اور ڈیرے، خوبصورت کنیزین، بہت سے گھوڑے، خچر اور اونٹ اور نقد روپیہ اتنا دیا کہ وہ بالکل حیرت زدہ ہو کر امیر کے سامنے سے باہر آیا، جس قدر سامان ملا تھا جب اُسے پیچھے آتا دیکھتا تھا تو سر ہلا کر رہ جاتا تھا، جب لوگون نے چلتے چلتے روک کر اس کی بہادری کی تعریف کی تو کہنے لگا "خدا گواہ ہے کہ کل میرے پاس ایک گھوڑے سے زیادہ نہ تھا، آج یہ کل ساز و سامان میرا کیونکر ہو سکتا ہے"

آق بوغا کو امیر زادہ محمد سلطان کی فوج عقب مین سرداری کا درجہ ملا، جب تک زندہ رہا بڑی شان سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا رہا، اور اس دن سے کبھی اُس طرف سے پشت نہین کی جہان امیر تیمور ہو، اور ہمیشہ خیال رکھا کہ سوتے مین اپنا چہرہ بارگاہِ امیر کی طرف ہو اور مرتے

---

[۱] امیر تیمور نوبنجان سے دوشنبہ کے دن ۱۰ رجادی الاوّل ۷۹۵ھ ۱۳۹۲ء کو قلعہ سپید پہنچ گیا، اور دوسرے دن سہ شنبہ ۱۱ رجادی الاوّل کو قلعہ فتح کر کے شام کو نوبنجان واپس ہوا، ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۵۹۹، ۶۰۶۔ نوبنجان شیراز سے شمال مغرب مین بخط مستقیم پچاس ساٹھ میل کے قریب ہوگا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی نقشہ نمبر ۶۔ فارس اور کرمان کے صوبے۔ (مترجم)

وقت وصیت کی کہ جب قبر میں رکھا جاؤن تو میرا چہرہ دولت کدۂ امیر کی طرف کر دیا جائے،

مظفری شہزادون کا تعاقب شروع کرنے پر امیر تیمور کو اطلاع ملی کہ شاہ منصور فرار ہو گیا ہے، لشکر سے برنغار اور جرنغار کو اپنے دو پوتون سلطان محمد اور پیر محمد کی سرکردگی مین دے کر باقی لشکر کو اپنے ہمراہ لیے تیزی سے شیراز کی طرف چلا، اس فوج کی تعداد تیس ہزار تھی، امیرزادہ شاہ رخ جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتا تھا بدستور مع اپنے ملازمین کے خدمت مین حاضر تھا، چلتے چلتے ایک گاؤن کے باہر باغات نظر آئے، اور دیکھکر تعجب ہوا کہ وہان چار ہزار ایرانی سوار صف بستہ کھڑے ہین، ہر ایک سوار زرہ بکتر پہنے ہے، چہار آئینہ کا متن چرمی اور حاشیہ آہنی ہے اور گھوڑون پر کجیم[1] پڑے ہین،

واقعہ یہ تھا کہ پہلے تو شاہ منصور اس فوج کو لیے ہوئے شیراز سے بھاگا تھا مگر اس وقت وہ ارادہ بدل کر شیراز کی طرف واپس آرہا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب شیراز سے بھاگ کر ایک گاؤن مین منزل کی اور وہان چند لوگون سے پوچھا کہ شیراز کے لوگ اسکی نسبت کیا کہتے ہین تو انھون نے کہا " واللہ وہ یہ کہتے ہین کہ بعض لوگ ایسے تھے کہ جن کے پاس بڑی بڑی ڈھالین تھین اور ان کے ترکش بھاری تھے لیکن وہ اس طرح بھاگے جیسے بھیڑیے کو دیکھ کر بکریان بھاگتی ہین اور اپنے اہل وعیال کو بھی چھوڑ کر دشمن کے حوالے کر گئے"، اس طعنہ پر شاہ منصور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور گھوڑے کا رُخ پھیر شیراز کی طرف واپس چلا، راستے مین ایک گاؤن کے قریب باغون مین وہ اور اس کے سوار اترے ہوئے تھے کہ تیمور کی فوج نے جو شیراز کی طرف آرہی تھی ان کو دیکھا، شاہ منصور نے جان پر کھیل کر اپنے سوارون

---

[1] کجیم گھوڑے کی پوشش،

کو لے تیمور کی فوج پر حملہ کر دیا، منصور کے بعض رسالے بے ترتیب ہو کر پیچھے ہٹے مگر دو ہزار کا رسالہ
ایسا تھا جو تاتاریون کی صفون کو توڑتا ہوا ان کے عقب مین پہنچکر بعض بلند مقامات پر قابض ہو گیا،
شاہ منصور نے اسی پر بس نہ کی بلکہ پلٹ کر وہان حملہ کیا جہان تیمور کا علم نصب تھا[1]،

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۰۰، نیز روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۶۹، روضۃ الصفا کا بیان یہ ہے کہ قلعہ سپید
کی فتح کے بعد تیمور جب شیراز کی طرف بڑھا تو موضع جویم مین پہنچکر اس نے شاہ منصور کا حال دریافت کیا،
صرف یہی معلوم ہو سکا کہ شاہ منصور فرار ہو گیا ہے، اور یہ سچ تھا کیونکہ جب شاہ منصور کو تیمور کے نزدیک
پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ شیراز سے نکل کر مع فوج کے بھاگا، شیراز کے باہر پل فسا کے گاؤن تک پہنچا
تھا کہ چند شیرازی اسی کی طرح شیراز سے بھاگے ہوئے اس سے ملے، منصور نے ان سے پوچھا کہ شیراز کے لوگ
اس کی نسبت کیا خیال کرتے ہین، ان لوگون نے کہا کہ بعض یہ کہتے ہین کہ "جن کے پاس پچاس من کا ترکش
اور دو من کا چاقو تھا وہ اس طرح بھاگے ہین جیسے بکری بھیڑیے کو دیکھ کر بھاگتی ہے، اتنا سنکر منصور کو غیرت آئی
اور وہ فوراً واپس ہو کر شیراز آیا اور فوج درست کر کے لڑنے کی تیاری کی، دوسرا قول یہ ہے کہ شاہ منصور
نے جب سنا کہ تیمور قریب آگیا ہے تو اس نے تین ہزار فوج آراستہ کی اور شیراز سے باہر تیمور کے مقابلے
کے لیے تیار ہو گیا،

ظفر نامے کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ سپید کی فتح کے بعد تیمور فوجون کو پوری ترتیب دے کر
شیراز کی طرف بڑھا، تیمور کے فوجی افسر امیر عثمان نے منصور کے قراول کو دیکھا، عثمان کمین گاہ مین بیٹھ گیا،
اور قراول کے ایک آدمی کو پکڑ کر تیمور کے پاس لے گیا، تیمور نے اس سے منصور کا حال اور اسکی فوج
کی تعداد دریافت کی، اور آگے بڑھا، کوئی ایک فرسخ گیا ہو گا کہ شہر کے باغستان مین تین چار ہزار سوار
مکمل زرہ بکتر لگائے صف آراستہ نظر آئے۔ . . . .

انگریزی مصنف نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون بیانون کو ملا کر اپنے طور پر قصہ بیان کیا ہے، (مترجم)

امیر تیمور فوج سے کچھ ہٹا ہوا ایک علیحدہ مقام پر چند ہمراہیوں کے ساتھ ایرانیوں کے اس حملہ کو جو اچانک پیش آیا تھا دیکھ رہا تھا، جب منصور بڑھ کر تیمور کی طرف آیا تو تاتاری سرداروں نے امیر کے گرد حلقہ باندھ کر ایرانیوں سے دست بدست لڑائی شروع کر دی،

تیمور نے پیچھے ہاتھ دوڑایا کہ نیزہ پکڑے جو ہمیشہ نیزہ بردار کے پاس رہا کرتا تھا، لیکن نیزہ بردار پر حملہ ہوا تھا اور وہ نیزہ لئے پیچھے ہٹ گیا تھا، جب نیزہ نہ ملا تو تیمور نے تلوار کھینچی، تلوار پوری کھینچنے بھی نہ پایا تھا کہ شاہ منصور اس کی طرف جھپٹا،

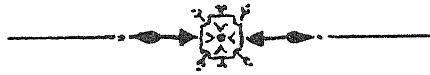
ایران کے بادشاہ نے تاتاری فاتح پر تلوار کے دو وار کئے، ایک تیمور کے سر پر کیا، تیمور نے سر پھیر لیا اور شاہ منصور کی تلوار اس کے خود کو چھوتی ہوئی نکل گئی، تیمور کا خود سر سے گر کر گود میں آپڑا، مگر وہ خود گھوڑے پر بالکل بے حس و حرکت بیٹھا رہا، اتنے میں ایک تاتاری سردار نے اپنی سپر آقا کے سر پر چھا دی اور دوسرا سردار اپنا گھوڑا تیمور اور منصور کے مرکبوں کے بیچ میں لے آیا،

آخر کار شاہ منصور پیچھے ہٹا، اور بھاگا، شاہ رخ کے ملازموں نے اس کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ اسے گرفتار کر کے قتل کیا، شہزادہ شاہ رخ شاہ منصور کا سر لئے آیا اور باپ کے قدموں میں اُسے ڈال دیا[1]،

ایران کا تیمور کے مقابلے پر آنا اب ختم ہوا، اور مظفریوں کا آخری وقت آگیا، تیمور نے حکم دیا کہ آل مظفر سے جس قدر لوگ مرنے سے بچ گئے ہیں ان کو تلاش کر کے گرفتار کیا جائے، اس گرفتاری اور قید کے کچھ دنوں بعد وہ سب قتل کر دیئے گئے[2]، ۱۶۰

[1] اس لڑائی کے حالات کے لیے دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۱۰ - ۶۱۲، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲۰،

صرف زین العابدین اور شبلی کے ساتھ جن کو ان کے عزیزوں نے اندھا کر دیا تھا، تیمور نے اچھا برتاؤ کیا، اور ان کو سمرقند روانہ کر دیا جہاں ان کو مکانات اور زمینیں دی گئیں، اور وہ امن سے زندگی بسر کرتے رہے، شیراز اور اصفہان سے اچھے کاریگر اور پیشہ ور اور بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی جمع کر کے سمرقند روانہ کئے گئے تاکہ تیمور کے دربار کی شان بڑھائیں[1]۔



---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۱۹،

بائیسوان باب

سلطان احمد بادشاہ بغداد

اب ضروری بات تھی کہ مختلف والیانِ ملک مین تیمور کے خلاف ایک سازش اور اتحاد قائم ہو جائے، تیمور اکثر مشرق کی سمت سے نمودار ہوا کرتا تھا، دشت قزل قم و قراقم سے نکل کر جو اس کی حکومت مین تھے شہرون پر کالی آندھی کی طرح چھا جاتا اور ان کو غارت اور تباہ کرتا ہوا آگے بڑھتا، جس طرح آندھی کی خبر نہین ہوتی کہ کب آئے گی اسی طرح تیمور کی لشکر کشی کا حال بھی کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ کب ہو گی اور کہان ہو گی،

مغرب کے بادشاہون مین سفارتون کی آمد و رفت جاری ہوئی، ترکون کے قیصر نے جو یہان سے دور یورپ مین سکونت رکھتا تھا اِس اتحاد کی طرف اس وقت کوئی خاص توجہ نہ کی لیکن سلطان مصر نے جو شام اور دمشق اور ایروشلم کا مالک تھا اور بادشاہ بغداد نے تیمور کی مخالفت کا آپس مین معاہدہ کر لیا، اور قرا یوسف جس کے ترکمانون پر مغرب مین تیمور کی فوجون نے ترکتاز کیا تھا سب سے زیادہ آمادہ تھا کہ سلاطین مصر و بغداد کے ساتھ تیمور کی مخالفت مین اپنا علم بلند کرے،

بغداد تاتاریون کی فوجکشی کے راستے مین پڑتا تھا، اب یہ شہر ہارون الرشید اور برامکہ کے زمانے کی طرح سلطنت اسلامیہ کا قلب وجگر نہین رہا تھا، آجکل وہ دجلے کے کنارے ایک بھاری اور بے جان لاش کی طرح ڈھیر ہوا پڑا تھا، لیکن اب بھی وہان زایرون اور مالدار تاجرون کا مجمع رہتا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے، کہ بغداد مین اس وقت بھی شوکت ماضی کے آثار ونشانات اس طرح نظر آتے ہین جیسے کسی شباب رفتہ عورت کے حسن کا پتا چلتا ہو، اب تو وہ ایک اونگھتی بڑھیا کی طرح اس دریا مین اپنا منھ دیکھتا معلوم ہوتا تھا جو کبھی اس کے حسن کے لیے آئینے کا کام دیا کرتا تھا، بادشاہ بغداد سلطان احمد جلایر کو اب بھی "حامیِ دین وملت" کہا جاتا تھا اور قریش کا سیاہ لباس جامع مسجد مین نمایان رہتا تھا، لیکن بغداد کا اصلی محافظ سلاطین ملوک مین سے بادشاہ مصر تھا سلطان احمد بدگمان وبدظن طبیعت کا آدمی تھا، اورون پر ظلم کرکے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا کرتا تھا، کبھی خزانے مین جو زر وجواہر جمع تھا اس کی طرف سے خوف مین رہتا، اور اس سے بھی بڑھکر ان غلامون سے خوف کھاتا جو اس خزانے کے محافظ تھے، اس حالت خوف مین جب کبھی میدان سے ۱۶۲ گرد اڑتی نظر آتی تو مشرق کی طرف نگاہ دوڑاتا اور دل مین ڈرتا کہ کہین تیمور کے تاتاری تو نہین آئے،

بغداد کے بڑے مفتی صاحب کو تیمور کے پاس ایسے بیش بہا نقوز وتحائف کے ساتھ روانہ کیا جن کا پیش کرنا سلطان احمد ہی کی قدرت مین تھا، اور اسی قسم کے تحف وہدایا قرا یوسف کے پاس بھیجے جسے ضرورت کے وقت کا دوست بنایا تھا، ایک بیان یہ ہے کہ تیمور نے مفتی صاحب کو بہت اخلاق کے ساتھ مگر نامراد واپس کردیا، دوسرا بیان ہے کہ شاہ منصور کا کٹا ہوا سر جواب مین روانہ کیا گیا، بہرکیف ان دونون مین سے کوئی ایک بات ضرور پیش آئی، سلطان

احمد کے تحائف قبول کرنے کی ضرورت تیمور کو نہ تھی، جو کچھ ضرورت تھی وہ بغداد کی تسخیر تھی اور یہ کہ تیمور کے نام کا خطبہ بغداد مین پڑھا جائے اور اسی کے نام کا سکہ مضروب ہو،[1]

اس اثنا مین سلطان احمد نے بنظر احتیاط بہت کچھ اہتمام کر لیا، ترکمانون سے جنھین پہلے ہی دوست بنا لیا تھا اور والی دمشق سے مراسم دوستی جاری رکھے اور ایک جماعت مضبوط سوارون کی جن کے گھوڑے بہت تیز تھے اس غرض سے تیار کی کہ اگر بغداد سے فرار ہونا پڑے تو یہ سوار اُس کے ساتھ رہین اور اس کے اہل و عیال اور خزانے کی حفاظت کرتے ہوئے چلین، بغداد سے اسّی میل اپنی سرحد پر کبوتر بھیجے تاکہ تیمور کی آمد کے آثار دیکھتے ہی ان پرندون کو قاصد بنا کر فوراً اطلاع دیجائے،

معلوم ہوتا ہے کہ تیمور کے جاسوسون نے بادشاہ بغداد کی ان تمام پیش بندیون کا پتہ چلا کر تیمور کو اطلاع کر دی، بہرحال بغداد پر قبضہ کرنے کا تیمور نے اب قطعی ارادہ کر لیا، پہلے

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۲۸، ۶۲۹:-

"۳ر شوال ۷۹۵ھ - شیخ الاسلام اعظم شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینی کہ از اکابر مشائخ روزگار بود از طرف بغداد از پیش سلطان احمد جلایر برسم رسالت بپایۂ سریر خلافت مصیر آمد، صاحبقران مقدم آن بزرگ دین را بہ اعزاز تلقی فرمود و شیخ پیغام سلطان احمد بعرض رسانید مشتمل برآنکہ کمر مطاوعت و خدمتگاری بر میان جان بستہ ام، اما از دہشت شکوہ آن حضرت قوت احراز سعادت بساط بوس ندارم، و اگر بہ بغداد می فرماید مرا حدّ مقاومت نیست و قصد محاربہ در خاطر نہ، نقوز ہا و پیش کشہا کہ با شیخ فرستادہ بود از جانوران مرکن و بازِ شکار افگن و اسپان نامی با زین ہائے زر بمحل عرض رسانید، لیکن چو نقد اخلاص بہ التزام سکہ و خطبہ کہ (تیمور) متوقع آن بود در رواج نیافتہ بود تحف و ہدایا ملحوظ خاطر التفات قبول نگشت و شیخ نورالدین را اعزاز فرمودہ خلعت خاص ارزانی داشت و اسپ و زر دادہ باز گردانید"   (مترجم)

اپنی فوج کے ایک حصہ کو اس غرض سے آگے بھیجا کہ ترکمانون مین ہلچل ڈال کر ان کو لڑنے مین مصروف کر دے، اس کے بعد خود تیمور اس طرح آگے بڑھا کہ گویا بغداد پر حملہ کرنے جا رہا ہے،

لیکن سیدھا بغداد نہ گیا، راستے مین ایک مقام پر لشکر سے علیحدہ ہو کر تیز منزلین طے کرتا ہوا ولایت جبال مین داخل ہوا، رات ہوئی تو ساتھ کے سوارون نے مشعلین روشن کین اور ان کی روشنی مین تنگ و تاریک پہاڑی راستون کو طے کر کے سب باہر آئے، تیمور محفہ مین سوار ہو کر ان تنگ درون مین سے گذرا، لشکر پیچھے چھوڑا تھا صرف چند منتخب بہادر اور بہت سے کوتل گھوڑے ساتھ رکھے تھے،

سلطان احمد کے آدمیون نے جو ولایت جبال کے گاؤن اور قصبات مین جا بجا موجود تھے دور سے گرد اڑتی دیکھی اور فوراً اس مضمون کا پرچہ لکھ کر کہ تیمور نظر آگیا ہے پرچہ کو کبوتر کے پر مین باندھ کر اُسے اڑایا، تیمور جب ایک گاؤن مین پہنچا (جس کا نام قبہ ابراہیم لک تھا) تو وہان کے لوگون کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے کوئی خبر بغداد بھیجی ہے، لوگ انکار کرتے ہوئے ڈرے اور جو خبر بھیجی تھی وہ بیان کر دی، تیمور نے کہا اچھا۔ اب دوسرا پرچہ اس مضمون کا روانہ کرو کہ "جن سوارون کو ہم نے دیکھا تھا وہ دراصل ترکمان تھے جو تاتاریون کے خوف سے بھاگ رہے تھے"

کبوتر ان پرچون کے ساتھ پھر اڑائے گئے، تیمور نے کچھ دیر قبہ ابراہیم لک مین آرام کیا، اس
کے بعد سو بہادرون کو جمع کیا اور بہترین مرکبون پر انھین سوار کر کے بغیر کہین دم لیے اسی میل ١٦٣
(٢٧ فرسخ) کی مسافت طے کر کے علی الصباح بغداد کے مضافات مین جا پہنچا[1]،

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحات ٦٣١-٦٣٢ :- "آن مسافت کہ بست و ہفت فرسخ شرعی است بیک نہضت قطع کردہ صبح گاہ روز سہ شنبہ بست و یکم ماہ شوال ٧٩٥ھ بہ بغداد رسید" (مترجم)

سلطان احمد نے پہلی خبر پر فرار ہونے کی تیاری کر لی تھی، اور اپنا تمام مال اور اسباب ہالی موالی دجلے کے پار بھیج دیئے تھے اور جو سپاہ ساتھ جانے والی تھی اُسے ہوشیار کر دیا تھا، دوسری خبر جب آئی تو یہ خبر اُسے پورا دھوکا نہ دے سکی، اور جب تک تیمور کی آمد کا پورا یقین نہ ہو گیا بادشاہ بغداد بغداد ہی مین رہا، جب معلوم ہوا کہ تیمور فی الواقع آن پہنچا ہے تو دجلے کو عبور کیا اور عبور کرنے کے بعد پل کو فوراً اتڑوا دیا،[1]

تیمور کے سوار گھوڑے سرپٹ ڈالے اُن محلون تک پہنچے جو کبھی خلفائے عباسیہ کے دولت کدے تھے، ان سوارون نے کسی طرح پتہ چلا لیا کہ سلطان احمد دریا کی طرف گیا ہے، فوراً دریا مین گھوڑے ڈال پار پہنچے،

بادشاہ بغداد ان سوارون سے صرف چند گھنٹے پہلے بغداد سے نکلا تھا، اور دریا اترتے ہی دشت کربلا کی طرف فرار ہوا تھا، اب تیمور کے سوارون نے ریگستان شام مین سلطان احمد کا تعاقب شروع کیا، تاتاریون نے دریا سے گذرتے وقت سلطان احمد کی کشتی خاصہ (شمس نامی) جس پر ایک رات پہلے جلوس کیا تھا گرفتار کر کے تیمور کی سواری کے لیے کنارے بھجوا دی، تاتاریون نے ایک دن اور ایک رات اور پھر ایک دن ریتیلے خشک میدانون کو گھوڑے تیز دوڑا کر قطع کیا، یہانتک کہ نرسلون کے بن مین فرات کے کنارے پہنچ گئے،

فرات اترنے کے لیے اب ان کو کشتیان ڈھونڈنی پڑین، کشتیان ملتے ہی ان کو کھیتے ہوئے دریا پار پہنچے، گھوڑے بھی ان کے پیچھے پیچھے تیرتے ہوئے آئے، اس مین شک نہ تھا کہ وہ سلطان احمد کے قریب آتے جاتے تھے، کیونکہ راستے مین انھون نے اس بادشاہ کا بہت

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۴۴، نیز دیکھو روضۃ الصفا جلد ششم ۶۵-۶۶،

ساسامان اور خزانہ پڑا دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ جن گھوڑون پر یہ سامان رکھا تھا وہ میدان مین آرام سے چر رہے ہین اور کوئی انکا نگہبان موجود نہین، تاتاریون کو راستے مین کسی گاؤن مین تازہ دم گھوڑے نہ مل سکے، اس وجہ سے معمولی سوارون نے رستے ہی سے ساتھ چھوڑ دیا، کیونکہ اُنکے گھوڑے اتنے اچھے نہ تھے جتنے کہ ان کے سردارون کے تھے، قصہ مختصر تیمور کے تاتاری جو تعاقب مین نکلے تھے وہ اب تعداد مین چالیس یا پچاس سے زاید باقی نہ رہے اور یہ سب امرا اور سردار تھے، تاتاری یہ کہکر نکلے تھے کہ بادشاہِ بغداد کو زندہ گرفتار کر کے صاحبقران کی حضور مین پیش کرین گے، چنانچہ انھون نے اس خشک اور بنجر ملک کے ٹیلون اور ریگ زارون مین سلطان احمد کا تعاقب برابر جاری رکھا،

اس اثنا مین سلطان احمد نے راستے مین اپنی فوج کے کچھ آدمی ان تاتاریون کو روکنے کے لیے پیچھے چھوڑ دیئے تھے، چنانچہ تاتاری جب ایک مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سو کے قریب سوار ان کا رستہ روکنے اور مقابلہ کرنے کو تیار کھڑے ہین، تاتاریون کو دیکھتے ہی ان سوارون نے اُن پر دھاوا کیا، مگر تاتاریون نے تیر برسا کر ان سوارون کی صفون کو پراگندہ کیا، اور جب بغداد کے یہ سوار ادھر ادھر ہوے تو تاتاری بدستور سلطان احمد کے تعاقب مین اور بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھے،

آگے چلے تو پھر ایک مرتبہ تاتاریون پر حملہ ہوا، تاتاری گھوڑون سے اتر انکی پیٹھ کی آڑ لے کر
بغدادیون پر تیر چلانے لگے، یہانتک کہ بغدادی پھر متفرق ہوئے اس کے بعد مفرورون کا ۱۶۴
پتہ تاتاریون کو نہ چلا، تیمور کے امرا اور سردار اس وقت پیاس سے بیتاب تھے اُن کے گھوڑے بھی تھک کر چور ہو گئے تھے اور اب سب کو پانی کی تلاش ہوئی،

سلطان احمد زندہ وسلامت دمشق پہنچ گیا، لیکن اس کے اہل وعیال کو تاتاریون نے گرفتار کر لیا اور یہ سب امیر تیمور کے سامنے بغداد مین لائے گئے، بغداد نے سر بہا کی رقم ادا کی اور تیمور کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا، تیمور نے اپنی طرف سے بغداد کا ایک حاکم مقرر کیا اور اب تاتاری فوجلشکر ایسے ہی جلد غائب ہو گئے جیسے کہ جلد ظاہر ہوئے تھے، روانگی سے پہلے بغداد مین جس قدر شراب موجود تھی وہ دجلے مین ڈال دیگئی اور شہر کے تمام مہندسون اور منجمون کو خانہ کوچ کر کے تیمور اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تاکہ ہنرمندون کی جو جماعت وہان موجود تھی ان مین یہ بھی شامل ہون؛[1]

سلطان احمد ادیب وشاعر تھا، چنانچہ اپنی مصیبت پر ایک شعر اس مضمون کا کہا

"لوگ کہتے ہین کہ لڑنے سے بچنے کے لیے مین لنگ کرتا ہون لیکن واقعہ یہ ہے کہ بھاگنے مین مین لنگ نہین کرتا"

طوفان سر سے گذر گیا مگر سلطان احمد کو عزت آبرو سر وسامان سب سے محروم کر گیا، سلطان مصر نے قاہرہ مین سلطان احمد کو پناہ دی، غلام اور کنیزین خدمت کے لیے پیش کین[2]، مگر اسی زمانہ مین امیر تیمور کے ایلچی امیر تیمور کا پیغام لے کر آئے اور اس طرح بیان کیا،

"چنگیز خان کے زمانے مین ہمارے بزرگ تمہارے بزرگون سے لڑے تھے، پھر ان مین مصالحت ہو گئی تھی، اس کے بعد تمام ایران بدعملی اور خانہ جنگی کا شکار ہو گیا، ہمارے امیر نے ایران مین جسکی سرحد تمہارے ملک سے ملی ہوئی ہے امن وامان پیدا کیا، پس اس نے یہ سفارت

(حاشیہ صفحہ ۲۵۷) [1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۳۶-۶۳۷-اور روضۃ الصفا جلد ششم صفحہ ۶۶،

[1] روضۃ الصفا، جلد ششم صفحہ ۶۷،

[2] روضۃ الصفا، جلد ششم صفحہ ۹۴،

تمھارے پاس اس مراد سے بھیجی ہے کہ تاجر آمد و رفت رکھ سکین اور کوئی نزاع پیدا نہ ہو، والسلام الحمد للہ رب العالمین[1]"

سلطان مصر نے تیمور کے ایلچیون کو قتل کر دینا پسند کیا، بغداد پر قبضہ ہو جانے سے تیمور مغرب کی سلطنتون سے نزدیک ہو گیا تھا، اور اب بادشاہ مصر کی فوجین حرکت مین آئین اور اس موقع پر ان فوجون کو ایک بڑا قوی اور زبردست دوست اتفاق سے مل گیا،

ایشیائے کوچک کے معاملات مین ایک تاتاری لشکر نے دست اندازی کی تھی، اس وجہ سے امیر تیمور ترکون کے سلطان بایزید کا مورد عتاب ہوا، مغرب کے بادشاہون نے تیمور کے خلاف جو اتحاد قائم کیا تھا وہ مکمل ہو گیا تھا، اور خیال یہ ہوا تھا کہ مغرب کی سمت مین تیمور کے حملون کا اب خاتمہ ہو گیا، ان بادشاہون کی فوجون کو ایک طرف ترکمانون اور دوسری طرف شام کے عربون سے مدد پہنچی، اور یہ بادشاہ اب مشرقی ملکون کی طرف بڑھے، دریائے فرات اور

[1] ظفر نامہ جلد اول، صفحات ۶۴۲-۶۴۳-

"شیخ ساوہ را بجانب والی مصر و شام ملک الظاہر برقوق برسم رسالت روانہ فرمود، مضمون رسالت آنکہ پیش ازین بادشاہان کہ از نسل چنگیز خان بودند با ملوکِ آن ممالک منازعت داشتند، و در آخر میان ایشان رسل و رسائل متواتر شد و قضیہ بمصالحت انجامید و چون ابوسعید بہادر بجوار رحمت حق پیوست و از نسل چنگیز خان بادشاہے صاحب حکومت نافذ فرمان در ایران نماند ملوک الطوائف پدید آمدند، ہرج و مرج بحال عام راہ یافت این زمان چون تمام ممالک ایران تا عراق کہ در جوار آن مملکت واقع است مسخر فرمان ما گردانید خیر اندیشی خلائق اقتضائے آن میکند کہ حقِ ہمسایگی رعایت کردہ ابواب مراسلہ و مکاتبہ مفتوح گردد و ایلچیان از ہر دو جانب در آمد شد باشند تا راہہا امین شود و تجار جانبین با من و حضور تردد توانند نمود و این معنی ہر آئینہ مستلزم معموری بلاد و آسائشِ عباد تواند بود، والسلام علی من اتبع الہدیٰ والحمد للہ رب العالمین" (مترجم)

بحر خزر تک کوئی ان کا مزاحم نہ ہوا[۱]۔

مصر کے سلاطینِ مملوک سلطان احمد کو ساتھ لیے دجلے کی راہ کشتیون مین سوار ہو کر بغداد آئے اور انھون نے سلطان احمد کو دوبارہ اس کے محل مین تخت پر بٹھایا[۲]، مگر اب سلطان احمد کو حکومت اس حیثیت سے سپرد کی کہ گویا وہ ان سلاطین مصر کا مقرر کردہ حاکم اور والی (عراق) ہے، لیکن جب مصر کے بادشاہ رخصت ہوئے اور موصل سے جو ترک آئے تھے وہ بھی اس کارگذاری سے خوش ہو کر واپس ہوئے تو سلطان احمد تنہا رہ گیا، اب جو کچھ وہ کرتا خود ہی کرتا، چنانچہ تیمور کی خبرین دینے کے لیے اس نے چند آدمی سمرقند روانہ کئے، یہ لوگ جو خبرین وہان کی دیتے تھے وہ عجیب ہوتی تھین، ایک مرتبہ خبر دی کہ

"ہم نے جو کچھ دیکھا وہ دیکھا، شہر کی شکل و صورت اب وہ نہین ہے جو پہلے تھی، جہان پہلے اونٹ بندھا کرتے تھے وہان کاشی کاری کے نیلے گنبد اور سنگ مرمر کے فرش ہین، ہم نے امیر تیمور کو اس وقت دیکھا جب کہ وہ ایک محل کی تعمیر ملاحظہ کرتا تھا، معمارون نے جس قدر کام کیا تھا وہ ناپسند خاطر ہوا، حکم دیا کہ جس قدر عمارت تیار ہوئی ہے وہ گرا دی جائے، اس کے بعد بیس دن تک روزانہ گھوڑے پر سوار ہو کر کام دیکھنے آیا گیا، اور واللہ ہم سچ کہتے ہین کہ اس بیس دن

---

[۱] یہ سال وہ تھا جب کہ میران شاہ شراب خواری سے مجنون ہو کر بحر خزر کے جنوب مین تاتاریون کے مفتوحہ ملکون کو اپنی حرکتون سے تباہ و برباد کر رہا تھا، اور تیمور ان ملکون سے بہت دور لڑائی مین مصروف تھا، یعنی پہلے شمال مین توقتمش کے آخری حملہ کا جواب کیا تھا اور پھر ہندوستان کی فتح کو روانہ ہو گیا تھا، تیمور کی لڑائیون کو زمانے اور وقت کی پابندی سے پڑھنے مین راستون کے متعلق ایک پوری کتاب اور ایسے نقشون کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر وقت ترمیم کے محتاج ہوتے ہین، اس لیے اب تک ہر واقعہ کی کیفیت کسی سلسلہ مین نہین بلکہ علیحدہ کر کے دکھائی گئی ہے۔ (مصنف)

[۲] دیکھو روضۃ الصفا جلد ششم صفحہ ۴۲، سطر ۱۸۔ (مترجم)

مین محراب کا آخری پتھر اور گنبد کی آخری اینٹ تک لگا کر پورا محل تیار کر دیا گیا، پیش طاق بلندی مین ۲۴ نیزون کے طول کے برابر تھا اور اس کے عرض مین پچاس آدمیون کی صف کھڑی ہو سکتی تھی'،

سلطان احمد نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ "اور کیا دیکھا؟" جواب ملا کہ

"امیر تیمور سنیون اور شیعون کے عالمون کی مجلس مین بیٹھتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ:"

سلطان احمد نے ایک بار پوچھا کہ "ہمارے متعلق بھی اس نے کچھ کہا، آج کل وہ کس کام مین مصروف ہے"؛

جواب ملا "واللہ تیمور نے اس وقت ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی ہے"!

سلطان احمد کو یہ معلوم ہو گیا کہ تیمور مین اور اس مین اس وقت ایک ہزار میل کا فاصلہ حائل ہے مگر طبیعت کو کسی طرح چین نہ تھا، بغداد سے نکل کر بادیہ کربلا مین اپنا بھاگنا اور تاتاریون کا تعاقب کسی طرح نہ بھولتا تھا، رفتہ رفتہ حالت یہ ہوئی کہ اپنے وزیرون کا اعتبار بھی جاتا رہا اور ان مین سے دو چار کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا، حرم سرا تقریباً عورتون سے خالی ہو گئی، خوف اور پریشانی اتنی بڑھی کہ محل مین دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا، صرف چرکسی غلام اور حبشی شمشیر بردار قریب آسکتے تھے،

حرم سرا کے بالاخانے پر سنگ مرمر کی جالیون کے پیچھے سے جہان کبھی اُسکی بیویان رہتی تھین دجلے کی طرف دیکھا کرتا تھا کہ کشتیون کے پل سے کون گذرتا ہے، آٹھ گھوڑے دریا پار ایک اصطبل مین خفیہ طور پر بند ھوا رکھے تھے اور ان کی حفاظت پر چند آدمی جنکا اعتبار کرتا تھا مقرر کر دیئے

ا۔ دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳-۲۳۴،

تھے، اس کے بعد حکم دیا کہ کوئی ہمارے سامنے نہ آئے، جن کمرون مین رہتا تھا اب ان مین غلام اور خدمتگار بھی پاس نہ آسکتے تھے، اس حال مین مبتلا کبھی اس جھروکے سے اور کبھی اُس جھروکے سے باہر کی طرف دیکھا کرتا، جو لوگ اسکی حفاظت پر متعین تھے اب ان پر بھی اسکو بھروسا نہ رہا، خوف سے طبیعت بالکل مغلوب ہو چکی تھی، کھانا صرف ایک خوان مین لایا جاتا تھا، اور وہ بھی کمرے کے بند دروازے کے پاس رکھدیا جاتا تھا، جب خدمتگار چلا جاتا تو دروازہ کھول کر خود خوان اٹھا کر اندر لے جاتا[۱]،

رات کے وقت اس راستے کو چل کر آزماتا تھا جو بھاگنے کے لیے سوچ رکھا تھا، سر سے پاؤن تک کپڑون مین لپٹا ہوا دریا اتر کر اصطبل مین پہنچتا جہان آٹھ گھوڑے بندھوا رکھے تھے، غالباً اسی حال مین اسکو کسی نے ایک کاغذ دیا جو نہایت پاکیزہ فارسی مین لکھا ہوا تھا، یہ حافظ شیرازی کا لکھا ہوا قصیدہ تھا، سلطان احمد مدت سے انھین بغداد بلا رہا تھا، خواجہ حافظ نے معذرت کی اور تعریف مین لکھا،

احمد اللہ علیٰ معدلۃ السلطان	احمد شیخ اویس حسن ایلکانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد	آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی
پر شکن کاکل ترکانہ کہ در طالع تست	بخشش و کوشش قاآنی و چنگیز خانی

ایک سال گذر لیا، سلطان احمد بادشاہ بغداد سمجھا کہ اب وہ بالکل محفوظ ہے، مگر یہ اطمینان خاطر ایک روز دفعتہً ایک نقارے کی آواز نے غارت کر دیا،

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۳۴،

تیئسوان باب

سمرقند محفوظ

دس برس تک سمرقند لڑائیون سے بالکل محفوظ رہا، اور اس زمانے مین تیمور کے عزم اور ارادے نے اس شہر کے حق مین بہت کچھ کر دکھایا،

جس وقت سمرقند پر تسلط ہوا تھا وہان سوا ے کچّی اینٹون اور لکڑی کے مکانون کے اور کچھ نہ تھا، مگر یہی کچی اینٹون اور لکڑی کا شہر تیمور کے ہاتھون مین آکر ایشیا کا رومہ بن گیا. غیر ملکون مین جسقدر نفیس چیزین پسند خاطر ہوئین اُنھین لاکر شہر کو زیب و زینت بخشی، مالِ غنیمت مین بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی آئے، ہر فتح کی یادگار مین ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی ارباب علم و فضل کے لیے بڑے بڑے مدرسے اور کتب خانے تیار ہوئے اور اہل صنعت و حرفت کے لیے ان کی باضابطہ جماعتین تجارت کے بڑے مقامات پر قائم کین، علماے ہیئت کے لیے رصد خانے بن گئے اور تماشائیون کے لیے ایک باغ وحوش تیار ہوا جسمین درندے اور پرندے قدرتی حالت مین نظر آتے تھے،

سمرقند بالکل اسی نقشہ پر تیار ہوا جو تیمور نے اپنے ذہن مین کھینچا تھا، لڑائیون مین بحید

سرگرم رہتا تھا مگر یہ سرگرمی اتنی نہ تھی کہ عمارت کا کوئی سامان جو سمرقند کی زیبایش کا باعث ہو سکے نظر سے بچ جاتا، تبریز کا برف سا اجلا سنگ مرمر، ہرات کی رنگین روغنی پٹریان، بغداد کا نازک نقرئی کام، ختن کا پاکیزہ یشب یہ سب چیزین سمرقند مین موجود تھین، کسی کو خبر نہ ہوتی تھی کہ آگے کونسی عمارت بننے والی ہے، اور خبر کیونکر ہوتی کیونکہ سمرقند کا پورا نقشہ سوائے تیمور کے اور کسی کے دماغ مین تھا نہین، اس شہر سے اس کو ایسی محبت تھی جیسے بڈھے شوہر کو جوان بیوی سے ہو، اس زمانہ مین وہ سمرقند کو متمول بنانے کے لیے ہندوستان کی دولت لوٹ رہا تھا، بہر کیف اس دس برس مین جو کام تیمور نے کیے اُن پر نظر ڈالنی لطف سے خالی نہ ہوگی،

٨٠٢ھ ١٣٩٩ع مین بہار کا موسم شروع ہوا ہے، تیمور آجکل ہندوستان مین براجتا ہے، قاصدون کی آمد و رفت درۂ خیبر اور کابل کی راہ سے جاری ہے، ایک دن یہی قاصد گھوڑون پر سوار جنوب کی سڑک سے سمرقند کو آرہے تھے کہ شہر سبز سے گذرنے کے بعد کچھ دور آگے ایک میدان مین جابجا درختون کے نیچے صدہا خیمے ڈیرے اور پھونس کی جھونپڑیان نظر آئین، خلقت کا ایک ہجوم لگا دیکھا | پوچھا تو معلوم ہوا کہ باہر کے ملکون سے جو لوگ خانہ کوچ ١٧
کر کے سمرقند مین لائے گئے تھے ان مین کے یہ باقی لوگ ہین جو دیر مین پہنچے ہین، اس ہجوم مین بہت سے اسیران جنگ ہین، بہت سے آوارہ گرد ہین اور کچھ ایسے بھی ہین جو سمرقند کی شہرت سنکر اپنی قسمت آزمانے آئے ہین، زبانین سب کی جدا جدا ہین اور مذہب بھی مختلف ہین، غیر مذہب والون مین نصرانی اور یہودی، عربی نژاد نسطوری اور ملکی عیسائی مسلمانون مین سنی اور شیعہ سب موجود ہین، بعضون کی صورت پر وحشت و پریشانی برس رہی ہے، منھ خشک ہے، آنکھون مین حلقے پڑے ہین، بعض اس دہشت مین کہ دیکھئے اب کیا

ہوتا ہے ایسے بے چین و بے قرار ہین جیسے شراب کا نشہ چڑھا ہو،

یہان گھوڑون اور اونٹون کے سوداگرون نے اپنے اپنے جانور قطارون مین باندھ رکھے ہین، اوران کے پاسبان بھوسے اور گھانس کے گرد وغبار مین ہتھیار لگائے کھڑے ہین، سڑک کے ایکطرف چشمہ کے قریب ایک چھوٹی سی سنگین عمارت ہے، یہ نسطوری عیسائیون کا گرجا ہے، غرض جب خلقت کے اس عجیب وغریب ہجوم سے قاصد آگے بڑھے تو امراسے سمرقند کے علاقے اور کشت زار نظر آئے، جابجا صنوبر کے درخت کھڑے تھے، ایک جگہ انکی ہری ہری کونپلون مین سے ایک محل کی سپید دیوار دکھائی دی، شہر ابھی ایک میل تھا کہ اس کے مضافات مین داخل ہوئے اور یہان سے انھون نے دور کا ایک مدرسہ دیکھا اور اسکی لاجوردی پیش طاق پر اللہ اکبر اور کلمۂ لا الہ الا اللہ موٹے موٹے حرفون مین لکھا ہوا پڑھا،

یہان سڑک کے دونون طرف چنار کے اونچے اونچے درختون کی صفین کھڑی تھین، بائین ہاتھ کو چشمے اور نہرین اور نہرون پر پل تھے، پھولون کی کیاریان وضع وضع کی تھین، پھلواریون کی روشین بھول بھلیان معلوم ہوتی تھین، یہان سے باغ دلکشا شروع ہوجاتا تھا، سنگ تراش ابھی تک یہان کام کررہے ہین، ایک طرف سروستان اور میوہ دار درختون کے جھولون مین سے ایک دیوار نظر آئی جس کا طول پانسو قدم تھا، مگر یہی ایک دیوار نہین ہے، مربع عمارت کا یہ فقط ایک ضلع ہے، ہر ضلع کے وسط مین اکہری محراب کا ایک دروازہ ہے اور کمان کی چھت مین چھوٹی چھوٹی محرابون اور طاقون کا ایک ابھرا ہوا جال سا بنا ہے، پیش طاق کے ستون پتھر کے شیر ہین جو پچھلے پاؤن پر سیدھے کھڑے ہین،

باغ کے اندر باغبان بیلچے لیے چمن درست کرتے ہین، مزدور چونے اور اینٹون کے ڈھیر اٹھاکر زمین صاف کرتے ہین، یہان سے سنگ مرمر کی ستونون والی روش شروع ہوجاتی ہے

اور اس کے سامنے ہی قصر ہے، یہ تین منزل کی عمارت ہے، بڑے بڑے مشہور مہندسون نے اس کے نقشے بنا کر پیش کئے تھے، جو بہتر سے بہتر ثابت ہوا اس کے مطابق عمارت تیار کیگئی،

قصر کے داخلے کے کمرے مین اب تک بڑے بڑے نقاش بیٹھے اپنا ہنر دکھا رہے ہین، ہر ایک کے لیے دیوار کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے، ایک طرف چین کا مصور جو رنگین کام پسند نہین کرتا اپنے مُوقلم سے سادے نقش ونگار بنا رہا ہے، اس کے قریب ہی شیراز کے شاہی نقشے نویس نے کسیقدر ضرورت سے زیادہ تیز رنگون مین گل بوٹے بنا کر اپنی استادی دکھائی ہے، اس سے آگے ہندوستان کا کاریگر کھڑا ہے، اسے تصویر کشی تو آتی نہین مگر گچ پر سونے اور چاندی کا کام کرنے مین کمال رکھتا ہے، سر پر چھت کی طرف دیکھئے | تو پھولون کا چمن کھلا ہے، اور پھول بھی سب سونے اور لاجورد مین پچیکاری کے گلدستے ہین، دیوارین اس طرح چمک رہی ہین جیسے چینی کا برتن ابھی دھو کر رکھا ہو[1]

شہر سمرقند کی شمال مین ایک باغ تیمور نے ہندوستان جانے سے پہلے بنوایا تھا، مورخون نے جو تیمور کے حالات روزانہ لکھتے تھے اس باغ کا ذکر اس طرح کرتے ہین،

"باغ شمال مین ایک شب حضرت صاحبقران نے خیمہ و بارگاہ نصب کرا کے استراحت فرمائی، یہ عمارت کھیل تماشے جشن و تفریح کے لیے تیار ہوئی تھی، بہت سے ماہران تعمیر کے نقشون مین سے بہترین نقشے پر یہ باغ اور اسکی عالی شان عمارت بنائی گئی تھی، زمانہ تعمیر مین عمارت کے ایک ایک رکن کی نگرانی چار امیرون کے سپرد ہوئی، حضرت صاحبقران کو اس باغ اور اس کے قصر کی طرف اتنی توجہ تھی کہ ڈیڑھ مہینے تک وہین مقیم رہے تاکہ تعمیر کا کام جلد سے جلد ختم ہو، تبریز کے

---

[1] باغ دلکشا اور اس کے قصر کی تعمیر کے متعلق دیکھئے ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۷ تا ۹،

سنگ مرمر کا ایک ایک مینار عمارت کے چارون گوشون پر تعمیر کیا گیا تھا"

"بغداد اور اصفہان کے نقاشون نے قصر کی دیوارون پر نقش و نگار بنائے اور اس خوبی اور نفاست سے بنائے کہ تیمور کے ایوان خاص کی زیبائش اور حسن کو بھی مات کردیا جو نادر و نفیس چیزون سے نگارستان چین بنا ہوا تھا صحنون مین سنگ مرمر اور سنگ کوہ نور کا فرش تھا، اندر کے ایزارے اور باہر کی دیوارین کاشیکاری سے آراستہ کی گئین، اس باغ اور قصر کا نام باغ شمال اور قصر باغ شمال ہوا"۱

ان پر فضا باغون اور عالیشان محلون کے وسیع حلقے مین شہر سمرقند آباد تھا، اسکی شہر پناہ کا دور پانچ میل کا تھا، قاصد چلتے چلتے باب لاجورد کے سامنے آیا تو ملاؤن کا ایک غول کا غول خچرون پر سوار ملا، قاصد کسی طرح اپنا راستہ ان مین سے نکال کر آگے بڑھا، ہتیار لگائے گھوڑے پر سوار تھا اور گھوڑا پسینے مین غرق تھا، کف اڑ اڑ کر سینے اور ٹھون تک آیا تھا، سوار کے چہرے پر گرد پڑی تھی، آنکھین سرخ تھین اور چابک والا ہاتھ بغیر قصد اور ارادے کے برابر گھوڑے کی پیٹھ پر چل رہا تھا، ایک دفعہ ہی غل ہوا کہ ہندوستان کے لشکر سے قاصد آیا ہے،

دروازے کے قریب جس قدر لوگ چل پھر رہے تھے وہ دوڑے، سوار نے بھیڑ مین سے رستہ نکالا خلقت بھی پیچھے پیچھے ہولی، اس محلے سے نکلا تو یہان بہت سے کلچھائے چہرون کے آدمی سیاہ سمور کے پوستین پہنے کھڑے تھے، اس محلے سے نکل کر زین سازون کے بازار مین آیا، چارون طرف چمڑے اور تیل کی بو تھی، غرض چلتے چلتے دار الوزرا تک پہنچ گیا، یہان کاتب منتظر تھے کہ مراسلات شاہی کے وصول ہوتے ہی ان کی نقلین جاری کرین، خلقت جو قاصد کے

---

۱ باغ شمال اور اس کے قصر کی تعمیر کے مفصل حالات دیکھنے ہون تو دیکھئے ظفر نامہ جلد اول صفحات ۸۰۰-۸۰۳،

ساتھ تھی وہین رک کر جم گئی، اس امید مین کہ شاید کوئی خبر معلوم ہو، کیونکہ خبر دیوارون مین بھی مقید نہین رہا کرتی، مگر اس وقت اتنا ہی معلوم ہوا کہ مراسلات جو آئے ہین وہ اشد ضروری ہین،

چارون طرف غل پڑ گیا کہ حضرت صاحبقران کی حضور سے فرمان آیا ہے، مگر اس فرمان کا مضمون کیا ہے، اس کا پتہ ابھی تک کسی کو نہ تھا، حاکم شہر کے اہل کار گھوڑون پر سوار گھرون سے نکل کر آتے ہین، سوزنا بانین ہین اور سوبا تین، ۱۷۳

مسلح تاتاری سپاہی قلعہ پر جو پہاڑ کی بلندی پر ہے راستہ روکے کھڑے ہین، یہان بیگمات شاہی کے محل ہین، ہر بیگم کے محل کے ساتھ ایک خانہ باغ اپنا علیحدہ ہے، انھی باغون مین سے ایک باغ مین آج جشن ہو رہا ہے،

محل کے سامنے سوسن اور گلاب کے تختے کھلے ہین، تختے کیا ہین پھولون کے جنگل لہلہا رہے ہین، نووارد دیکھتا ہے کہ محل کی چھت دو پاکھی ہے اور چینیون کے معبد کی طرح سامنے سے گولائی لیتی ہوئی اوپر کو نوک دار ہو گئی ہے، اندر جایئے تو ایک کمرے سے دوسرے کمرے مین رستہ ہے، ہر محراب مین گلابی ریشم کے پردے لٹکے ہین، چھت اور دیوارون مین چاندی کے پترے جڑے ہین اور ان پر موتیون سے گل بوٹے بنائے ہین، ریشم کے طرّے جابجا ہوا سے اڑ کر پھولون کے گچھون کی طرح جھوم رہے ہین،

اونچے اونچے برچھے نصب کر کے اُن پر شامیانے تانے ہین اور شامیانون کے نیچے نشست کے لیے دیوان بچھے ہین، فرش بخارا اور فرغانہ کے قالینون کا ہے، چوکیان سالم سونے کی ڈھلی ہوئی سلیقے سے رکھی ہین اور ان پر عطر کی مرصع شیشیان آراستہ ہین، کسی پر لعل جڑے ہین، کسی پر فیروزے اور زمرد، سونے اور بلور کی صراحیان بھی عرق و نبید سے بھری موجود

ہین، شیشون مین سے کسی مین شراب شیرین ہے اور کسی مین بادۂ تلخ، بلور کی صراحیون مین موتی
پڑے ہین، ایک صراحی کے گرد کئی جام بلورین شراب سے پُر آراستہ ہین، اور ہر ایک مین ایک
ایک عقیق دو دو انگشت چوڑا پڑا جھمک رہا ہے،

مگر جشن سراپردون مین ہو رہا ہے، ان کے گرد سائبان ہین، سائبان مین مسن امیر موید
ار لات اور چند تاتاری، ایران کے بہت سے شاہزادے، عرب اور افغان سردار جو مہمان
آئے ہین حاضر ہین، سراپردہ شاہی مین جب سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ لیے اور منتظر ہوے تو حضرت
مخدرِ علیا ملکہ سرائے ملک خانم تشریف لائین،

آگے آگے حبشنین نقیب بنی چلتی ہین، دائین بائین خواصین نیچی نظرین کئے ساتھ ہین
اور یہ محلون کی بڑی ملکہ سر پر سرخ تاج رکھے خرامان خرامان آرہی ہے، تاج جس کی صورت خود کی
سی ہے جواہرات کی وجہ سے بہت وزنی ہو گیا ہے، مگر ملکہ سر اونچا کیے ہے، پیشانی کے گرد
سونے کا ایک حلقہ ہے جو بھنوون تک آیا ہوا ہے، تاج کے اوپر کا حصہ جواہرات کا ایک چھوٹا
سا قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اس مین سپید رنگ کے بڑے بڑے پر لگے ہین، تاج مین پرون کی
وہ کثرت ہے کہ بعض اڑ اڑ کر رخسارون سے مس کرتے ہین اور باریک باریک سونے کی زنجیرین
ان پرون کے بیچ مین چمکتی ہین،

قبا کا رنگ بھی سرخ ہے، حاشیہ زری کا ہے | پندرہ کنیزین قبا کے دامن اٹھائے ہین ١٧٣
ملکہ کے چہرے پر غازہ ملا ہے، زرد ابریشم کی نقاب منہ پر خاص انداز سے پڑی ہے، شانون
پر سیاہ زلفین بکھری ہین،

ملکہ سرائے خانم جب بیٹھ لین تو ایک دوسری ملکہ آئین، یہ سن اور دبدبے دونون مین

کم تھین، لیکن متانت اور بزرگون کا ادب ہر ادا سے ظاہر تھا، گندمی رنگ آنکھون کے گوشون کا کن پٹیون کی طرف اونچا ہونا ظاہر کرتا تھا کہ مغلون کی نسل سے ہے، اور در حقیقت وہ منگلی خان کی بیٹی اور تیمور کی سب سے آخری ملکہ تھی،

خدمتگار سونے کی کشتیون مین بلور کے پیالے شربت سے بھرے ہوئے بیگمات کے سامنے لائے، خدمتگارون کے ہاتھون پر سپید رومال لپٹے ہین تاکہ کشتی کو ہاتھ نہ لگے، گھٹنا زمین پر ٹیک کر دونون ہاتھون سے کشتی پیش کرتے ہین، اور جب بیگمات پیالے اٹھاکر ایک آدھ گھونٹ پی لیتی ہین تو پیچھے ہٹ جاتے ہین، مردون کے لیے بھی اسی طرح کشتیان آئین، ہر ایک نے ساغر اٹھاکر پیا اور پینے کے بعد اُسے الٹ کر بھی دکھا دیا کہ کوئی قطرہ باقی نہین ہے اور یہ اس امر کا اظہار تھا کہ وہ اپنے میزبان کی تواضع و مدارات کی پوری قدر اور عزت کرتے ہین،

تیمور کی سکونت کے مقامات قلعہ سے باہر دوسری جگہ تھے، قلعہ مین آجکل اُن امرا کے خیمہ و خرگاہ نصب ہین جو لشکر کے ساتھ ہندوستان نہین گئے ہین، یہین سرکاری عمال اور خزانچی بھی رہتے ہین، قلعہ سب سے علیحدہ ایک نشیب کے کنارے بلندی پر بنایا گیا تھا، اس مین دار الصنعت اور سلح خانہ بھی تھا،

سلح خانے مین ہر قسم کے عجیب و غریب ہتیار آراستہ ہین، ایک طرف مہندسون کا کمرہ ہے جہان وہ عمارتون کے نقشے تیار کرتے ہین، میزون پر عرادون منجنیقون اور آتش بارآلون کے نمونے رکھے ہین، منجنیقون کے نمونے دونون قسم کے ہین یعنی ایک وہ جو اوپر سے نیچے بھاری وزن گراتے ہین اور ایک وہ جو بل دی ہوئی رسیون کی قوت سے وزن دور پھینکتے ہین،

اسی مکان مین چند کمرے ہین جنمین تلوارون کے بنانے والے تلوارون کا امتحان کرتے ہین، صدہا کاریگر جو غیر ملکون سے اسیر ہو کر یہان آئے ہین اس وقت زرہ بکتر اور خود بنانے مین مصروف ہین، آجکل وہ ہلکی قسم کا ایک مغفر تیار کر رہے ہین جسمین ایک پرزہ ایسا لگانا چاہتے ہین کہ اگر اُسے نیچے کھینچ لیا جائے تو چہرہ محفوظ ہو جائے اور جب اوپر اٹھا دین تو چہرہ کھل جائے،

خزانے مین داخل ہونے کا حکم کسی کو نہین، لیکن کچھ دور آگے چل کر باغ وحوش کے قریب سنگ مرمر کی ایک عمارت ملتی ہے جو بطور عجائب خانے کے ہے، یہان صاحبقران کبھی کبھی آرام بھی کرتے تھے، اس کے صحن مین ایک درخت تھا جو دھوپ مین بے حد چمکتا تھا، اُس کا تنہ سونے
کا، شاخین اور پتے چاندی کے تھے اور شاخون مین میوے کی جگہ | بڑے بڑے موتی اور ہر رنگ ۱۷۴
اور وضع کے چیدہ جواہرات آلوچون کے برابر آویزان تھے، اس درخت پر چڑیان بھی چاندی سونے سرخ و سبز میناکاری کی اس طرح پر کھولے بیٹھی تھین کہ گویا اب پھل کھانے کے لیے آگے بڑھنے کو ہین، خزانے کے مکان مین چار چار برجون کے چھوٹے چھوٹے قلعے چاندی کے جنپر فیروزے جڑے تھے رکھے تھے، گو یہ کھلونے کاریگرون کی استادی کے نمونے تھے، مگر دولت کا پتہ ان سے چلتا تھا،

سفری مسجد روانہ ہو چکی ہے، یہ لکڑی کی ایک صنعت نیلے اور سرخ رنگ کی ہے، اس مسجد کو کرسی دے کر نصب کرتے ہین اور سیڑھی لگا کر اس کے اندر جاتے ہین، رنگین شیشون کی روشندانون سے روشنی چھنتی ہوئی اس مین آتی ہے، یہ چوبی مسجد ٹوٹتی ہوئی ہے، یعنی اس کے پرزے علیحدہ ہو جاتے ہین، حالت سفر مین اُسے توڑ کر اس کے پرزے گاڑیون مین رکھ لیتے ہین، آجکل یہ مسجد تیمور کے ساتھ ہندوستان کے سفر مین ہے، وہان نماز کے وقت

لگا دیجاتی ہے، اور کوچ کے وقت پھر توڑ کر گاڑیون مین رکھ لیتے ہین،

اس وقت تیسرا پہر ہے، بازارون مین گرمی اور ہجوم ہے، غل اور گرد کی بھی حد نہین چھوٹی بڑی کوئی چیز ایسی نہین جو تاتاریون کو ان بازارون مین نہ مل جاتی ہو، ترنجبین سے لے کر مرجبین تک مول لے لیجئے، لیکن آج تاتاری کثرت سے بی بی خانم کے مقبرے کو جا رہے ہین، بڑی سڑک سے بچتے ہوئے گلیون گلیون مقبرے کی طرف چلے ہین، کیونکہ آج اس سڑک پر بڑا ہجوم ہے، چین والی شاہراہ سے اونٹون کی قطارین ابھی ابھی گذری ہین، اونٹون پر خوشبودار مسالے ٹاٹ کی بوریون مین بھرے رکھے تھے، یہ مال یہان سے موسکو اور موسکو سے جرمانیہ کے ہانسی شہرون[۱] کو جا رہا ہے، بوریون پر چینی اور عربی حروف مین کچھ کچھ عبارت لکھی ہے اور تاتاری چنگی خانون کی مہرین بھی پڑھی جاتی ہین،

بی بی خانم کے مقبرے سے ملی ہوئی ایک آبادی پہاڑی پر واقع ہے، یہ بی بی خانم کا گنج مشہور ہے، پہاڑی کے گرد چنار کے پتلے پتلے تنون کے اونچے اونچے درخت کھڑے ہین، عمارتون مین ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ مدرسہ اور طلبہ اور معلمون کے رہنے کے مکانات ہین، یہ کل عمارتین اتنی وسیع ہین کہ صرف دور سے ان کی وسعت اور وضع کا اندازہ ہو سکتا ہے، ان مین بعض کی تعمیر ابھی ختم بھی نہین ہوئی ہے، مسجد کا پھیلاؤ روما کے سینٹ پیٹر والے گرجا کے برابر معلوم ہوتا ہے، بیچ کا گنبد البتہ نہین ہے مگر چارون گوشون پر دو دو سو فیٹ بلندی

---

[۱] ہانسی شہرون یعنی سوداگرون کے شہرون کو جا رہا ہے، جرمنی مین خاص خاص شہر تھے جہان تحفظ تجارت کے لیے تجار کو خاص حقوق حاصل تھے، ہانسی شہرون مین لیوبک Lubek ہیمبرگ Hamburg اور بیمن Bemen اب بھی باقی ہین، (مترجم)

کے مینار کھڑے ہین، صحن مین پتھر کا فرش ہے اور بیچ مین سنگ مرمر کا ایک حوض ہے، صحن سے گذر کر مسجد کے دالانون مین بڑے بڑے مولوی اور ملّا ارباب علم و فضل سرون پر بھاری بھاری عمامے رکھے جو خاص علماے بخارا کی وضع ہے بیٹھے ہین، ان کے قریب ہی چند فلسفی بھی موجود ہین جو حکمت کے علاوہ طبیعیات کی کتابین بھی مطالعہ کر چکے ہین اور اس وقت ملّاؤن سے بحث کرتے ہین، یہ ملّا ایسے ہین جنھین کتاب کے اوراق سے باہر کسی بات کا علم نہین،

ایک عربی نژاد سیاہ جبہ پہنے عالم نے سوال کیا، "فرمایئے، بوعلی سینا کو طب کس نے سکھائی؟ کیا وہ خود مشاہدے اور تجربے نہین کیا کرتا تھا؟"

اس پر حلب کے ایک فلسفی جنکی ناک توتے کی چونچ معلوم ہوتی تھی بولے "طب سیکھنی کیسی طب پر ایک کتاب تصنیف کر گیا ہے"

ایک تیسرے صاحب نے فرمایا، "یہ درست ہے مگر بوعلی سینا نے ارسطو کی طبعیات بھی تو پڑھی تھی"

یہ سنکر ایک ملّا جنھین علماء کے ممتاز حلقے مین اپنی لیاقت کے اظہار مین کسی قدر حجاب تھا بولے۔ "لیکن اس کفر کے پڑھنے سے فرمایئے کہ اس حکیم کا کیا انجام ہوا، خاتمہ کس طرح ہوا"

سیاہ جبے والے عرب ہنسے اور کہنے لگے، "کتاب کے خاتمے کا حال تو معلوم نہین لیکن خود بوعلی سینا کو تو عورتون کے عشق نافرجام اور اسکی شدت نے ختم کر دیا"

اتنے مین ایک صاحب بہت ہی گرج کر بولے "عقل کے دشمنو۔ ہم سے پوچھو کہ بوعلی سینا کا خاتمہ کیونکر ہوا، اس طبیب حاذق نے جب مرنے کا وقت قریب آیا تو درخواست کی کہ قرآن پاک اس کے سامنے بہ آواز بلند پڑھا جائے، پس اس طرح اُس نے ذریعۂ بخشش اپنے لیے

پیدا کر لیا"

یہ سنکر حلب کے فلسفی نے سر اونچا کیا اور کہا۔ "غور اور تبصر کے چہرے کو دلیل اور حجت کی گرد سے آلودہ نہ کرو، ہم تم کو دلیل اور حجت کے بیکار ہونے کا ایک قصہ حضرت صاحبقران امیر تیمور گورگان کا سناتے ہین"

سب لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے اور فلسفی نے کہنا شروع کیا "دو سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ بارگاہِ امیر مین سمرقند کے علماے سنت جماعت اور ایران کے علماے شیعہ چند مسائل کی بحث کے موقع پر جمع تھے، یہ ناچیز بھی وہان حاضر تھا، اپنے کانون سنی بات کہتا ہون کہ حضرت صاحبقران نے سوال کیا، کیا فرماتے ہین علماے دین متین اس بارے مین کہ فلان جنگ مین جو لوگ ہمارے مارے گئے وہ شہید ہوئے یا جو لوگ دشمن کے مارے گیے وہ شہادت کا درجہ پانے کے مستحق ہوئے؟ سوال تو سب نے سن لیا مگر اب جواب دینے کی ہمت کسی مین نہ ہوئی سب خاموش بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک قاضی صاحب سے نہ رہا گیا، فرمانے لگے کہ اس سوال کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے، چنانچہ یہ ایک قول ماثور ہے:

"ان الذین یجاھدون لانفسھم اولحماستھم او لاعلاء کلمتھم لا ینظر اللہ الیھم یوم القیامۃ ولکن ینظر الی من جاھد فی اللہ حق جہادہ،

جو اپنی جانین بچانے کے لیے یا اظہارِ شجاعت کے لیے یا خواہش ناموری کے لیے لڑے، قیامت کے دن اللہ انکی جانب نہین دیکھیگا، اللہ کی نظر انھین پر پڑے گی جنھون نے اللہ کی راہ مین جہاد کا حق ادا کیا ہو،

ملا صاحب نے پوچھا کہ اس پر صاحبقران نے کیا فرمایا،

فلسفی نے کہا۔ "حضرت صاحبقران نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ "سن شریف کیا ہے"

قاضی صاحب نے جواب دیا "چالیس سال" اس پر امیر نے صرف اتنا فرمایا کہ "مین دو او پر ساٹھ برس کا ہون" تمام علماء کو جو اس مسئلہ پر بحث مین شریک ہوئے تھے خلعت اور انعام سے سرفراز فرما کر رخصت کیا"

سامعین دیر تک اس حکایت پر غور کرتے رہے اور اس کے الفاظ دل ہی دل مین دہراتے رہے تاکہ وقت ضرورت کسی اور مجمع مین انھین بیان کر سکین،

سیاہ پوش عرب کسی قدر تامل کے بعد بولے "میرا خیال ہے کہ یہ لطیفہ آپ نے مولنا شرف الدین کے کتاب تاریخ مین پڑھا ہوگا"

حلب کا فلسفی جسکا نام احمد تھا اپنے الفاظ کی تصدیق مین دلائل پیش کر کے کہنے لگا "جو کچھ میرے کانون نے سنا تھا وہی مین نے آپ کے سامنے بیان کیا، مولانا شرف الدین نے خود مجھ سے سنکر اپنی کتاب مین لکھا ہوگا"

عرب نے طنزاً کہا "درست ہے، پیتو نے کہا تھا کہ سب کپڑے میرے ہین، احمد فلسفی یہ تو فرمائین کہ اس وقت کوئی اور بھی وہان موجود تھا"

احمد نے بگڑ کر کہا "اگر آپ کو حضرت صاحبقران کے ایمان اور عقیدے مین شبہہ گزرا ہو تو ذرا ادھر دیکھئے"

یہ کہکر احمد نے لمبی آستین مین سے سوکھا ہاتھ نکال کر مسجد بی بی خانم کے پیش طاق کی طرف اشارہ کیا جس کی بلند محراب کی پیشانی پر سونے اور لاجورد مین کلمۂ توحید لکھا ہوا بہت دور سے پڑھا جاتا تھا، تیز نیلگون آسمان کے پردے پر اس رفیع الشان عمارت کے رنگین نقش و نگار اس وقت کسی قدر تاریک نظر آتے تھے، نہایت مستحکم بنا تھی، محاذ آسمان عمارت کے خطوط ایسے

واضح تھے جیسے صحرا کی زمین سے کوئی اونچا چٹان اٹھا ہوا اور اسکی کنگرین اور چوٹیون کی نوکین افق کے مقابل مین صاف نظر آتی ہون، عمارت کے گرد و پیش کسی قسم کے پشتے اور پشتبان نہ تھے جو اس کو بدنما کرتے ہون،

مگر عرب صاحب بھی ایسے نہ تھے جو کسی بات پر قائل ہوتے، کہنے لگے۔" واللہ۔ آپ کا اشارہ مقبرے کی طرف ہے، یہ عمارت امیر کی بیویون مین سے کسی نے بنوائی تھی،

جس بیوی نے اوسے بنوایا تھا یا جس بیوی کے لیے تیمور نے اُسے بنوایا تھا وہ مسجد سے متصل باغ مین ایک سنگ مرمر کے چھوٹے سے گنبد کے نیچے آسودہ ہے، درحقیقت اندر جاتے ہی دہلیز کے نیچے ایک چوکور سپید سنگ مرمر کی سل کے نیچے اس بی بی کی مٹی دبی ہے، اس پتھر پر آنے جانے والون کے قدم برابر پڑتے رہتے ہین، یہان ایک تاتاری سرنگ ننگی تلوار لیے کھڑا پہرا دیتا ہے، اس بیوی کا نام "خاتون مبارک" کے سوا اور کچھ مشہور نہ ہوا،

جو لوگ اس مقبرے کو دیکھنے آتے ہین وہ سنتے ہین کہ اس مقبرے مین تیمور کی سب سے پہلی بیوی الجائی خاتون آغا دفن ہے اور اس بیوی کا جنازہ شہر سبز مین سپرد کر دینے کے بعد یہان لاکر دفن کیا گیا تھا، لیکن ایک بیان یہ بھی ہے کہ چین کی ایک شہزادی تیمور کی بیوی تھی، اور یہ اس کا مقبرہ ہے[1]، اکثر لوگ یہان کا ایک قصہ چورون کا بھی بہت تفصیل سے بیان کیا

---

[1] یہ صحیح طور پر دریافت نہین ہوتا کہ بی بی خانم کون تھی، کیونکہ اس کے متعلق مختلف روایات ہین، اکثر تاریخون سے تو یہی ثابت ہے کہ چین کی کسی شہزادی سے تیمور نے شادی نہین کی تھی، لیکن یہ صحیح ہے کہ منگلی خان کی بیٹی سے تیمور نے عقد کیا تھا، لیکن جب یہ عقد ہوا ہے تو اس سے پیشتر بی بی خانم والی عمارتون مین سے کچھ تیار ہو چکی تھین، بہرکیف بی بی خانم سے مراد سراے ملک خانم کسی طرح نہین ہو سکتی (جو الجائی خاتون آغا کے مرنے کے بعد تیمور کی سب سے بڑی ملکہ تھی)۔ (مصنف)

کرتے ہین، اور وہ یہ ہے کہ قبر کے تعویذ کے پاس ایک صندوقچہ جواہرات کا رہا کرتا تھا، ایک رات بہت سے چور اندر آئے اور چاہا کہ صندوقچہ اٹھا لین مگر مقبرے مین ایک سانپ رہا کرتا تھا، اس نے نکل کر چورون کو ڈس لیا، چنانچہ جب صبح ہوئی اور پہرا بدلا تو سپاہیون نے چورون کی لاشین مقبرے مین پڑی دیکھین،

مسجد کے صحن مین اب سایہ بڑھنے لگا، سمرقند کے ملاؤن اور عالمون مین حالات حاضرہ
۱۷۷ پر بحث کا سلسلہ بند ہوا، سب لوگ اٹھے، بہت سے حمام کرنے روانہ ہوئے، وہان حمامیون نے انھین خوب مشت مال کر کے کیسون سے نہلایا، پھر کمرون مین جنکی گرمی بتدریج کم ہوتی گئی تھی یہ لوگ پہنچے، نیا لباس پہنا، کسی کسی کی میلی قمیص بھی اس اثنا مین دھل دھلا جلی ہو کر پہننے کے لیے حاضر کر دی گئی، اب نہا دھو اجلے کپڑے پہن کوئی کسی امیر کے گھر ضیافت مین شریک ہونے چلا گیا اور کوئی مضافات شہر مین دریائے زرافشان کے کنارے تفریح کو چلا آیا، یہ مقام شہر والون کی سیر و تفریح کا تھا، بہت لوگ یہان جمع ہوا کرتے تھے، کبابیون کی دکانون مین دہکتے کوئلون پر سیخین چڑھی ہوتین، لوگ خوشبو پر دوڑتے، قابون مین پلاؤ اور سینیون مین شیرمالون اور سادی روٹیون کے ڈھیر چنے ہین، حلوائیون کی دکانین بھی ہین، یہان مصری کے کوزے، خشک میوے، تازے انجیر ارزان ملتے تھے، مگر بازار جہان ختم ہوتا تھا وہان ایک مے فروش کی دکان بھی تھی، یہان بھی بہت سے شوقین بازار کی رونق اور راہ گیرون کا تماشا دیکھنے بیٹھ جاتے،

دریا کے کنارے کٹھ پتلی والون نے بھی اپنا ڈیرا ڈال رکھا ہے، ایک سپید چادر تان کر اور خوب روشنی کر کے پتلیان نچا رہے ہین، پتلیان خوب پھدک پھدک کر چلتی اور بلا کی لڑائیان لڑتی

اور زبان درازیاں کرتی ہیں کہیں کہیں فانوس گردان بھی رکھے ہیں، ان میں تصویریں گردش کرتی نظر آتی ہیں کہیں نٹ اپنا تماشا دکھا رہے ہیں، آدمیوں کے سروں سے اونچی رسی تان کر اس پر چلتے ہیں، نقالی کرنے والے بھی حاضر ہیں، دری کا ٹکڑا بچھا کر نقالی دکھا رہے ہیں، بعض تاتاری تفریح کی غرض سے اناروں کے تختے اور سپید پھولوں والے چمن کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں، ان درختوں کی شاخوں میں سرخ اور سبز قندیلیں روشن ہیں، یہاں قالین بچھا کر دوست احباب، خورد و نوش میں مصروف ہوتے ہیں، صراحی بھی گردش میں آجاتی ہے، یاروں میں گپ شپ تیزی پر ہے، دن بھر میں جتنی خبریں سنی ہیں ان پر زور شور سے بحث ہو رہی ہے، ایک مطرب بھی چلا آیا ہے، عود و رباب شروع کر دیا ہے، ایک شاعر بھی موجود ہیں، ادھر ادھر نظر ڈال کر دوستوں کو متوجہ کر کے ایک رباعی سناتے ہیں جس شاعر و منجم کا یہ کلام ہے اس سے ابھی لوگ کم واقف ہیں، مگر یہی استاد کامل ہے جو "خیام" تخلص کرتا ہے اور کہتا ہے[1]

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز — از روئے حقیقتی و نہ از روئے مجاز
بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود — رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

(عمر خیام)

---

[1] میں نے اصل رباعی نقل کر دی ہے، انگریزی میں جس طرح اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

ہم کچھ نہیں ہیں مگر شطرنج کے مہرے مشقت میں مبتلا ہیں تاکہ فلک کو خوش کریں جو سب سے بڑا شطرنج کا کھیلنے والا ہے، کچھ دیر اس عالم کی بساط پر وہ ہمیں چلاتا ہے، پھر عدم کے صندوق میں ہم چلے جاتے ہیں،

چوبیسوان باب

بڑی ملکہ اور چھوٹی ملکہ

سمرقند کا شہر اور اسکی عمارتین تیمور کے طرز خیال کے مطابق تیار ہوئی تھین، اپنی قوم کے دیگر فاتحین کی طرح تیمور نے ایران کے طرزِ تعمیر کی جیسا کچھ بھی وہ اس وقت تھا نقل نہین اتاری تھی! ایران کی عمارتون کو دیکھا ضرور تھا، اور جنوب کے ملکون سے معمار اور ہنرمند بھی بہت سے سمرقند مین لا کر بسائے تھے، لیکن سمرقند کی یادگار عمارتین اپنے طرز مین تاتاری تخیل و تصور ہی کا نتیجہ تھین، ایرانی وضع کی نقل نہ تھین۔ ان کے شکستہ آثار اور تیمور کی اور عمارتون کے شکستہ آثار جو اُس نے اپنے زمانے مین سمرقند کے علاوہ اور شہرون مین تیار کرائی تھین آج تک تاتاری فنِ تعمیر کا بہترین نقش دنیا کی نظرون کے سامنے پیش کر رہی ہین، ان کھنڈرون مین ایک حسن لازوال کی شان پیدا ہے،

تیمور کی عمارتین اگر ان کو تفصیل سے دیکھئے تو بھدی اور بے ڈھنگی معلوم ہوتی ہین لیکن صحراؤن کے روکار ایسے نظر آتے ہین جیسے چمن مین پھولون نے آگ لگا دی ہو، کہین کہین استرکاری ناتمام رہی ہے، خالی اینٹین اور ان کی رنگین دکھائی دیتی ہین لیکن یہ سب کچھ

سہی عمارت مین جس چیز کو سادگی کہتے ہین وہ درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے، تعمیر مین تیمور حجم و استحکام پر فریفتہ تھا کم سے کم دو مرتبہ ایسا ہوا کہ پوری عمارت تیار ہونے کے بعد گروادی، اور اُسے زیادہ وسیع پیمانہ پر دوبارہ تعمیر کرایا، رنگ سے اسکی روح کو فرحت محسوس ہوتی تھی، تاتاری عبس وخشک مزاجی کے ساتھ تیمور کی طبیعت مین خانہ بدوش قومون کا ایک بے زبان شاعرانہ احساس بھی موجود تھا، اسکی عمارتون مین سختی اور عظمت دونون چیزین پیدا تھین، سبزے اور آب روان کو دیکھکر ایک بادیہ نشین کی طرح اس کا دل باغ باغ ہوتا تھا اور یہ بات غور کرنے کی ہے کہ تیمور نے جتنے قصر اور محل بنوائے وہ دراصل باغون کی آرائش وزیبائش کے لئے تھے،

سمرقند مین خاص وعام کے لیے ایک وسیع چوک بھی تھا، یہان لوگ جمع ہوکر خدا کی باتین بھی کرتے تھے اور دنیا کے قضیے بھی لے بیٹھتے تھے، امور مملکت اور دُور دُور کی خبرون پر گفتگو کرنے کے لیے بھی یہی مقام تھا، بڑے بڑے رئیس اور امیر یہان جمع ہوتے تھے، تاجرون، دوکاندارون کے لیے یہ چوک صرافے کا بازار تھا، نام اس چوک کا "ریگستان" تھا، اُس کے چارون طرف بڑی بڑی عمارتین، مسجدین اور مدرسے تھے، اور ان سب کی تعمیر تیمور کے ذہن رسا کا نتیجہ تھی، قلعہ کے نیچے ایک بلند ہموار قطع پر یہ چوک واقع تھا، یہان مصنوعی چشمے تھے جن سے پانی بہت اونچا اٹھتا تھا، اور فوارے تھے جو ہر وقت چھوٹتے رہتے تھے، جس روز سرائے ملک خانم نے جشن کیا تھا اس کے دوسرے دن علی الصباح اسی چوک مین بڑی خلقت جمع ہوئی تھی، کیونکہ ایک دن پہلے خبر آئی تھی کہ حضرت صاحبقران نے
ہندوستان سے قاصد بھیجا ہے، ١٢٩



From a Contemporary Painting. Schulz.]

جامع مسجد سمرقند کی تعمیر

عرب اور ایرانی کاریگروں کے لئے اونچے پہیوں کی ہاتھیوں کی گاڑی دکھائی گئی ہے۔

امراء اس امر مین تو متفق تھے کہ حضرت صاحبقران کی حضور سے قاصد آیا ہے لیکن یہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ کیا حکم لایا ہے، باقی سب لوگ خاموش تھے اور کہتے تھے کہ کہین یہ خاموشی کسی مصیبت کی پردہ داری تو نہین کر رہی ہے،

اب یہ خیال آیا کہ بعض امرار کو ہندوستان جانے مین تامل تھا، اور جب تک تیمور نے اصرار نہین کیا وہ جانے پر راضی نہین ہوئے، محمد سلطان تیمور کے پوتے نے تو یہان تک کہا تھا کہ "ممکن ہے ہم ہندوستان کو فتح کر لین مگر اس کو فتح کرنے مین بہت سی قباحتین ہین، اولاً دریا بکثرت عبور کرنے ہونگے، پھر دریاؤن کے علاوہ غیر آباد ملک اور جنگل بھی بہت ہائین گے، تیسرے وہان کی کل سپاہ زرہ پوش ہے، چوتھے وہان ہاتھی ہین جو آدمیون کو مار ڈالتے ہین"

اس تقریر پر ایک تاتاری نے کہا تھا "ہندوستان ایسا ملک ہے جو ایک دم سے گرم ہو کر بالکل تپنے لگتا ہے، وہان کا گرم موسم ہمارا سا گرم موسم نہین ہے، اس زمانے مین وہان طرح طرح کی بیماریان پھیلتی ہین اور انسان کے جسم کی طاقت سلب ہو جاتی ہے، پانی وہان کا برا ہے اور ہندو ایسی زبان بولتے ہین جو ہماری زبان کی طرح نہین ہے، اگر لشکر کو وہان زیادہ دن رہنا پڑا تو پھر خدا جانے کیا انجام ہو"

اس وقت سمرقند کے چوک مین سلطنت کے معاملات پر بڑے بڑے غور کرنے والے اور ایسے لوگ موجود تھے جو اس سے پہلے ملکون پر حاکم رہ چکے تھے، اب البتہ تیمور نے انکو دوسری خدمتون پر مقرر کر دیا تھا،

مگر اس بات کو سب نے تسلیم کیا کہ ہندوستان مین دولت اتنی ہے کہ اگر مل گئی تو

اُس سے ساری دنیا فتح ہو سکے گی"،

سب لوگ سمجھ رہے تھے کہ پہاڑون کی پشت پر سمت جنوب کی سلطنت سارے ایشیا کا خزانہ ہے اور تیمور اس لیے وہان گیا ہے کہ اس خزانے پر اپنا قبضہ کرے، لوگون کا یہ خیال بھی تھا کہ تیمور چین کا راستہ کھولنے کا بھی قصد رکھتا ہے، کیا تیمور نے دو تومان جملہ بیس ہزار فوج ختن سے آگے دشت گوبی کو فتح کرتے روانہ نہین کی ہے، اِسی فوج نے تھوڑا زمانہ ہوا اطلاع دی تھی کہ ختن سے خان بالغ (پیکنگ) دو مہینے کا سفر ہے، اس کے علاوہ کشمیر کے متعلق بھی کچھ باتین تحقیق کی تھین، کشمیر کے پہاڑون کا سلسلہ ایسا ہے جو کشمیر اور چین مین حائل ہے،

سلطنت کے مشیرون نے اس بات پر بھی غور کیا کہ تیمور نے حال مین منگلی خان کی بیٹی سے عقد کیا ہے، اور شہنشاہ چین کو فوت ہوئے بھی زیادہ مدت نہین ہوئی ہے،

کسی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اس وقت دنیا مین چھ بادشاہ ایسے عالی رتبہ ہین کہ ان کا تذکرہ اُن کا نام لے کر نہین کیا جا سکتا، یہ قول ابن بطوطہ طنجی کا ہے اور وہ ان بادشاہون مین سب سے ملا تھا،

ایک افسر جو قریب تھا اس نے ہنسکر کہا "چھ بادشاہ، چھ نہ کہئے، صرف ایک کہئے اور وہ صرف ہمارے حضرت صاحبقران گورگان ہین"!

اس پر وہ لوگ جو دنیا کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے بولے "نہین۔ ابن بطوطہ کا قول درست ہے، سنیے ان چھ فرمانرواؤن مین اس نے کس کس کو شامل کیا ہے، ایک قسطنطنیہ کا تقفور[1]، 180

[1] تقفور دراصل نیکوفورس کی خرابی ہے، اس نام کے کئی قیصر قسطنطنیہ مین گذرے تھے، عربون نے اُسے ایک عام نام قیصر قسطنطنیہ کا سمجھ لیا، (مترجم)

دوسرا سلطان مصر، تیسرا بادشاہ بغداد، چوتھا امیر تاتار، پانچوان ہندوستان کا مہاراجہ اور چھٹا فغفور چین[1]، حضرت صاحبقران سے قطع نظر کیجئے تو یہ پانچ بادشاہ ہوئے، اب ان مین سے ہمارے امیر نے صرف ایک بادشاہ یعنی بادشاہ بغداد کو تسخیر کیا ہے"

چونکہ سمرقند مین جو امراء اس وقت جمع تھے اور جنمین پیرانہ سال امیر حاجی سیف الدین اور مویدارلات بھی تھے، ان سب نے فکرمند ہو کر گذشتہ چالیس برس کی لڑائیون پر غور کیا اس چالیس برس مین دنیا کے بڑے بادشاہون مین صرف ایک بادشاہ ایسا تھا جو تیمور کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنی سلطنت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا، یہ سلطان احمد بغداد کا فرمانروا تھا، مگر اب وہ بغداد مین واپس آکر پھر سلطنت کرنے لگا تھا،

مغرب کے اطراف سے جس قدر خبرین آرہی تھین وہ بری تھین، قفقاز مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغاوت شروع ہوگئی تھی، اور عراق پر سلطان بغداد اور سلطان مصر پھر مسلط ہوگئے تھے، اس وقت یہ امراء سوچتے تھے کہ اگر کہین تیمور کو ہندوستان مین شکست ہوگئی تو پھر کیا ہوگا،

---

[1] ابن بطوطہ نے دنیا کے سلاطین اعظم کی جو فہرست دی ہے اُسے یورپ کے لوگ دیکھ کر بھڑکین گے، لیکن اس فہرست مین سوائے قسطنطنیہ کے قیصر اور بادشاہ بغداد کے جن کا نام اس وقت صرف ان کی گذشتہ عظمت کی وجہ سے بڑا تھا باقی جس قدر نام بڑے بادشاہون کے بیان کئے گئے ہین وہ درست ہین، یورپ اس وقت متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتون اور ریاستون مین منقسم تھا اور اب تک اپنی حدود سے باہر غیر ملکون کی تسخیر مین مصروف نہ ہوا تھا، یورپ کے عیسائیون نے ایشیا مین جنگہاے صلیب شروع کر دی تھین، لیکن یہ زمانہ وہ تھا کہ آخری جنگ صلیب کے بعد یورپ کے لوگ ایشیا کو چھوڑ کر اپنے اپنے وطن مین چلے آئے تھے، ایشیا کے لوگ سمجھتے تھے کہ قسطنطنیہ یورپ کا سب سے ممتاز شہر ہے، (مصنف)

لیکن تیمور کی فوجون کو فتح پر فتح ہو رہی تھی فتح کے سوا کسی بات کا انھین خیال تک نہ گذرتا تھا، پھر یہ امرا اس پر غور کرتے تھے کہ بیانوے ۹۲ ہزار فوج درۂ خیبر سے گذر کر ہندوستان مین پہنچ چکی ہے، دریائے سندھ پر کشتیون کا پل بندھ گیا ہے، اور ملتان فتح ہو چکا ہے، اور اب تیمور سلطان دہلی سے لڑنے کو بڑھا ہے،

تاتاری امرا جن کے سپرد اس وقت سمرقند کی حکومت تھی ہاتھیون کے جنگی اوصاف پر غور کرنے لگے، ہاتھی آج تک ان مین سے کسی نے دیکھا بھی نہ تھا،

اب اُسی دن ریگستان (چوک سمرقند) مین ایک افواہ اڑی، اور قاصد کی لائی ہوئی خبر سب کو معلوم ہو گئی اور اس خبر کے باعث قلعہ کے سپاہی رات بھر کسی کی تلاش مین سرگردان رہے، خبر یہ تھی کہ،

"حضرت صاحبقران نے قاصد کی معرفت حکم بھیجا ہے کہ ایک حسین کنیز کو جس کا نام شادی ملک ہے قتل کر دیا جائے"،

سمرقند کے لوگ حیرت مین ہین کہ یہ شادی ملک کون بشر ہے، صرف جاننے والے اس کے حال سے واقف ہین اور ان مین مردمسن امیر حاجی سیف الدین بھی ہین،

۱۸۱ امرا مین یہ سب سے بڑی عمر کے امیر کسی زمانہ مین | ایران سے ایک حسین سیاہ زلفون کی جوان لڑکی کو لڑائی مین اسیر کر کے سمرقند لائے تھے، یہ ان کی کنیز تھی، سیہ چشم تھی، کسی شاہی حرم سرا کی پروردہ تھی، رنگ صاف اور اجلا تھا، خانزادہ کا جوان بیٹا خلیل اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا، اور امیر سیف الدین نے شہزادے کے کہنے سے شادی ملک کو اُس کی نذر کر دیا، غرض یہ کنیز فنون عصیان کاری مین یکتا امیر تیمور کے سب سے کم عمر پوتے کا پہلو گرم کرنے لگی،

خلیل عشق کا متوالا رات دن اسی مہ جبین کی صحبت مین گذارتا تھا، بلکہ اس کوشش مین ہوا کہ اس سے شادی ہو جائے اور شادی بھی تمام شہزادون شہزادیون اور اہل دربار کے سامنے ہو، تیمور نے اس قسم کی درخواست سنتے ہی نامنظور کر دی اور حکم دیا کہ شادی ملک سامنے حاضر کیجائے، یہ حکم سنتے ہی شادی ملک کے اوسان باختہ ہوئے اور وہ یا تو خود کہین بھاگی یا خلیل نے اُسے کہین چھپا دیا، غرض شادی ملک سامنے حاضر نہ ہوئی اور اس اثنا مین تیمور ہندوستان کی مہم پہ روانہ ہو گیا،

اور اب ہندوستان سے حکم بھیجا کہ یہ کنیز قتل کر دیجائے، اس حالت مین خلیل اس کی کیا مدد کر سکتا تھا، سپاہیون نے سمرقند کے تمام باغون کو چھان مارا مگر پتہ کہین نہ چلا، لیکن سپاہیون کی نظر سے وہ کب تک چھپی رہ سکتی تھی، کوئی مقام پناہ کا نظر نہ آتا تھا، آخر کار ایک جگہ ایسی سمجھ مین آئی کہ اگر وہان تک رسائی ہو گئی تو شاید جان بچ جائے، چنانچہ ایک دن منہ پر نقاب ڈال سرائے ملک خانم کے محل کی طرف دوڑی، یہ ملکہ سب محلون کی سرتاج تھین، شادی ملک قصر مین پہنچتے ہی ملکہ کے قدمون پر گر پڑی اور پاؤن پکڑ رو رو کر کہنے لگی کہ کسی طرح میری جان بچا دیجئے، شادی ملک مین تاتاری عورتون کا سا ضبط اور ان کی سی ہمت نہ تھی،

ملکہ سرائے خانم اور شادی ملک مین جو باتین ہوئین اس کا علم ہم کو کچھ نہین، لیکن اس وقت کی تصویر ضرور سامنے ہے، شادی ملک سر سے پاؤن تک جوانی کے حسن مین ڈوبی ہوئی ہاتھون مین مینہدی لگی، آنسوؤن سے آنکھون کا سرمہ بہکر رخسارون پر آیا ہوا ملکہ سے منتین کر رہی ہے، ملکہ بے حس و حرکت کھڑی ہے، تاتاری بہادرون کی روایات اور قومی خصائل نے دل پتھر کا کر دیا ہے، شادی ملک جو عیش و نشاط کے لیے مخلوق ہوئی تھی اب

اور بھی خوف سے لرزنے لگی، سرائے ملک خانم بیوگی سہاگ اور ماتا تینوں باتوں کا تجربہ رکھتی تھین، ایسے بیٹون کی مان اور پوتون کی دادی تھین جو ملکون پر حکومت کر رہے تھے، پچاس برس کی عمر تھی اور پچاس [illegible] برس تک زندگی کی کلفتون اور آلام کا محل رہی تھین،

شادی ملک آخر کار پھر زار زار رو کر سر نیچا کر کے بولی "ملکہ مجھ پر رحم کیجئے، مین خلیل کا حمل رکھتی ہون"

ملکہ نے اتنا سنتے ہی کہا کہ اگر یہ بات ہے تو امیر تیری جان بخشی کرے گا"

سرائے ملک خانم نے شادی ملک کو فوراً خواجہ سراؤن کی نگرانی مین رہنے کا حکم دیا ۱۸۲
اور فرمایا کہ جب تک اس کا مقدمہ بارگاہ خسروی سے فیصلہ نہ پا جائے خلیل کو اس سے ملنے نہ دیا جائے[1]،

یہ ایک خفیف سا ماجرا ایک جوان لڑکے اور ایک جوان کنیز کے عشق کا تھا جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا، لیکن ایک سلطنت کے مستقبل کا اس پر بہت کچھ دار و مدار ہو گیا، سرائے ملک خانم اور خلیل کی مان خانزادہ مین ساس بہو کا بیر تھا، کیونکہ خانزادہ کا اثر و اختیار بھی عہد اعلیٰ سرائے ملک خانم کے اقبال و اقتدار سے کچھ کم نہ تھا، خانزادہ کے مزاج مین جاہ طلبی تھی اور ملکہ سرائے خانم سے وہ بہت زیادہ عقلمند اور ہوشیار بھی تھی،

سلطنت کے حق مین اچھا ہوتا اگر ملکہ سرائے خانم شادی ملک کو قتل ہو جانے دیتی مگر جب حضرت صاحبقران کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انھون نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کر کے

---

[1] مصنف نے خلیل اور شادی ملک کا قصہ اپنے طرز خاص مین بیان کیا ہے، اس قصے کے تاریخی حالات اگر پڑھنے ہون تو ظفرنامے کی دوسری جلد کے صفحات ۱۷۰، ۱۹۰ دیکھے جائین" (مترجم)

شادی ملک کو زندہ رہنے دیا،

اور اب پھر ایک قاصد گھوڑے پر سوار سمرقند آیا، اس مرتبہ جو خبر لایا وہ کسی سے پوشیدہ نہ رکھی گئی، قاصد نے پاسبان خانے، سرائے اور شہر کے دروازے پر ہر جگہ پہنچتے ہی گھوڑے کی باگین کھینچین، گھوڑا چراغ پا ہوا اور قاصد نے آواز لگائی،

"فتح، فتح، ہمارے امیر کو فتح ہوئی"

اب اور بہت سے تاتاری ہندوستان سے سمرقند آئے، جنھون نے بہت سے قصے سنائے مگر وہ سب خونریزی اور ہلاکت کے واقعات تھے، انھون نے بیان کیا کہ سلطان دہلی سے مقابلہ کرنے کے قبل ہم نے ہندوستان کے ایک لاکھ قیدیون کو قتل کیا، لڑائی مین دشمن کے لشکر کا قلع قمع کیا اور دہلی فتح کر لی[1] مشہور ہوا کہ تیمور کے نفط اندازون نے آگ برسا کر ہاتھیون کی صفون کو پراگندہ کر دیا،

اس مژدہ کو سنکر سمرقند مین جشن ہوا "ریگستان" (چوک) مین راتون کو خلقت کثرت سے جمع ہوئی، طبقہ علما نے بھی اظہار مسرت فرمایا، سوچنے لگے کہ ہندوستان کا شمالی حصہ اب قبضہ مین آگیا ہے، ہندوستان کے خزانون کی مہرین ٹوٹ چکی ہین، ہندو راجہ پہاڑون کی طرف بھگا دیئے گئے ہین، ممکن ہے کہ اب ایک وسیع قلمرو خلافت جو بغداد سے لے کر ہندوستان

---

[1] ہندوستان پر تیمور کی لشکر کشی ایک عارضی جنگ سے زیادہ نہ تھی، تیمور کو دہلی کا محاصرہ کرنا منظور نہ تھا، اپنی کل فوج کو کھلے میدان مین رکھا، لشکر کے گرد خندقین کھدوا کر فکر و تردد کی حالت مین مخالف کا منتظر رہا، سلطان دہلی تیمور کے اس فریب مین آگیا، اور شہر سے نکل میدان مین مقابلہ پر چلا آیا، یہی تیمور کا دلی منشا تھا، لڑائی ہوئی ہندوستان کے لشکر نے شکست کھائی اور تیمور نے دہلی کو بہت اطمینان سے لوٹا، اس کے بعد دہلی سے جنوب کی طرف ہندو کے شہرون کی طرف جو سرحد پر تھے بڑھا، (مصنف)

تک کے ملکون پر محیط ہو قائم ہو جائے، تیمور کی حکومت اور نگرانی مین دولت اور سلامتی دونون چیزین حاصل رہین گی، اور جب یہ چیزین ضامن ہو جائینگی تو علماے دین کے اقتدار مین بھی ترقی ہو گی،

دوسرے سال موسم بہار[1] مین لشکر بھی جو ہندوستان گیا ہوا تھا شہر سبز اور تخت قراچہ ہوتا ہوا سمرقند واپس آیا، تخت قراچہ سیاہی مائل پتھر کا ایک حصار تھا جسے ایک پہاڑ کی چوٹی پر تیمور نے بنوایا تھا،[2]

سمرقند کے باب لاجوردمین قالینون کا فرش تھا، اور یہان سے قلعہ تک راستے پر سرخ بانات بچھا دیگئی تھی، آرایش کے لیے بالاخانون اور باغون کی دیوارون سے دیبا و زربفت لٹکائے گئے، بازارون مین دکانین خوب سجائی گئین، اور اب شہر کے لوگ رنگ برنگ اور بہتر سے بہتر لباس مین ہر طرف چلتے پھرتے نظر آنے لگے، ۱۰۳

سمرقند کے حکام اعلیٰ اور اطراف وجوانب کے امراؤ تومنان اور بیگمات شاہی اپنے اپنے محلون سے نکل کر امیر گورگان کے استقبال کو حاضر ہوئین، مہد اعلیٰ ملکہ سرائے خانم اپنے خدم و حشم کے ساتھ موجود تھین جب وقت سوارون کے دستے زرہ بکتر مین آراستہ سامنے سے گذرنے لگے تو ملکہ کی نظرین اپنے نور بصر امیرزادہ شاہ رخ کو ڈھونڈنے لگین، اسی طرح شہزادی خانزادہ اپنے پہلے دو فرزندون یعنی امیرزادہ محمد سلطان اور امیرزادہ پیر محمد کے

---

[1] روز سہ شنبہ ۲۱ر شعبان ۸۰۱ھ، ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۳،

[2] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ ابد "تخت قراچہ کہ از مستحدثات معارہمت آنحضرت است" نیز دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحات ۲۵۱-۲۵۲،

انتظار مین کھڑی رہین جس وقت یہ شہزادے قریب سے گذرے تو خلقت نے موتی اور سونا اُن پر سے نثار کیا اور جب حضرت صاحبقران کا مرکب قریب آیا تو اتنا زر و جواہر نچھاور کیا کہ گھوڑے کے قدمون مین جواہرات کا فرش ہو گیا[1]

اور پھر خلقت نے جو کچھ دیکھا وہ ایک عجیب حیرت اور تعجب کا منظر تھا، راہ کی گرد اور خاک سے اونچی کالی کالی مشکین ہلتی ہوئی بڑے بڑے ڈیل کے جانور سر سے پاؤن تک طرح طرح کے رنگون مین رنگے ہوئے جھومتے جھامتے آگے بڑھتے نظر آئے، یہ غول کے آگے والے بڑے ہاتھی تھے، پورے غول کی تعداد ستانوے تھی، اور اُن سب پر اپنے پہلے مالکون کے مال اور خزانے رکھے تھے،

اس شان اور تجمل سے تیمور کا آٹھوان داخلہ سمرقند مین ہوا، ہندوستان سے جو چیزین ساتھ رہی تھین ان مین ایک نقشہ جامع مسجد کا بھی تھا، اور دو سو معمار اور کاریگر بھی ہمراہ تھے تاکہ اس نقشے کے مطابق سمرقند مین جامع مسجد تعمیر کرین،

مورخ لکھتا ہے کہ حضرت صاحبقران نے گھوڑے سے اترتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حمام مین تشریف لے گئے،

---

[1] مصنف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استقبال اور رسم نثار سمرقند مین ادائی ہوئی تھی لیکن ظفر نامہ جلد دوم کے صفحات ۱۸۹۔۱۹۰ کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امرا اور بیگمات دریائے آموتک استقبال کے لیے گئی تھین، اور دینار و جواہر وہین نثار کیے گئے تھے، تیمور نے ۲۱ رجب سنہ ۸۰۱ ہجری کو دریائے آموعبور کر کے ترمذ مین دو دن قیام کیا تھا، سمرقند مین ورود ۲۱ شعبان سنہ ۸۰۱ھ مین ہوا ہے، ممکن ہے سمرقند مین بھی یہ رسم دوبارہ ادا کی گئی ہو، (مترجم)

پچیسوان باب

تیمور کی جامع مسجد

ہندوستان فتح کرنے کی یادگار مین تیمور نے ایک ایسی عمارت بنوانی چاہی جو اپنے طرز مین نئی اور قابل شہرت ہو، ضرور ہے کہ اس کا نقشہ بھی کہ وہ کیسی ہو اور کیا ہو پہلے سے سوچ رکھا ہو گا کیونکہ ۲۰ رمئی کو تیمور سمرقند مین داخل ہوا اور ۲۸ رمئی کو موقع پر کھڑا عمارت کی بنیادین کھدواتا نظر آیا، بہر کیف یہ عمارت ایک مسجد تھی جس کا نام بعد کو شاہی مسجد ہوا،

مسجد بھی جامع مسجد تھی اور مورخ لکھتا ہے کہ وہ اتنی وسیع تھی کہ تیمور کے تمام اہل دربار اس مین نماز پڑھ لین، اب معمارون اور مزدورون کو رات کو سونا کب نصیب ہوتا تھا، پانسو سنگ تراش کھدانون سے پتھر نکالنے روانہ کئے گیے، پتھرون کے بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑون کے کٹے ہوئے بھاری گاڑیون پر رکھے سڑک پر جاتے نظر آنے لگے، اور ان گاڑیون کے کھینچنے کے لیے جرثقیل کی جو نئی قوت حال مین دریافت کی گئی تھی استعمال کیگئی یعنی ہاتھیون کی ٹولیان اُن گاڑیون مین جوتی جاتی تھین، جس وقت تعمیر مین ہاتھیون سے کام لینے کا مسئلہ ہندسون کے سامنے پیش ہوا تو انھون نے نئی نئی قسم کی چرخیان کانٹے اور قلابے ایجاد کئے

مسجد کی دیوارین جب ختم ہوئین تو ہندوستان کے کاریگر دیواروں پر اندر کے رخ کام پر بٹھائے گئے، یہ سب دو سو نفر تھے، تیمور کے اوقات یہ تھے کہ کبھی میدان کارزار مین ہوتا اور کبھی تعمیر مسجد کی نگرانی کرتا، لڑائی سے تعمیر اور تعمیر سے لڑائی کی طرف فوراً ذہن کو منتقل کر دینا تیمور کے لیے کچھ مشکل نہ تھا، ہندوستان کو تو ختم کر ہی دیا تھا اب مسجد کی تعمیر ختم کرنی باقی تھی، صرف آخیر جاڑے مین دو لاکھ آدمیون کی جانین لڑائی پر کوچ کے راستون مین تلف ہوئی تھین، مگر اس کا کبھی خیال تک نہ آیا، چند سردارون کو جنھون نے بڑی بڑی لڑائیان فتح کی تھین مسجد کے برجون اور منارون کی تعمیر پر نگرانی کے لیے مقرر کیا،

مسجد مین چار سو اسی ستون پتھر کے لگائے گئے، دروازون پر پیتل کے نقشین کواڑ چڑھائے گئے، چھت سنگ مرمر کی تھی جسپر جلا کی گئی تھی، منبر مین جہان جہان لوہے کا کام تھا وہان چاندی
۱۸۵ اور سونے کا ملمع کیا گیا، پھول بوٹون کی جگہ آیات کلام اللہ جابجا کندہ کی گئین،

بنیاد کو ہاتھ لگے ابھی تین مہینے بھی نہین ہوئے تھے کہ پوری مسجد تیار ہو گئی اور مؤذن نے نو تعمیر منارون سے صدائے اللہ اکبر بلند کی، اور امام نے منبر پر بیٹھ کر امیر تیمور گورگان کا خطبہ پڑھا[1]

تیمور نے کبھی شہنشاہ کا لقب باضابطہ اختیار نہین کیا، وہ ابھی تک صرف تیمور گورگان ہی تھا، کبھی "ترا" یعنی چنگیز خانی بادشاہ یا خان ہونے کا دعویٰ نہین کیا، فرامین مین تمہید یہ ہوتی تھی "امیر تیمور یہ حکم دیتا ہے" یا اس سے بھی زیادہ سادہ عبارت یہ ہوتی تھی "مین تیمور بندہ اللہ کہتا ہون کہ ......"

لیکن تیمور کے پوتے جو تاتاری شہزادیون کے بطن سے تھے مرزا اور سلطان اور شہزادے

---

[1] تعمیر مسجد کے حالات کے لیے دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۱۹۵-۱۹۰،

کہلانے لگے، ان سب کو تیمور نے سلطنتین بطور جاگیر کے دے رکھی تھین، محمد سلطان (پسر جہانگیر وخانزادہ) مغول جتہ کے ملک کا اور پیر محمد (پسر جہانگیر وخانزادہ) ہندوستان کا حاکم تھا، اور تیمور کا نیک مزاج سب سے چھوٹا فرزند شاہ رخ (جو سرائے ملک خانم سے تھا) خراسان پر حکومت کرتا تھا، اور ہرات کے شہر مین عالیشان محل اور قصور اپنی طرف سے بنوا رہا تھا، معزول امیرزادہ میران شاہ کے بیٹے مغربی علاقون پر فرمان روا تھے، ان علاقون کی حالت اس وقت بدنظمی کی تھی،

تیمور نے ابھی تک یہ نہین بتایا تھا کہ اس کے بعد اس کا جانشین کون ہوگا، ملکہ سرائے ملک خانم جن کی عمر اب زیادہ ہوتی جاتی تھی اس امید مین تھین کہ تخت شہنشاہی ان کے لڑکے شاہ رخ کو ملے گا، شہزادی خانزادہ نے اپنے فرزند خلیل کے لیے (جو امیرزادہ میران شاہ کے صلب سے تھا) کہ وہ تخت تیمور کا وارث ہو کوئی طریقہ سازش اور تملق کا باقی نہ رکھا تھا، لیکن بڈھے فاتح اور کشورکشا کے سامنے کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی، اپنے پوتون کے حق مین وہ ایک غیر متغیر حکم اور ایسا منصف تھا جسے فیصلہ کے وقت کسی قسم کا کوئی ذاتی خیال کسی کی نسبت مطلق پیدا نہ ہوسکتا تھا،

تیمور بیگمات کی دنیا طلبی اور حُبِ جاہ کی ریشہ دوانیون سے بالکل بے پروا گھوڑے پر سوار مسجد کی تعمیر مین ہاتھیون کے بوجھ اٹھانے یا گھسیٹنے کا تماشا دیکھا کرتا تھا، ایک دن خیال آیا کہ شہر والون کی آمد و رفت کیلئے بازار بہت تنگ ہے، خیال آنا تھا کہ فرمان قضا جریان اس مضمون کا صادر ہوا کہ چوک سے دریائے زرافشان تک ایک بازار بنایا جائے اور اُسے تمام ایسے سامان سے مہیا کیا جائے جو تجارت کے بازارون مین ہوا کرتا ہے، اور یہ بھی ارشاد ہوا

کہ یہ کل کام بیس دن مین ختم کر دیا جائے، سمرقند کے دو معزز شریفون کو اس کام پر مقرر کر کے ان سے کہدیا گیا کہ حکم کے مطابق اگر عمل نہ ہوا تو گردن اڑا دیجائے گی،

۱۸۷ دونون سردار حکم سنتے ہی کام پر مستعد ہوئے، بازار کا خط تیمور نے ڈال دیا تھا، اس خط مین جس قدر مکانات آئے تھے ان کے ڈھانے کے لیے فوراً ایک فوج حاضر ہو گئی، مکاندارون کی طرف سے عذر و معذرت تو کجا جونہی گھرون کی دیوارین گرتے دیکھین جو کچھ اسباب سمیٹ سکے اُسے اٹھا بیوی بچون کو لے گھر چھوڑ کافور ہوئے،

شہر کے باہر سے معمار اور مزدور، چونے اور ریت کے انبار طلب کئے گئے، گرے ہوئے مکانون کا ملبہ صاف کیا گیا، پتھر کا فرش لگایا، پانی نکلنے کی موریان بنائین، کام کرنے والون کے دو گروہ تھے، ایک دن کو کام کرتا تھا دوسرا مشعلین جلا کر رات کو، مورخ لکھتا ہے کہ مشعلون کی روشنی مین راج مزدور کام کرتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے زمین پر دیو اور جنات اتر کر مشقت کرتے ہون شور اس بلا کا تھا کہ کسی وقت بند نہ ہوتا تھا،

بازار تیار ہو گیا، دو طرفہ ستونون کے برآمدے اور دکانین اس سرے سے اُس سرے تک بن گئین، ڈاٹ کی چھتون مین روشنی اور ہوا کے لیے ہوادان روشندان سب تیار ہو گئے سوداگر بلائے گیے کہ گاڑیون مین سامان لا کر فوراً دکانین آراستہ کرین، غرض بیس دن کی مقرر مدت سے پہلے نئے بازار مین آدمیون کے ہجوم نظر آنے لگے، حضرت صاحبقران گھوڑے پر سوار بازار مین سے گذرے اور کام دیکھکر خوش ہوئے،

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بھی سنیئے، مکاندارون نے جن کے مکان ڈھائے گئے تھے خاص خاص قاضی صاحبان کے پاس جا کر فریاد کی، ایک دن انھی قضات مین سے ایک

صاحب تیمور کی خدمت مین حاضر شطرنج مین مصروف تھے، انھون نے بہت ہی جرأت اور
ہمت کر کے عرض کیا کہ جن لوگون کے مکان گرائے گئے ہین ان کو کچھ معاوضہ دیدیا جائے"
اتنا سنتے ہی تیمور نے کسی قدر برہم ہو کر کہا "کیا شہر میرا نہین ہے"

قاضیون کو اس کا خوف ہوا کہ کہین گردن نہ اڑا دیجائے فوراً عرض کیا "شہر حضور ہی
کا ہے اور جو کچھ ارشاد ہوا وہ بجا اور درست ہے" تیمور اس جواب کے بعد خاموش ہو گیا"
مگر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد کہنے لگا کہ "مقتضائے انصاف اگر یہی ہے کہ مکانداروں
کے نقصان کی تلافی کی جائے تو آپ کے کہنے کے مطابق مین انھین معاوضہ
دونگا"

ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس زمانہ مین تیمور کو کسی دوسری جنگ کا خیال پیدا نہین ہوا
مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ اس زمانہ مین خاص خاص حالات دریافت ہو جانے کے انتظار مین تھا
ممالک جس قدر تسخیر کیے تھے ان پر قناعت کرنے کی کافی وجہ موجود تھی، ہندوستان کی دولت
کھینچ چکا تھا، شمال کے ملکون پر قبضہ ہو چکا تھا، البتہ دجلے کے مغربی کنارے کے ملک
ہاتھ سے نکل چلے تھے، لیکن ادھر بھی کوئی بادشاہ ایسا نہ تھا جسے تیموری سلطنت کے قلب
پر حملہ کرنے کی جرأت ہو سکتی،

تیمور کی عمر اب چونسٹھ برس کی ہو گئی تھی، گو جسمانی طاقت وہی تھی جو پہلے رکھتا تھا،
لیکن کئی بار بیمار پڑ چکا تھا | دل اور حوصلہ بھی وہی تھا جو میانہ عمری مین رکھتا تھا مگر مزاج مین ۱۸۷
سختی ضرور پیدا ہو گئی تھی، جامع مسجد تو بے شک تیار ہو گئی تھی لیکن ملاؤن کا قابو اس پر نہ چلتا
تھا، تمام عمر خیالات کی ایک کشمکش دل مین رہی تھی، ایک طرف تو خدا رسیدہ باپ کا مذہب

اور مولینا زین الدین ابو بکر کی تعلیم جن سے ارادت رکھتا تھا اور احکام قرآن کی پابندی کا خیال تھا دوسری طرف خانہ بدوش آبا و اجداد کا خون رگون مین موجود تھا، جنگ آوری کا شوق اور ہاتھون کی طاقت کہ قتل و غارت مین خون کی بھاپ ان سے ہمیشہ اٹھتی رہے، اس قدر ترقی پکڑ چلی کہ خانہ بدوشون کے قانون کا پابند ہونے لگا، گویا ثابت کرنے لگا کہ "دنیا مین انسان کے لیے راستہ ایک ہی ہوتا ہے" اور یہ راستہ لڑنے اور فتح کرنے، ضبط و استیلا کا فخر ہے،

مغرب کے سلاطین اسلام کے ستون تھے، خلیفہ قاہرہ مین تھا، بغداد کا سلطان اتابک حامیِ دین کہلاتا تھا، اور وہ ہاتھ جس مین تلوار بھی ترکون کے شہنشاہ کا تھا، تیمور ان مغربی فرمانرواؤن کی نظر مین ایک وحشی اور نیم کافر تھا،

ان ذی حشم تاجورون کے خلاف فوجکشی کرنے کے معنی عالم اسلام مین تفرقہ ڈالنے اور میدان جنگ مین دس لاکھ سپاہ کو لڑوانے کے تھے، علماے دین بے حد مصر تھے کہ مسلمانون مین امن و امان قائم رکھا جائے، اسلام کی ترقی ہو، تیمور کو انھون نے غازی کا لقب اس لیے دیا تھا کہ اسلام کا بول بالا کرنے کو اُس نے تلوار اٹھائی تھی اور اسی غازی شہنشاہ کے نام کا خطبہ بھی مسجدون مین پڑھا جاتا تھا،

لیکن تیمور کی مضبوط اور خشک طبیعت کا ایک پہلو اور بھی تھا، یہی تیمور تھا جو اورگنج کے دروازے پر یوسف صوفی سے تنہا لڑنے گیا تھا، اور اب صورت یہ پیش آئی تھی کہ جو حکام اور والیان ملک تیمور کی حفظ و امان مین تھے، ان کو ترکون نے ایشیاے کوچک کی سرحد سے باہر کر دیا تھا، فرزندانِ تیمور کے زیر نگین جو ملک تھے ان پر لشکرکشی

گیگی تھی اور بغداد مین جس عامل کو تیمور نے مقرر کیا تھا اس کو بے دخل کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا گیا تھا، مخالفین کی طرف سے یہ تمام باتین اشتہار جنگ کا کام دینے لگین[1]،

مئی ۷۹۹ھ مین ہندوستان سے واپس ہو کر سمرقند مین داخل ہوا اور اسی سال ماہ ستمبر مین لشکر جرار لے کر پھر نکل کھڑا ہوا، تین برس تک سمرقند کے لوگون نے اسے نہ دیکھا،

---

[1] علاوہ ازین تیمور اس وقت چین پر چڑھائی کرنے کا قصد بھی رکھتا تھا، لیکن جس حالت مین کہ مغرب کے بادشاہ باہم سازش کر کے اس کی سرحد پر حملہ کرنے کی نیت رکھتے تھے، تو مشرق مین چین پر فوجکشی کرنے کے لیے تیمور کا ہاتھ کھلا نہ تھا،

اس موقع پر ہم کو جنگ و پیکار کے متعلق تیمور کے منصوبے ایسے صاف نظر آرہے ہین جیسے شطرنج کی بساط پر مہرے رکھے ہون، تیمور کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے دشت گوبی کے خانان مغل سے ساز باز کر کے پھر چین کی تسخیر کا ارادہ کرے، مگر اس کام مین سمرقند سے برسون غیر حاضر رہنا ضروری تھا، اس لیے پہلے تو بساط سے ایک مہرا یہ اٹھایا کہ دہلی کے سلطان کو ختم کیا، کیونکہ ایسے بادشاہون مین جو کسی وقت مین دشمنی پر آمادہ ہوتے دہلی کا بادشاہ سب سے قریب تھا، دہلی فتح کر کے ہندوستان کی دولت لے کر تیمور مغرب کی طرف بڑھا اور چند اور مہرے مار کر اپنی سلطنت کی سرحدون کو دشمنون سے صاف کر دیا، یہ ظاہر ہے کہ جب تک ترک یورپ مین رہے تیمور نے ان سے لڑنا نہین چاہا، لیکن جب انھون نے ایشیا مین دخل دینا شروع کیا تو تیمور ان سے لڑنے کو بڑھا، اور اس مغربی طاقت کا قلع قمع کر کے فوراً سمرقند واپس آیا، پھر کیا تھا، دو ماہ کے اندر چین پر لشکر کشی کا سامان کر لیا، (مصنف)

۱۸۹

چھبیسوان باب

جنگ سہ سالہ

اب جس حالت مین اس تاتاری فاتح نے اپنے تئین پایا وہ عجیب تھی، دشمنون تک پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ سمت مغرب مین ایک ہزار میل کی مسافت طے کرے، یہان جن بادشاہون نے اسکی مخالفت پر اتحاد کیا تھا ان کی سرحد ایک نصف دائرہ کی شکل مین واقع ہوئی تھی جس کا ایک سرا کوہستان قفقاز مین تھا اور دوسرا سرا بغداد پر،

سرحد کے اس نصف دائرہ کو ایک ایسا قوس سمجھئے جو بہت ہی لچکدار کمان کی زہ کو اس کے انتہائی درجہ پر کھینچنے سے کمان مین پیدا ہو جائے، اور تاتاری لشکر کو سمجھئے کہ خراسان کی سڑک پر اس کا ایلغار ایسا تھا جیسے تیر اپنے پروالے سرے سے نوک پیکان کی طرف کمان کے بیچ سے گذر کر اڑنے والا ہے، تیمور کا اس وقت مغرب کی سمت مین جانا بالکل ایسا ہی تھا جیسے سنہ ۱۸۱۳ء کے موسم بہار مین نپولین کا جنگ لائپ زگ سے قبل مغرب کی سمت مین بڑھنا تھا، مگر شکست کھا کر بہت ہی قابل داد ہوشیاری سے پیرس واپس چلا آیا تھا، اور نتیجہ اس مہم کا یہ ہوا تھا کہ فرانس کے اس زبردست ہادی و پیشوا کی قوت بالکل سلب ہو کر

یورپ کی "شہنشاہی اول" کا خاتمہ ہوگیا،

نپولین کی طرح تیمور کی بھی بڑی جیت یہ تھی کہ سپاہ نہایت آزمودہ کار رکھتا تھا، اور اس سپاہ کی سپہ سالاری بھی سوائے اپنے دوسرے کے سپرد نہ تھی، اور جن دشمنون کے مقابلہ مین جارہا تھا ان مین نفاق تھا، لیکن وہ ملک جنمین سے نپولین اور تیمور کو گذرنا پڑا ایک سے نہ تھے، یورپ کی ہموار اور مزروعہ زمینون اور کثرت سے اچھی سڑکون اور جابجا کھلے دیہات اور قصبات کی جگہ تیمور کو مغربی ایشیا کے دریاؤن، پہاڑی سلسلون، بیابانون اور دلدلون کی صعوبت اٹھانی پڑی،

راستے بھی استنے نہ تھے کہ ان مین سے کوئی ایک بہتر سے بہتر راستہ انتخاب کرکے اس پر کوچ کرنا تجویز کیا جاتا، اور جب ایک راستہ اختیار کرلیا تو پھر اس پر چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کاروانی سڑکین جنپر چلنا شروع کیا تھا ان کے کنارے قلعے اور حصار رکھنے والے شہر آباد تھے، اور ہر شہر اپنی حفاظت کے لیے فوج رکھتا تھا، اس کے علاوہ تیمور کو مہینون اور موسمون کا بھی خیال رکھنا ضروری تھا کہ فصلین کب اور کہان تیار ملین گی، گھوڑون کے لیے چراگاہون مین اچھی گھاس کہان ہوگی، بعض ملک راستے مین ایسے پڑتے تھے کہ جاڑے مین وہان سے لشکر کا گذرنا ممکن نہ تھا، اسی طرح بعض ملک ایسے آتے تھے کہ موسم گرما مین وہان سے کوچ
کرنا امکان سے خارج تھا، خود نپولین کو انہی قلعون اور فصیلون کے شہرون مین سے شہر عکہ ۱۹
سے اور نیز دشت شام کی ناقابل برداشت گرمی سے مجبور ہوکر واپس آنا پڑا تھا،

سرحد کے اس نصف دائرہ کے کنارے جابجا دشمنون کے بہت سے لشکر تاتاریون کے انتظار مین موجود تھے، سب سے پہلے قفقاز کے گرجستانی جو بڑے جنگجو تھے مقابلہ کے لیے آمادہ

تھے، ان کے بعد ترکون کے ایک لشکر نے دریائے فرات کے منبعون والے ملک مین اپنی صفین آراستہ کر رکھی تھین، ترکمان قرا یوسف بھی جیسے کہ ترکمانون کا قاعدہ تھا ادھر اودھر کسی کمین گاہ مین تاک لگائے بیٹھا تھا مصر کا لشکر شام مین موجود تھا، اور جنوب مین بغداد تھا، اگر تیمور بغداد کی طرف بڑھتا تو ترک شمال کی طرف سے آکر اس کے لشکر کے عقب پر حملہ کرتے، اگر ترکون کے ملک مین ایشیائے کوچک کی طرف جاتا تو مصر کا لشکر جنوب سے شمال کی طرف بڑھ کر تاتاری فوجون کی پشت سے الیغار کرتا،

یورپ مین بھی جو قلعے پہلے سے ترکون کے قبضے مین چلے آتے تھے ان کی طرف یا قاہرہ کی طرف جو مملوک مصر کا پایہ تخت تھا تیمور نہ بڑھ سکتا تھا، اور نہ سلطان مصر یا ترکون کے بادشاہ کو لڑنے پر مجبور کر سکتا تھا، حالانکہ ان سلاطین مین سے جو کوئی بھی چاہتا وہ ایشیا پر فوجکشی کر سکتا تھا[1] بڑا سوال پانی کا تھا، تیمور کے لشکر مین شتر سوار فوج کے علاوہ اب ہاتھی بھی تھے، لیکن لشکر کا زیادہ تر حصہ اسپ سوارون کا تھا، ہر سوار کے ساتھ ایک کوتل گھوڑا بھی تھا، پچاس ہزار

---

[1] حال کی جنگ عظیم مین بھی طرح طرح کی رکاوٹون سے یہی ارضی مشکلات متحدہ طاقتون کو پیش آئی تھین، روس کی فوجین شمال کی طرف سے ارض روم کی جانب صرف تھوڑی ہی دور تک بڑھ سکین، جنوب مین انگریزی فوجون کو بغداد کے قریب ہتیار ڈال دینے پڑے، شام مین انگریزی فوجون اور لارنس والے عربی قبیلون کو دمشق کے فتح کرنے مین دو برس لگے،

ان لڑائیون مین فوجون کی کمک کے لیے عقب مین بحری قوت موجود تھی اور ترکون کی بہ نسبت سامان جنگ بھی ان فوجون کے پاس بہتر تھا، باوجود اس کے ترک اپنی حفاظت کے لیے سنہ ۱۹۱۵ سے سنہ ۱۹۱۸ تک برابر لڑتے رہے، تیمور کے زمانے مین ترک نسبتۂ زیادہ قوی تھے، اور شام کے عربون سے قطع نظر کر کے چرکس گرج اور ترکمانون سے ترکون کا اتحاد تھا، اور یہ سب بڑے زبردست لڑنے والون مین تھے، (مصنف)

سے لے کر ڈھائی لاکھ گھوڑون کو لڑائی پر بھیجنا ایسا کام نہ تھا جس مین پہلے سے احتیاط اور ارضی کیفیتون سے واقفیت پیدا کرنا ضروری نہ ہوتا، تیمور جس وقت لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا تھا تو تاجرون اور ایسے لوگون سے جو ملک کے جغرافیہ سے واقف تھے روزانہ مشورہ کرتا تھا، لشکر کے آگے آگے مخبر جی حرکت مین رہتے اور ان سے بھی آگے قراول روانہ کر دیئے جاتے کہ دشمن جہان جہان نظر آئے اس کے مقامون سے اور پانی کے متعلق برابر خبر دیتے رہین، علاوہ مخبرون اور قراولون کے جاسوس بھی سرحد پر بھیج رکھے تھے،

شروع مین تیمور پورے سامان جلوس کے ساتھ آہستہ کوچ کرتا رہا، علاوہ سرائے ملک خانم اور دو اور بیویان اور کئی پوتے ہمراہ تھے، اور خراسان کی بڑی سڑک حضرت صاحبقران کی شوکت و شہامت کی جلوہ گاہ بنی ہوئی تھی،

اس اثنا مین امرائے فوج تبریز مین ایسا انتظام کر رہے تھے کہ مغرب مین جس وقت فتوحات شروع کیجائین تو تبریز فوجون کا صدر مقام رہے، اور قراباغ ایران کا میدان ہزارہا گھوڑون کے بندھنے کے لیے مخصوص ہو جہان سے ضرورت کے وقت تازہ دم مرکب مل سکین، اب تیمور نے اپنا کچھ وقت خطوط کے لکھنے لکھانے مین صرف کیا، خاص کر خان تاتار کو چند مکتوب بھیجے، اس خان کا نام اید کو تھا اور اس وقت ملک روس کے کوہی اور ریگستانی علاقون مین صاحب حکومت تھا، خطوط کے جوابات جس قدر آئے ان مین اید کو کا جواب بہت صاف تھا، اس نے لکھا کہ

"اے امیر، آپ نے دوستی کا ذکر کیا، مین بیس برس تک آپ کے دربار مین رہا ہون آپ سے اور آپ کی تدبیرون سے خوب واقف ہون، اگر مجھ کو اور آپ کو دوست رہنا

منظور ہے تو تلوار دونون کے ہاتھ مین رہنی ضرور ہے"،

باوجود اس تحریر کے روسی زمین کے تاتاری تیمور کی راہ مین مخل نہ ہوئے اور آیندہ جو لڑائی ہوئی اُس مین وہ کسی کی طرف نہ بولے،

شہنشاہ ترک بایزید الیدرم کو تیمور نے مکتوب کے لکھنے مین اخلاق سے کام لیا[۱]، مگر اس بات سے متنبہ کر دیا کہ قرا یوسف اور سلطان احمد جلایر کو جنھون نے ایلدرم کے پاس پناہ لی ہے اور اس کے معاون بنے ہین انھین کسی قسم کی مدد نہ دیجائے، تیمور کو سلطان بایزید سے ابھی تک کوئی ذاتی کاوش نہ تھی، ترکون کی فوجی قوت کی تیمور دل سے عزت کرتا تھا، اور ممکن تھا کہ اس نواح مین بشرطیکہ ترک یورپ ہی مین رہتے ان کو ان کے حال پر سلامت رہنے دیتا،

لیکن بایزید ایلدرم کا جواب ایسا نہ تھا کہ مصالحت کی کوئی صورت نکلتی، اُس نے تیمور کو نہایت سخت الفاظ مین لکھا کہ "اے سگ خونین جس کا نام تیمور ہے سن لے کہ ترکون نے اپنے دوستون کو پناہ دینے سے نہ کبھی انکار کیا ہے اور نہ دشمنون سے لڑنے کو کبھی ٹالا ہے، نہ کبھی جھوٹ سے کام لیا ہے اور نہ کبھی خفیہ سازشین اور چالین چلی ہین"

اس کے جواب مین تیمور نے جو عثمانی ترکون کو خانہ بدوش ترکمانون کی نسل سے بتا چکا تھا ایلدرم کو لکھا کہ "مین تیری اصل سے واقف ہون"، تیمور نے یہ بھی لکھا کہ ایلدرم اس معاملہ پر اچھی طرح غور کرلے کہین ایسا نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ مین آکر ہاتھیون کے پاؤن

---

[۱] تیمور کے مکتوب اور اس کے جواب کے متعلق دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۵۷-۲۶۲، آخری خط جو تیمور نے ایلدرم کے نام بھیجا وہ جلد دوم کے صفحہ ۲۹۳ مین مذکور ہے، ابن عرب شاہ نے یہ تمام مکتوب اپنی کتاب عجائب المقدور مین صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۶ مین بیان کئے ہین،

کے نیچے اُسے اپنی ہڈیاں چور کرنی پڑیں"۔ "بہرحال ہم تمھیں متنبہ کئے دیتے ہیں گو ہم جانتے ہیں کہ ترکمانوں نے رائے سلیم رکھنے میں کبھی نام پیدا نہیں کیا، اگر تم نے ہماری نصیحت نہ مانی تو تم کو سخت پشیمان ہونا پڑیگا، پس غور کرو اور جو مناسب سمجھو وہ کرو"۔

اس مکتوب کے جواب میں بایزید نے ایک بڑے خط میں[1] اپنی فتح و فیروزمندی کی داستان لکھی کہ کس طرح وہ یورپ کے بے دینوں کے ایسے شہر اور مقامات جوان کا ملجا و ماوٰا ہیں فتح کر رہا ہے اور وہ خود ایسے سلطان کا فرزند ہے جس نے دین پر شہادت دیتے ہوئے اپنی جان دی تھی اور جو اسلام کا ہمیشہ حامی و مددگار رہا تھا، اور لکھا کہ "مدت سے ہم تم سے لڑنا چاہتے تھے، الحمدللہ کہ اب ہم میں اور تم میں لڑائی قریب ہے، اگر تم خود لڑنے نہیں آتے تو ہم تم سے لڑنے بڑھینگے اور سلطانیہ تک تمھارا تعاقب کریں گے، پھر ہم دیکھیں گے کہ کسکو فتح کی عزت اور کس کو شکست کی ذلت ہوتی ہے"۔

بظاہر تیمور نے اس خط کا جواب فوراً نہیں دیا کچھ دنوں کے بعد مختصر الفاظ میں لکھا کہ "اگر بایزید قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر سے دست بردار ہو جائے تو بایزید ایلدرم خود اس لڑائی کو روک سکتا ہے"۔

سلطان بایزید ایلدرم نے اس کا جواب نہایت سخت دیا، ایسا سخت دیا کہ تیمور کے مورخوں کو اپنی تصانیف میں اسے نقل کرنے کی ہمت نہ ہوئی[1]، بایزید نے مکتوب کی پیشانی پر اپنا نام آب زر سے لکھوایا اور سیاہ روشنائی کی سطروں کے نیچے فقط "تیمور لنگ" تحریر کیا۔

[1] ظفرنامہ کی جلد دوم میں یہ مکتوب صفحات ۲۵۷-۲۵۹، اور صفحہ ۲۶۲ میں نقل ہوئے ہیں، بایزید کا جواب پورا نقل نہیں کیا، لیکن ابن عرب شاہ نے پورا خط نقل کیا ہے، دیکھو صفحات ۲۵۱-۲۵۶، (مترجم)

جہان اور بدنما باتین لکھی تھین ایک یہ بھی تھی کہ تیمور کی چاہیتی بیوی کو بے عزت کریگا،[1] خلاصہ یہ کہ بایزید کا خط ایسا تھا کہ تیمور غصہ سے بیتاب ہو گیا،

جس زمانہ مین یہ خط و کتابت بڑی غیظ و غضب سے ہو رہی تھی تیمور نے لڑائی کا بہت کچھ سامان کر لیا،

حفاظت کے خیال سے پہلے تو بیگمات شاہی کو مع ان کے اہالی و موالی کے سلطانیہ روانہ کیا، اور لشکر کے زیادہ تر حصہ کو لڑائی پر چلنے کے لیے قراباغ آران مین جمع کیا بعض قشونات کوہستان قفقاز مین گرجیون سے لڑنے روانہ کئے، اس مہم مین پھر جنگل کاٹ کر سڑک بنانی پڑی اور گرجستانی فوجون کے جو عیسائی مذہب رکھتی تھین ٹکڑے اڑا دیئے، گرجستان کو آگ اور تلوار سے بالکل ویران کر دیا، گرجا جلا دیئے اور انگور کے باغون مین گھس کر درخت جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے، کہین شرائط پر امان نہین دی اور نہ دشمن کو ایک دم چین سے بیٹھنے دیا، تیمور کا قاعدہ تھا کہ میدان جنگ مین جہان دشمن کا ہجوم ہو وہان رحم کرنا کبھی گوارا نہ کرتا تھا،

---

[1] مصنّف کتاب کو یہان سخت غلط فہمی ہوئی ہے، ابن عرب شاہ نے اپنی کتاب عجائب المقدور مین (دیکھو صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۶) تیمور اور بایزید خان کے کل خطوط نقل کئے ہین، بایزید خان کے خط مین اخیر مین لکھا تھا کہ "...... تم میرے ملک پر دوڑ پڑو گے مین بھی یہی چاہتا ہون اور قسم دلاتا ہون کہ اگر تم نہ آئے تو تمھاری بیویون پر تین طلاق اور اگر تم آئے اور مین بھاگ گیا تو میری بیویون پر تین طلاق" اس کے معنی یہ نہین ہوئے کہ بایزید خان تیمور کی چاہتی بیوی کو بے آبرو کریگا، (مترجم)

انھی حالات مین پندرہوین صدی عیسوی شروع ہو گئی، جب پہاڑون پر برف پگھلنے لگی تو تیمور کی فوجین ایشیائے کوچک کی طرف وادی ارض روم کی راہ سے بڑھین، ۱۴۰۰ء کے موسم گرما مین سیواس تک کل شہرون پر قبضہ ہو گیا،

سیواس ایشیائے کوچک کی کنجی تھا، ترکون کا سرحدی لشکر تیمور کی آمد پر بہت جلد پیچھے ہٹ گیا اور تاتاریون نے سیواس کی شہر پناہ پر حملہ کیا، فصیل کے نیچے نیچے نقب لگائی اور نقب کے بعد اوپر کی دیوار کو روکنے کے لیے لکڑیون کا سہارا دینے مین مصروف ہوئے اس کے بعد انھون نے ان لکڑیون مین آگ لگا دی، لکڑیون کے جلنے پر فصیل کی دیوارین زمین پر آرہین، شہر سیواس کے مسلمانون کی جان سلامت رکھی گئی، لیکن چار ہزار ارمنی جنھون نے تاتاریون کو بہت ستایا تھا شہر کی خندق مین زندہ دفن کر دیئے گئے،[۱]

جب شہر فتح ہو گیا تو فصیل کو جہان جہان سے توڑا تھا پھر اُسے درست کرنے کا حکم دیا گیا، اس اثنا مین ترکمانون کے غول بھی حملے کی غرض سے آ گئے، تیمور نے ان سب کو پراگندہ کیا اور نہایت تیزی سے ملطیہ[۲] کی طرف کوچ کیا، ملطیہ ممالک جنوب مین داخل ہونے کا دروازہ تھا، اس شہر پر اسی دن دخل ہو گیا جس دن وہان کا ترکی حاکم مع اپنی فوج کے شہر چھوڑ کر بھاگا،

اب ایشیائے کوچک مین بڑھنے کے بدلے تیمور نے شام پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا، اس حکم کو سنکر امرائے لشکر سب مل کر تیمور کے سامنے حاضر ہوئے اور عذر پیش کیا کہ ہندوستان

---

[۱] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۶۹ -

[۲] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۲۷۱ - ۲۷۲ ،

کی مہم کو سر کئے ابھی ایک سال ہوا ہے، اس مہم کے بعد ان کی فوجین دوسری دو لڑائیون کے لیے دو ہزار میل کا کوچ کر چکی ہین، اب شام کا حکم دیا جاتا ہے، شام مین دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، مناسب ہے کہ ہماری فوجون اور چوپایون کو کچھ مہلت آرام کرنے کی دیجائے؛

تیمور نے صرف اتنا جواب دیا کہ "تعداد کوئی چیز نہین ہوتی" اس جملے کے بعد اُس کے قصد اور ارادے کے تازیانے نے فوجون کو فوراً جنوب کی سمت ہنکا دیا، ان فوجون نے حصن عنتاب[۱] کو فتح کیا اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ حلب[۲] پر سلطان مصر ان کا منتظر ہے، یہ دیکھکر تیمور کی فوجون نے اپنی رفتار کم کی، ہر روز چپکے چپکے آگے بڑھتے اور خندقین کھود کر بیچ مین لشکر کا پڑاؤ ڈالتے اور پشتے بناتے رہتے، شامیون اور سلطان مصر کی فوجون نے تاتاریون کی اس کارروائی کو ان کی کمزوری سمجھا، اور حلب کی شہر پناہ سے باہر لڑنے نکل آئے، تاتاری خندقون اور پشتون سے باہر نکل ہاتھیون کی صفین بیچ مین لیکر لڑنے کے لیے بڑھے، ہاتھیون پر تیرانداز اور آگ اور نفط پھینکنے والے بیٹھے تھے،

تاتاریون نے ابھی پورا حملہ بھی نہین کیا تھا کہ مخالفون کی متحدہ فوجین بے ترتیب ہو گئین، تاتاری لڑتے بھڑتے شہر حلب تک پہنچ گئے، حلب کے قلعہ پر جو پہاڑ پر تھا حملہ کیا اور اسے فتح کر کے دمشق[۳] کی طرف چلے، اب سنہ ۱۴۰۱ عیسوی کا ماہ جنوری شروع ہو گیا تھا،

دمشق نے شرائط پر صلح کرنے کی درخواست کی مگر یہ درخواست اس نیت سے تھی کہ اس مین وقت گذرنے تک مصر سے دوسرا لشکر تیمور کے مقابلہ کو آ جائے گا، لیکن جب تاتاری فوج

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۷۹ - ۲۸۶ [۲] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۰۰ - ۳۰۶ [۳] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۳۲۴ - ۳۴۵،

دمشق کے سامنے سے گذرنے لگی تو عقب سے دشمن کی متحدہ فوجون نے اس پر حملہ کر دیا، تاتاریون
مین اس سے انتشار پیدا ہوا لیکن تیمور نے فوراً چند قشونون کو مرتب کر کے افواج مخالف پر سخت
ایلغار کیا اور بہت جلد میدان صاف کر دیا،

اب تیمور نے شہر دمشق کی طرف متوجہ ہو کر اُسے لوٹنے کا حکم جاری کیا، شہر مین آگ لگا دی گئی
جو کئی دن تک لگی رہی، مکانات جلکر گرے اور مقتول دمشقیون کی لاشین ان مین دفن ہو گئین

مصری فوجین جو اس ہلاکت سے زندہ بچین وہ فلسطین کی راہ مصر کو بھاگین، سلطان
مصر کے حکم سے ایک بار اور تیمور کو روکنے کی کوشش کیگئی، چنانچہ ایک فدائی نے حشیش پیکر
تیمور تک پہنچنے اور اسے خنجر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی، مگر فدائی فوراً گرفتار ہوا اور اُسکے
ٹکڑے اڑا دیئے گئے[۱]،

شہر مین تو قتل و غارت کا بازار گرم تھا اور تیمور یہان کے ایک عجیب و غریب گنبد[۲] کو
بغور دیکھکر خوش ہو رہا تھا، حکم دیا کہ اس کا نقشہ ابھی تیار کیا جائے، یہ گنبد ایک مسجد کا تھا جو میدان

[۱] اس کا قصہ یہ ہے کہ جب تیمور دمشق کی طرف جانے لگا تو دمشق کے ضبط و انتظام اور دشمن سے اُسے
محفوظ رکھنے کے لیے ناصر الدین فرخ بن برقوق سلطان مصر دمشق آیا، جس وقت تیمور دمشق پہنچا تو فرخ
نے ایک ایلچی تیمور کے پاس بھیجا، یہ ایلچی ایک بڑا مکار آدمی فقیر کے لباس مین تھا، فرخ نے اس کے ساتھ
دو فدائی بھی کر دیے تھے اور ان تینون کے پاس زہر آلود خنجر تھے، ان فدائیون کو تیمور کے قریب پہنچ جانے
کا کئی مرتبہ اتفاق ہوا لیکن وار کرنے کا موقع نہ ملا، اسی اثنا مین خواجہ مسعود سمنانی کو جو دیوان اعلیٰ
کا میر منشی تھا کچھ شبہہ گذرا، مشتبہ آدمیون کی تلاشی لیگئی تو ان کے موزون مین سے زہر آلود خنجر نکلے، تیمور
نے فقیر کے قتل کا حکم دیا اور دونون فدائیون کے ناک کان کٹوا کر ان کو ناصر الدین فرخ کے پاس روانہ
کیا، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۱۱-۳۱۳،

[۲] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۳۹-۳۴۰- یہ جامع بنی امیہ کا منار شرقی تھا،

سے نظر آتا تھا، تاتاریون نے اب تک جتنے برج دیکھے تھے وہ نیچے سے بدنما طریقہ پر پھیلکر اوپر کو گاؤدم ہوتے گئے تھے، مگر یہ گنبد بہت خوبصورت گولائی لیے ہوئے اوپر کو اٹھتا ہوا انوکھا ہوا، شکل اسکی انار سے ملتی تھی،

ماہران فن تعمیر کے بنائے ہوئے گنبدون سے اُسکی شکل جدا تھی، تیمور اسکی شان و خوبصورتی دیکھکر خوش ہوتا رہا،

اتفاق سے شہر مین آگ لگی، یہ خوبصورت گنبد بھی جہان شہر کی اور عمارتین پھکی تھین جلکر خاک ہوگیا، مگر تیمور اور تیمور کی اولاد نے جو عمارتین بعد کو بنائین ان کے لیے یہی گنبد ایک نمونہ ہوگیا، صدیون بعد یہ نمونہ ہندوستان پہنچا اور اسی کے مطابق مقبرہ ممتاز محل اور شاہان مغلیہ کی اور عمارتون پر گنبد بنائے گئے، روس کے ہر گرجا کی عمارت مین اسی وضع کا گنبد موجود ہے،



ستّائیسواں باب،

اسقف یوحنا یورپ جاتا ہے

تیمور نے دمشق سے پھر اپنا رخ بدلا، چونکہ ترکوں کے ملک میں دور تک بڑھنے سے پرہیز کیا تھا اس لیے واپسی بادیۂ شام کی راہ سے ہوئی، دس ہزار فوج ارض ایلیا کے ساحل کو روانہ کی تاکہ مصر کی بھاگتی ہوئی فوج کا عکّہ تک تعاقب کرے، عکّہ وہی مقام ہے جسے یورپ کے صلیبی جنگ آوروں نے اکثر لکھا ہے اور جو زمانہ آئندہ میں نپولین کے حق میں سنگ راہ ثابت ہوا، اس کے علاوہ کئی ہزارہ جات مشرق کی طرف بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کئے گئے،

تیمور خود جس راستے سے دمشق گیا تھا اب اسی راستہ سے حلب تک واپس آیا، یہ زمانہ ماہ مارچ ۱۴۰۱ء کا تھا، آہستہ کوچ کرتا ہوا دریائے فرات کے کنارے پہنچا، تاتاری کتنے ہی سخت جان ہوں مگر محنت اور جفاکشی کی بھی ایک حد ہوتی ہے، کچھ آرام اُن کو بھی درکار تھا، چنانچہ تیمور نے ان کی تفریح کے لیے شکار کھیلنے کا حکم دیا، مورخ لکھتا ہے کہ ہرن کے کباب شراب کے ذائقہ کو تیز کر دیتے تھے،

حلب آکر تیمور نے زیادہ تفصیل کے ساتھ تبریز سے مراسلت کی، تبریز اس وقت تیموری فوجون کا سب سے بڑا مقام اور معسکر تھا، امراے لشکر جو تبریز مین متعین تھے ان کے پاس سے بھی مفصل اطلاعین موصول ہوئین، نیز سمرقند سے کاغذات اور سیواس سے ہفتہ وار کیفیتین جس قدر آئین ان کو ملاحظہ کیا، سیواس کی خبرون پر کسی قدر زیادہ غور کیا، کیونکہ یہ شہر سلطان بایزید ایلدرم کی مملکت مین داخل ہونے کا رستہ تھا، اور تیمور نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس شہر سے دو سو میل کے اندر اندر اپنی فوجی قوت بخوبی مجتمع رہے،

لیکن بغداد کے محاصرے کے لیے جو ہزارہ جات روانہ کئے تھے ان کے سپہ سالارون نے کچھ ایسی خبرین بھیجین کہ تیمور جنوب کی سڑک سے بغداد روانہ ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ حاکم بغداد فرج نے جو سلطان احمد جلائر کی طرف سے مقرر تھا شہر کو تاتاری فوجون کے حوالے کرنے سے انکار کیا، اور ان کے حملے سے اُسے بچانا چاہا، اس زمانہ مین سلطان احمد جلائر بغداد سے بھاگ کر سلطان بایزید خان کے پاس چلا گیا تھا، اور فرج کو یہ حکم دیتا گیا تھا کہ اگر تیمور خود بغداد آئے تو شہر اس کے حوالے کر دیا جائے، لیکن اگر وہ خود نہ آئے تو جب تک ترکی فوجین تاتاریون سے لڑنے نہ آجائین شہر کو دشمنون سے بچایا جائے[1]،

تیمور فوراً سمت جنوب مین بغداد روانہ ہوا، محفہ مین سوار ہو کر بڑی تیزی سے منزلین پے سپر کین،

196 جس وقت بغداد کے سامنے آیا تو سلطان احمد کے مقرر کردہ افسران شہر کو جو شہر کے اندر تھے تیمور کے آنے کی اطلاع کیگئی، حاکم شہر فرج نے اپنے آقا سلطان احمد کی عدول حکمی

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۵۷،

کی اور بغداد تیمور کے حوالے نہین کیا گیا، اسکا باعث کچھ تو یہ خوف تھا کہ تیمور کے آتے ہی فوراً شہر کا دروازہ اُس کے لیے نہین کھولا گیا تھا، اور کچھ یہ خیال ہوا کہ گرمی شدت کی پڑ رہی ہے، دجلے کی تمام وادی آگ کی بھٹی بنی ہوئی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ موسم کی سختی سے تاتاری مجبور ہو کر خود ہی واپس چلے جائین، مگر حاکم شہر کو یہ یاد رکھنا چاہیے تھا کہ چالیس برس سے تاتاریون نے کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے بغیر فتح کئے نہین چھوڑا تھا،

بغداد کے لوگ اس خیال مین رہے کہ شہر پناہ سنگین اور مضبوط ہے تاتاریون کے حملے اُس پر کارگر نہ ہون گے، مگر تیمور نے ارادہ کر لیا تھا کہ کچھ ہو بغداد پر قبضہ ضرور کیا جائے گا، تقریباً دو برس سے فوجین لڑائیون مین برابر مصروف رہی تھین، آرام کا موقع مطلق نہ ملا تھا، لشکر کا بڑا حصہ اس وقت تبریز مین تھا جسے فوجون کا صدر مقام اس خیال سے قائم کیا تھا کہ ترکی فوجین حملہ کرنے کے لیے آنے والی ہین، تیمور اس خیال مین تھا کہ اس زمانے تک وہ تبریز پہنچ چکا ہوگا، مگر باوجود شدید عجلت کے جو بغداد آنے مین کی یہ ممکن نہ ہوا کہ تیز گرمی شروع ہونے سے پہلے وہ بغداد سے فارغ ہو جاتا، اب جلتے اور تپتے میدان اور آدمیون کے لیے خوراک اور جانورون کے لیے چارے کی قلت کا سامنا ہوا،

لیکن بغداد ان ملکون مین داخل ہونے کا راستہ تھا جو دجلے سے متصل واقع ہوئے تھے اس کے علاوہ ضروری تھا کہ مصر سے جتنی فوجین آئینگی وہ بغداد ہی کو اپنا صدر مقام قرار دینگی، ان وجوہ سے بغداد ایشیا مین تیمور کے دشمنون کا سب سے آخری مستحکم شہر ہو گیا تھا،

تیمور کو اپنے قصد مین ترمیم کرتے کیا دیر لگتی تھی، کچھ سوچ کر ایک گھنٹے مین اپنا ارادہ بدل دیا، فوراً امیرزادہ شاہ رخ کے پاس قاصد اس پیغام سے دوڑایا کہ شمال سے ایک لاکھ

فوج لے کر مہندسوں اور قلعہ گیر آلات کے ساتھ بغداد میں حاضر ہو، ایک قشون ایشیائے کوچک
روانہ کیا کہ ترکوں کی نقل و حرکت سے خبردار رہے، ایک حکم امیرزادہ محمد سلطان کو سمرقند بھیجا کہ
سمرقند میں جس قدر لشکر ہے اسے لے کر مغرب کی طرف کوچ کرے[1]،

۱۹۷ جس وقت شمال سے امیرزادہ شاہ رخ فوجیں لیے ہوئے بغداد آیا تو ظاہر بغداد میں تیمور
نے افواج سوارہ کا معاینہ کیا، علم و رایت بلند ہوئے، نقارے اور کوس بجائے گئے اور بغداد یوں
کے سامنے سے ایک لاکھ تاتاری فوج گذری، مگر اس کا اہل شہر پر کچھ اثر نہ ہوا اور تیمور نے اب
بڑے غضب اور عتاب کی حالت میں بغداد کا محاصرہ شروع کر دیا[2]،

شہر کے جنوب میں دجلہ پر کشتیوں کا پل ڈالا گیا، تاکہ محاصرہ کرنے والے ایک کنارے
سے دوسرے کنارے پر پہنچ سکیں، اور شہر سے نکلنے والوں کا دریائی راستہ بند کر سکیں، مضافات
شہر پر حملہ کر کے اسے منہدم کر دیا اور اب یہاں تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا، شہر کے گرد بارہ میل
کے دور میں جس قدر زمین تھی وہ حملہ آوروں کے تصرف میں آگئی، دور کے جنگلوں سے
بڑے بڑے درخت کاٹ کر لائے گئے اور شہر کی دیوار کے قریب انھیں نصب کر کے اونچے

---

[1] سنہ ۱۳۹۹ء کے موسم خزان سے سنہ ۱۴۰۱ء کے موسم خزان تک تیمور نے اپنی فوجوں کی ترتیب میں اس بات کا ہمیشہ لحاظ رکھا کہ سلطان بایزید اس پر فوجکشی کرنے والا ہے، اس وقت جب کہ تیمور بغداد کے محاصرہ میں مصروف تھا سلطان بایزید ایلدرم سست رفتاری سے یورپ سے ایشیا آرہا تھا، اگر بایزید اس موقع پر زیادہ تیزروی سے کام لیتا اور بغداد کے فتح ہونے سے پہلے تبریز پہنچ جاتا تو تبریز کو تاتاریوں سے خالی پاتا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ تاتاری قشون جو خبر رسانی پر مقرر تھا جس وقت بایزید کے نقل و حرکت سے اطلاع کرتا تو تیمور سمرقند کی تازہ دم فوجوں سے ملکر چند ہفتوں میں بایزید کے مقابلہ کو آجاتا، (مصنف)

[2] فتح بغداد، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۵۹ - ۳۶۹،

اونچے مینارے بنائے اوران میناروں پر قلعہ شکن آلات اس طرح رکھے کہ فصیلوں پر اور شہر کے اندر سنگ باری کیجا سکے،

اسی اثنا مین نقب چیوں نے شہر پناہ کی بنیادوں کو کھودنا شروع کیا، تھوڑی دیر مین باہر والی شہر پناہ کی دیوارین نقب لگانے سے گر پڑین، لیکن اہل شہر جہاں سے دیوار گرتی تھی اس کے پیچھے رخنے بند کرنے کی غرض سے گچ اور پتھر کی نئی دیوار بنا دیتے تھے، اور دشمن پر آگ برسا کر ان دیواروں کی حفاظت کرتے تھے،

تیمور کے فوجی افسروں نے درخواست کی کہ شہر پر ہر طرف سے حملہ کرنے کی اجازت دیجائے کیونکہ اب التوا مناسب نہین، گرمی بہت بڑھتی جاتی ہے، مورخ لکھتا ہے کہ گرم ہوا کا یہ حال تھا کہ آسمان سے پرندے بے ہوش ہوکر زمین پر گرتے تھے، سپاہی جو تپتی زمین اور جلتی شہر پناہ کی دیواروں کے قریب کام کرتے تھے وہ اپنے جبوں اور زرہ بکترین گرمی سے اس طرح پک رہے تھے جیسے تنور مین روٹی پکتی ہو، (شعر

زمین چون دیگ بر آتش خروشان میان استخوانہا مغز جوشان)

تیمور نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دیا کہ تمام اطراف سے یکبارگی حملہ کرکے قہر وغلبے سے شہر فتح کرنے کے لیے کوس و نفیر بجائے جائین[1]، اس حال مین ایک ہفتہ گزر لیا ہے، عرادے اور منجنیق شہر پر سنگ باری اور شہر کی دیوارین توڑنے مین اپنا کام کر رہے ہین، دوپہر اور تیسرے پہر جب گرمی حد سے گذرتی ہے تو سپاہی سایے مین چلے آتے ہین، لیکن آج ٹھیک دوپہر تھی کہ تیمور نے بغیر کسی اطلاع کے یکلخت شہر پر حملہ کر دیا،

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۶۳،

یہ وقت ایسا تھا کہ بغداد کی سپاہ جو باہر والی فصیلوں کی حفاظت کر رہی تھی گرمی کی شدت سے مجبور ہو کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی، صرف چند پاسبان وہان رہگئے تھے، جونہی یہ لوگ ہٹے تاتاریون کی فوج نردبان لیے سایہ سے باہر آئی اور دیوارون پر سیڑھیان لگا شہر پر حملہ کر دیا، بغداد کے لوگ اس حملے سے ششدر رہ گئے، اور تیمور کی فتح ہو گئی، امیر نور الدین جس نے توقتمش کے حملہ کے وقت تیمور کی جان بچائی تھی دیوار پر چڑھ گیا اور وہان تیمور کا رایت جس پر طرہ اور سونے کا ہلال تھا نصب کر دیا گیا،

اور اب بڑے نقارے کی آواز کے ساتھ سورن کا نعرہ بلند ہوا، اور جس قدر تاتاری فوج

۱۹۸ شہر کے اس طرف تھی شہر پر دوڑ پڑی، نور الدین دیوار سے شہر مین اتر گیا اور اس کے پیچھے تاتاری زرہ پوش بھی ہو لیے تیسرا پہر ختم نہ ہونے پایا تھا کہ باوجود سخت گرمی وحدت کے شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور اب شہر کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار تھا تاتاریون کے قہر و غضب کا نشانہ بنا جو شدائد اور ظلم اس موقع پر ہوئے ہین وہ ناگفتہ بہ ہین، تیمور کے سپاہی اپنی مصیبت، جفاکشی اور نقصان کا خیال کر کے مجنونانہ طور سے بالکل بھوت بنکر آدمیون کا خون بہانے مین مشغول ہو گئے،

تاتاریون کا مورخ لکھتا ہے کہ "بغداد جسے اب تک دار السلام کہتے تھے آج "دار الاظلام" ہو گیا تھا"[1]، حاکم بغداد فرج کشتی مین سوار ہو کر بھاگا، لیکن کنارے پر تاتاری کماندارون نے تیرون سے کشتی ہی مین اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی لاش پانی سے کھینچ کر کنارے پر لائی گئی، ایک سو بیس مینارے مقتولون کے سرون کے تعمیر کئے گیے اور غالباً نوے ہزار جانین اس معرکہ مین تلف ہوئین،

---

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۲۶۳،

تیمور نے حکم دیا کہ شہر پناہ منہدم کر دیجائے، اور مسجدون اور خانقاہون کے سوا جس قدر عمارتین ہین ان مین آگ لگا دی جائے اور ان کو ڈھا دیا جائے،

اور اب دنیا کا مشہور شہر بغداد اس طرح تاریخ کے صفحون سے محو ہو جاتا ہے[1]، بغداد کے ویرانے پر پھر آبادی ہوئی لیکن دنیا کے معاملات مین اب اُسے کسی طرح کا دخل یا اقتدار نہ رہا، بغداد کی تباہی کی خبر تیمور کی سلطنت مین ہر جگہ بھیجی گئی، سلطان بایزید ایلدرم کو بھی مطلع کیا گیا،

بغداد کا بادشاہ سلطان احمد جلائر جو اس وقت بغداد سے غیر حاضر تھا طوفان کے گذر جانے کے بعد پھر اپنے پائے تخت مین چلا آیا، تیمور کو جب اسکی واپسی کی خبر ہوئی تو ایک رسالہ سوارون کا اسکی گرفتاری کے لیے روانہ کیا، مورخ لکھتا ہے کہ سلطان احمد کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو ایسا خوفزدہ ہوا کہ صرف ایک قمیص پہنے ہوئے دریا کے رستے شہر سے بھاگا، اور سلطان بایزید ایلدرم کی پناہ اور حفاظت مین چلا آیا[2]،

اب تیمور لشکر کے بڑے حصے اور قلعہ گیری کے سامان اور اسباب کو چھوڑ کر کہ پیچھے سہولت سے آتا رہیگا بہت جلد تبریز پہنچا، داخلہ کے وقت امیرزادہ شاہ رخ اور چند امرائے فوج ساتھ تھے۔ بغداد جون ۱۴۰۱ء (ذی قعدہ ۸۰۳ھ) مین فتح ہوا تھا اور اس کے دوسرے ہی مہینے یعنی جولائی مین تیمور صدر معسکر یعنی تبریز مین واپس آگیا، تیمور کے پوتے محمد سلطان نے خراسان کی سڑک سے نیشاپور پہنچ کر پر دادا کو اطلاع کی کہ وہ سمرقند سے فوجین لے کر حاضر ہو گیا ہے، شاہ رخ کا لشکر بھی تبریز سے قریب تھا، غرض اب جنگ سہ سالہ کا ایک مرحلہ طے ہو گیا،

[1] دیکھو اس کتاب کے آخر مین تعلیقہ نمبر ۱۶-۱۷، [2] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۰۶،

199 دشمنون کی سرحد جو قوس کی صورت رکھتی تھی اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تیمور پہنچ لیا تھا، چودہ مہینے مین دو بڑی اور متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑین اور اسی زمانے مین تقریبًا بارہ ایسے شہر جن کے گرد فصیلین تھین فتح کیے، فنون جنگ کے اعتبار سے یہ کام حیرت انگیز تھا، اور اب قبل اس کے کہ بایزید موقع پر لڑنے آئے تیمور کی ان فتوحات نے بایزید کے معاونو کو اس سے جدا کر دیا،

موسم کی حالت اب ایسی نہ تھی کہ تیمور ترکون سے لڑنے کے لیے حرکت کرتا، تاتاریون نے بہت اطمینان خاطر سے لڑائی کو سال آیندہ پر ملتوی رکھا، اسی زمانہ مین ایک دن امیرزادہ محمد سلطان کے کوس ونفیر اس سڑک پر سنائی دیے جو تبریز کو آئی تھی اور جہان تیمور کا لشکر پڑا تھا، یہ محمد سلطان تیمور کا وہی پوتا ہے جس نے نیشاپور سے اطلاع دی تھی کہ سمرقند کی فوجون کو لے کر حاضر ہو گیا ہون، جب اسکی فوجین سامنے آئین تو تیمور کے پرانے پرانے سپہ سالاران فوجون کو حیرت سے دیکھنے لگے،

سمرقند کی چلی ہوئی ہزارہ جات کی فوجین ایک نئی شان سے اس وقت سامنے آئین، ہر فوج کا رایت علٰحدہ رنگ کا تھا، کوئی سبز تھا، کوئی سرخ کوئی کسی اور رنگ کا، اور اسی طرح ہر رسالے کے سوارون کے جُبّے، گھوڑون کے زین اور ساز یہانتک کہ ان کے قربان اور سپر سب ہمرنگ [1] تھے، تیمور کے امراے عساکر نے جو زیادہ تجربہ رکھتے تھے اور ان سپہ سالارون

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۱۲۔ "وطائفہ را تمام علم وسنجق وجبہ وزین وتجیم ومجموع اسلحہ واسباب از ترکش وکمر ونیزہ وسپر وچاق ہمہ سرخ بود وطائفہ را ہمہ زرد وجمعے را ہمہ سفید وبعضے را ہمہ منقش ودیگر الوان بہمین قیاس ...."

ہین سے جنھون نے ہندوستان سے لے کر بحر اسود تک اور بحر اسود سے فلسطین تک اپنے گھوڑے دوڑائے تھے جو بہادر اس وقت زندہ تھے انھون نے یہ تماشا خوش ہو کر نہ دیکھا بلکہ اس نئی نمود پر گو دل مین رشک کرتے ہون بظاہر معترض ہوئے،

اس زمانہ مین تیمور نے ایک پرانی نہر[1] کو جو کسی زمانے مین یونانیون نے دریائے ارس سے نکالی تھی اور اب وہ مٹی سے اٹ گئی تھی صاف کرا کر اس مین پانی جاری کرایا، اور یہین اُسنے افریقہ اور یورپ کے اُن راستون کے متعلق واقفیت پیدا کی جن سے تجارت کا مال ان ملکون مین ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہنچتا تھا، اسی زمانہ مین تیمور نے ایک خط بادشاہ فرانس چارلس ششم کے پاس یوحنا اسقف سلطانیہ کی معرفت اظہار خوشنودی کا روانہ کیا[2]، جنیوا کے گماشتے جو بہت دور دور کا سفر کیا کرتے تھے اس شوق مین کہ اپنے حریف

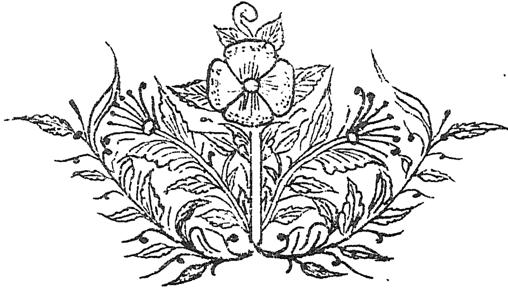
---

[1] اس نہر کے حالات کے متعلق جس کا نام نہر برلاس ہوا دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۳۹۴-۳۹۵،

[2] تیمور نے بادشاہ فرانس کو دو خط بھیجے تھے، اکثر مورخون کا بیان ہے کہ تیمور نے چارلس کو لکھا تھا کہ مین دنیا پر حکومت کرنے مین تمھارا برابر کا شریک بننا چاہتا ہون، لیکن تیمور کے کسی خط سے بھی یہ بات ظاہر نہین ہوتی کہ اس نے ایسا لکھا تھا، اتنی بات ضرور تھی کہ یوحنا اسقف نے تیمور کو یہ باور کرا دیا تھا کہ "یورپ کا سب سے بڑا بادشاہ چارلس ہے جیسے آپ ایشیا کے سب سے بڑے بادشاہ ہین" تیمور نے اس خط مین لکھا تھا کہ مین سلطان بایزید ایلدرم کے مقابلہ کو اٹھا ہون جو تمھارا دشمن ہے، اور یہ کہ ہماری اور آپ کی رعایا مین سے تجارت پیشہ لوگ ہم دونون کی قلمرو مین تجارت کی غرض سے بے تکلف آمد و رفت رکھ سکتے ہین، تیمور نے اپنے خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ "یوحنا اسقف مذہب کے علاوہ اور تمام امور پر میری طرف سے آپ سے گفتگو کرے گا"

(مصنف)

وینس والون سے پہلے پہنچکر تاتاری فاتح کو اپنے اوپر مہربان کرلین دربار تیمور مین حاضر ہوئے
ان گماشتون نے عیسائی قیصر قسطنطنیہ کی ایک درخواست بایزید ایلدرم کے مقابلہ مین مدد حاصل
کرنے کی خفیہ طور پر تیمور کے سامنے پیش کی، اس وقت قیصر قسطنطنیہ کی قسمت بالکل سلطان
بایزید کے ہاتھ مین آچکی تھی،



٢٠٠

اٹھائیسوان باب

آخری جنگ صلیب

اب جو واقعات پیش آئے ان کے سمجھنے کے لیے یورپ کے حالات پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، دو پشتون سے قسطنطنیہ کے یونانی شہنشاہ جو قدیم رومانی قیصرون کے فقط ہیولے رہ گئے تھے اس بات کو بڑے رنج اور افسوس سے دیکھتے تھے کہ ان کی قوت وسطوت ان سے چھین کر سب ترکون کی طرف منتقل ہو رہی ہے اور یہ ترک وہ ہین جو ایشیاے کوچک سے اٹھ کر اب (یورپ مین) بلقان اور بحر اسود کے ساحلون پر مستولی ہوتے جاتے ہین،

کسوبا کے میدان مین ان نئے فاتحون یعنی عثمانی ترکون نے ولایت سرب کے بڑے بڑے قوی ہیکل بہادرون کو مغلوب کر کے ان کی قوت توڑ دی تھی، اس کے بعد وہ ہنگاریہ تک پہنچ گئے تھے، ترک بڑی جوانمردی اور قاعدے سے لڑتے تھے، ان کی طبیعتون مین بڑا جذبہ اور جوش بھرا تھا، اور اپنے سلاطین کے وہ بے حد مطیع و فرمانبردار تھے، ان کے اسپ سوار رسالے بھی بہت اچھے تھے لیکن ان کی پیدل فوجین جن مین فوج ینگ چری شامل تھی نہایت ہی اعلیٰ درجے کی تھین،

بحر شام کے ساحلی شہرون مین بیاہ شادی کر کے اور عیسائی عورتون اور کنیزون کو حرم

بناکر جو یونانی اور صقالبی قوموں کی ہوتی تھین ترک ایک نئی نسل اور قوم پیدا کر رہے تھے، سلطان بایزید ایلدرم مین اپنی قوم کی بھلائیان اور برائیان دونون موجود تھین، بڑا جنگ آور اور اولالعزم تھا، لائق بھی تھا اور ظالم بھی، تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی کو گلا گھٹوا کر مروا ڈالا، اپنی فتوحات پر ناز کیا کرتا تھا، اور فخریہ کہتا تھا کہ اسٹریا کو فتح کر کے فرانس پر لشکر کشی کرے گا، اور اپنے گھوڑون کو سنت بطرس کی قربان گاہ پر لا کر دانہ کھلائیگا،

سلطان بایزید درحقیقت قسطنطنیہ کا مالک ہو گیا تھا گو قیصر نہ کہلاتا تھا، یہ نام ابھی تک قسطنطنیہ کے عیسائی شہنشاہ کے لیے مخصوص تھا، بایزید کا علاقہ قسطنطنیہ کی فصیلون تک آگیا تھا، اور اس شہر کی بہت سی عدالتون مین بایزید کے قاضی مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے، شہر مین دو مسجدین بھی تعمیر ہو گئی تھین جن کے مینارون سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو کر ترکون کو نماز کے لیے بلاتی تھی، اس وقت قسطنطنیہ کا عیسائی قیصر مانیول تھا، یہ قیصر قسطنطنیہ پر قبضہ رکھنے کے معاوضہ مین سلطان بایزید کو خراج ادا کرتا تھا، وینس اور جنیوا کی ریاستین جو اس نواح مین قائم ہو چکی تھین اُن کا برتاؤ بھی سلطان بایزید کے ساتھ ایسا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلطان ایک دن اُنکا بادشاہ ہونے والا ہے، ترکون کی نظر مین قسطنطنیہ کا شہر مع اس کے باغات اور سنگ مرمر کے محلون کے اُن کے لیے بڑی توقعات کا مقام تھا، اور ان کے علاقہ استنبول مین گویا قسطنطنیہ ابھی ۲۰۱ شامل تھا،

اسلام مکہ سے چل کر نصرانی قیصرون کے اس مشہور و معروف شہر کے گرد اپنی چھاؤنی ڈال چکا تھا، مگر شہر کی اونچی فصیلین اور سمندر کی طرف دول یورپ کے جہاز ابھی تک شہر کی حفاظت کرتے تھے، سلطان بایزید اس حفاظت کو توڑ کر اس پر قبضہ کرنے کے لیے بالکل آمادہ

تھا، بلکہ یہ سمجھئے کہ جس وقت یورپ مین جنگ صلیب پر چلنے کی صدائین گونجی ہین، ایلدرم قسطنطنیہ کے محاصرے کے لیے تیاری کرچکا تھا، یہ صلیبی لڑائی یورپ نے خاص ترکون سے لڑنے کے لیے کی تھی، بایزید کی ترقی سے سب سے زیادہ خطرہ ہنگاریہ کے بادشاہ سیکس مند کو محسوس ہوا تھا اور اسی خطرہ کو رفع کرنے کے لیے اس نے جنگ صلیب پر یورپ کو آمادہ کرکے اس لڑائی کا کل اہتمام اپنے ذمہ لیا تھا، برگنڈی کے بادشاہ فلپ نے اس لڑائی کے بارے مین ہنگاریہ کے بادشاہ سیکس مند کی تائید کن وجوہ کی بنا پر کی تھی اسکا حال فلپ ہی کو معلوم ہوگا،

کچھ زمانے سے مختلف حکومتہاے یورپ مین امن چلا آتا تھا، اس وقت جو امور اہل یورپ کے پیش نظر تھے ان مین ایک پروٹسٹنٹ مذہب تھا جو نیا نیا پیدا ہوا تھا اور جسکا نام یورپ مین "بدعت کبیرہ" رکھا گیا تھا، اس کے علاوہ "جنگ صدسالہ" پر بھی بحثین چھڑی رہتی تھین "شہنشاہی مجالس" کے قضیون پر بھی غور کیا جاتا تھا، وبائے عام جسکا نام "کالی مری" ہوگیا تھا جب رفع ہوئی تو رعایا اس امید مین جینے لگی کہ اب اُسے مال وجائداد کے حقوق حاصل ہوجائین گے، مگر یہ کل امور کچھ ایسی حالت مین تھے جیسے بساط شطرنج پر بادشاہ زچ ہوگیا ہو، اور چلنے کو کوئی گھر نہ ملتا ہو، دول یورپ کے اکابر واشراف کلیسہ کی طرف متوجہ ہوچلے تھے،

بادشاہ فرانس نے جسے جنون کے دورے اٹھا کرتے تھے بادشاہ ہنگاریہ کی مدد کی جو صاحب عقل وہوش تھا مگر ترکون سے ڈرا ہوا تھا، دین عیسوی کے جوش حمیت مین انگلستان اور نیدرستان (نیدرلینڈ) سے لوگ بغیر کسی معاوضہ کی امید کے لڑنے چلے آئے، آخری زمانے کی صلیبی لڑائیون مین جو عیسائی قومین شریک ہوئین اگر ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ یورپ کی کل قومون کا شجرۂ نسب سامنے رکھا ہے، سیواے کا افسر فرسان، پروشا کا رئیس اعظم، ہوہن زولرن

کا سر خاندان فریڈرک، جزیرہ روڈس کے مسیحی شہ سواروں کا مقدم اعلیٰ، سنت یوحنا کے جہاز ران شہسوار، جرمانیہ کے نوابانِ عظمیٰ جو شہنشاہوں کو منتخب کرکے تخت پر بٹھاتے تھے، بڑے بڑے عیسائی شرفا، اور بادشاہوں کی طرف سے اختیار یافتہ لوگ اس فہرست میں درج تھے سب سے زیادہ مضبوط اور قوی اور تعداد میں بھی زیادہ لڑنے والے فرانس سے آئے تھے، ان میں بارٹز نوائے برگنڈی اور سنت پول کے بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ تھے، فرانس کی بری اور بحری فوجوں کے افسر اور فرانس کا سب سے بڑا حاکمِ شرطہ بھی صلیب پر جان فدا کرنے کو حاضر تھا، اور یہ کل مجمع کونٹ نیورجان ویلو[1] کی سرکردگی میں تھا،

بیس ہزار نصرانی سوار مع اپنے خادمانِ خاص اور مسلح ملازمین کے گھوڑوں پر سوار ہو مشرق کی طرف بڑھے اور سگس مند بادشاہ ہنگاریہ کی فوجوں سے جا ملے، اور اب ان جنگ آورانِ صلیب کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہوگئی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر عورتوں اور شراب سے بھی بخوبی مہیا تھا، اس بارعب و عظیم الشان جمعیت کی تعداد اتنی تھی کہ عیسائی شہسوار خود کہتے تھے کہ اگر آسمان بھی گرے گا تو ہم اسے اپنے نیزوں پر روک لیں گے،

۷۰۲ فرانسیسی، انگریزی اور جرمانی مبارزانِ صلیب کو اس کا خیال بہت غیر واضح تھا کہ اس معرکہ میں آگے کیا پیش آنے والا ہے، انھیں یقین تھا کہ ترکوں کی بادشاہ نے جس کا نام تک وہ نہ جانتے تھے تمام دنیا کے مسلمانوں کو جنمیں مشرقی و مغربی ایران اور مصر کے مسلمان شامل ہیں عیسائیوں کی مخالفت پر جمع کر رکھا ہے اور ترکوں کا یہ سلطان اور اسکی فوجیں قسطنطنیہ سے آگے

---

[1] جان ویلو بادشاہ برگنڈی فلپ کا بیٹا اور بادشاہ فرانس کا نواسا تھا، صرف اپنے عالی نسب ہونے کی وجہ سے جنگِ صلیب میں اسکو یہ سرداری ملی تھی، ورنہ وہ ایک نوعمر آدمی تھا جسے کسی قسم کا فوجی تجربہ نہ تھا اور نہ سرداری اور افسری کی اس میں کوئی قابلیت تھی، (مصنف)

کہین چھپی بیٹھی ہین، اور اب ان عیسائی بہادرون کو اسکی بیقراری تھی کہ جلد ترکون کے بادشاہ سے مقابلہ ہو کہین ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچتے پہنچتے وہ بھاگ جائے کیونکہ اس بادشاہ کو مارنے کے بعد جلد یروشلم کی طرف بڑھنا ہے،

بادشاہ سگس مند جو اورون سے کسی قدر زیادہ سمجھ رکھتا تھا کہتا تھا کہ "گھبرایئے نہین، بغیر لڑائی لڑے یہان سے جانا ممکن نہین" سگس مند نے درحقیقت یہ بات سچ کہی تھی،

صلیبی فوجین دریائے طونہ (ڈانیوب) کے کنارے کنارے جا رہی تھین کہ وینس والون کے جہاز دریا کے دہانے کی طرف سے آتے ہوئے ملے ان جہازون کے لوگ بھی فوجون کیساتھ ہو گئے، یہان تک عیسائیون کے حق مین کل باتین اچھی رہین، ترکون کے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے جو دور دور کے مقامات پر پہرہ دیتے تھے انھون نے مجبور ہو کر ان عیسائی مجاہدون کے سامنے ہتیار ڈال دیئے، عیسائیون نے یہان بہت لوگون کو قتل کیا اور اس کا مطلق خیال نہین کیا کہ جن کو قتل کرتے ہین وہ قوم کے سرب اور مذہب کے عیسائی ہین، غرض چلتے چلتے چلتے ایک پر فضا موقع دیکھکر نیکو پولس کے محاصرے کے لیے لشکر اتارا اور یہان دریافت ہوا کہ سلطان بایزید کا ایک بڑا لشکر اُن سے لڑنے آ رہا ہے،

پہلے مجاہدانِ صلیب کو اس کا یقین ہی نہ آیا تھا کہ سلطان کو ان کے مقابلے مین آنے کی ہمت ہو سکتی ہے، مگر جب بادشاہ ہنگاریہ نے سمجھایا کہ سلطان کے بڑھنے کی خبر صحیح ہو تو کچھ کچھ سمجھ مین آیا، اب لڑائی کے لیے صف آرائی شروع کی، بادشاہ ہنگاریہ سگس مند نے جو ترکون کی قوت سے آگاہ تھا یہ صلاح دی کہ فرانسیسی اور جرمانی شہسوار لشکر کے عقب مین رہین اور مسلمانون کے پہلے حملے کا زور ہنگاریہ، ولاشیہ اور کروٹ کی فوجون کو برداشت کرنے دین،

اس صلاح پر امراے مجاہدین برانگیختہ ہوئے اور اس سوال پر کہ کون آگے رہے اور کون پیچھے رہے ایسی سخت تکرار شروع ہوئی کہ بایزید کی فوج قراول ادھر اودھر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنے کے لیے موقع پر آن پہنچی، فرانسیسی اور جرمانی امراے فوج کو یہ گمان ہوا کہ سگس مند ان کو لڑائی میں بیکار رکھکر فتح کا سہرا اپنے سر بندھوانا چاہتا ہے، آخر کار ارتوائے کے فلپ نے جو فرانس کا ریس الشرطہ تھا چلاکر کہا،

"ہنگاریہ کا بادشاہ چاہتا ہے کہ آج کی عزت اور ناموری اُسے ہی حاصل رہے، جس کا جی چاہے اسکی خواہش سے اتفاق کرے، لیکن میں ہرگز اتفاق نہ کرونگا"، یہ کہکر اس نے اپنا علم بلند کیا اور ایک نعرہ لگاکر کہ "مجاہد واخدا اور سینٹ جارج کا نام لے کر آگے بڑھو" اپنی فوج کو ساتھ لئے چل پڑا،

ارتوائے کے فلپ کی زبان سے اس نعرے کا بلند ہونا تھا کہ جس قدر صلیبی افسر وہاں موجود تھے اس کے ساتھ ہو لیے اور ان کے جوشن پوش سواروں نے جن ترکوں اور سربیوں کو اب تک راہ میں قید کیا تھا اُن سب کو قتل کر ڈالا، اور قتل کرنے کے بعد اپنے افسروں کے پیچھے اس لڑائی کے لیے کوچ کرنے لگے، ان کے برچھوں کے سروں پر بیرق اڑتے تھے، مگر ان پر لوہے کے خاردار بگیم پڑے تھے اور اب دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گھوڑے سرپٹ اڑے، یورپ کے شہزادوں اور یورپ کے شہسواروں اور بہادروں نے سلطان بایزید کے فوجی دستوں کو جو بڑے لشکر سے علحدہ ہو کر لڑنے کو نکلے تھے پراگندہ کر دیا، اور ایک بلندی کی طرف چلے جس پر رستہ نکال کر دور تک چڑھنا پڑا، یہاں (ایک پل پر) پہنچکر ترکوں کے پیدل تیرانداز جس قدر ملے انھیں قتل کر دیا، اور پھر اپنی صفیں درست کر کے ترکی رسالوں سے لڑنے کو تیار ہو گئے، یہ ترکی

۲۰۳

رسالے اب لڑائی کے لیے سامنے آگئے تھے،

بایزید کے ایسے رسالون کو جو ہلکے ہتیار رکھتے تھے صلیبی مجاہدون نے مار کر پیچھے ہٹا دیا اور جب ان رسالون کی صفین ٹوٹین توان پر بڑی دلیری سے سخت دھاوا کیا، مگر اس دھاوے ہی کی بدولت لڑائی بھی ہار گئے،

اب تک عیسائیون نے جنکا مقابلہ کیا تھا وہ ترکی فوج قراول کی پہلی تین صفین تھین، جس وقت صلیبی شہسوار اس معرکے مین تھک کر دوسرے پل تک پہنچے تو دیکھا کہ ترکون کا بڑا اور اصلی لشکر صف باندھے سامنے کھڑا ہے، تعداد ساٹھ ہزار ہے، ینگ چری فوج کے سپید عمامے اور سوارون کے زرہ پوش رسالے نصف دائرہ کی شکل مین آراستہ ہین، ترکون نے عیسائیون کے جواب مین دھاوا نہین کیا، وہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے مین جانون کو مفت کھونا ہے، دور ہی سے تیر برسا کر مسیحی شہ سوارون کے گھوڑون کو گرانا شروع کیا، جب گھوڑے زخمی ہو کر گرے تو انکے سوار پیدل ہو گئے مگر یہ اتنی بھاری زرہ پہنے تھے کہ پیادہ ہو کر لڑنا مشکل تھا، بھاری زرہ لڑنے مین مخل ہوتی تھی، اس پر بھی بعض صلیبی مبارز بڑی جوانمردی سے لڑے اور بیشتر اس کے کہ انکے بہت سے گھوڑے زخمی ہو کر گرین پشت دکھا کر میدان سے فرار ہوئے،

لیکن جب ترکی فوجون نے صلیبیون کو گھیر لیا اور صلیبیون نے دیکھا کہ انکی معاون فوجین بھی اس وقت ان سے بہت دور ہین تو پھر ان مسیحی شہسوارون نے ہتیار ڈالدیئے،

اس اثنا مین سگس مند نے اپنی فوجون کو مقابلے کے لیے تیار رکھا تھا سگس مند کچھ دور آگے بڑھا بھی تھا کہ ان مجنون صلیبیون سے جنھین آخر کار ہتیار ڈالنے پڑے تھے قریب ہو جائے، لیکن ان کی مدد نہ کر سکا، یا تو خوف سے پیچھے ہی رہا یا مجاہدین صلیب کا یلغار ترکون پر ایسا تند

تھا کہ ان کو مدد پہنچانا غیر ضروری سمجھا، بہر کیف یہ دونون مسئلے ایسے تھے جنپر بعد کو بڑے زور شور سے بحثین ہوتی رہین،

یہ یقینی ہے کہ صلیبیون کی پس پائی نے لڑائی ایسی ہاتھ سے کھوئی کہ فتح کی مطلق امید نہ رہی، تھکے ہارے زخمی خون مین آلودہ سوارون کا فرار اور ان کے تعاقب مین ترکون کا دھاوا اس بلا کا تھا کہ اہل صلیب کی پیدل فوجون کی بھی ہمت فرار ہوئی، صلیبی شہسوارون کے دائین اور بائین ولاشیا کی عیسائی فوجین تھین مگر یہ بھی اورون کا حال دیکھکر جان بچانے کو پیچھے ہٹین۔

۲۰۴ سکس مند کے ہنگاری اور ایلکٹور کے باویری بڑی ہمت سے لڑائی پر جمے رہے لیکن سکس مند خود اور اس کے ہمراہی سردار بہت جلد گھوڑے بھگاتے ہوئے دریائے طونہ (ڈانیوب) پر آئے کہ وینس والون کے جہازون مین جاکر ترکون سے پناہ لین،

جن صلیبی سپاہیون کو ترکون نے گرفتار کیا تھا سلطان بایزید ایسا نہ تھا کہ ان کو رہا کر دیتا، یہ وہ لوگ تھے جنھون نے ترکی قیدیون کو قتل کیا تھا اور بایزید کو طرح طرح کے نقصان پہنچائے تھے، جنگہاے صلیب کا مشہور مورخ فرائیسورٹ بہت ہی افسوس اور رنج کے ساتھ لکھتا ہے کہ

"اس کے بعد اہل صلیب برہنہ صرف قمیصین پہنے ہوئے بایزید کے سامنے پیش کئے گئے، تھوڑی دیر تک سلطان ان کو دیکھتا رہا، پھر ان کی طرف سے منھ پھیر کر ان کے قتل کا اشارہ کیا، اور اب ترک سپاہی ننگی تلوارین ہاتھون مین لیے ان کو باہر لائے اور بڑی بیرحمی سے ان صلیبیون کے ٹکڑے اڑا دیئے"

دس ہزار صلیبی لڑنے والے اس طرح سے قتل کئے گئے، بایزید نے اپنے امراے دربار کی صلاح سے ۲۴ عیسائی سردارون کو اس غرض سے قید مین رکھا کہ زرفدیہ ادا ہونے پر رہا

کر دیئے جائین گے، ان بدقسمت قیدیون مین بادشاہ فرانس کا پوتا ارل نیورزا اور فرانس کا بوچی کاٹ بھی تھا، ترکون نے دو دو ہزار دینار طلائی ارل نیورزا اور اس کے ساتھیون کے لیئے بہا طلب کیا[1]، یہ رقم گو ترکون کے نزدیک بالکل واجبی تھی مگر وہ اتنی تھی جس نے یورپ کے خزانے خالی کر دیئے، آخرکار روپیہ ادا کیا گیا اور قیدی رہا ہوئے، مورخ فرائیسورٹ لکھتا ہے کہ سلطان بایزید جب ان قیدیون کو رہا کرنے لگا تو اس نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور ان سے کہا کہ نیا لشکر تیار کر کے پھر ہم سے لڑنے آؤ کیونکہ "مین لڑائی مین بڑے بڑے کام کر سکتا ہون اور عیسائیون کے ملکون مین اور زیادہ فتوحات حاصل کرنے کا قصد رکھتا ہون، بایزید کے یہ الفاظ ارل نیورزا اور اس کے ساتھیون نے اچھی طرح سنے اور جب تک زندہ رہے کبھی اون کو نہ بھولے"

لیکن صرف بہادر بوچی کاٹ جو اب فرانس کا مارشل تھا ترکون سے دوبارہ لڑنے آیا،
اس طرح اخیر صلیبی لڑائی عیسائیون کے حق مین نقصان کیساتھ خاتمے کو پہنچی، اس حال زار پر یورپ
کی ریاستون مین جس قدر نوحہ گری ہوئی اسی قدر مایوسی اور حرمان قسطنطنیہ پر بھی چھا گیا، ایک ٢٠
بار امید بندھ کر کہ مدد آن پہنچی ہے پھر اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب غارت ہونے مین کوئی کسر باقی نہین رہی،

جنگ نیکوپولس سنہ ۱۳۹۶ء مین ہوئی، اس سے پہلے ہی بایزید ایلدرم نے قسطنطنیہ کا محاصرہ

---

[1] قیدیون کی رہائی کے لیے روپیہ فراہم کرنے مین یورپ کی چھوٹی چھوٹی ریاستون اور خاصکر فرانس مین سخت پریشانی ہوئی، اور اسکی وجہ سے رعایا مین بھی اندر ہی اندر بہت بد دلی پیدا ہو گئی، پہلے افسوس اور غم تھا پھر غصے اور بے اطمینانی نے دلون مین جگہ کی، اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اسی روپیہ کی بدولت شدید سیاسی ہنگامے برپا ہو گئے،

(مصنف)

کرکے یونان کو اپنی سلطنت مین شامل کرنے مین مصروف ہو گیا تھا، مگر مارشل بوچی کاٹ پانچسو زرہ پوش شہسوار اور چند جنگی کشتیان لیکر آیا جس سے قسطنطنیہ کے عیسائیون کو خفیف مدت کے لیے پھر ڈھارس بندھگئی،

ایشیائے کوچک ترکون کی سلطنت کا نصف حصہ تھا، اس مین اور یورپ کے ترکی صوبون مین سمندر حائل تھا، پس یہ بات غور کرنے کی ہے کہ اس زمانہ مین وینس اور جنیوا کے جہازہی بڑے اگر چاہتے تو ترکون پر کامیابی کے ساتھ حملہ کرکے قسطنطنیہ کو بچا لیتے، وینس اور جنیوا والون کو صرف آبنائے بوسفورس پر قبضہ کرنا ہوتا، مگر یہ کام انھون نے نہین کیا،

ایشیا کی تجارت پر قبضہ کرنے کے لیے وینس اور جنیوا مین لڑائیان ٹھنی تھین، ایک دوسرے کو معذور و محتاج بنانا چاہتا تھا، سلطان بایزید جو بڑا دانا اور ہوشیار مدبر تھا دونون سے خط وکتابت رکھتا تھا، ایشیا کی تجارت کا دانہ ڈال کر دونون کو پکڑنا چاہتا تھا، وینس اور جنیوا دونون ایک ایک سے بڑھکر تحائف بایزید کو نذر مین پیش کرتے تھے، پاپائے رومہ نے ایک مرتبہ پھران دونون ریاستون سے درخواست کی کہ قسطنطنیہ کو ترکون سے بچائین مگر کسی نے اس کی درخواست کو نہ سنا، یورپ کے والیان ریاست جو صلیبی جنگ سے زندہ بچے تھے وہ یورپ پہنچکر آپس کی خانہ جنگی مین مبتلا ہو گئے،

اب ہمارے سامنے تاریخ کا ایک عجیب عبرتناک واقعہ آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیحی قیصرون کا شہر جو دنیا کے شہرون مین سب کا سرتاج سمجھا جاتا تھا جس کی حفاظت کے لیے صدہا عیسائی شہسوار اور یونان کے رئیسون کی تنخواہ دار فوجین حاضر رہتی تھین اب اس درجہ محتاج اور تہی دست اور اس کے باشندے باوجودیکہ عالیشان محلون اور عمارتون

ہین بستے تھے فاقہ کشی کی مصیبت ہین اس درجہ مبتلا نظر آتے ہین کہ بوچی کاٹ کی بحری سپاہ
کو جوان کی حفاظت کے لیے موجود ہے روٹی تک نہین کھلا سکتے اور یہ سردار مجبور ہوتا ہے
کہ پیٹ کی خاطر رہزنی اختیار کرے اور سامان رسد کے ترکی جہازون کو لوٹے، قسطنطنیہ اس قدر
تنگ حال تھا کہ بوچی کاٹ کی بحری سپاہ کو اس کی خدمت کے معاوضہ مین ایک پیسہ تک
نہ دے سکا، قسطنطنیہ کا قیصر اس وقت مانیول تھا، یہ بادشاہ اس قدر مجبور ہوا کہ پایہ تخت سے
نکل کر یورپ کے دورے کو اٹھا کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کے لیے سپاہ اور روپیہ کا سوال یورپ
کے رئیسون سے کرے، جب یورپ کی ریاستون مین پہنچا ہے تو مانیول کے ساتھ جو ملازم
تھے وہ ایسے پھٹے حال تھے کہ اٹلی کے ایک رئیس کو ان کے حال پر رحم آیا اور اس نے
ان کے لیے ایسے کپڑے بنوا دیئے جو ایک قیصر کے ہمراہیون کی شان کے مطابق تھے،
قیصرون کی نسل کا یہ قیصر ہاتھ پھیلائے ایک ریاست سے دوسری ریاست مین گیا،
خاطر و مدارات سب نے بہت کی، بے حد ہمدردی بھی ظاہر کی مگر مدد کسی نے نہ کی، آخری
مرتبہ یورپ والون نے اپنے مذہب کی حمایت مین ترکون پر ایسے مجنونانہ طریقے سے حملہ
کیا تھا کہ اب مذہب کے لیے لڑنے کا جوش ان مین بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا، یورپ کے
تاجدار تجارت کے قضیون اور سیاسی حدبندیون مین جو اس زمانہ مین فی الواقع ضروری
کام تھے بالکل منہمک تھے، کلیسہ کی طرف سے سفارش مین فرمان جاری ہوتے تھے، قیصر ۳۰۰
مانیول بذات خود ایک ایک کے دربار مین جا کر مدد کا خواستگار ہوتا تھا، مگر سب فضول و
لاحاصل تھا،

قیصر مانیول اب بالکل دل شکستہ ہو گیا، قسطنطنیہ کے لوگ محاصرے کے زمانے مین

فصیلون پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جاتے کہ ترکون سے پیٹ کو ٹکرا نگین، جب یہ نوبت پہنچی تو لوچی کاٹ بھی قسطنطنیہ کو خیرباد کہکر وہان سے روانہ ہوا، اور قیصر مانیول کا بھتیجا جو اس وقت قسطنطنیہ مین موجود تھا شہر کو ترکون کے حوالے کرنے کے لیے شرائط طے کرنے لگا، مگر بخت و اتفاق دیکھیے کہ اس جان بلب اور مبتلائے جنگ شہر کو پھر کچھ دنون کے لیے امان نصیب ہوگیا،

یہ حالت تھی کہ بالکل خلاف توقع اور امید مشرق سے تاتاری نمودار ہوئے، ایشیائے کوچک مین سلطان بایزید کے شہر ... اس کو حملہ کرکے فتح کیا اور فتح کرتے ہی وہانسے کسی طرف غائب ہوگئے، بایزید گھبرایا، قسطنطنیہ کا حصار اٹھالیا اور عجلت سے ایشیائے کوچک مین آیا،

اب یورپ مین جس قدر ترکی فوجین تھین ان سب کو ہتیار اٹھانے کا حکم ہوا اور وہ جہازون پر سوار ہو ایشیا مین آئین، اور قسطنطنیہ کے حاکم شہر نے بایزید سے عہد کیا کہ اگر تیمور پر اس نے فتح پائی تو قسطنطنیہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا،



انتیسوان باب

بایزید اور تیمور کا مقابلہ

سنہ ۱۴۰۲ء کا موسم بہار شروع ہے، مشرقی یورپ کے فاتح بایزید نے ایشیا کے کشورستان تیمور سے مقابلے کے لیے لشکر جمع کیا ہے، کسوبا اور نیکوپولس کی آزمودہ کار فوجین یورپ سے چل کر بروصہ مین آنی شروع ہو گئی ہین، بروصہ عثمانی ترکون کا دارالسلطنت بحر مارمورا کے ساحل سے قریب ہے؛ یہان اناطولیہ کی فوجین حاضر ہین اور بادشاہ سرب "پیٹر لازرس" کے زرہ دار رسالے آکر اُن مین شامل ہو گئے ہین، مورخ لکھتا ہے کہ ان رسالون کے سوار فولاد اور لوہے کا لباس اتنا پہنے تھے کہ آنکھون کے سوا اور سب چیزین چھپی ہوئی تھین[1]، بروصہ

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۴۲۷-۴۲۸ -

"...... از انجملہ و قنبل میمنہ پسر برلاس، افرنجی (پیٹر لازرس) کہ برادر زن بایزید بود با بیست ہزار سوار از لشکر افرنج تعین نمودہ، و ایشان مجموع ظاہر خود را موافق باطن تاریک ساختہ سیاہ پوشیدہ بودند و عادت ایشان در لبس جبا چنانست کہ از سر تا قدم بفولاد و آہن می پوشند بغیر از چشم عضو دیگر پیدا نیست و بندہائے آن را بپشت پائے بہم پیوستہ قفل می زنند و تا آن قفل باز نمی کنند جبا و خود از ایشان جدا نمی شود" (مترجم)

ہی مین یونان اور ولاشیہ (بالیس) کی یورپین فوجین سلطان بایزید کی مدد کے لیے حاضر ہوئین جو حال ہی مین اُن کا بادشاہ ہوا تھا، غرض ترکی لشکر کا شمار ایک لاکھ بیس ہزار سے لے کر ڈھائی لاکھ کے درمیان کوئی عدد تھا،

سلطان بایزید کی فوجین تمام عمر سے فتوحات حاصل کرنے کی خوگر تھین، سوا ان کے رسالے اور ینگ چری فوجین ہمیشہ ہتیار لگائے لڑائی کے لیے تیار رہتی تھین، ان مین فوجی قواعد بہت سخت ہے اور ہر ایک پیدل اور سوار سلطان کا حکم اس طرح مانتا تھا جیسے غلام اپنے آقا کا حکم مانتا ہو، سلطان بایزید کو بھی اپنی فتح اور کامیابی کا پورا یقین تھا چنانچہ انتظار کا زمانہ خوب جشن اور طوئی مین گذرا،

تیمور اور تیمور کا لشکر حرکت مین آچکا تھا، تیمور کی آمد سنکر ترک بہت خوش ہوئے، انھین اپنی پیدل فوج پر بڑا زور اور بھروسا تھا، اور یہ پیدل فوج حقیقت مین دشمن کو دفع کرنے مین ہمیشہ نہایت کامیاب ثابت ہوئی تھی، انشیائے کوچک کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جس کی زمین مین نشیب و فراز زیادہ ہین اور جابجا جنگل کھڑے ہین، پیدل فوجین ایسی زمین کو اپنے حق مین بڑی جیت سمجھتی ہین، سیواس سے مغرب کی طرف صرف ایک سڑک آئی تھی، ترک سمجھتے تھے کہ بس اسی سڑک پر تیمور سے مقابلہ ہو جائیگا،

مشرق کی سمت مین، انگوریہ تک سلطان بایزید اپنا لشکر آہستہ رفتار سے لے گیا، اور انگوریہ کے میدان مین آکر لشکر گاہ قائم کیا اور پھر یہان سے آگے بڑھکر دریائے ہلیس دیولغون سوئی کو عبور کرکے اونچی نیچی پہاڑی زمین مین جا پہنچا، یہان ترکی قراولون نے آکر خبر دی کہ تاتاری اس وقت بایزید سے آگے ساٹھ میل کے فاصلے سے سیواس مین ہین، بایزید نے یہ

خبر سنکر اپنی فوجون کو جہانتک آئی تھین وہین ٹھہرا دیا، اور اچھا سا موقع دیکھکر ان کو لڑائی کے لیے صف آرا کیا اور تیمور کا انتظار کرنے لگا،

۲۰۸ انتظار تین دن یا ایک ہفتہ تک کیا، ترکی قراول سیواس کے کچھ لوگون کو پکڑ کر سلطان بایزید کے سامنے لائے، اُنھون نے خبرین بڑی وحشت ناک سنائین، بیان کیا کہ

"اسوقت تاتاری فوج کے چند دستے شہر سیواس مین مقیم ہین، لیکن خود تیمور اور اس کا باقی لشکر مدت ہوئی کہ سیواس سے ترکون کی جانب روانہ ہوچکا ہے"،

لیکن سیواس اور ترکی لشکر کے درمیان تیمور کا کہین پتہ نہ تھا، ترکی قراول تمام پہاڑیون اور گھاٹیون مین گھوڑے دوڑاتے پھرے اور آخر مین یہی جواب لائے کہ "ہم کو تو تاتاریون کا کہین نشان تک نظر نہین آیا، تاتاری اپنے ہاتھیون سمیت کہین غائب ہوگئے ہین"۔

اس کیفیت نے ترکون کو سخت حیرت اور پریشانی مین ڈالا، ترکون کی فوجین جس مقام پر اس وقت تھین اس کا نقشہ یہ ہے کہ دریائے ہیلس (دیونون سوئی) شمال مشرق سے اپنے منبع سے بہتا ہوا سیواس پہنچا ہے اور اس شہر کے قریب اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف بدلا ہے، اور دور تک جنوب مین بہکر ایک بڑا چکر کاٹ کر شمال کی طرف لہراتا ہوا انگوریہ کے قریب سے گذر کر بحر اسود مین جا گرا ہے، جنوب سے شمال کی طرف رخ بدلنے مین جو بڑا چکر اس دریا کو لگانا پڑا ہے اس کے اندر کے رخ چکر کے وسط مین پہاڑی زمین پر ترکون کی فوجین مقیم ہین اور بایزید نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک تیمور کی قرار واقعی خبر نہ معلوم ہوجائے گی کہ کہان ہو اُس وقت تک اس مقام سے اپنی فوجون کو نہ ہٹائے گا[1]۔

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۷۴ سلطان بایزید اور امیر تیمور کی لڑائی کا حال ظفرنامے کی دوسری جلد مین صفحہ ۱۷۴ سے شروع ہوتا ہے، (مترجم)

آٹھوین دن صبح ہوتے ہی بایزید کو خبر لگی کہ تاتاریون کے ایک دستہ قراول نے جو تیمور کے ایک سردار کی سرکردگی مین تھا ترکی فوج قراول پر جس کا تعلق ترکون کے میمنہ سے تھا اور لشکر سے وہ دور نکل گیا تھا حملہ کیا ہے اور چند ترکون کو گرفتار کر کے تاتاری واپس ہو گئے ہین،

اب سلطان بایزید کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ تیمور ترکی لشکر کے جنوب مین پہنچ گیا ہے چنانچہ ترکون نے اب جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا، دو دن مین ترک دریائے ہیلس تک پہنچے مگر وہان دیکھا تو تاتاریون کا پتہ نہ تھا، بایزید نے سوارون کے کئی دستے اپنے فرزند سلیمان کی سرکردگی مین جو بڑا لائق سپہ سالار تھا دریافت حال کے لیے دریا پار روانہ کئے،

سلیمان روانگی کے بعد ہی بہت جلد یہ خبر لے کر باپ کے پاس آیا کہ تیمور تو اس وقت ہم سے بالکل بچکر نہایت تیزی سے انگوریہ کی طرف جا رہا ہے،

یہ خبر سنکر بایزید چونکا، لشکر کو ساتھ لیے جلد دریائے ہیلس عبور کر کے اُسی رستے چلا جو تاتاری انگوریہ کی طرف راستہ درست کرتے ہوئے گئے تھے، انگوریہ کو بایزید اپنے لشکر کا صدر مقام پہلے ہی بنا چکا تھا،

تیمور نے جو چال اس وقت چلی تھی وہ بہت صاف اور ہوشیاری کی تھی، سیواس کے مغرب مین زمین کی کیفیت معلوم کر کے کہ وہ بہت اونچی نیچی ہے سوار فوجون کے کوچ کے لیے اُسے مناسب نہ سمجھا، اور اب بجائے مغرب کی طرف بڑھنے کے وہ جنوب کی طرف دریائے ہیلس کے کنارے کنارے اس طرح چلا کہ اپنے اور ترکون کے درمیان دریا کو حائل رکھا، یا یون سمجھئے کہ دریا نے جنوب سے شمال کی طرف بڑھنے مین جو بڑا چکر کاٹا تھا اس چکر کے باہر باہر تیمور جا رہا تھا اور چکر کے اندر تقریباً اس کے وسط مین بایزید تیمور کے اس حال سے بے خبر منتظر

تھا کہ تیمور سیواس کی طرف سے آنا ہوگا۔

۲۰ یہ زمانہ وہ تھا کہ اناج کی فصلین تیار کھڑی تھین، فقط کاٹنے کی دیر تھی، گھوڑون کے لیے گھاس چارہ بھی بکثرت میسر تھا، تیمور نے اپنے لشکر سے کچھ فوج ایک امیر کے سپرد کرکے حکم دیا کہ ترکون سے جا بھڑے، یہی تاتاری فوج تھی جو دھگیر اور جس سے دو دو ہاتھ چلنے کے بعد سلیمان پسر بایزید نے باپ کے پاس آکر تاتاریون کی خبر دی تھی کہ وہ انگورہ کی طرف جا رہے ہین

تیمور اس فوج کو روانہ کرنے کے بعد مع اپنے لشکر کے ایک موضع مین جس کا نام کوچ حصار تھا مقیم ہوگیا تھا، اسی زمانہ قیام مین ایک موقع پر اپنے پوتون اور فوجی سردارون کو فنون حرب کے دقائق پر درس دیتے دیتے کہنے لگا کہ

"دو طریقے ہین جنپر ہم اس وقت کاربند ہو سکتے ہین، ایک یہ کہ یہین قیام رکھ کر اپنے گھوڑون کو آرام دین اور جب ترک سامنے آئین تو ان کا مقابلہ کرین، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ترکون کے ملک مین ان کے ملک کو غارت کرتے ہوئے بڑھے چلے جائین اور اس طرح ترک مجبور ہو کر ہمارے تعاقب مین چل پڑین، ترکون کے لشکر مین زیادہ تر پیدل فوجین ہین اور جب اس طرح کا دور دراز سفر ان ترکی فوجون کو کرنا پڑے گا تو وہ بالکل خستہ و ماندہ ہوجائینگی[1]

کچھ تامل کے بعد کہا کہ دوسری رائے ہم پسند کرتے ہین اور اسی پر عمل کرینگے"

---

[1] "وچون روز شد حضرت صاحبقران تعلیم و ارشاد شاہزادگان و امرا را با ایشان صورت مشورت فرمود کہ در این مقام دو رائے است یکے آنکہ ہمین جا توقف کنیم کہ تا زمان رسید مخالف مردم و چہار پایان استراحت نمودہ کوفتگی راہ بیندازند دیگر آنکہ بمیان مملکت باغی در آئیم و غارت کنان میرویم و ایلغار بہر جانب می فرستیم تا او را از عقب بتعجیل بباید راند و لشکرش کہ بسیار پیادہ اند دیران شوند و بعد از تنبیہ بر دقائق جہانگیری رائے ثانی اختیار فرمود و از انجا کوچ کردہ روان شد" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۱۸

موضع کوچ حصار سے تیمور نے اپنی فوجون کا رخ بدلا، کچھ فوج جو بہت طاقتور تھی اُسے موضع مین چھوڑا، اور دو امیرون کی سرکردگی مین چند رسالے سوارون کے آگے روانہ کیے اوران کے ساتھ پیدل فوج بھی کردی تاکہ لشکر کے قیام کے لیے راہ مین جو جو مقام تجویز کرتے جائین وہان کنوین کھودتے چلین اور رسالون کے سوار گھوڑون سے اترکر اناج کی فصلین جس قدر ملین انھین کاٹ کر ساتھ لیتے تاکہ لشکر کے کام آئے،

اب تیمور کا لشکر کوچ حصار سے جو دریائے ہیلس سے کچھ ہٹا ہوا تھا انکوریہ کی طرف چلا راہ مین جو زمین آئی وہ زیادہ صاف تھی اور پانی بھی ضرورت کے لیے کافی ملتا گیا، اس کے علاوہ دریافت ہوا کہ انکوریہ کے قریب ہی سلطان بایزید کا تیار کیا ہوا لشکرگاہ راستے مین آئے گا، یہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، تیمور نے جلد جلد کوچ کرنا شروع کیا، انکوریہ کوچ حصار سے سو میل تھا، یہ سو میل تین دن مین طے کر لیے،

انکوریہ پہنچکر تیمور نے جیبہ[1] دیکھکر جو اخیر عمر مین بہت کم پہنا کرتا تھا پہنا، اور شہر انکوریہ کو ملاحظہ کرنے کے لیے نکلا، باہر باہر کئی چکر لگائے، شہر کے اندر ترکی فوجین محافظت شہر کے لیے موجود تھین اب تیمور نے انکوریہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور خود بایزید کے بنائے ہوئے لشکرگاہ کو دیکھنے چلا گیا، لشکرگاہ آج کل خالی پڑا تھا، بایزید نے جن ترکون کو اسکی پاسبانی پر چھوڑا تھا وہ سب وہان سے چلتے ہوئے تھے،

انکوریہ کا شہر ایک وسیع میدان کے مرکز مین واقع تھا، تیمور نے اب یہ فیصلہ کیا کہ سلطان بایزید نے اپنے لشکر کے قیام کے لیے جو لشکرگاہ تیار کیا ہے وہ تاتاری فوجون کے اترنے

---

[1] جیبہ پوشیدہ دیسال کردہ . . . . ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۱۷،

کے لیے ایسا ہی اچھا ہے جیسے کوئی دوسری جگہ ہو سکتی ہے، پس تیمور نے اپنی فوجین اسی چھاونی کے خیمون مین ٹھہرا دین جو ترکون نے اپنے لیے نصب کئے تھے، تاتاری فوجون نے تیمور کے حکم سے اُس چھوٹے سے دریا کے پانی کو بھی روک دیا جو انگوریہ کے شہر مین سے ہوتا ہوا گذرا تھا، شہر کی طرف پانی بند کر کے دریا کا گذر لشکرگاہ کی پشت سے کر دیا[۱]، جہان تاتاری فوجین جا اتری تھین،

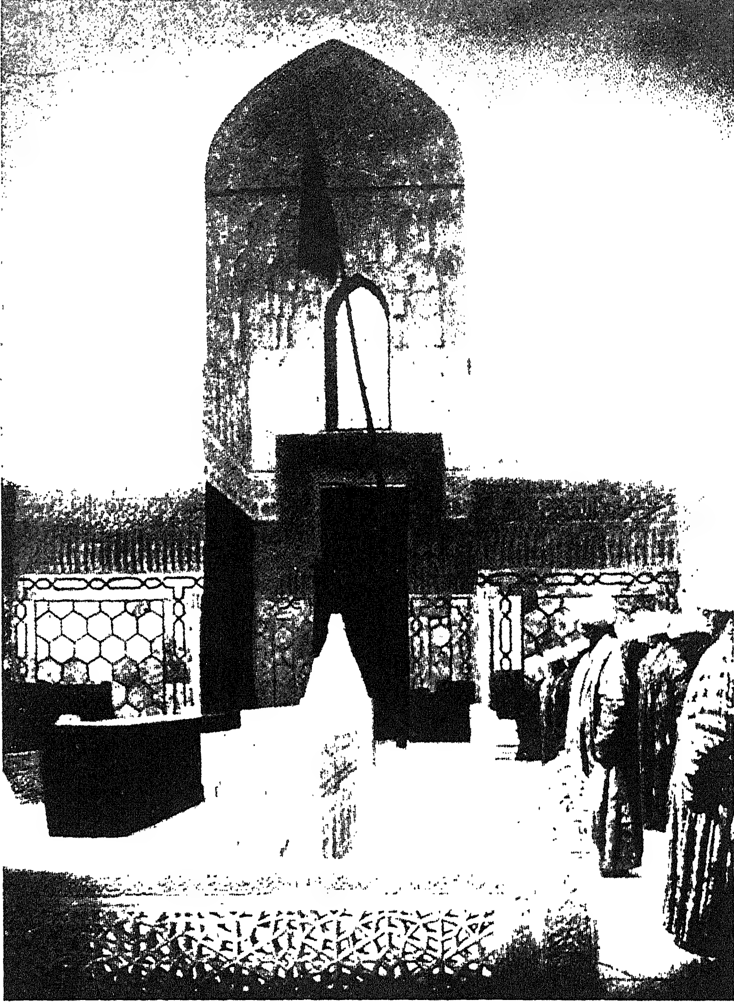
ترکی فوجین جو اب تاتاریون کا پیچھا کئے آ رہی تھین ان کے لیے اس دریا کے علاوہ دوسرا ذریعہ پانی حاصل کرنے کا صرف ایک چشمہ تھا، اس چشمہ کو تیمور کے حکم سے پہلے ہی بند اور اسکے پانی کو غلیظ کر دیا گیا تھا[۲]، تیمور کی سپاہ انگوریہ کی فصیلون کو توڑنے کا سامان کر رہی تھی مگر توڑنے نہ پائی تھی کہ قراولون نے سلطان بایزید کے قریب آجانے کی خبر دی، اور کہا کہ انگوریہ پہنچنے مین اب صرف بارہ میل بایزید کو اور چلنا ہے،

تیمور نے اس خبر کو سنتے ہی شہر پر حملہ روک دیا، بلکہ جو تاتاری حملہ کر کے ایک برج پر چڑھ گئے تھے ان کو بھی نیچے بلوا لیا، رات کو تیمور نے اپنی فوجون کو لشکرگاہ مین جس کے گرد خندقین کھدی تھین مقیم رکھا اور ہر جگہ آگ خوب روشن کرا دی، تاتاری رسالے تمام میدان مین رات بھر پہرے اور گشت پر رہے، مگر ترک صبح ہونے سے پہلے نمودار نہ ہوئے،

ترکی فوجون کو مسلسل منزلین طے کرتے ہوئے اب ایک ہفتہ ہو گیا تھا، راستے مین پانی اور غلہ بہت کم دستیاب ہوا تھا، کیونکہ تاتاریون نے پہلے ہی کھیتون سے اناج کاٹ لیا تھا، اور پانی کا چشمہ غلیظ کر دیا تھا، ترکی فوجین تھکی ہوئی پیاس اور میدان کی گرمی سے پریشان

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۴۲۰-۴۲۱ - [۲] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۰،



From a Painting by Verestchagin.]

امیر تیمور کے مقبرہ کے اندر کی تصویر
امیر کی قبر کا تعویذ سیاہ ہے

تھیں، یہاں پہنچیں تو دیکھا کہ اپنی ہی چھاؤنی میں دشمن کی فوجیں اتری ہوئی ہیں، اور سامان رسد ان کے پاس بخوبی موجود ہے، سب سے بڑی مشکل یہ ہوئی کہ پانی جب تک چھاؤنی کی پشت پر نہ جاؤ ملتا نہ تھا، اور سوائے یہاں کے اور کہیں پانی میسر نہ تھا، اور یہاں دشمن کا قبضہ تھا غرض ترکوں کے لیے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ تیمور پر حملہ کر دیں،

صبح دس بجے جب کہ دھوپ تیز ہو چکی تھی ترک بڑی دلیری اور ہمت سے آگے بڑھے اور یہ جلاوت و شجاعت ان کی وہی تھی جس نے بسا اوقات ان کو دنیا میں ناقابل تسخیر ٹھہرایا تھا، جانبین کی فوجیں جو ایک دوسرے کے مقابل آئیں، ان کی صفیں طول میں پندرہ میل میدان میں آراستہ تھیں، تاتاریوں کی فوج کا ایک بازو دریا کے کنارے تھا اور دوسرا اتنی دور تھا کہ نظر نہ آسکتا تھا، مگر یہ بازو ایک بلندی (تل)[1] پر ختم ہوتا تھا جس کے گرد ایک حصار تھا، مؤرخ لکھتا ہے کہ ترک کوس وطبل اور سنج بجاتے ہوئے آگے بڑھتے تھے، اور تاتاری فوجیں بالکل خاموش اپنی جگہ کھڑی تھیں،

تیمور اخیر وقت تک گھوڑے پر سوار نہ ہوا کل لڑائی اس کے امرا کی سپرد تھی، خود تیمور کے ساتھ سواروں کے چالیس دستوں سے زیادہ نہ تھے، پیدل فوج رسالوں کے پیچھے تھی،

۲۱۱ قول یعنی قلب لشکر کی فوجوں پر تیمور کا پوتا امیرزادہ محمد سلطان افسر تھا، اس کے پاس سمرقند کی فوجیں اور اسی قشون مع ان کے افسروں کے تھے، ان فوجوں میں زیادہ تر لوگ مشرقی اور وسطی ایشیا کے تھے، ہاتھیوں کے غول بھی ساتھ تھے، ان کے مجسم خود ان کی موٹی کھالیں تھیں جنپر طرح طرح کے رنگوں میں نقش و نگار بنے تھے، ان جسیم جانوروں سے حربی فوائد اٹھانے

---

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۵،

متصور نہ تھے جس قدر کہ اخلاقی اثر پہنچانا مقصود تھا[1]،

بایزید کے فرزند سلیمان نے جس قدر اسپ سوار فوج اس کے ساتھ تھی اس سے تاتاریون کے میمنہ (برنغار) پر جو قول سے دور تھا یلغار کیا، سلیمان خود اُس رسالے کے آگے تھا، جسمین ایشیائے کوچک کے سوار تھے، تاتاریون نے اس دھاوے کا جواب تیرون اور نفط سے کیا، ترکون کے ہزارہا گھوڑے اور پیدل سپاہی خاک اور دھوئین مین تیرون سے زخمی اور نفط سے جل کر زمین پر گرنے لگے،

ترکون مین ابتری پڑی ہی تھی کہ تاتاریون کے برنغار کی فوج اوّل نے ترکون پر دھاوا کیا، اور برنغار کی باقی فوجون کو امیر نورالدین جو تیمور کے قابل ترین امیرون مین تھا ساتھ لے کر ترکون پر بڑھا،

تاتاریون نے پہلے ہی ہلّے مین ترکون کا بڑھنا روک کر اپنا حملہ شروع کیا، امیر نورالدین نے سلیمان پسر بایزید کی فوجون کو ایسا بے ترتیب کر دیا کہ اُن مین سے بعض فوجین میدان سے ہٹ گئین، بایزید نے ایشیائے کوچک کے متوطن تاتاریون کی بھی ایک فوج تیار کی تھی لیکن لڑائی کے وقت جب اس فوج کے لوگون نے دیکھا کہ انہی کے قبیلون کے سردار تیمور کی فوج مین موجود ہین اور ترکون مین اب انتشار پیدا ہو چلا ہے تو انھون نے اس موقع کو بہتر سمجھ کر ترکون کا ساتھ چھوڑ دیا،

---

[1] و چہار زنجیر پیل شکوہ مندکوہ مانند کہ از بقیہ غنائم ہندوستان بہ اردوئے ظفر امکان بودند ہمہ را بجیم انداختہ و باسباب جنگ محکم ساختہ و بر بالائے ہر یکے کمانداران حکم انداز و نفط اندازان آتش بار جنگ را آمادہ گشتہ مقدم بر صفوف عساکر گردون مآثر ترتیب باز داشتند" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۶،

تاتاری لشکر کے برنغار سے تو امیر نورالدین نے بڑھکر ترکون کا کام تمام کیا ہی تھا، اب تاتاری جرنغار سے اسپ سوار فوج تین صفون مین آراستہ ترکون کی طرف بڑھی، اس نے ترکی سپاہ کے دستون کو جو میدان مین متفرق طور پر جمے تھے، پراگندہ کیا اور ترکون کی سوار فوج کو جس کے گھوڑے اچھے نہ تھے مغلوب کرلیا، تاتاری رسالے ترکون کے رسالون کو مارتے مارتے اتنی دور نکل گیے کہ تیمور اب ان کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا،

یہ موقع تھا کہ امیرزادہ محمد سلطان جو قول کی سرداری پر تھا گھوڑا دوڑاتا ہوا دادا کے پاس آیا، گھوڑے سے اتر دو زانو ہو عرض کیا کہ بایزید کی پیادہ فوج پر جو بکثرت میدان مین موجود ہے یکلخت حملہ کرنے کی اجازت دیجائے، تیمور نے اسکی اجازت نہین دی،

بلکہ محمد سلطان کو حکم دیا[1] کہ سمرقند کے قشونون اور بہادرون کی ایک جماعت کو جو تاتاریون مین نہایت دلاور مشہور تھی ساتھ لے کر لشکر کے جرنغار کو کمک پہنچائے جس کے رسالے دشمن پر حملہ کرتے ہوئے دور نکل گئے ہین،

اتنا سنتے ہی اس بڈھے فاتح کے چاہیتے پوتے نے اپنا سرخ عَلَم بلند کیا اور تیمور کے بہترین
دلاورون کو ساتھ لے میدان مین گھوڑے ہوا کر دیئے | اور فوراً تاتاری جرنغار پر کمک پہنچائی ٢١٢
جہان لڑائی بڑے زور کی ہو رہی تھی، یہان ترکون کی طرف سے ایک سمت سرب کے عیسائی سوار سر سے پاؤن تک لوہے اور فولاد مین غرق پہاڑ کی طرح بے حس و حرکت کھڑے تھے، تاتاری ان پر حملہ کرتے تھے اور وہ فولادی لباس پہنے جان بچانے کی کشمکش مین تھے[2]، پہاڑی

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ٤٣١-٤٣٢،

[2] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ٤٣٢:- "و دلاوران افرنج نیز در مقابلہ دست تهور بمدافعہ و مقاتلہ برکشادہ کوششہای

پر ہر جگہ یورپ کی قوی ہیکل پیدل فوجین پھیلی ہوئی تھین، اسی معرکہ مین سرب کا بادشاہ پیٹرلازرس مارا گیا، اور امیرزادہ محمد سلطان کو بھی ایسا زخم پہنچا کہ گھوڑے سے اتر پڑا، بہرکیف بایزید خان کے برنغار کا تاتاریون نے قلع قمع کر دیا،

اب بایزید اپنی کثیر پیدل فوج کے ساتھ تنہا رہ گیا، اس فوج کے لیے کہین خندقین پناہ لینے کے لیے موجود نہ تھین، تاتاری سوارون نے دائین بائین ہر طرف سے ترکی پیدلون پر حملہ شروع کیا، تیمور نے اس وقت تاتاری لشکر کے قول کی سرداری خود اختیار کر لی، اور بایزید کی پیدل فوجون کی طرف چلا،

عثمانی ترکون کی سب سے زیادہ بہادر اور شاندار فوج نے جس کا نام ینگ چری تھا، اب تک ایک ہاتھ بھی تلوار کا نہ چلایا تھا، کیونکہ یہ پہلے ہی سے ایک جگہ ایسی معرض ہلاکت مین کھڑی تھی کہ وہان سے زندہ بچکر نکلنے کی قطعی امید نہ تھی، سلطان بایزید بھی دل مین کہہ رہا تھا کہ ایشیا کے اس زبردست شطرنج باز کی چالون کا جواب دینا ممکن نہین، ترکی فوجین جو پیچھے تھین یہ دیکھکر کہ ابھی راہ فرار کھلی ہے میدان سے بھاگین، باقی فوجین تاتاریون کے یلغار سے عاجز ہوکر دور جہان جگہ ملی جا کھڑی ہوئین، تاتاریون کے ہاتھی بھی ترکی فوجون مین سے گذرے، ان دیو صورت جانورون کی پشت پر برجون کی شکل کے ہودج مین نفط انداز بیٹھے ترکون پر آگ برساتے تھے، اور اس جلتے میدان مین خاک کے بادل اٹھ رہے تھے اور شور سے کانون کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹) مردانہ میمنہ و زدند و چند نوبت از طرفین غلبہ کردہ یکدیگر را برانداختند و آخر الامر ظفر پیشگاہ لشکر منصور غالب آمدہ دمار از روزگار پسر بر لاس افرنجی (یعنی پیٹرلازرس بادشاہ سرویہ) و سپاہ او کہ برنغار لشکر مخالف بشکوہ ایشان آراستہ بود برآوردند و پیادہ بسیار در زیر دست و پائے اسپان لگد کوب بلا شدہ عرضہ فنا گشتند"

پر وسے پھٹے جاتے تھے خستہ و کوفتہ ترک اپنی جانین دے رہے تھے، بہت سے ایسے تھے کہ بھاگتے بھاگتے بیہوش ہو کر گرتے تھے اور مرجاتے تھے[1]

سلطان بایزید ایک ہزار فوج ینگ چری کے ساتھ ایک پہاڑی پر تاتاریون سے تیسرے پہر تک لڑتا رہا، ہاتھ مین تبر تھا اور اپنے دلاوروں کو ساتھ لیے دشمن سے مقابلہ کرتا تھا، فوج ینگ چری کا یہ حال تھا کہ جب طرح واٹرلو کی لڑائی مین نپولین کے بہادر جنھین "اولڈ گارڈ" کہا جاتا تھا اپنی جگہ سے اس وقت بھی نہ ہلے تھے جب کہ تمام فرانسیسی لشکر نے فراریون کے ایک انبوہ کی شکل اختیار کرلی تھی اسی طرح بایزید کی یہ فوج خاصہ بھی جہان تھی وہین کٹ کر مرگئی، نہ قدم کو جنبش ہوئی اور نہ ہاتھ سے تلوار چھوٹی[2]

جب شام ہوگئی تو بایزید گھوڑے پر سوار چند بہادرون کو ساتھ لیے اس کوشش مین ہوا کہ تاتاریون کی فوجون مین سے رستہ کاٹ کر لڑتا ہوا میدان سے نکل جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا مگر تاتاریون نے تعاقب کیا، سلطان کے ہمراہیون کو تیرون سے ہلاک کیا، بایزید کے گھوڑے کے بھی ایک تیر ایسا لگا کہ وہ گرگیا، تاتاریون نے فوراً دوڑ کر سلطان بایزید کو گرفتار کرلیا، اور اس کی مشکین کس کر تیمور کے خیمے مین لائے،

قصہ مشہور ہے کہ تیمور اس وقت اپنے سراپردہ مین بیٹھا امیرزادہ شاہ رخ سے شطرنج

---

[1] "وامیر شیخ نورالدین وامیر برندق داد مردی و مردانگی دادہ پیادگان میسرہ مخالف را از بالائے کوہ بہ نشیب خطر واندوہ راندند......." ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۳،

[2] "وبیشتر گریختگان از تشنگی فوت شدند چراکہ آفتاب در ششم درجہ اسد بود و ہوا غایت گرم، و دوران مرحلہ کہ ایشان برزم گاہ راندند آب نبود،" ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۶،

کھیل رہا تھا جس وقت اس نے بایزید کو دیکھا کہ مصیبت مین بھی چہرے پر ایک شان برستی ہے تو اٹھا اور دروازے تک آیا، اس وقت تیمور کے چہرے پر کسی قدر تبسم تھا،

۲۱۶ بایزید سے شجاعت اور تمکنت رخصت نہین ہوئی تھی، چلّا کر کہا "جو خدا کا مارا ہو اس پر ہنسنا اچھا نہین"

تیمور نے آہستگی سے جواب دیا، "مین اس بات پر ہنستا تھا کہ اُس کارساز بے ہمتا کی کارسازی کو دیکھو جس نے اس دنیا کی حکومت کس کو دی ہے؟ ایک مجھ جیسے لنگڑے کو اور دوسرے تم جیسے اندھے[1] کو" اس کے بعد تیمور نے بہت متانت سے کہا "سب جانتے ہین کہ اگر تم غالب ہوتے تو میرا اور میرے ساتھیون کا کیا درجہ کرتے[2]"

سلطان بایزید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا، تیمور نے فوراً حکم دیا کہ بایزید کی مشکین کھول دی جائین، اور پھر تیمور نے بایزید کو مسند پر اپنے پہلو مین بٹھایا[3]، مگر اس مسن فاتح کو یہی منظور ہوا کہ ترکون کے اس سلطان معظم کو اپنی نظربندی مین رکھے، مگر اس کے ساتھ ہمیشہ اخلاق سے پیش آیا، بایزید

---

[1] سلطان بایزید کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی، مترجم،

[2] "با این ہمہ ہمگنان را معلوم است کہ اگر حال برعکس بودے و این قدرت و استیلا کہ حضرت عزت مرا ارزانی داشتہ ترا دست دادہ بودے بر من و لشکر من این زمان چہا گذشتے اما بشکرانہ نصرت و فیروزی کہ از عنایت و رحمت حق مرا روزی شدہ دربارہ تو و مردم تو جز نکوئی نخواہم کرد خاطر آسودہ دار" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۹،

[3] "چون اولیاے دولت قیصر روم را دست بستہ ہنگام نخفتن بدرگاہ عالم پناہ آوردند و چون بغیر ملاقی استعسار یافت مورد او را بہ اعزاز و اکرام تلقی فرمودہ نزدیک خود بہ نشاندند" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۴،

نے تیمور سے درخواست کی کہ اس کے دو بیٹون (موسےٰ اور مصطفےٰ) کو تلاش کرایا جائے، تیمور نے فوراً تواچیون کو تلاش کا حکم دیا، دومین سے صرف ایک یعنی موسیٰ ملا جسے تیمور کے سامنے حاضر کردیا گیا، حضرت صاحبقران نے اُسے خلعت دیا اور باپ کے پاس بھیجدیا[1]، سلطان بایزید کے دوسرے لڑکے مصطفےٰ کا پتہ نہ چلا، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ لڑائی مین مارا گیا تھا، بایزید کے باقی جس قدر فرزند لڑائی مین شریک ہوئے تھے وہ میدان جنگ سے فرار ہوچکے تھے،

تیمور کی فوجین بقیہ ترکون کے تعاقب مین ہرطرف دوڑتی ہوئی سمندر تک گئین، جب امیر شیخ نورالدین نے بروصہ فتح کرلیا جو عثمانی ترکون کا دارالسلطنت تھا تو اس نے سلطان بایزید کے اموال اور خزائن اور اسکی کنیزون کو جو تعداد اور حسن دونون مین بڑا درجہ رکھتی تھین امیر تیمور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲) یہ مشہور قصہ کہ بایزید کو تیمور نے ایک لوہے کے پنجرے مین بند کردیا تھا اور ایک وحشی جانور کی طرح اسے تمام لشکر مین گشت کرایا تھا شاعر مارلو نے اپنے افسانے مین بیان کیا ہے، اس افسانہ کا نام "تمر لنگ اعظم" ہے، اس قصہ کی ابتدا ابن عرب شاہ کے بیان سے ہوئی ہے جو تیمور کے عہد نویس مورخون مین تھا، اس نے صرف اتنا لکھا تھا کہ "ابن عثمان صیاد کے پھندے مین پھنس گیا، اور ایک طائر کی طرح قفس مین بند ہوگیا" ہربرٹ ایڈمزگبین نے اس کی شرح یہ کی کہ جس قفس مین بایزید بند کیا گیا تھا غالباً وہ سلاخون دار کوئی گاڑی تھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ گرفتاری کے تھوڑے ہی دنون بعد بایزید بیمار ہوگیا تھا، اس حالت علالت مین ممکن ہے کہ اسے محفہ مین بٹھانا پڑا ہو، بایزید جب بیمار ہوا تو تیمور نے اپنے خاص طبیبون کو اس کے معالجہ کے لیے بھیجا، اور بہت لطف اور مکرمت کے ساتھ اس سے پیش آتا رہا، اتنا ضرور ہوا کہ جب اس فتح کی خوشی مین جشن کیا تو بایزید کو بھی اس مین شریک ہونے پر مجبور کیا،

(مصنف)

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۰،

کی خدمت مین بھیجا، تیمور کا مورخ لکھتا ہے کہ یہ کنیزین رقص و سرود مین یکتائے وقت تھین،
اور اب جس وقت تاتاری بارگاہ امیر مین تمام اطراف سے مال غنیمت لے کر حاضر ہوئے اور
جشن وطوی کا سامان ہوا تو اس سامان مین یورپ کی شرابین اور یورپ کی عورتین بھی تھین،

اس جشن فتح مین بایزید ایلدرم بھی بلایا گیا، مجبوراً شریک ہونا پڑا، تیمور نے اسے اپنے قریب
بٹھایا، اور حکم دیا کہ سلطان کا لباس قیصری جو پروصہ کے مال غنیمت مین آیا ہے حاضر کیا جائے
لباس حاضر کیا گیا، بایزید نے بادل ناخواستہ تاج مرصع | اپنے سر پر اور عصائے زرنگار جو اس کی ۲۱
فتوحات کا نشان تھا اپنے سامنے رکھا،

جب لباس قیصری پہن چکا تو اب خود اسی کے توشہ خانہ کی شرابین جنھین وہ پیا کرتا تھا
اس کے سامنے لائی گئین، لیکن ایلدرم نے ایک قطرہ بھی ان کا نہ پیا، اور دیکھتا رہا کہ اسی کے
حرم کی کنیزین بے نقاب ہو کر نئے فاتحون کو مسرور و محظوظ کر رہی ہین [۱]

انھی حسین عورتون مین ایک طرف اس نے اپنی چاہیتی بیوی دسپینہ کو بھی دیکھا جو بادشاہ
سرب کی بہن تھی، یہ بادشاہ سرب (سٹیفن لازرس) اسی جنگ مین کام آچکا تھا، اس وقت زندہ نہ
تھا، دسپینہ عیسائی تھی اور بایزید اس کو اس قدر چاہتا تھا کہ مسلمان ہونے پر اسے مجبور نہ کر سکتا تھا [۲]

---

[۱] یہ تخصیص کہ خاص ایلدرم کی کنیزین فاتحون کو مسرور کرتی تھین پڑھنے مین نہین آئی، ظفرنامہ کی عبارت یہ ہے:
"ساقیان ماہ رخسار شیرین گفتار بادہائے تلخ خوشگوار دادہ و مغنیان خوش آواز نغمہ پرداز زمان بہجت در
اہتزاز بہ ادائے این سرود برکشادہ ...."
ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۰، اس کے بعد بھی ایک مجلس انس منعقد ہوئی تھی جس کے حالات اسی جلد مین صفحات ۴۵۹
اور ۴۶۰ پر بیان ہوئے ہین، (مترجم)

[۲] "و مکرمت حضرت صاحبقران زن ایلدرم بایزید دسپینہ دختر برلاس افرانجی با دختر و سائر متعلقانش پیش شوہر

بایزید ایلدرم اس جشن مین بالکل ساکت اور خاموش بیٹھا رہا، عود کے بخور مین سے اُن حسینون کو دیکھتا تھا جو کبھی اس کا پہلو گرم کیا کرتی تھین، یہ وہ عورتین تھین جنھین کنیزان جنگ مین سے خاص طور پر اپنے عیش و نشاط کے لیے اس نے منتخب کیا تھا، ان مین بعض مہوشانِ ارمن تھین جن کی زلفین سیاہ تھین، بعض حسینان چرکس تھین جن کے بال زرتار کے لچھے معلوم ہوتے تھے، روس کی فربہ مگر ملیح صورتین اور یونان کی آہو چشم پریان بھی انہی مین تھین، سوائے اس موقع کے انھون نے کبھی حرم سے باہر قدم نہ نکالا تھا،

ایشیا کے تاجدار اس وقت بایزید کا حال دیکھ رہے تھے، کسی کو تعجب تھا، کوئی ہنستا اور اور دل مین خوش ہوتا تھا، کوئی بایزید کا باوجود اس حال زار کے بھی روادار نہ تھا، مقتضائے فطرت تھا کہ اس وقت بایزید کو اپنے وہ خطوط یاد آتے ہون جو ایک سال پہلے اس نے امیر تیمور کو لکھے تھے، اس خیال سے غصہ اور رنج سے دل پھکا جاتا ہوگا مگر ضبط و پندار اس غصے اور رنج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۴) فرستاد، واز میامن اخلاق خرد دین پرور آن عورت کہ تا غایت درخانہ قیصر بکفر گذرانیدہ بود بشرف اسلام استسعاد یافت" ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۸- ظفر نامہ مین دسپینہ کو دستینہ اور پٹیر لازرس بادشاہ سرویا کو پسر بر لاس افرنجی لکھا ہے، دسپینہ پٹیر لازرس کی بہن تھی، دختر لکھنا غلطی ہے، ظفر نامہ کی جلد دوم صفحہ ۴۵۲ پر بیان ہوا ہے کہ ایلدرم کی بیوی اور دو بیٹیون کو بروصہ سے قریب ایک موضع مین جسکا نام نیکی شہر تھا امیر نور الدین نے گرفتار کر کے تیمور کے پاس بھیجدیا تھا، جس دختر کا اوپر کی عبارت مین ذکر ہے غالبًا وہ انہی دو لڑکیون مین ہوگی، انہی مین سے ایک سے امیر زادہ ابو بکر نے حضرت صاحبقران سے اجازت لیکر عقد نکاح کیا تھا۔ دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۵۶) یہ خیال کہ دسپینہ جو بایزید کی بیوی تھی کنیزون اور لونڈیون مین بیٹھی تھی لغو ہے، بایزید کو تیمور نے اپنے قریب بٹھایا تھا یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس کی بیوی کو وہ گانے بجانے والی عورتون مین بٹھاتا، مصنف کو ایشیائی عورتون اور مردون کی مجلسون کا حال معلوم نہین ہے، یورپ کے رنگ پر لکھ رہا ہے، (مترجم)

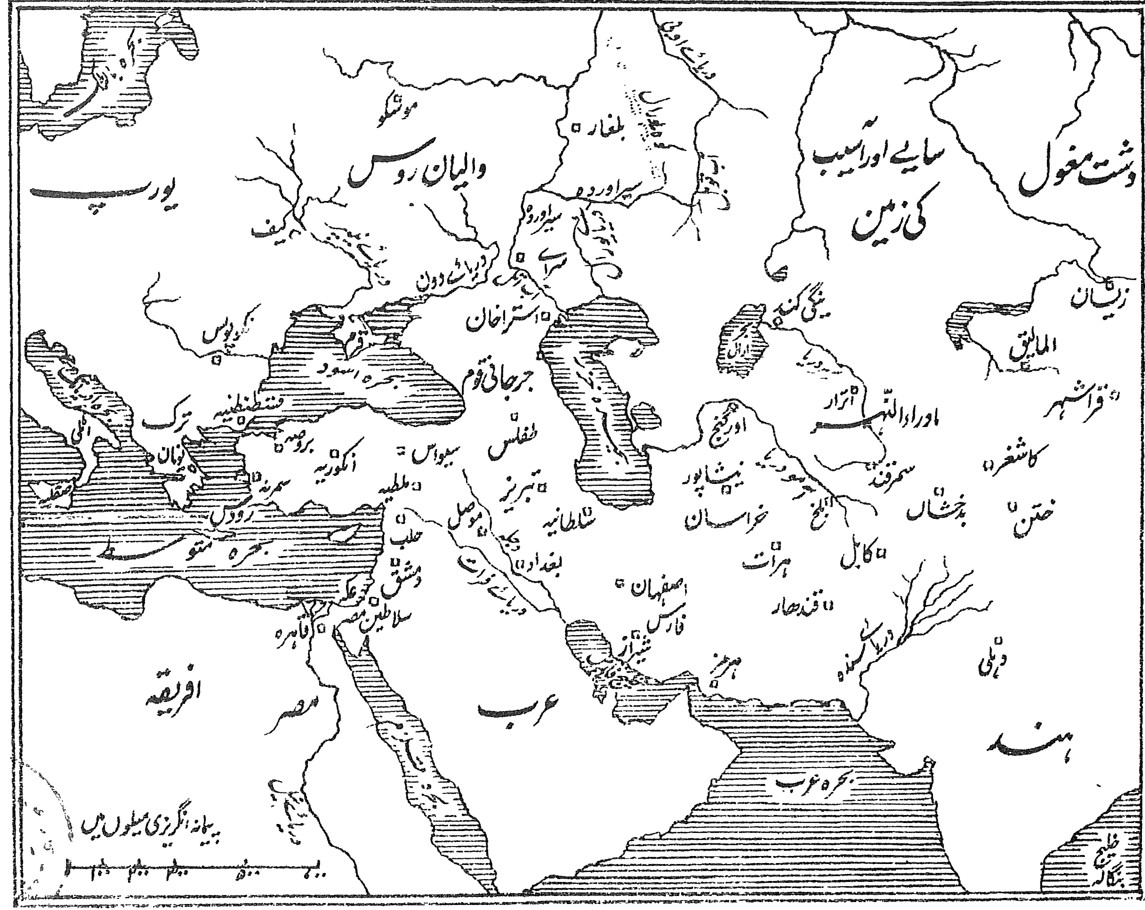
کو ظاہر نہ ہونے دیتا ہوگا، اس جشن وضیافت مین بایزید دسترخوان پر بیٹھا مگر ایک لقمہ تک اٹھا کر نہ کھایا، کیا تیمور اس وقت تجاہل عارفانہ کر رہا تھا، شاید معزول قیصر کو قیصری لباس مین دیکھ کر محض حیرت کر رہا ہو، کیا واقعی تیمور اس خیال مین تھا کہ اس وقت اس معزز قیدی کی وہ فی الواقع عزت افزائی کر رہا ہے، یا یہ کہ یہ جشن وضیافت محض اس نیت سے ہے کہ بایزید کی تحقیر وتذلیل کیجائے، واقعہ حقیقت مین کیا تھا اس کا حال کسی کو نہین معلوم[1] خود بایزید کی حالت بھی اس وقت ایسی نہ تھی کہ جو کچھ پیش آرہا تھا اس کی کچھ پروا کرتا، روم اور توران کے مطرب ومغنی فتح کے شادیانے گا رہے تھے، مگر بایزید ایلدرم کے کانون مین ابھی تک لڑائی کے نقارے اور نفیر اور برغو کی آوازین گونج رہی تھین،

اس پر بھی عصائے زرنگار کی گرفت بایزید کے ہاتھ مین مضبوط تھی، گو اس کے بھاری جسم پر تکلیف اور غصہ سے ایک رعشہ تھا، لیکن جس وقت تیمور نے اپنی خلوت مین بایزید کی گانیوالیون کو بلا کر فرمایش کی کہ ترکون کی عاشقانہ چیزین سناؤ تو بایزید کو ضبط نہ رہا، اٹھکر دروازے کی طرف چلا، حاضرین مجلس نے اُسے روکا نہین، دو تاتاری امیر فوراً دوڑے اور اس کے بازوؤن کو سہارا دیتے ہوئے چلے، اس طرح بایزید سر نیچا کئے اس مجلس انس سے رخصت ہوا،

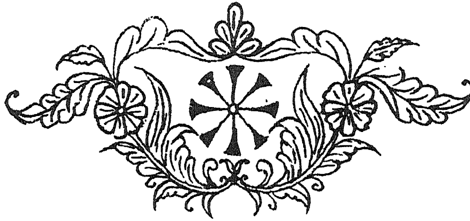
کچھ دنون بعد تیمور نے حکم دیا کہ دسپینہ بایزید کے پاس اس اطلاع کے ساتھ بھیجی جائے کہ ۲۱
ہم ایلدرم بایزید کو اس کی چاہتی بیوی واپس کرتے ہین[2]

۱؎ لیکن مولانا شرف الدین علی یزدی لکھتے ہین کہ حضرت صاحبقران بایزید کو جشن اور ضیافت مین اس لیے مدعو کیا کرتے تھے کہ بایزید نے جہان امیر کا قہر وعتاب دیکھا تھا وہان اس کی مہربانیان اور نوازشین بھی دیکھ لے، دیکھو ظفرنامہ صفحہ ۴۵۸،

اس نقشے سے تیمور کی سلطنت کا اندازہ ہوتا ہے



غرض اس طرح ایلدرم گرجتا بادل اٹھا اور محو ہو گیا، عیش و عشرت کی زندگی اور اس لڑائی کی بلائے بے درمان نے اس کی طاقت سلب کر لی تھی، غرور ٹوٹ چکا تھا، چند ماہ کے بعد انتقال کیا۔[1]



(بقیہ حاشیہ ۳۴۶) ؎ اس اطلاع کا ذکر مین نے کہین نہین پڑھا اور نہ کہین یہ بات پڑھنے مین آئی کہ ایلدرم نے اپنے کسی خط مین تیمور کی چاہتی بیوی کو بے عزت کرنے کا قصد ظاہر کیا تھا جس کے جواب مین اب تیمور ایک طنز آمیز جملے کے ساتھ دسپینہ کو واپس کرتا۔ (مترجم)

[1] پنجشنبہ کے دن چودھوین شعبان سنہ ۸۰۵ ہجری کو بایزید کا آق شہر (ایشیائے کوچک) مین مرض ضیق النفس اور خناق مین انتقال ہوا، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۸۹،

تیسوان باب ۲۱۷

تیمور کا یورپ کے دروازے پر پہنچنا،

تاتاریون سے ایک ہی جنگ مین ترک ایسے منہزم ہوے کہ پھر لڑنے کا دم نہ رہا، عثمانی ترکون کا دارالسلطنت انگورہ تیمور نے فتح کرلیا، بروصہ (برسا) اور نیقیہ (ازنیق) کو تاتاریون نے یکلخت حملہ کرکے تسخیر کیا، اور ترک بھاگ بھاگ کر جزیرۂ نمائے ایشیا کے ساحلون پر ہر سمت مین جمع ہونے لگے، کشتیان جیسی کچھ ملین خواہ ماہی گیرون کی ہوئین خواہ امیرون کی سیر وتفریح کی اُن مین سوار ہوکر ساحل سے چل کر جزیرون مین اتر گئے، اہل یونان اور اہل جنیوا مین جو لوگ جہازون کے مالک تھے انھون نے سلطان بایزید کی فوجون کو ایشیا کے ساحل سے یورپ پہنچا دیا،

یہان سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیون نے ترکون کو جو اُن پر تشدد کیا کرتے تھے کیون خطرے سے نکال کر امن کی جگہ پہنچا دیا، اس سوال کا جواب معلوم نہین، غالباً ترکون نے عیسائیون کو جہازون کا کرایہ دیا ہوگا، یا ممکن ہے کہ یونانیون نے اسی مین سیاسی مصلحت دیکھی ہو کہ جو قومین

صاحب شوکت ہین ان کو اپنے اوپر مہربان رکھنا چاہیئے، یونانیون کے گماشتون نے تیمور سے بھی روپیے اور جہازون سے مدد دینے کا وعدہ اس شرط سے کیا تھا کہ تیمور سلطان بایزید سے اور آگے بڑھ کر لڑنے جائے، لیکن تیمور یونانیون کی اس دوگونہ کارروائی سے ناراض ہوگیا بالخصوص اس وقت جبکہ انھون نے تاتاری لشکر کو ترکون کے تعاقب مین سمندر پار اپنے جہازون مین بٹھا کر لیجانے سے انکار کیا،

ایک مہینے مین یہ حالت ہوگئی کہ نہ کوئی مسلح ترک ایشیائے کوچک مین اور نہ کوئی تاتاری یورپ مین نظر آتا تھا، سمرقند کے سوار گھوڑے دوڑاتے ساحل تک آئے اور ادھر ہی کے کنارے سے انھون نے قسطنطنیہ کے چمکتے ہوئے سنہری برجون کو دیکھا، اور پھر جنوب کا رخ کر کے پرانے شہر تروجہ کے شکستہ آثار پر سے جو ہزارہا برس سے زمین مین دبے پڑے تھے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گذر گئے، یہی وہ قدیم شہر تھا جہان کبھی ہیلن اپنا دربار کیا کرتی تھی، کچھ دنون بعد ان تاتاریون کو ازمیر (سمرنا) کا پتہ چل گیا، ازمیر عیسائی مجاہدان صلیب کا مرکز تھا، یہان فرسان یوحنا کا مشہور قلعہ تھا اور یہ قلعہ اس درجہ مضبوط تھا کہ ایک زمانے مین سلطان بایزید نے چھ برس تک اس کا محاصرہ جاری رکھا تھا مگر اس پر بھی وہ فتح نہ ہوسکا تھا، یہ زمانہ جاڑے کا تھا، مینھ خوب برستے تھے، لیکن تیمور نے جب سنا کہ ازمیر مین نصرانیون کا قلعہ ایسا ہے کہ بایزید سے چھ برس کے محاصرے مین بھی فتح نہ ہوسکا تھا تو خود اوسے دیکھنے گیا،

قلعہ ازمیر سمندر کی ایک خلیج کے کنارے بلندی پر واقع تھا، تیمور کی فوجین جس وقت[1] وہان پہنچین تو سنت یوحنا کے نصرانی شہسوارون نے قلعہ کو تاتاریون کے حوالے کرنے سے

---

[1] روز شنبہ ششم جمادی الاول ۸۰۵ھ ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۷۲،

انکار کیا [حاشیہ] تیمور نے محاصرہ شروع کر دیا، تاتاری فوجون نے خلیج مین آکر لکڑی کے بلند پیل پائے قائم کر کے اوران پر تختے پاٹ کر ایک پل سا بنا دیا جس پر تیراندازون اور نفط اندازون نے بیٹھکر قلعہ پر تیر اور نفط کے گولے برسائے، اور اسی پل کی آڑ مین دیوارون کے نیچے نقب چیون نے اپنا کام شروع کیا[۱]، خلیج کا دہانہ سمندر کی طرف تنگ تھا، تیمور نے حکم دیا کہ اس دہانے کو پتھرون کے انبار سے پاٹ دیا جائے تاکہ خلیج کی کشتیان سمندر کی طرف نہ نکل سکین، اس خوف سے کہ کہین خلیج سے جہازون کا رستہ بند نہ ہو جائے یورپین عیسائیون کے لیے دو ہفتے کافی تھے[۲] کہ وہ سب کے سب قلعہ سے نیچے اتر کر لڑتے بھڑتے خلیج کی طرف جائین اور وہان اپنے جہازون مین بیٹھ جائین، عیسائی جو جہازون تک پہنچے ان کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی، شہر ازمیر کے مفتوح باشندے بھی چاہتے تھے کہ انھی جہازون مین سوار ہو کر وہ بھی بھاگین لیکن سنت یوحنا کے شہسوارون نے کبھی تلوارون سے اور کبھی کشتیون کے چپو مار مار کر ان لوگون کو جہازون سے دور رکھا، دوسرے دن جزیرہ رودس سے عیسائیون کا ایک بیڑا آگیا،

جس وقت فرسانِ یوحنا کے جہاز ساحل کے سامنے سے گذرنے لگے، تاتاری اس وقت قلعہ ازمیر پر پہنچ چکے تھے، جہازون کو دیکھتے ہی تاتاریون نے اُن کی سلامی ایک عجب انداز سے اتاری، اور یہ اس طرح کہ عرادون اور منجنیقون مین پتھرون کی جگہ صلیبی سپاہیون کے کٹے

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۷۳، [۲] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۷۷، و ۴۷۸ ۔

"ازمیر خراب گشت ازمیر | تیمور مؤید جہان گیر
وآن قلعہ کہ ہیچ شاہ نفگند | بر کنگرہ اش کمند تسخیر
در جنگ ہفت سال قیصر | نہ نشاد بران غبار تغییر
بگرفتن وکندنش زبنیاد | این شہ بد و ہفتہ یافت تیسیر
این است کمال کامگاری | بازوے قوی وحسن تدبیر"

ہوئے سر رکھکر عیسائیون کے جہازون پر تاک تاک کر مارتے، غرض عیسائیون کے جہاز عیسائیون کو لے کر چلے اور تاتاریون نے بھی ازمیر سے کوچ کیا، دو اونچے اونچے منارے عیسائیون کے کٹے ہوے سرون کے بنا کر اپنی نشانی پیچھے چھوڑ گئے،

ایشیائے کوچک کو جس وقت ترک خالی کرنے لگے تو قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر جو تاتاریون کے خوف سے مدت کے بھاگے بھاگے پھرتے تھے مختلف راہین اختیار کرکے اس ملک سے نکل گئے، بادشاہ بغداد سلطان احمد جلائر نے سلاطین مصر کے دربار مین پناہ لی اور قرا یوسف عراق عرب چلا گیا، اس کے حق مین صحرائے عرب بمقابلہ شاہی دربارون کے زیادہ محفوظ مقام ثابت ہوا، تاتاریون کی فوجکشی کا نشانہ اب مصر کا ملک ہونے والا تھا لیکن سلطان مصر نے فوراً اطاعت نامہ لکھ بھیجا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا، اور تیمور کے نام کا خطبہ مصر کی مسجدون مین شروع کرا دیا اور سلطان احمد جلائر کو جو مصر مین پناہ لینے گیا تھا نظر بند کر دیا،

یورپ کے بادشاہون کا رنگ اس زمانے مین کچھ عجیب تھا بیحد متجسس اور حیرت زدہ تھے، دل مین خوش بھی تھے اور خوف بھی کچھ کم نہ رکھتے تھے، یورپ کی دہلیز پر ایسے طوفان عظیم کے اٹھنے سے حواس باختہ بھی تھے اور حیرت سے حیرت اس پر کرتے تھے کہ جس ملک مین ترکون کو حکومت کرتے ہوئے ایک صدی گذری تھی وہان یہ نوبت ہوئی کہ مشرق سے ایک تاتاری فاتح آیا اور ان کے بادشاہ بایزید اور اُنکی فوجون کا کہین نام و نشان نہ رہا،

انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم نے امیر تیمور کو بڑی بے تکلفی کی ادا مین مبارکباد دی

ل "اشارت علیہ صدور یافت کہ از سرہائے گبران کہ بہ تیغ از تن جدا شدہ چندے بکیان رعد سوئے کشتی انداز ندو رعد اندازان سرے چند بجانب ایشان انداختند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۷ (مترجم)

چارلس ششم بادشاہِ فرانس نے اسقفِ سلطانیہ یوحنا کو جو امیر تیمور کے پاس سے سفارت لایا تھا، فوراً دربار مین مدعو کیا اور اُسے بہت سے خطوط اور تحائف دے کر تیمور کے پاس واپس بھیجا،

قیصر قسطنطنیہ مانیول جواب تک یورپ مین سرگردان و پریشان پھر رہا تھا خوش ہوتا ہوا ۲
قسطنطنیہ واپس آیا اور ایک اطاعت نامہ مع وعدۂ خراج حضرت صاحبقران کی خدمت مین روانہ کیا، گذشتہ قیصرانِ اعظم کے اس تہی دست نام لیوا کو امیر تیمور گورگان ایسا سرپرست اور مربی ملا کہ یورپ کے بادشاہون مین سے بھی کوئی بادشاہ نہ ملا تھا،

لیکن یہ بات اسپین والون کو نصیب ہوئی کہ امیر تیمور سے واقعی ارتباط پیدا کرین، تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ ہنری سوم بادشاہ قشتالیہ نے دو بڑے فوجی مبصرون کو مشرق کی طرف اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ وہ ترکون کی سیاسی تدبیرون اور ان کی قوت کا صحیح اندازہ کر کے اطلاع دین، ان مبصرون مین ایک پیلایو دی سوتومیور اور دوسرا فرنند و دی پلازیلوس تھا، یہ دونون ایشیائے کوچک مین پھرتے پھراتے تیمور کے لشکر مین ٹھیک اس وقت پہنچے جبکہ تاتاری انگوریہ کی فتح مین مصروف تھے یہ لڑائی انھون نے بچشم خود دیکھی، امیر تیمور نے دونون کو اپنے دربار مین بلایا، اور دو عیسائی عورتین ان کو بطور تحفے کے عنایت کین، یہ عورتین بایزید کے اسیرون مین سے تھین، مورخ نے ایک کا نام انجلینو لکھا ہے، یہ حسن مین مشہور تھی اور رئیس ہنگاریہ جون کی بیٹی تھی، دوسری عورت یونان کی رہنے والی تھی جسکا نام ماریہ (مریم) تھا، ان اسپینی سفیرون کے ہمراہ تیمور نے اپنا ایک سفیر بھی قشتالیہ روانہ کیا اس اخلاق و مکرمت کے بدلے مین شاہ قشتالیہ نے یہ کیا کہ جب وقت تاتاری سفیر کو رخصت کرنے لگا تو تعظیماً اپنے دربار کے تین سفیر تیمور کی خدمت مین حاضر ہونے کے لیے تاتاری سفیر کے ساتھ کر دیئے، ان اسپینی سفیرون مین سب کا سردار بڑا نیک مرد ردی دی گونزالیز دی کلاویجو تھا

کلاویجو تاتاری سفیر اور اسپینی سفیرون کے ساتھ مئی ۱۴۰۳ء مین بندرگاہ سنت ماریہ الغرب سے جہاز مین سوار ہوا لیکن جب قسطنطنیہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ تاتاری اپنے ملک کو چلے گئے ہین، کلاویجو اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق تاتاریون کو ڈھونڈتا ہوا آگے چلا یہانتک کہ سمرقند پہنچ گیا،

تیمور نے یورپ مین داخل ہونے کی کوشش نہین کی، آبنائے بوسفورس کو عبور کرنے کیلئے اس کے واسطے راستہ بند تھا لیکن اگر چاہتا تو بحر اسود کے کنارے کنارے خشکی کا راستہ طے کر کے قسطنطنیہ پہنچ جاتا، چنانچہ چند سال ہوئے تھے کہ وہ خشکی کی راہ سے اسی طریقہ سے قرم (کرائمیا) تک گیا تھا مگر اصلی سبب نہ جانے کا یہ ہوا کہ یورپ مین داخل ہونے کے لیے کوئی چیز ترغیب دینے والی نہ تھی، فوج کے لوگ سمرقند واپس جانا چاہتے تھے، اس کے علاوہ بایزید کے شہرون سے مال غنیمت بکثرت حاصل ہوا تھا، اس مال مین علاوہ اور بیش قیمت چیزون کے شہر بروصہ کے چاندی
۲۲۰ کے کواڑ تھے جن پر سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کی تصویرین بنی تھین، ماسوا ان کے بیزنطیہ کا کتب خانہ تھا جو پہلے بایزید کے ہاتھ لگا تھا اور اب ان سب چیزون کو لے کر سمرقند جانا تیمور کے لیے ضرور تھا،

کچھ زمانہ تک امیر تیمور سیاسی کاروبار مین مصروف رہا، خراج کی ادائی کا انتظام، ترکی صوبہ جات مفتوحہ مین نئے حاکمون اور والیون کا تقرر، دول غیر کی سفارتون کی سماعت وغیرہ انجام دیتا رہا، اس اثنا مین بایزید ایلدرم کا انتقال ہوگیا، تیمور اس وقت ایک دوسرے دور و دراز ملک کو فتح کرنے کی فکر مین تھا،

اسی زمانہ مین تیمور کو ایک ایسا صدمہ پہنچا جس کا پہلے سے گمان تک نہ تھا، تکلیف اور

دردمین یہ صدمہ سب سے بڑھا ہوا تھا، امیرزادہ محمد سلطان کو انگورہ مین جو زخم پہنچا تھا اس کا اثر ابھی تک چلا جاتا تھا، چند شتر سوار ایک روز حاضر ہوئے اور تیمور سے عرض کیا کہ شہزادے کی حالت نازک ہے[1]، تیمور اتنا سنتے ہی پوتے کو دیکھنے فوراً چل پڑا، اور عربی اطبائے حاذق کو شہزادے کے علاج کا حکم دیا، لیکن جب تیمور امیرزادہ محمد سلطان کے لشکر مین پہنچا تو مریض کی زبان بند ہو چکی تھی اور موت بالکل قریب تھی، یہ موقع تھا کہ تیمور نے کورگہ بجانے کا حکم اس غرض سے دیا کہ تمام فوجین جمع ہو کر سمرقند کے قصد سے روانہ ہو جائین،

تیمور کے فرزندون مین سے دو پہلے ہی ہمیشہ کو مفارقت کر چکے تھے، ان مین سب سے پہلے بڑے فرزند جہانگیر نے پھر عمر شیخ نے انتقال کیا تھا، میران شاہ دیوانہ اور نالائق ثابت ہو چکا تھا، غرض چار بیٹون مین یہ سمجھئے کہ اب صرف ایک فرزند شاہ رُخ باقی تھا جو اس وقت میانہ عمری کے درجہ مین تھا، شاہ رُخ جنگ و پیکار کا زیادہ شایق نہ تھا، اس وقت تیمور جسکو سب سے زیادہ چاہتا تھا وہ یہی پوتا امیرزادہ محمد سلطان تھا جس کا اس زمانے مین انتقال ہوا اور جو بڑا دلیر اور شجاع تھا اور لشکر اسکی پرستش کیا کرتا تھا،

اس نوجوان شہزادے نے اقبال و نصرت کی حالت مین دنیا کو خیرباد کہا، جنازہ تیار کیا گیا اور جن فوجون کو یہ مرحوم سمرقند سے ساتھ لے کر آیا تھا وہی فوجین اب اپنے سردار کی لاش کو لے کر سمرقند چلین، رنگین پرچمون کی جگہ اب سیاہ علم فوج کے ساتھ تھے، مرحوم کی والدہ خانزادہ نے بیٹے کے جنازے پر ماتم کیا، اس کا تو تیمور نے زیادہ خیال نہ کیا لیکن جب مرحوم کے

[1] ظفرنامہ جلد دوم ۴۸۸ صفحات ۴۹۰-۴۹۱، دوشنبہ ۱۰ ارشعبان ۸۰۵ھ کو امیرزادہ محمد سلطان پسر جہانگیر پسر تیمور کا ایک مقام پر جو ایشیائے کوچک مین قراحصار سے تین منزل تھا انتقال ہوا. ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۹۲،

کے شیرخوار بچے سامنے لائے گئے تو سخت صدمہ ہوا اور کئی دن تک اپنے خیمے مین تنہا
رہا، باہر نہ نکلا،

اس وقت امیر تیمور گورگان کو بھی جیسا کہ بڑھاپے مین ہر شخص محسوس کرتا ہے معلوم ہوا کہ
دنیا مین اپنے سے بھی بڑھکر کوئی قوت موجود ہے اور وہ قوت ایسی ہے جس نے اُس کے بہترین
کارگذارون کو اُس سے جدا کر دیا، تیمور کے شروع زمانے کے بڑے بڑے امرا آج اپنی قبرون
مین بیخبر سو رہے تھے منصف مزاج اور عادل حاجی شیخ سیف الدین اور وفادار و جان نثار جاکو برلاس
تو پہلے ہی گذر چکے تھے اب یہ امیرزادہ محمد سلطان تیمور کے فرزند رشید جہانگیر کا لخت جگر بھی دادا
سے ہمیشہ کو رخصت ہوا، اور وہ وفاکیش اور نمک حلال امیر بھی جسکا نام آق بوغا تھا اور جسے ٢٢١
خدمات کے صلہ مین ہرات کی حکومت دیگئی تھی باقی نہ تھا، مگر اپنے فرزندون کو شاہی لشکر مین
شامل کرکے آقا کی خدمت کے لیے چھوڑ گیا تھا،

اب ان پرانے عدم رفتہ رفیقون کی جگہ نور الدین اور شاہ ملک تھے، لڑائی مین یہ بڑے
اعلیٰ درجے کے سردار تھے لیکن حالت امن مین ملکون پر لیاقت سے حکومت کرنی نہ جانتے
تھے، ملا اور مشائخ ارباب علم و دانش بھی بارگاہ امیر مین دعاخوانی اور تعزیت کے لیے آئے[۱]
تیمور پوتے کی لاش کے ہمراہ ان بزرگون کی دعاؤن کو بھی ساتھ لیتا ہوا سمرقند روانہ ہوا[۲]
اب راتون کو عجیب عجیب خواب دیکھنے سے تیمور کی نیند خراب ہونے لگی، اکثر خانان چنگیزی خواب
مین نظر آتے تھے، یہ وہ لوگ تھے، جو دشت شاموں (گوبی) سے اپنے بڑے بڑے لشکر

---

۱ دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۰۷،
۲ دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۱۱،

لے کر ملک خطا (چین) مین پہنچے تھے،

جس زمانے مین بغداد[1] اور اور شہرون کو جنھین غارت کیا تھا تیمور نے ازسرنو تعمیر کرنے کا حکم دیا تو طبیعت کا حال اس وقت یہ ہو گیا تھا، کہ جس چیز کا خیال آجاتا تھا پھر وہ ذہن سے نکلتا نہ تھا، چنانچہ جب وقت خراسان کی حکومت شاہ رخ اور ہندوستان کی حکومت اپنے پوتے محمد سلطان کے بھائی کو تفویض کر چکا تو گوبی (دشت شامو) کا تصور بندھا اور وہ قصے یاد آئے جو کبھی شہر سبز سے نکل کر ہرن کے شکار مین سنے تھے،

اور اب اس خیال کو ذہن مین پکا کر ایک نئی جنگ کا نقشہ دماغ سے پیدا کیا، اور دشت گوبی مین لشکر پہنچانے کا قصد مصمم کر لیا، اور یہ عزم بھی کر لیا کہ گوبی مین لشکر لیجا کر اور دیوار چین سے پار ہو کر جو کسی زمانے مین ملک خطا کی حفاظت کے لیے بنائی گئی تھی ایک وسیع سلطنت پر قبضہ کرے گا[2]، اور فقط یہی ایک سلطنت دنیا کے پردے پر ایسی رہ گئی ہے جو اسکا مقابلہ کر سکتی ہے؛ کسی سردار یا امیر پر اس قصد کو ظاہر نہ کیا، جاڑے کا زمانہ تھا اس لیے مجبور ہو کر جس قدر لشکر تبریز[3] کی چھاؤنی مین تھا اُسے وہین رہنے دیا، لڑائیون سے جو انتظام درہم برہم ہوا تھا اسکی درستی کے لیے تبریز مین قیام کیا، لیکن بہار کے آتے ہی جب زمین پر سبزہ نمودار ہونا شروع ہوا تو مشرق کی طرف سمرقند کے قصد سے مع لشکر اور امرائے دربار کے روانہ ہو گیا[4]،

اگست کے مہینے مین سمرقند آکر باغ دلکشا مین ٹھہرا، جامع مسجد جو نئی بنکر ختم ہوئی تھی اُسے دیکھنے گیا اور سیر تعمیر پر ناراض ہوا کہ اندر کے دالانون کو کیون زیادہ وسیع نہین کیا گیا[5]،

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۱۷، [2] ظفر نامہ جلد دوم صفحات ۵۶۰-۵۶۷، [3] دیکھو تعلیقہ نمبر ۱۲ و ۱۳، [4] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۰ [5] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۷،

اُن وزیرون کے کام کو دیکھا جنکو اپنی عدم موجودگی مین حکومت کا کام سپرد کر گیا تھا، کسی کو انعام دیا، کسی کو دار پر چڑھایا، حقیقت یہ ہے کہ دل کی وہ قوّت حیرت انگیز ہوگی جس نے اس بڑھاپے کے جسم کو زندہ کر رکھا تھا، مرحوم امیرزادہ محمد سلطان کے لیے ایک مقبرہ تیار کرایا، عمارت سنگ رخام کی تھی اور اس پر گنبد سونے کا تھا[1]، اب ایک بار پھر حکم کا تازیانہ بلند ہوا اور تازیانے کے بلند ہوتے ہی ایک عالی شان محل اور باغ نمودار ہوگیا، اس محل کی عمارت مین سنگ سیاہ اور سنگ سپید کے ساتھ عاج اور آبنوس بھی کام مین لایا گیا، اور چھت چاندی کے ستونون پر قائم کی تھی[2]،

تیمور کو اسکی مطلق پروانہ تھی کہ اب اُس کا کیا وقت ہے، دو برس سے بصارت الم ۲۲۲
ہوتی جاتی تھی، آنکھون کے پپوٹے ایسے گرے رہتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا سو رہا ہے، عمر اس وقت ایک کم ستّر کی ہوچکی تھی اور یہ بھی جانتا تھا کہ اب خاتمہ قریب ہے،

فرمان ہوا کہ دو ماہ تک جشن وطوی جاری رکھا جائے[3]، اور کوئی کسی سے یہ نہ پوچھے کہ یہ جشن کس تقریب مین کیا گیا ہے،

اس جشن مین بیس مختلف سلطنتون کے سفیر سمرقند مین حاضر ہوئے، ان مین مغلون کے بھیجے ہوئے سفیر بھی تھے، یہ مغل اس زمانے مین ملکِ خطا سے نکال دیئے گئے تھے، تیمور نے اُن کے سفیرون سے دیر تک باتین کین[4]،

---

[1] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۵۹۶-۵۹۷ [2] اس باغ اور محل کی تعمیر کا حال ظفرنامہ کی جلد دوم کے صفحہ ۵۹۹ پر بیان ہوا ہے، [3] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۰ سے اس جشن وطوی اور شہزادون کی شادیون کے حالات شروع ہوتے ہین [4] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۹۸، ایلچیان افرنج سمرقند پہنچے، ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۳۳ ایلچیان افرنج رخصت کئے گئے،

اتنا وقت بھی ملا کہ شاہ قشتالیہ کے سفیر روی دی کلاویجو کو شرف حضوری بخشا جائے،
کلاویجو سفارت لیے قسطنطنیہ سے سمرقند آیا تھا، اس ملاقات کا ذکر کلاویجو نے اس طرح کیا ہے،

"دوشنبہ کے دن آٹھوین ستمبر کو سفیر[ل] اُس باغ سے باہر آئے جہان وہ ٹھہرائے گئے تھے اور اب وہ شہر سمرقند کو چلے، جس وقت وہان پہنچے تو گھوڑون سے اتر کر ایک قصر کے باغ مین داخل ہوئے، یہان دو سرداران کے پاس آئے اور انھون نے کہا کہ جو تحائف تمھارے ساتھ ہون وہ یہان دیدو، پس سفیرون نے تحائف اُن سردارون کے سپرد کئے، تاکہ یہ لوگ نہایت ادب سے تیمور کی حضور مین اونھین پیش کر دین، سلطان (مصر) کے سفیرون نے بھی ایسا ہی کیا"

اس باغ کے دروازے کی عمارت بہت بلند اور عریض تھی، اور کاشیکاری سے آراستہ تھی، یہ کام نیلے اور سنہری رنگون مین تھا، یہان کثرت سے دربان موجود تھے، ہر ایک کے ہاتھ مین گُرز تھا، سفیر آگے بڑھ کر اس مقام پر آئے جہان چھ ہاتھی کھڑے تھے، ان کی پشت پر جنگی ہودج تھے اور ان مین آدمی بیٹھے ہوئے تھے،

اس کے بعد شاہی خدمتگارون نے سفیرون کی بغلون مین ہاتھ دیکر اونکو آگے بڑھایا، تاتاری سفیر جسے تیمور نے بادشاہ قشتالیہ کے پاس بھیجا تھا قشتالی سفیرون کے ساتھ تھا، اور تاتاری اپنے سفیر کو دیکھکر ہنستے تھے کیونکہ وہ قشتالیہ کے لوگون کا سا لباس پہنے تھا،

[ل] کلاویجو اپنی نسبت اور اپنے ساتھیون کی نسبت سفیر کا لفظ لکھتا ہے اور تیمور کو فقط امیر لکھتا ہے، یہان جب سلطان کا نام اس نے بیان کیا ہے وہ سلطان مصر ہے، یہ عبارت کسی قدر خلاصہ کرکے لکھی گئی ہے، اور کلیمنٹ مارکھم کے ترجمہ سے ماخوذ ہے جسے ہکلوٹ سوسائٹی نے شایع کیا ہے، (مصنف)

"اب سفیرون کو ایک بڈھے سردار کے سامنے لائے جو پہلو کے ایک کمرہ مین بیٹھا تھا، ۲۲۳
سفیرون نے اُسے بہت ادب سے سلام کیا، اس کے بعد یہ لوگ چند چھوٹے چھوٹے لڑکون
کے سامنے لائے گئے، یہ امیر تیمور کے پوتے نواسے تھے، یہان سفیرون سے وہ خطوط مانگے
گئے جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، لڑکے کئی تھے، ان مین سے ایک کو یہ خطوط دیئے گئے جو
خطون کو لیکر فوراً اندر امیر کے پاس گیا، امیر نے حکم دیا کہ سفیر سامنے بلائے جائین،"

"امیر ایک عالیشان محل کے دروازے کے سامنے دالان مین بیٹھا تھا، نشست زمین پر
تھی، سامنے ایک حوض مین فوارہ چھوٹ رہا تھا اور اس کا پانی بہت اونچا اڑتا تھا، امیر تیمور
زرنگار مسند پر سرخ تکیے لگائے بیٹھا تھا، لباس ریشمین تھا، اور سر پر ایک سفید اونچی کلاہ تھی
اس کلاہ کے اوپر ایک چوڑا اور لمبا یاقوت نصب تھا، اور اس یاقوت کے گرد جواہرات جڑے تھے
سفیرون نے امیر کو دیکھتے ہی بہت جھک کر سلام کیا، زمین پر گھٹنے ٹیکے اور سینہ پر ہاتھ
رکھے، اس کے بعد اٹھکر آگے بڑھے، خدمت گار جو سفیرون کی بغلون مین ہاتھ دیکر اُنکو یہان
تک لائے تھے، انھون نے اب اپنے ہاتھ نکال لیے اور سفیرون کو آگے بڑھنے دیا، امیر کے
دائین بائین شہزادے کھڑے تھے، ان مین سے نورالدین نے اب سفیرون کا ہاتھ پکڑا اور
ان کو امیر کے قریب لے گیا تاکہ امیر ان کو اچھی طرح دیکھ سکے، کیونکہ ضعیفی کی وجہ سے بصارت
خراب ہوگئی تھی،

امیر نے سفیرون کی طرف اپنا ہاتھ دست بوسی کے لیے نہین بڑھایا، لیکن اُس نے
بادشاہ (قشتالیہ) کا مزاج پوچھا، "کہو ہمارا فرزند بادشاہ قشتالیہ کیسا ہے، خوش و تندرست ہے"
تب وہ ان سردارون کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے قریب حاضر تھے ان مین سابق

شہنشاہ تاتار توقتمش کا ایک بیٹا اور سابق خان سمرقند[1] کے کئی عزیز تھے، اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہا "دیکھو یہ ہمارے فرزند بادشاہ اسپین کے سفیر ہین جو قوم افرنجہ مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور دنیا کے دوسرے سرے پر رہتا ہے"

اتنا کہکر امیر نے اپنے پوتے کے ہاتھ سے خط لیا اور اُسے کھولا، اور کہا کہ ہم ابھی اس خط کو سننا چاہتے ہین، اب سفیرون کو ایک کمرے مین لے گیے جو اس مقام سے جہان امیر بیٹھا تھا دائین ہاتھ کو تھا، شہزادے سفیرون کا بازو پکڑے انھین اس کمرے تک لائے اور اس ایلچی کے بعد انھین بٹھایا جسے شہنشاہِ خطا نے امیر کے پاس بھیجا تھا،

جس وقت امیر نے دیکھا کہ (افرنجہ کے) سفیرون کو چین کے ایلچی کے بعد بٹھایا گیا ہے تو حکم دیا کہ ان کو چین کے ایلچی سے اول بٹھایا جائے کیونکہ یہ سفیر بادشاہ اسپین کے پاس سے آئے ہین جو ہمارا فرزند اور دوست ہے اور خطا کا ایلچی ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو چور ہے اور برا آدمی ہے"

---

[1] سابق خان سمرقند سے مراد خان جتہ ہے جسے تیمور نے معزول کر دیا تھا، کلاویجو کو ایشیا کے حالات سے بہت کچھ صحیح واقفیت حاصل ہو گئی تھی، مغربی یورپ کا یہی ایک شخص ہے جو انیسوین صدی عیسوی سے پہلے سمرقند پہنچا تھا، اور انیسوین صدی کا زمانہ وہ ہے جب کہ بہت سے محل جنھین تیمور نے اس خیال سے تعمیر کرایا تھا کہ وہ ابدالآباد تک سلامت رہین گے موسم کی سختی اور زلزلون سے شکستہ حال ہو گئے تھے، دیکھو تعلیقہ ۱۳ اور تعلیقہ ۱۴ - (مصنف)

۲۲۵

اُنتیسوان باب

تمام دُنیا سپید ہو جاتی ہے

پرانہ سال تاتاری فاتح امیر تیمور گورگان نے ایک شہر اپنے خیال کے موافق ہر اعتبار سے کامل تعمیر کر دیا اور یہ شہر ایسا تھا کہ چاہے اوسے چھاؤنی کہئے چاہے شہر چاہے باغ۔ اور اسی شہر مین اب اس نے بڑی شان اور اہتمام سے جشن اور ضیافتون کے جلسے کئے، اور ان دو مہینون مین جس وقت پائیز کا دھندلا آفتاب سمرقند کے نیلگون پہاڑون کے پیچھے چھپتا تھا تو تمام سمرقند ایک عالمِ جنّات معلوم ہوتا تھا،

کلاویجو کو تو سمرقند ایسا ہی معلوم ہوا، اُس نے مکانون کے صحنون کو پھولون اور پھلون سے بھرا دیکھا، راستون کے کنارے عالیشان محل اور سڑکون پر تخت رواں اور ہنڈولے جواہرات سے جگ مگ کرتے ادھر سے ادھر جاتے نظر آئے، ہنڈولون مین گانے والیان اور انکے ساتھ بانسریان بجانے والے بھی ہوتے، اور کچھ شیر اور گوسپند بھی ہمراہ ہوتے، مگر یہ جانور نہ ہوتے تھے، سمرقند کے پوستین سازون نے اپنا کمال دکھایا تھا، خوبصورت لڑکیون کو جانورون کے

پوستین پہنا کر یہ تماشے نکالے تھے، ایک قصر مین کلاویجو کا گذر ہوا جس کی رفعت جامع مسجد کے میناروں سے بھی زیادہ تھی، مگر یہ قصر کپڑے کا تھا جسے سمرقند کے پارچہ بافوں اور خیمہ دوزوں نے تیار کیا تھا، کلاویجو نے ہاتھیوں کی لڑائی بھی یہین دیکھی اور تاتاری شہزادوں کو ہندوستان اور دشت شاموسے امیر تیمور کے لیے تحائف لیے ہوئے سمرقند مین حاضر ہوتے دیکھا،

کلاویجو کہتا ہے کہ ان چیزون کو کوئی شخص بغیر غور سے دیکھے اور ان کے قریب سے آہستہ گذرے بیان نہین کرسکتا،

اور اب یکایک سفیر رخصت کیے گئے، جشن کا زمانہ بھی ختم ہوا[۱]،

امیر تیمور نے شہزادگان اور امراء کی مجلس قورلتائی منعقد کی اور فرمایا کہ "ہم نے تمام ایشیا کو سوائے چین (خطائی) کے فتح کرلیا ہے، ہم نے ایسے بڑے بڑے بادشاہون کو سرنگون کیا ہے کہ ہمارے کام دنیا مین ہمیشہ یادگار رہین گے، تم نے بہت سی لڑائیون مین ہمارا ساتھ دیا اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ تمھین فتح نہ ہوئی ہو، چین ہمارا شکار رہے، اس کو تسخیر کرنے کے لیے کسی بڑے زور اور قوت کی ضرورت نہین، بس اب تم سب ملک چین کو ہمارے ساتھ چلو[۲]"

تیمور نے حاضرین کے سامنے یہ تقریر کی، ارادہ پختہ کیا اور عزم کی قوت سے بھاری آواز گونجنے لگی، یہ تیمور کی آخری لشکر کشی تھی، اور ایسی لشکر کشی تھی جسمین تیمور کا قصد تھا کہ اپنے بزرگون کی مرز بوم اور دیوار چین سے گذرتا ہوا چین مین پہنچے، اور اب وہ لشکر اور لشکر کے امراء جنھین لڑائیون سے مہلت پائے ہوئے ابھی تین مہینے سے زیادہ نہ گذرے تھے یکزبان ہوکر بولے "رایات نصرت آیات بلند کیے جائین"

۲۲

---

[۱] ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۳۳، [۲] مقابلہ کرو ظفرنامہ جلد دوم کے صفحہ ۶۴۰ سے جہان تیمور کی تقریر بیان ہوئی ہے، (مترجم)

سمرقند مین اس قدر لاؤ لشکر جمع ہوا کہ اس سے زیادہ کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی، دولاکھ سپاہ مختلف قشونون مین تقسیم ہو کر اُن چھاؤنیون کی طرف حرکت مین آئی جو چین کی سڑک کے کنارے تھین، جاڑا شروع تھا "بام دنیا" (تاغ دبش) پر برف باری کے بند ہونے کا انتظار کرنا ضروری تھا، مگر تیمور کو اتنا صبر کہان تھا کہ جاڑا ختم کر کے موسم بہار کے آنے کا انتظار کرتا،

لشکر کے میمنہ کو خلیل سلطان کے سپرد کر کے شمال کی طرف روانہ کیا، اور لشکر کے قول کو جسے مرحوم امیرزادہ محمد سلطان اپنے ساتھ لیکر نکلا کرتا تھا تیمور خود لیکر چلا، فوجون کے ساتھ گاڑیون کی وہ کثرت تھی کہ لکڑی کا ایک پورا شہر حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا، ان گاڑیون مین رسد کا سامان تھا جو فوجون کو اپنے ساتھ رکھنا ضروری تھا، اور تیمور کو ہمیشہ اسکا خیال رہتا تھا کہ سپاہ کیلئے کسی چیز کی کمی نہ ہو،

لشکر نے سمرقند کا دریا یعنی آب زرافشان عبور کیا، تیمور گھوڑے پر سوار تھا، پہلو بدل کر شہر کی طرف دیکھا، مگر نظر آتی نہ رہی تھی کہ اس کے برج و مینار نظر آتے،

یہ نومبر کا مہینہ تھا اور جاڑا بہت زور پر تھا جب سمرقند سے آگے ایک پہاڑی درے مین جبکا نام یعد کو بند امیر ہو گیا دوسری طرف نکلے تو برف گرنی شروع ہوئی، شمال کے ملکون سے سرد ہوائین اٹھکر میدانون مین شدت سے تند و تیز چلنے لگین، جب گھرے کہر اور غلیظ نے ہوا کو تاریک کیا تو فوجین خیمون مین ٹھہر گئین،

جب پھر نکل کر آگے بڑھین تو تمام دنیا برف سے سپید نظر آئی، دریاؤن اور ندیون کا پانی جم گیا تھا، سڑکون پر برف کے تودے لگے تھے، آدمی اور گھوڑے سردی سے مرنے شروع ہوئے مگر تیمور کو کوئی چیز کیا واپس کر سکتی تھی،

لیکن امیرزادہ خلیل سلطان نے برف سے محفوظ رہنے کے لیے تاشکنت کے قریب

اپنے لشکر کو پھونس کے مکانون مین اتار دیا تھا، تیمور نے ان مکانون مین بھی قیام کرنا پسند نہین کیا، اور کہدیا کہ ہم اترار تک سفر برابر جاری رکھینگے، اور اپنے پوتے خلیل سلطان سے کہا کہ جس وقت راستے صاف ہو جائین تو وہ بھی اپنی سپاہ کو بڑے لشکر کے ساتھ اترار لے آئے، اترار تیمور کی سب سے زیادہ شمالی سرحد کا مشہور شہر اور قلعہ تھا،

امیر تیمور کے ہمراہیون کو اس سفر مین برف پر نمدے کے خیمے نصب کرنے اور برف کو کچل کر راستے ہموار کرنے پڑے تاکہ گاڑیان اور اونٹون کی قطارین جو سپید زمین پر ایک سیاہ خط سا معلوم ہوتی تھی، آگے بڑھ سکین، سیر دریا آج کل یخ بستہ تھا، تین گز دبیز برف اس کی سطح پر جمی تھی، اور اسی برف کی سطح سے تیمور اور اس کے ساتھ کے لشکر نے دریا عبور کیا،

۲۲ اور اب جاڑے نے اپنا پورا زور دکھایا، سردی بڑی بیرحمی سے ہر چیز کو غارت کئے دیتی تھی، برف باری، ژالہ باری، تیز ہواؤن اور بارش کی انتہا نہ رہی تھی، ترچھے سورج کی زرد روشنی یخ کی سطح پر چمکتی تھی، کئی سال ہوئے تھے کہ سیر اور دہ پر فوجکشی کے وقت بھی ایسی ہی برف سے سابقہ ہوا تھا، لیکن اُس مرتبہ یہ نہ ہوا تھا کہ سفر برابر جاری رکھا گیا ہو، بہرکیف دن بھر مین رستہ صاف کرتے ہوئے چین کی شمالی شاہ راہ پر اترار کی سمت مین راستہ طے کرنا صرف چند میل ممکن ہوتا تھا،

تیمور کے رایت اور علم پہاڑی درون اور تاریک گھاٹیون مین سے آہستہ آہستہ گذر رہے

(حاشیہ صفحہ ٣٦٣) لہ دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحات ۴۸۰-۴۸۲، تاش کنت یا تاشکند کا نام بعد کو شاش ہوا، ایرانیون نے اوسے چاچ کہا، تاشکنت کے معنی پتھر کے شہر کے ہین، اسی نام سے یہ شہر آجکل روسی ترکستان کا دار الحکومت ہے (مترجم)

یہ درے اور گھاٹیان غبار اور کہر کی وجہ سے پہاڑون کی چوٹیون کے مقابلے مین اور بھی زیادہ زمین مین دھنسی نظر آتی تھین، تمام لشکر آہستہ آہستہ جیسے کوئی بھاری بوجھ والا جانور سنبھل سنبھل کر قدم رکھتا ہو پہاڑون اور غارون مین سے نکل کر کھلے میدان مین آیا اور اب اترار کی شہر پناہ نظر آنے لگی، یہ مقام جاڑے سے پناہ لینے کا تھا،

یہان تیمور کچھ آرام لے سکتا تھا، ارادہ کیا کہ بہار کے شروع ہوتے ہی سردی مین ذرا سی تخفیف ہونے پر آگے بڑھیگا،

اور اس حکم کے مطابق مارچ ۱۴۰۵ء کا آنا تھا کہ لشکر اٹھا اور چلا، پرچم اور پھریرے اڑنے لگے، کورگھ کی صدا بلند ہوئی، فوجون نے میدان مین معائنہ کے لیے صفین باندھین، ہزارہ جات کے افسرون نے اپنے نقارچیون کو جمع کیا کہ رات گذرنے پر نفیر و سنج بجا کر صبح کی سلامی اتارین، نفیر کی آواز بلند ہوئی، کوس اور نقارے گرجنے لگے، لاکھون گھوڑون کی ٹاپون کی آواز بھی اس شور مین شامل تھی،

یہ سلامی تو بے شک تھی مگر ان کی تھی جو دنیا سے چل بسے تھے، اترار مین تیمور کا انتقال ہو گیا، لشکر حکم کے مطابق شمال کی سڑک سے حرکت مین آیا شاہی علم کے سایہ مین خنگ اوغلن تیمور کا مرکب تیار کھڑا ہے، مگر کوئی اس پر سوار نہین،

تیمور حالت نزع مین ہے، اس وقت کی ایک جھلک اُس کا مورخ اس طرح دکھاتا ہے، کہ قلعہ اترار کی چوبی فصیلون کے باہر امراء و نوئینان اور افسران فوج ہر درجے اور مرتبے کے برف پر کھڑے ہین، اندر قصر کے ایک کمرے مین سرائے ملک خانم مع اپنی خواصون کے بیٹھی ہین، انھون نے سمرقند مین علالت کی خبر سنی تھی، بہت تیزی سے سفر کر کے اترار مین پہنچگئی ہین،

جس کمرے مین تیمور صاحب فراش ہے اس کے باہر حفاظ اور موالی ختم قرآن مین مشغول
ہین کئی ہفتے سے قرآن خوانی اور دعائین مانگنے کا سلسلہ جاری ہے، مگر مشیت مین کس کو چارہ ہے
طبیب خاص (مولنا فضل اللہ تبریزی) | جواب دے چکے ہین، "مرض علاج سے باہر ہے، ۲۲
وقت قریب ہے"

تیمور بستر پر دراز ہے، تکیے ادھر ادھر لگے ہین، منہ پر جھریان ہین، سپید بالون مین چہرہ کا
رنگ زرد ہے، اس حال مین اپنے امرار کو وصیتین کر رہا ہے کہ "شجاعت و مردانگی کے ساتھ
ہمیشہ تلوار کے قبضے پر ہاتھ رہے، آپسمین اتفاق و یکجہتی رکھنا، کیونکہ نا اتفاقی مین تباہی ہے ملک
خطا کی فوجکشی کو ملتوی نہ کرنا"

سرہانے انگیٹھیان روشن ہین اور آواز اتنی نحیف ہو گئی ہے کہ چہرے کے قریب کان
لیجانے سے سنائی دیتی ہے، اسی حال مین کہا "کپڑے نہ پھاڑنا، دیوانون کی طرح نہ بھاگتے پھرنا
کیونکہ ایسی باتون سے پریشانی اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے"

امیر نورالدین اور شاہ ملک کو قریب بلایا اور کسی قدر زور سے کہا کہ "جہانگیر کے فرزند پیر محمد
کو مین اپنا جانشین مقرر کرتا ہون، اوسے سمرقند مین رہنا ہوگا، تمام لشکر اور معاملات دیوانی
پر اُسے پورے اختیارات ہون گے، میرا حکم ہے کہ تم سب اپنی تمام عمر اس کی متابعت اور تائید
مین صرف کرنا، اوسے تمام دو دراز کے ممالک محروسہ اور سمرقند پر حکومت کرنی ہوگی، اگر تم نے
اسکی مطاوعت نہ کی تو پھر اس کا نتیجہ تشویش و نزاع ہوگا"

اعاظم امرا مین سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ وصیت کے مطابق اُن کا عمل ہوگا، اور عرض
کیا کہ اپنے اور پوتون کو بھی طلب فرمالین تاکہ یہ احکام وہ بھی اپنے کانون سے سنین،

اس جملے کو سنتے ہی برہمی اور اضطراب کی جو حالت تذبذب و تاخیر کے خیال سے طاری ہوا کرتی تھی وہی چہرے پر فوراً پیدا ہوئی اور کہا "بس، یہ آخری دربار ہے، خدا کو یونہی منظور تھا" اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے ہی دل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس وقت اور کوئی تمنا بجز اس کے نہ تھی کہ شاہ رخ کو ایک مرتبہ اور دیکھ لیتا، مگر یہ ناممکن ہے"،

یہ "ناممکن" کا لفظ غالباً تمام عمر مین آج ہی پہلی دفعہ تیمور کے زبان پر آیا تھا، جس فولاد کی طبیعت نے زندگی کی راہ اس طرح طے کی ہو جیسے کوئی سنگلاخ زمین پر ہل چلاتا نکل جائے آج اُس نے زندگی کے خاتمہ کو بھی بلا عذر و شکایت تسلیم کیا،

(میان شام و خفتن بر وفق حدیث من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ زبان ترجمان جان و جنان ساختہ کلمۂ توحید را چند نوبت ادا فرمود و روح را ندای یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ تسلیم نمود، انا للہ وانا الیہ راجعون[1])

حاضرین مین سے بعض امرا، رونے لگے اور اندر سے عورتون کے ماتم کی آواز آئی، اب ملا اور مشائخ قرآن پڑھتے ہوئے کمرے مین داخل ہوئے،

---

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۶۱۔ شب چہار شنبہ ۱۷ شعبان سنہ ۸۰۷ ہجری کو تیمور کا انتقال شہر اترار مین ہوا،

باب آخر

اِس جدوجہد کا انجام،

وہ ہاتھ جس نے ایک ایک ملک فتح کر کے اور ان سب کو ملا کر ایک عظیم الشان شہنشاہی قائم کی تھی اب کچھ نہ کر سکتا تھا اور وہ عزم جس نے ایک شہنشاہی شہر تعمیر وآباد کیا تھا اب تاتاریون کو کسی بات پر نہ ابھار سکتا تھا،

تاتار کے امرار کو جو نقصان اس وقت پہنچا وہ ایک شہنشاہ کے مرنے سے زیادہ تھا، یہ وہ شہنشاہ تھا جس نے ان کی قوت کو بے قیاس ترقی دی تھی، ہمیشہ ان کی ہدایت اور رہنمائی کرتا رہا تھا اور حکومت کی باگین بھی ہمیشہ اپنے ہی ہاتھ مین رکھی تھین، اُس کے عہد مین تاتاری تقریبًا نصف جہان کے مالک ہوگئے، ان امرار مین اس وقت بہت سے اُن بہادرون کے فرزند تھے جنھون نے شروع زمانے مین تیمور کی بڑی بڑی خدمتین کی تھین، بہت سے اُن کے پوتے تھے، اور ان سب نے پچاس برس سے سوائے تیمور کے حکم وعزم کے اور کسی کے حکم وعزم کو نہ جانا تھا،

اس زمانے مین بہت سی غیر قومین اور نسلین تیمور کے لشکر مین بھرتی ہو کر اُس کے پایۂ تخت

مین آباد ہوچکی تھین، یہان ترک اور ایرانی، افغانی و شامی اور سیر اور دہ کے مغل موجود تھے لیکن ابھی تک یہ سب اچھی طرح آمیز ہوکر ایک ایسی نئی قوم جسے تن واحد کہا جاسکے نہ بنے تھے،

سپاہ اور اہل سمرقند کے دلون مین تیمور کی عزت اور عظمت بے حد تھی اور اس کے مرنے کا انھین اتنا صدمہ تھا کہ اسکی وصیتون پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی خیال اس وقت ان کے ذہن مین نہ تھا، اگر تیمور کے ورثا مین سے آج کو اس کا پوتا پیر محمد پسر جہانگیر دادا سے اتنی دور ہندوستان مین نہ ہوتا (کیونکہ ہندوستان سے اترار آنا اور پھر اترار سے سمرقند جانا ایک بڑی دور و دراز مسافت تھی) اور شاہ رخ تیمور کا سب سے لائق فرزند خراسان کی نظم حکومت مین ہمہ تن مصروف نہ ہوتا اور تیمور کے امراء بالکل انکھین بند کرکے آقا کا حکم بجالانے مین چین پر فوجکشی کے ارادے مین مستقل نہ ہوتے تو تیمور کی سلطنت کا سالم و بسیط رکھا جانا ممکن تھا،

لیکن سلطنت کی جو باگین تیمور کے ہاتھ سے چھوٹی تھین کسی انسان کی قدرت مین نہ تھا کہ انھین اٹھا کر اپنے ہاتھ مین سنبھال سکتا، اترار مین اکابر امراء نے تا حدّ امکان سلطنت کی مجموعی حیثیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، ایک مجلس منعقد کی اور اس مین یہ رائے قرار پائی کہ تیمور کی موت کو مشتہر نہ کیا جائے اور تیمور کے پوتون مین سے کسی کو لشکر کی سپاہ سالاری دے کر چین کی طرف بڑھایا جائے، ان امراء کو اس کا یقین تھا کہ اگر لشکر دیوار چین تک پہنچ گیا تو چینی ہرگز باور نہ کرین گے کہ تیمور اس وقت زندہ نہین ہے، چین کو فتح کرلینے کا انھین پورا یقین تھا، ۲۴۰

تیمور کا جنازہ ایک بڑی فوجی جمعیت کے ہمراہ سمرقند روانہ کیا گیا، اور اس جمعیت کا سردار امیرزادہ الغ بیگ شاہ رخ کا فرزند رشید تھا، سمرقند مین بیگمات شاہی جنازے

کی منتظر تھین، امیرزادہ پیر محمد کے پاس قاصد بڑی تیزی اور عجلت سے روانہ کئے گئے اور تیمور کے واقعے کی اطلاع مجبور ہوکر دور و دراز صوبہ جات کے حکام اور خاندان شاہی کے ارکان کو دیگئی،

لیکن اب ایسا ہوا کہ چین کو جو بڑا لشکر کوچ کر رہا تھا وہ چلتے چلتے دفعتہً رکا، اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اسی لشکر کے ہراول برنغار کے امرا نے امیرزادہ میران شاہ کے فرزند خلیل سلطان سے بیعت اطاعت کر کے سمرقند کے تخت پر اس کو بٹھانے کا مصمم ارادہ کرلیا، اور ہراول جرنغار کا امیر فوج (یعنی سلطان حسن تیمور کا نواسا) اپنی سپاہ کو برطرف کر کے سمرقند چلا آیا،

اس پریشانی مین بڑے امرا نے جنمین امیر نورالدین اور اسکے ساتھی تھے پھر ایک مجلس کی، یہ کس طرح ممکن تھا، کہ گھر مین پھوٹ پڑی ہو اور فوجین پردیس لڑنے جائین، غرض چین جانے والی فوجین واپس آئین اور بہت تیز قدم چلکر اس جماعت سے آملین جو تیمور کا جنازہ لیے جارہی تھی،

جب یہ جماعت سمرقند پہنچی تو شہر کا دروازہ اندر سے بند ملا[۱]، حالانکہ ملکہ سرائے ملک خانم

---

[۱] یہان مصنف نے مضمون ناتمام رکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب امرا اور سرائے ملک خانم تیمور کا جنازہ لیے اترار سے سمرقند روانہ ہوئے تو راستہ مین اطلاع ملی کہ امیرزادہ خلیل سلطان سمرقند کے تخت پر بیٹھنے کے لیے روانہ ہوگیا ہے، اسوقت یہ رائے قرار پائی کہ بعض امرا بخارا چلے جائین اور بعض جنازہ کے ساتھ بدستور سمرقند جائین چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن جب ملکہ سرائی ملک خانم اور ان کے ساتھ کی جماعت جنازہ لیے شہر سمرقند پہنچی تو شام کا وقت تھا حاکم شہر ارغون شاہ نے شہر کا دروازہ نہ کھولا، مجبوراً ملکہ سرائے ملک خانم نے دروازۂ شہر کے قریب جہاں باغ مین رات گذاری، دوسرے دن صبح کو دروازہ کھلا اور اسی دن مرقد امیرزادہ محمد سلطان کے قریب امیر تیمور گورگان کا جنازہ دفن کردیا گیا، یہ واقعہ ۲۲ر شعبان ۸۰۷ھ (شب دوشنبہ) کا ہے، دیکھو حبیب السیر حصہ سیم جلد سیم صفحہ ۸۴ نیز ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۷۴، ۶۷۵ (مترجم)

جنازے کے ہمراہ تھیں اور تیمور کے جواہرات کا صندوقچہ علم درایت اور بڑا نقارہ بھی ساتھ تھا، مگر حاکم سمرقند نے خلیل سلطان سے شہر اس کے سپرد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، اور امراء کو لکھ بھیجا تھا کہ جب تک امیرزادہ پیر محمد آئے یہ ضروری امر ہے کہ تخت سمرقند پر کسی امیرزادے کو بٹھا دیا جائے، لیکن سمرقند میں جو امیرزادہ سب سے پہلے داخل ہوا وہ نوجوان خلیل سلطان، شادی ملک کا عاشق تھا، خلیل سلطان کی ماں خانزادہ نے پہلے ہی سے بہت سے اکابر اور شرفائے قوم کو ملا رکھا تھا، یہ لوگ خلیل کے ہواخواہ بن گئے تھے، اہل سمرقند حیران تھے کہ اب کیا کریں، تیمور کا انتقال اسکی سلطنت کی سرحد سے بھی کچھ باہر ہوا تھا، امیر کے آخری احکام انھوں نے سنے نہ تھے، خلاصہ یہ کہ خلیل سلطان تخت پر بٹھا دیا گیا اور اس کو شہنشاہ تسلیم کر لیا گیا،

امیر نورالدین نے (بخارا سے) جو خط[1] سمرقند بھیجا اس کے ایک ایک لفظ سے رنج اور افسوس ظاہر ہوتا ہے، اس نے لکھا کہ

"ہمارا دل اس صدمے سے پارہ پارہ ہے، کیونکہ تاجوران عالم میں سے اس تاجور نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ہے، جو سارے جہان کی روح و روان تھا، اور افسوس ہے کہ جاہل نوعمروں نے جنھیں حضرت صاحبقران نے ادنی حالت سے مراتب اعلیٰ پر پہنچایا تھا، ۱۴۰۵ء اب باغی ہو گئے ہیں، حضرت صاحبقران کے احسان انھوں نے بھلا دیئے، اس کے احکام انھوں نے نہیں مانے اور اپنی قسمیں انھوں نے توڑ دیں، جب مصیبت ایسی سخت ہو تو ہم اپنا رنج کیونکر پوشیدہ رکھ سکتے ہیں، جس شہنشاہ نے شاہوں کو اپنے در کا گدا بنا دیا ہو اور

[1] امیر نورالدین اور ملک شاہ نے یہ سنکر کہ خلیل تخت سمرقند پر بیٹھ گیا ہے اور امراء نے تیمور کی وصیت کے خلاف عمل کیا ہے "حضرات عالیات" یعنی بیگمات شاہی کو یہ خط لکھا تھا، دیکھو ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۹۷-۶۹۹۔

جس نے فی الواقع فاتح کا لقب حاصل کیا ہو اس کے مرتے ہی اُس کے حکمون سے سرتابی کی گئی، غلام اپنے آقاؤن اور محسنون کے دشمن ہو گئے، اُن کا ایمان کیا ہوا، اگر پتھر بھی دل رکھتا ہوتا تو غم کرتا اور افسوس کرتا،[1] کیون ایسے محسن کش بدبختون کو سزا دینے کے لیے آسمان سے پتھر نہین گرتے؟

"رہے ہم تو ہم اپنے آقا کے حکمون کو کبھی نہ بھولین گے اور اسکی وصیت پر ہمارا عمل رہیگا اور اس کے نوجوان پوتون کی ہم اطاعت کرینگے"

امرا نے پھر مشورہ کیا اور بہ اتفاق رائے سراپردۂ امیر کے قریب آئے جہان عَلَم شاہی نصب تھا، یہان آکر تیمور گورگان کا نقارہ انھون نے توڑ ڈالا، کیونکہ انھین گوارا نہ تھا کہ جو نقارہ ہمیشہ آقا کی فتح کا ڈنکا بجاتا تھا اب کسی دوسرے کی فتح کا مژدہ سنائے،

خلیل سلطان نے تخت سمرقند پر بیٹھ کر پہلا کام یہ کیا کہ شادی ملک سے سرِ دربار شادی کی، یہ شہزادہ اب تک اس عورت کے عشق مین دیوانہ ہو رہا تھا،

خلیل سلطان نوعمر تھا اور اس نوعمری کی وجہ سے وہ حکومت کرنے کے قابل نہ تھا، جب دولتِ بیکران پر قبضہ ہوا تو دولت کا نشہ چڑھا، ایران کی حسینہ شادی ملک نے طبیعت پر بالکل قابو پا رکھا تھا، رات دن جشن پر جشن ہونے لگے، اپنی ملکہ کی شان مین قصیدے لکھنے بیٹھ گیا، اور سمرقند کے خزانون کا منھ کھول دیا، کچھ دنون اس شان و تجمل اور بے دریغ اسراف نے رعایا کو اس کا گرویدہ رکھا اور بہت سے ہواخواہ بھی پیدا کر دیئے، پرانے وفادار امراء کو برطرف کر کے ان کی جگہ اپنی پسند اور طبیعت کے ایرانی اور درباری مقرر کیے، اور وہی شادی ملک

---

[1] "اگر کوہ سنگین دل راشعور بودے زار زار بنالیدے" ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۹۹،

جسے حضرت سرائے ملک خانم نے قتل ہونے سے بچایا تھا اب اس بیوہ ملکہ کے ذلیل وخوار کرنے کے درپئے ہو گئی، سمرقند کے باغون مین بڑی دھوم کے جلسے ہونے لگے، زمین پر جواہرات بچھا کر چھوڑ دیئے جاتے کہ جس کا جی چاہے لوٹے، فوارون سے پانی کی جگہ شراب کی دھارین اڑنے لگین،

۲۳۲ خلیل نمرود بنا ہوا تھا، شادی ملک بھی ایک ایک سے اپنا بدلہ نکال رہی تھی، غرض یہ سمجھئے کہ دونون کی نامعقول حرکتون سے خانہ جنگی برپا ہو گئی،

امیرزادہ پیر محمد ہندوستان سے چل کر وقت پر آیا، مگر خلیل کے لشکر نے اسے شکست دیدی اور اب جلد جلد انقلاب پر انقلاب شروع ہوا، امرائے اعظم نے لشکر کے اُس حصے کو ساتھ لے کر جو ابھی تک ان کا وفادار تھا سمرقند پر چڑھائی کی، خلیل کو شکست دیکر قید مین ڈالا اور شادی ملک کو سب کے سامنے قتل کیا،

حقیقت یہ ہے کہ سلطنت تیمور کے ساتھ رخصت ہو چکی تھی، اس کو سالم رکھنے کی اب کسی سے امید نہ ہو سکتی تھی،

جب مصیبتین زیادہ ہوئین اور بے پروائی نے دور ہو کر طبیعت مین کچھ جنبش پیدا کی تو جری وشجاع امیرزادہ شاہ رخ خراسان سے اٹھکر سمرقند آیا اور شہر پر قبضہ کیا، اس کے بعد سے ماوراء النہر اس کے تصرف مین رہا، سمرقند جس کی بہت کچھ دولت لٹ چکی تھی اسکی حکومت شاہ رُخ نے اپنے فرزند شہزادہ الغ بیگ کے سپرد کی، اور اب ان دونون باپ بیٹون نے ہندوستان سے عراق تک تیمور کی سلطنت کو برقرار رکھا،

شاہ رخ اور الغ بیگ دونون عافیت پسند بادشاہ تھے، دونون علم دوست اور

ہنر مند ور تھے تیمور کی فطرت کا وہ پہلو جس سے لڑائی کے قہر و غضب مین شہرون اور عمارتون کو مسمار کرنے کے بعد از سر نو ان کی تعمیر کا حکم دیا جاتا تھا ان دونون کی طبیعت مین موجود تھا لڑائی سے جہانتک ممکن ہوتا بچتے لیکن اگر کوئی ان پر حملہ کرتا تو پرانے آزمودہ کار امرائے لشکر سے مشورہ کرکے نہایت ہوشیاری سے دشمن کا مقابلہ کرتے، ان کے شہر سلطنتون کے عزل ونصب کے طوفان مین انسان کے لیے پناہ کی جگہ سمجھے جاتے تھے،

شاہ رخ اور الغ بیگ کی بادشاہی نے ایک بڑے شاندار عہد کی بنا ڈالی، سمرقند کے چوک (ریگستان) مین نئی نئی عمارتین تیار ہوئین، تاتاری بادشاہون کے زیر سایہ ایران کے شاعرون نے پرورش پائی، روما کے نصرانی قیصرون سے نسبت دیجائے تو شاہ رخ اپنے وقت کا آگسٹس اور الغ بیگ مارکوس اوریلیوس تھا، الغ بیگ علم ہیئت جغرافیے اور شاعری مین کمال رکھتا تھا، سمرقند کا مشہور رصد خانہ اسی نے بنوایا، تحصیل علوم اور مطالعۂ کتب مین ہمیشہ مصروف رہتا، یہ تاتاری بادشاہ "تیموری" مشہور تھے، اور چین کے فرمانروا خاندان منگ کے ہم زمانہ تھے، یہ دونون بادشاہ بڑے روشن ضمیر اور عالی حوصلہ گذرے ہین،

ان دونون کی لیاقت اور قابلیت نے تیمور کی زندگی کے آدھے ارمان پورے کردیئے کیونکہ سمرقند اب براعظم ایشیا کا رومۃ الکبریٰ ہوگیا، مگر وہ دور اور سب سے علیحدہ واقع تھا، تیمور کی وفات کے بعد جو ہنگامے برپا ہوئے انھون نے تجارت کی ایسی راہین جو ایک براعظم سے دوسرے براعظم مین آئی تھین بند کردین، اور ایک مرتبہ پھر ایشیا کا زیادہ تر حصہ یورپ سے ۲۳
بالکل جدا ہوگیا، اور یہ زمانہ ۱۴۰۵ء سے شروع ہو کر اس وقت ختم ہوا جبکہ پرتگال اور انگلستان کے لوگون نے سمندر سے تجارت کی راہین نکالین، یورپ کے کسی مارکوپولو نے

سمرقند مین قدم نہین رکھا تھا، تبت کے شہر لاسہ کی طرح سمرقند بھی یورپ کی پہنچ سے باہر رہا، اور یہی حال مدت تک جاری رہا، انیسوین صدی عیسوی کے وسط مین البتہ ایک روسی لشکر سمرقند تک پہنچا، اور یورپ کے بڑے بڑے سائنس دان تحقیق و تلاش کے شوق مین دوڑ پڑے، ان لوگون کو خصوصیت کے ساتھ بیزنطیہ کے کتب خانے کی تلاش ہوئی جو تیمور بروقت جسے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا، مگر یہ تلاش بیکار ثابت ہوئی،

زمانے کے مرور، موسمون کی سختی، برودت و حرارت کی شدت اور زلزلون نے "ریگستان" (چوک سمرقند) اور شہر کے اُس حصّے کو جس کا نام "بی بی خانم" تھا کھنڈر کر دیا، سمرقند کی شہر پناہ جسے تیمور سمجھتا تھا کہ تا ابد قائم رہے گی سال بسال بوسیدہ ہو کر ٹوٹتی گئی، اب تک یہ حال ہے کہ دنیا کے گشت لگانے والون مین "سالانہ جہان گرد" تو کجا کوئی ایسا شخص بھی جسکو واقعی سیاحت کا شوق ہو شاذ و نادر ہی "ریگستان" سمرقند مین وارد ہوتا ہے، یہ وہ عالیشان چوک ہے جسے لارڈ کرزن نے دنیا کی شریف ترین عمارت لکھا ہے، مگر زمانے نے اس شکستہ حالی مین بھی اسکے ویرانے کو عہد ماضی کا ایک حسن لازوال دے رکھا ہے،

دولت تاتار کے زمانہ عروج کا علم ادب یورپ کی زبانون مین ابھی تک ترجمہ نہین ہوا ہے، اس لیے اہل مغرب کو اس سے پوری واقفیت نہین ہے، لیکن شاہ رُخ اور الغ بیگ کے پڑپوتے دنیا کو اپنی ایک نئی شان دکھا گئے، سمرقند سے اٹھے اور جنوب کی طرف بڑھے، ہندوستان مین داخل ہوئے، اور وہان اُس شاہی خاندان کے بانی ہو گئے جو دولت مغلیہ کے نام سے مشہور رہے،

چنگیز خان کے کارنامون کی طرح تیمور کی فتوحات نے بھی بلاد مغرب کے سیاسی حالات مین ایسا انقلاب پیدا کیا جس سے یورپ کے دن پھر گئے،

تیمور نے ایک براعظم سے دوسرے براعظم مین تجارت کی راہین جو سو برس سے بند پڑی تھین پھر کھول دین، تجارت کا مرکز پہلے بغداد تھا، جو یورپ سے دور پڑتا تھا، تیمور نے تبریز کو تجارت کا صدر مقام بنا دیا، جو یورپ سے قریب تھا، تیمور کی وفات کے بعد جو فساد برپا ہوئے انھون نے ایشیائے عظمی کی تجارت کو جو خشکی کے راستون سے ہوتی تھی کم کر دیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یورپ سے کولمبس اور وسکو دی گاما سمندر سے ایشیا کا راستہ نکالنے پر کمربستہ ہو گئے تھے،

تیمور نے مغلون کی سلطنت قبچاق یعنی سیر اوردہ کو غارت کر دیا، اس واقعہ نے روسیون کو موقع دیا کہ مغلون کے پنجے سے نکل کر ایک آزاد قوم بنجائین، ایران مین آل مظفر کا خاتمہ تیمور کے ہاتھون ہوا، اس خاتمہ کے دو سو برس بعد شاہ عباس کے زمانے مین ایران نے ایک عظیم الشان سلطنت کی صورت اختیار کی، عثمانی ترکون کو شکست دیکر تیمور نے انھین پراگندہ کیا تھا، باوجود اس کے یورپ اس وقت ایسا کمزور تھا کہ ترکون سے اپنے تعلقات قطع نہ کر سکا، عثمانی ترک پھر سنبھلے اور پھر انھون نے اپنی پہلی سی قوت حاصل کر لی، چنانچہ ۱۴۵۳ء مین انھون نے قسطنطنیہ فتح کر لیا، ۲۲۴

باقی سلاطین مین جو مغلوب ہوئے تھے سلطان مصر نے پیمان اطاعت بہت جلد فراموش کیا، اور وہ عجیب جوڑا یعنی قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر جو تیمور کی زد سے بچنے کو ہمیشہ ادھر ادھر اڑتا پھرتا تھا پھر عراق عرب مین جا اترا، یہان ان دونون مین ایک تازہ نزاع

پیدا ہوا،

تیمور کے شمالی لشکر مین جو لوگ مغلون اور تاتاریون کی نسل کے تھے وہ شیخ نورالدین اور دوسرے امرا کے تحت مین آکر شمال کی زمینون اور سرحد کے قلعون مین جاکر آباد ہو گئے جہان آج ان کی اولاد قرغز اور قلماق کے نام سے مشہور ہے، اور ان برجون اور قلعون کے نیچے جنھین تیمور نے بنوایا تھا اپنی بھیڑون اور گھوڑون کے گلّے چراتی ہے،

تیمور کے مرنے سے اس قوم کے لوگون کو جو سر پر لوہے کے خود رکھتے تھے اور مبارزان توران کہلائے جاتے تھے جنوبی ملکون کے اہل دستار یعنی شایستہ اقوام ایران سے جدا کر دیا، علما اور مشائخ کی امیدین پوری نہ ہوئین، تیمور کے مرتے ہی یہ خیال مٹ گیا کہ تمام دنیا ایک ہی بادشاہ کے زیر نگین ہو گی جو خلیفہ کہلائیگا، یہ لوگ سمجھتے تھے کہ تیمور کی فتوحات کی بنا
۲۲۵ پر وہ بھی اپنے اختیارات کا قصر بلند کرین گے، مگر انھین معلوم ہو گیا کہ تیمور کی کشورستانی نے اسلامی حکومتون کو ان کی بیخ و بنیاد تک ہلا ڈالا ہے، تیمور نے کبھی اپنے جنگی منصوبون کے قائم کرنے مین علما کے دباؤ کو نہین مانا، اور اخیر عمر مین تو ظاہر تھا کہ ملکی معاملات مین وہ ان کی رائے نہ سنتا تھا،

ایران کی نئی سلطنت جو شیعہ مذہب رکھتی تھی عثمانی ترکون سے جو سنّی تھے ہمیشہ دست و گریبان رہی، تیمور کی اولاد یعنی ہندوستان کے مغل بادشاہ بھی تیمور کی طرح سنی المذہب تھے مگر یہ نام کے مسلمان تھے، غیر مذہبون کے روادار[1] تھے، مصر مین خلیفہ تھا مگر وہ خلفائے بغداد

[1] اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک جو مسلمان غیر مذہب کا روادار ہو وہ برائے نام مسلمان ہوتا ہے کیسا غلط خیال ہے، ہندوستان کے تیموری بادشاہون کو برائے نام مسلمان کہنا درست نہین ہے (مترجم)

کی ایک بگڑی ہوئی تصویر تھا، غالبًا اب یہ امر انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ کوئی شخص مختلف قومون اور نسلون کے مسلمانون کو متحد کرکے سیاسی اعتبار سے قوم واحد بنا دے،

تیمور کے بعد کسی متنفس نے تمام دنیا پر مسلط ہونے کی کوشش نہین کی، تیمور نے وہی کر دکھایا جو اسکندر مقدونیہ نے کیا تھا، اور اسکندر بھی ایران کے شہنشاہ کیرش (خسرو) کے بعد اسی طرح نمودار ہوا تھا جس طرح چنگیز خان کے بعد تیمور ظاہر ہوا تھا، فاتحانِ عالم مین تیمور سب سے آخر فاتح تھا، اب یہ امید نہین کیجا سکتی کہ کوئی دوسرا شخص اکی مثل تلوار کے زور سے اتنی قوت حاصل کر سکیگا، ایشیا مین جہان جائیے گا یہی سنئیگا کہ دنیا کو تین آدمیون نے فتح کیا تھا، ایک اسکندر، دوسرا چنگیز خان اور تیسرا تیمور،

اگر کبھی سمرقند جانا ہوا تو وہان قلعہ کے نزدیک بہت سے درختون کی چوٹیون سے اونچا ایک گنبد آپ کو نظر آئے گا، اس گنبد پر بعض بعض جگہ اب تک فیروزی رنگ کی کاشیکاری اچھی حالت مین نظر آتی ہے، اور آفتاب کی روشنی سے یہ روغنی کام چمک رہا ہے، دیوارون پہ جابجا گولیون کے نشان ہین، روسیون نے ان دیوارون کو اپنی رفلون کا نشانہ بنایا تھا، سوائے ایک محراب کے جو ابھی سلامت ہے باقی کل محرابین ٹوٹ کر گر چکی ہین،

رواق مین تین بڈھے خادم ایک قالین پر بیٹھے ملین گے، اگر آپ کہین گے تو ان مین سے ایک خادم اٹھکر شمع روشن کریگا اور آپ کو اندر کے ایک کمرے مین لیجائے گا جہان سنگ مرمر کے جالیدار روشندانون سے خفیف سی روشنی آرہی ہے،

اب سامنے سنگ سپید کی جالیون کے ایک کٹھرے مین قبرون کے دو تعویذ نظر آئینگے، ایک سپید ہے اور دوسرا سبزی مائل سیاہ، سپید تعویذ کے نیچے کوئی بڑے بزرگ میر سید جو

تیمور کے دوست تھے دفن ہین، سیاہ تعویذ جو اس سپید تعویذ سے کچھ آگے ہے سنگ یشب کا ہے، اور مغلون کی ایک ملکہ نے اسے یہان نصب کرایا تھا، اس کے نیچے امیر تیمور گورگان دفن ہین،

۲۳۶ اگر آپ اس خادم سے جس کے سر پر سپید دستار ہے اور اس کے جبہ مین جگہ جگہ پیوند لگے ہین، دریافت کرین گے کہ تیمور کون تھا تو وہ کچھ سوچنے لگیگا، اسکی تپلی تپلی انگلیان کانپین گی جس سے شمع کی لو بھی لرزنے لگیگی، اور غور کے بعد غالبًا وہ یہ جواب دیگا

"اسکا "ترا" ہونا تو مجھے معلوم نہین، میری پیدائش سے بلکہ میرے باپ کی پیدائش سے بھی وہ پہلے گذرا ہے، اس کو بہت زمانہ ہوا، مگر اس مین کلام نہین کہ وہ امیر تھا"



تعلیقات ۲۲۳

(۱) ترتیبِ شعرا اور اربابِ دانش

لڑائیون کے لیے تیمور ہمیشہ سفر مین رہتا تھا، دربار کا ایک حصہ بھی ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا، ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ حالت سفر مین اکثر رات کے وقت امیر تیمور کوئی کتاب بالخصوص تاریخ کی کوئی کتاب پڑھوا کر سنا کرتا تھا، سیر اوردہ سے لڑائی کے لیے جس وقت گیا ہے اس وقت شہزادیون مین سے ایک شہزادی بھی ہمراہ تھی، ہندوستان پر جب فوجکشی کی اور دہلی کے بادشاہ محمود تغلق کی فوجون سے بالخصوص ہاتھیون کی صفون سے مقابلہ ہونے کو ہوا تو تیمور کے فوجون مین ایک قسم کا ہراس پیدا ہوا، مولانا شرف الدین لکھتے ہین، کہ

"حضرت صاحبقران کی سپاہ کو ہندوستان کے لشکر کا تو کچھ خوف نہ تھا لیکن ہاتھی انھون نے پہلے دیکھے نہ تھے، سب کو یہ خیال بندھا تھا کہ ان جانورون پر تیر و شمشیر کا کچھ اثر نہین ہوتا اور لڑائی مین وہ سوار اور گھوڑے کو سونڈ مین پکڑ کر دور پھینک دیتے ہین، غرض جسوقت فوجی افسرون کے لیے ان کے مقامات مقرر کیے جانے لگے تو حضرت صاحبقران نے علما سے جو ہمراہ تھے دریافت

کیا کہ وہ لڑائی مین کس جگہ رہنا پسند کرین گے؟"

ان صاحبون مین کئی بزرگون نے جو ہاتھیون کا حال سن چکے تھے جواب دیا،

"اگر امیر اجازت دیگا تو ہم عورتون اور خاتونون مین رہنا پسند کرینگے"[1]

تیمور کو معلوم ہوگیا تھا کہ لشکر کے لوگ ہاتھیون سے ڈرتے ہین اس لیے اس کا خاص انتظام کیا، لشکرگاہ کے بیچ مین خندق کھدوائی اور خندق سے ادھر کو چپر وغیرہ کھڑے کرکے ایک دیوار قائم کی اور اس کے آگے زمین مین جگہ جگہ سلاخین نصب کرائین اور سلاخون کے سرون ۲۴۰
پر تین تین نوکون کے آہنی خار لگائے گئے اور ان کے پیچھے بہت سے بھینسون کی ایک قطار گردن سے گردن بندھی کھڑی کیگئی، اور بھینسون کے سینگون مین گھاس پھوس، درختون کی ٹہنیان اٹکادی گئین تاکہ وقت پر ان مین آگ لگادی جائے، لیکن یہ تمام پیش بندیان فضول ثابت ہوئین، کسی چیز کو کام مین لانے کی ضرورت پیش نہین آئی[2]۔

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۱۰۰-۱۰۱۔ محمود تغلق کی فوج تیمور کی فوج سے زیادہ تھی مگر تیمور کی سپاہ اسے خاطر مین نہ لاتی تھی اور اس کی نظر مین ہندوستانی فوج کی کوئی وقعت نہ تھی، "اما پیلان را دیگر نہ دیدہ واز افواہ والسنہ شنیدہ کہ ہیکل شان از صلابت بحیثیتے است کہ تیر وشمشیر برآن کارگر نیست .... وہنگام کارزار بخرطوم اسپ را با سوار از زمین در ربایند وبہوا بر اندازند، واز سماع این مبالغہ .... ودغدغہ بخاطر بعضے لشکریان راہ یافتہ بود چنانچہ در وقت تعین مواضع سرداران واعیان حضرت صاحبقران از جمعے علماے رفیع مقدار کہ ملازم رکاب ہمایون آثار بودند مثل ...... بزبان اشفاق سوال فرمود کہ جائے شما کجا خواہد بود، ایشان از دہشت آن سخنان کہ شنیدہ بودند بہ جواب مبادرت نمودند کہ "جائے بندگان درآن محل کہ خواتین وعورات باشند"

[2] ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۱۰۱-۱۰۲ مین بیان ہوا ہے کہ "حضرت صاحبقران آن دغدغہ از لشکریان تفرس نمود، برائے اطمینان خواطر شرائط حزم مرعی داشتہ فرمان داد کہ از چپرہا پیش صف لشکر حصارے سازند ودر پیش آن بحفر خندق قیام نمایند ودر پیش خندق گاومیشان را پہلوئے ہم داشتہ گردن وپایہائے ایشان را بچرم گاو برہم بندند وخارہاسے خسک بزرگ از آہن ساختہ بودند وتعیین رفتہ کہ پیادگان آن را نگاہ دارند وچون پیلان حملہ آورند، در راہ ایشان افشانند"

(۲)

یورپ اور ایشیا کی کمانین

یورپ کے لوگون نے بالعموم سمجھ رکھا ہی کہ ایشیا کے سوار تیر انداز ایسی چھوٹی اور ہلکی کمانین استعمال کرتے تھے کہ اُن کا تیر یورپ کے وزنی زرہ بکتر پر کچھ اثر نہ کرسکتا تھا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ترک، تاتار اور مغل سب بڑی اور چھوٹی دونون قسم کی کمانین کام مین لایا کرتے تھے،

تیمور کے زمانے اور چنگیز خان کے ابتدائی عہد مین سوار دونون قسم کی کمانین اپنے ساتھ رکھتے تھے، بڑی کمان گھوڑے سے اتر کر تیر لگانے کے لیے ہوتی تھی اور چھوٹی کمان سے اس وقت تیر اندازی کرتے تھے جب کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دھاوا کیا جاتا تھا، یا جس وقت دشمن بالکل ہی قریب ہوتا تھا، تیر کمان اُنکا سب سے پسندیدہ ہتھیار تھا، اور سوائے ایسے موقعون کے جبکہ بالکل ہی گھمسان ہو جائے سوار اور پیدل بالکل خلط ملط ہون تیر کمان کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، اس زمانے کی یورپ کی تاریخین اس بات کی شاہد ہین کہ ایشیا والون کی تیر اندازی کیسی سخت اور ہولناک ہوتی تھی، ان تاریخون مین بیان ہوا ہے کہ ایشیا والون کے تیر اس بلا کے ہوتے تھے کہ عیسائی اور عیسائیون کے گھوڑے (دست بدست) لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے تھے،

تاتاریون کے پاس تیر بھی مختلف طول اور وزن کے ہوتے تھے، اور ان تیرون کے پھل بھی کئی قسم کے تھے، بعض پھل ایسے تیز بیان ہوئے ہین جو لوہے کو چھید دیتے تھے،

بعض ایسے ہوتے تھے کہ اُن مین نفط یا کوئی اور آتشگیر چیز بھر کر دشمن کی طرف کمان مین رکھکر چھوڑتے تھے، راقم الحروف کی نظر سے پیکنگ (خان بالغ) مین شاہان منچو کے زمانے کی سو یا دو سو برس کی پرانی کمانین گذری ہین، یہ اُن امیدوارون کا امتحان لینے کے لیے رکھی تھین جو پیکنگ کی فوج خاصہ مین داخلہ چاہتے تھے، یہ کمانین ۱۲ درجے قوت کی تھین یعنی انکو کھینچنے مین اتنی قوت صرف کرنی پڑتی تھی جو ۱۶۵ پونڈ وزن کے اٹھانے مین درکار ہوتی ہے، ان کمانون کی لمبائی پانچ فیٹ تھی اور وہ بہت بھاری تھین،

زیادہ سے زیادہ فاصلے پر جو تیر کسی کا ابھی تک گیا ہے وہ ۱۷۹۵ء مین ترکی سفارت کے ایک افسر کا تھا، یہ تیر جس فاصلے تک گیا تھا اس کا طول ۴۶۷ یا ۴۸۲ گز بتایا گیا ہے، چند سال ہوئے کہ حال کے ایک تیر انداز کا تیر بھی تقریبًا اتنی ہی دور گیا تھا، مگر تیر جس کمان سے چھوڑا گیا تھا وہ ترکی کمان تھی،

۲۴۲ دشمن پر آگ اور پتھر برسانے کے عرّادے اور منجنیق ایسے ہوتے تھے جن کے پرزے علحدہ ہو سکتے تھے اور بار برداری کے جانورون پر رکھکر تاتاری اور مغلی فوجین انھین اپنے ساتھ لیکر چلا کرتی تھین، تاتاریون اور مغلون کے یہ آلات حرب یورپ والون سے بہتر ہوتے تھے، اس کے علاوہ فوجی قواعد کی سخت پابندی لڑائیون کے داؤن پیچ سے عمر بھر کی واقفیت پھر فوجی افسرون کی لیاقت و کیاست ان سب باتون نے مغلون اور تاتاریون کو یورپ والون سے کہین آگے بڑھا دیا تھا، بالخصوص یورپ کے اُن لوگون سے جو تیرہوین اور چودھوین صدی عیسوی مین گذرے تھے، ان کی فوجون مین اس وقت مختلف قسم کے آدمی ہوتے تھے اور ان کے سردار اور افسر بھی ناقص ہوتے تھے، یہی وجہ تھی کہ یورپ کی فوجین جب کبھی مغلون اور تاتاریون

کے مقابلہ مین آئین یورپ کے حق مین ایک مسلسل تباہی کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلا عیسائی سپاہی کی ہمت وجوانمردی مین کلام نہ تھا لیکن وہ عادۃً لڑائی پر جانا ایسا سمجھتا تھا جیسے کھیل اور ورزش کے عام جلسے مین شریک ہونے جارہا ہے، بڑے اطمینان خاطر سے میدان رزم مین پہنچتا تھا، اور وہان خیمہ گاہ تیار کرکے بہت آرام اور سہولت سے جنگ کی تیاری کرتا تھا، تلوارون سے لڑکر گھنٹا بھر مین لڑائی کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو معلوم ہوجاتا تھا، لیکن تاتاریون کا اہتمام شبخون کی تیاریان تعاقب کی تدبیرین جو بھاگنے والے لشکر کی کسی چیز کو سلامت نہ رہنے دیتی تھین ان تمام چیزون کو یورپ کا سپاہی برا سمجھکر اُن سے ڈرتا تھا، اگر وہ میدان جنگ مین یا حالت فرار مین مرتا تھا، تلوار یا تیر چلانے کا موقع تک اُسے نصیب نہ ہوتا تھا، اس کے فوجی سردار لڑائی کی چالون سے ناواقف ہوتے تھے، اور بعض وقت ایسا ہوتا تھا کہ یہ افسر لڑائی ہارنے پر اپنی فوجون کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے اور سپاہیون سے بے پرواہ ہوجاتے تھے کہ جس طرح چاہے وہ اپنی جانین بچائین، پہلی مثال جسمین فوج کے سردار لڑائی کی ترکیبون سے ناواقف تھے ہنگاریہ کے بادشاہ بیلا کی ہے جو سنہ ۱۲۴۱ء مین لڑا تھا اور دوسری مثال بادشاہ وتیوت (دی ٹولڈ) کی ہے جو لیتھوانیہ کا بادشاہ تھا اور سنہ ۱۳۹۹ء مین تاتاریون سے لڑا تھا[۱]،

سنہ ۱۲۲۱ء سے جبکہ چنگیز خان کے فوجی افسرون نے روسیون کو شکست فاش دی اور لوئی بادشاہ فرانس کو ملوک مصر کے سامنے سرنگون ہونا پڑا اُس وقت تک کہ یورپ کی فوجون کو نیکوپولس کے سامنے سلطان بایزید خان نے شکست دی ایشیا یورپ پر ہمیشہ فتحمند رہا، بعض مستثنیٰ مثالین بھی تھین مثلاً اسپین کے قطلونی جو پیشہ ور سپاہی تھے اور تجربہ کار افسرون

---

[۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۵،

کی سرکردگی مین لڑا کرتے تھے قسطنطنیہ کے باہر ۱۳۰۹ء مین فتحیاب ہوئے یا اسپین مین عیسائیون نے عربون کو شکست دی،

جس زمانے مین یورپ کو ان آفات کا سامنا ہوا وہان کی سپاہ کا سب سے کارگر ہتھیار "کروس بو" یعنی "کندے دار کمان" تھی، تاتاری اور مغل اس قسم کی کمان کی قوت کو مانتے تھے، اس قسم کی کمان سے وِنیس اور جنیوا کی سپاہ نے صرف محاصرون مین کام لیا، شروع زمانے کی صلیبی لڑائیون مین یورپ والون نے لمبی کمان سے کام نہین لیا، یہ لمبی کمان کریسی اور اژنکورٹ کی لڑائیون مین یعنی ۱۳۰۰ء سے ۱۴۵۰ء تک انگریزون کے ہاتھ مین بہت باثر ثابت ہوئی،

۲۴۳ راقم سے پوچھا گیا کہ اوس زمانے کا انگریز تیر انداز تاتاری سوار تیر انداز کے مقابلہ مین کیسا رہتا، اس کا جواب یہ ہے کہ انگریز اور تاتار کسی باقاعدہ جنگ مین تو مقابلہ پر آئے نہ تھے، صرف قیاس سے کہہ سکتے ہین کہ مقابلہ کا نتیجہ کیا ہوتا، انگریزی لمبی کمان کے تیر کا پلہ اتنا ہی تھا جتنا کہ تاتاری کمان کے تیر کا تھا، یعنی دو سو یا تین سو گز تک اُس کا تیر مہلک ہوتا تھا، انگریز تیر انداز بھی تاتاری تیر انداز کی طرح جلد تیر چلاتا تھا، تاتاری فرانسیسی سوارون کی طرح فولاد کا لباس پہنے نہ ہوتے تھے، اور یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ تاتاری سوار کبھی انگریزی سپاہ پر ایسی حماقت سے دھاوا نہ کرتے جیسی حماقت سے فرانسیسی سوارون نے انگریزی سپاہ پر کیا تھا،

ذاتی شجاعت کی مثالون سے قطع نظر کر کے اور اس بات کا لحاظ کر کے کہ انگریز اچھے تیر انداز تھے تاتاریون کے مقابلے مین انگریز جرمانی سوارون یا سَنت یوحنا کے شہسوارون

سے بہتر نہ رہے تھے[1] تاتاریون کے سامان آتش اندازی کے مقابلے مین اور اس شدید [illegible]
کے مقابلے مین جو تاتاری دشمن کے واسطے [illegible] پر کیا کرتے تھے انگلستان
کا بلیک پرنس[2] بھی ایسا ہی مجبور و معذور ہو جاتا [illegible] بھائی مجبور و معذور
رہ چکے تھے؛



[1] جرمن کے سوار اور سنت یوحنا کے شہسوار سب تاتاریون سے ہارے تھے، (مترجم)

[2] بادشاہ انگلستان ایڈورڈ سوم کے ولیعہد کا لقب بلیک پرنس تھا، شجاعت اور جوانمردی مین مشہور تھا، (مترجم)

(۳)

آتش فگن آلات

۲۳۳

یہ بات ثابت ہے کہ تیمور کی فوجین کئی قسم کے آتش بار آلے کام مین لائی تھین، لیکن اس زمانے کی تاریخون مین اِن آلون کی پوری کیفیت بیان نہین ہوئی۔ ترجمون مین صرف ”آگ کی ہنڈیان“ لکھا ہے،

یہ ہمین معلوم ہے کہ تیمور کے زمانے سے کئی سو برس پہلے چین کے لوگ لڑائی مین بارود سے کام لیتے تھے، لوگ بالعموم نہین سمجھتے کہ چینی بارود کے رعدی عمل یعنی آگ پاتے ہی تڑاقے کیساتھ اُس کے پھٹنے کی قوت اور فعل سے واقف تھے، اس کے متعلق کئی جگہ بحث بھی پڑھنے مین آئی ہے، لیکن سنہ ۱۲۳۲ء مین جب مغلون نے چین مین کائی فونگ کا محاصرہ کیا ہے تو اس کے حال مین تحلیل کیمیائی کا چینی عالم لکھتا ہے:-

”چونکہ مغلون نے اپنے لیے زمین مین گڑھے کھود لیے تھے تاکہ تیرون سے اور ایسی چیزون سے جو اُن پر پھینکی جائین وہ محفوظ رہین اسلیے ہم نے یہ ترکیب نکالی کہ اپنے آتش انگیز آلون کو جنھین چن تائن لی کہتے تھے لوہے مین باندھ کر ان موقعون پر پہنچایا جہان مغلون کے نقبچی اپنا کام کرتے تھے، وہان پہنچتے ہی یہ آلے پھٹے اور ان کے پھٹتے ہی آدمی اور ان کے چیتھڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے“۔

چینیون کے ان آلون سے مغلون نے بھی کسی قدر کام لیا تھا، ۱۲۲۰ء مین جب چنگیز خان نے مغربی ملکون پر چڑھائی کی تو اس کے ہمراہ چینی آتش اندازون کی ایک فوج تھی اور اس فوج کے پاس آگ پھینکنے کے آلے تھے جنکو ہوپاؤ کہتے تھے، تیمور کے تاتاری بھی ان آلات سے خوب واقف تھے، اور نہ صرف ان سے بلکہ نفط کا استعمال جس طرح عرب اور ایرانی کرتے تھے اس کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے،

عربون نے صلیبی لڑائیون مین بہت سے آتشین آلون سے کام لیا، مثلاً ایک گرز یا خدنگ ہوتا تھا جسکے سرے پر شیشے کا ایک گولہ ہوتا تھا، اس گولے مین نفط بھر کر ایک شتابہ اس مین لگا دیتے تھے، پھر جب اس گرز یا خدنگ کو نشانہ باندھکر پھینکتے تھے، تو دشمن کی زرہ پر شیشے کا گولہ ٹوٹتا تھا اور جلتا ہوا نفط اس کے سارے جسم پر دوڑ جاتا تھا، منجنیقون اور عرادون سے مٹی کے کوزے نفط یا یونانی آتشگیر مسالون سے بھر کر دشمن پر مارتے تھے اور ان چیزون کا استعمال اکثر قلعون کے محاصرے کے وقت کیا جاتا تھا،

ایک محاصرے کے حال مین ایک بڑا ہی ہولناک قصہ بیان ہوا ہے، یہان صلیبی مجاہدون نے ۲۴۵
قلعے کی دیوارون کے پاس لکڑی کے مینار قائم کئے تھے، عربون نے اپنے منجنیقون سے ایک قسم کے گولے پھینکنے شروع کئے جو منارون پر لگتے ہی پھٹتے تھے، اور ان مین سے ایک رقیق مادہ نکل کر لکڑیون کو بھگو دیتا تھا، عیسائی مجاہد عربون کی اس حرکت پر ہنستے تھے، مگر عربون نے اپنا عمل جاری رکھا حتی کہ مینارون کی لکڑیان بالکل تر ہو گئین، اس کے بعد قلعہ کی دیوار سے ایک جلتی ہوئی مشعل آئی اور مینار سے لگتے ہی دفعۃً ایسی آگ لگی کہ عیسائی اور ان کے منارے سب جل کر بھسم ہو گئے، یہ رقیق مادہ نفط تھا،

(۴)

انگوریہ ۲۴۶

دنیا کے ایک زبردست سپاہی کے کارنامون کو یاد کرتے وقت یہ بات جتا دینی شرط انصاف ہے کہ تیمور کی فتحِ انگوریہ کے حالات لکھنے مین یورپ کے مورخون نے سلطان بایزید خان کی جنبہ داری کی ہے، ان مورخون نے زیادہ تر اقتباس عثمانی ترکون اور یونانیون کی تحریرون سے کیا ہے، اصلی اور حقیقی ماخذون یا تاتاری ماخذون سے شاذ و نادر ہی کچھ لیا ہے، فتحِ انگوریہ کے حالات بالعموم فون ہامر کے بیان سے نقل کئے ہین جسے پروفیسر کریسی نے اپنی مشہور تالیف "دنیا کی پندرہ قطعی لڑائیون" مین درج کیا تھا، فون ہامر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے،

"تیمور کے جاسوس عثمانی ترکون کے لشکر مین پہنچ گئے اور انھون نے متعدد ایشیائیون کو جو تاتاری نسل کے تھے سمجھایا کہ تیمور کے خلاف اُن کو ہرگز نہ لڑنا چاہیئے، کیونکہ تیمور ان تمام تاتاریون کا سردار ہے جنکا کام لڑنا ہے . . . . بایزید خان صرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیکر تیمور سے لڑنے چلا تھا، حالانکہ تیمور کی فوج تعداد اور دیگر اعتبار سے بایزید کی فوج سے کہین اعلیٰ تھی، تیمور کی فوجین سیواس کے قریب لشکر ڈالے تھین، اور تیمور نے لشکر کا تعبیہ اس طور پر کیا کہ لڑائی ایسے مقام پر ہو جو اس کی فوج سوارہ کے حق مین سودمند ثابت ہو اور جہان وہ اپنی فوج کی کثیر تعداد سے بھی پورا نفع اٹھا سکے، تیمور بڑی ہوشیاری اور تعجیل سے قیساریہ اور قیر شہر سے اپنی فوج کو اس طرح نکالتا ہوا آگے بڑھا کہ راستے مین بایزید سے مقابلہ نہ ہو، اور اس طریقہ سے

جیسے پہلے سے سوچ رکھا تھا انگوریہ کے شہر اور میدان تک پہنچ گیا، سلطان بایزید دشمن کو انگوریہ سے ہٹانے کے لیے فوجین لیکر دوڑا۔ . . . تیمور کی فوجون کی تعداد گو بہت تھی لیکن لڑائی کیلیے جس قدر پیش بندیان ضروری تھین وہ سب تیمور نے کرلی تھین . . . . . . بایزید خان . . . . . معلوم ہوتا تھا کہ آج سپہ سالاری کا فن جسے معمولاً وہ بہت عمدہ طریقہ سے انجام دیا کرتا تھا بالکل بھول گیا ہے پہلے اس نے تیمور کے لشکر کے شمال مین اپنی فوجین مقیم کین، اور پھر یہ دکھانے کے لیے کہ دشمن کی کوئی وقعت اُس کے دل مین نہین ہے اپنا تمام لشکر قریب کے ایک کوہستان مین لے گیا اور وہان اُسے صید و شکار مین مصروف کیا، لیکن بدقسمتی سے جس زمین پر اس نے یہ آخری شکار کھیلا تھا وہان پانی نام کو نہ تھا . . . . پانچ ہزار عثمانی ترک تکان اور پیاس سے مر گئے۔ اس بڑی غلطی کے بعد بایزید دشمن کی طرف چلا، اب معلوم ہوا کہ جو لشکرگاہ اپنی فوج کے لیے تیار کیا تھا وہ تاتاریون کے قبضے مین ہے، دریا وہ بھی مختصر تھا، صرف ایک تھا جہان ترک اپنی پیاس بجھا سکتے تھے لیکن معلوم ہوا کہ تیمور کے حکم سے اب اُس کے بہاؤ کا رخ بدل دیا گیا ہے، اور ترکون کے لیے اس کا پانی بند ہو گیا ہے،

۲۴۷

بایزید اب مجبور ہوا کہ تیمور سے جنگ کرے، بیان ہوا ہے کہ مغلون (تاتاریون) کا لشکر شمار مین آٹھ لاکھ تھا، بہرکیف بایزید کے لشکر سے وہ بہت زیادہ تھا اور صرف تعداد ہی مین زیادہ نہ تھا بلکہ لڑائی کے ساز و سامان مین سپاہ کے جوش حمیت اور سردارون کی جنگی قابلیت مین بھی مغلون (تاتاریون) کا پلّہ بھاری تھا،

فون ہامر اور پروفیسر کریسی یہ بھی لکھتے ہین کہ ایشیا کے بعض بادشاہ تاتاریون کی مثال کی پیروی کر کے تیمور سے جا ملے تھے، بایزید کی طرف سے صرف سربی اور ینگ چری فوجون نے

مقابلہ اچھی طرح کیا اور مغلوں (تاتاریوں) کے سخت اور بار بار شدید یلغاروں کا جواب دیا،

لین پول نے اپنی کتاب "ٹرکی" میں اوپر کے بیانات کو نقل کر دیا ہے، اور ذیل کی عبارت اپنی طرف سے لکھی ہے،

"ایک طرف تھکے اور پیاسے آدمی تعداد میں کم اور اپنے سردار سے بیزار تھے، دوسری طرف ایک لشکر جرار تھا جو ایک اچھے مقام پر جما ہوا تھا اس کے افسران فوج بڑے قابل تھے، کوئی احتیاط ایسی نہ تھی جس کا لحاظ انھوں نے نہ کر لیا ہو، تعداد، عمدہ قوا، جسمانی حالت غرض ہر اعتبار سے تیمور کی فوج بہتر تھی، ینگ چری فوج اور اہل سرویا کی شجاعت اور بہادری تیمور کی فوج کے سامنے کچھ نہ کر سکی، نتیجہ یہ ہوا کہ بایزید کو قطعی شکست ہو گئی"

خاص لڑائی کے حالات میں لین پول نے پرانے مصنف نولز کی عبارتیں نقل کی ہیں، یہ مصنف وہی ہے جس نے ۱۶۰۳ء میں اپنی کتاب لکھی تھی،

اس بیان کی ابتدا کہ ترکی سپاہ کو ترتیب جنگ سے نکال کر بایزید ایک خشک اور بے آب ۲۴۸
زمین میں شکار کھیلنے لے گیا تھا ترکی مورخوں سے ہوئی ہے جو سب بعد کے زمانے کے مصنف ہیں، اور جن کا منشا یہ تھا کہ اپنے سلطان کی شکست کی کوئی وجہ (جس میں مجبوری ظاہر ہوتی ہو) بیان کریں، لیکن کسی ہمعصر شہادت سے یہ بیان پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا، اور فہم عامہ بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ اگر بایزید ایسا احمق اور مجنون تھا بھی کہ اس قسم کی کوئی حرکت کرتا تو تیمور کب ایسا احمق تھا کہ موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا اور بایزید کی واپسی کا انتظار کرتا، تعجب ہوتا ہے کہ فون ہامر کریسی اور اسٹینلی لین پول جیسے لائق مصنف اس صید و شکار کے حیرت انگیز قصے کو باور کرتے ہیں،

رہا یہ امر کہ بایزید کی تاتاری فوجیں عین وقت پر بایزید سے علیحدہ ہو گئی تھیں کوئی شہادت تاتاریون کی تاریخ سے اسکی نہین ملتی کہ تیمور نے بایزید کے تاتاری افسران فوج سے کسی طرح کی سازش کر لی تھی، اتنا البتہ ضرور بیان ہوا ہے کہ قراتاتار کے چند قبیلے اپنے وطن سے علیحدہ ہوکر ایشیائے کوچک مین جا کر آباد ہو گئے تھے اور ان کو ترکی فوجون مین داخل کر لیا گیا تھا، غالباً یہ قراتاتار لڑائی کے وقت بایزید کے لشکر مین موجود تھے، ان کی تعداد قلیل تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اور تیمور سے جو کچھ گفتگو ہوئی تھی وہ لڑائی کے بعد ہوئی تھی، اور لڑائی کے بعد تیمور ان کو جبراً اپنے ہمراہ سمرقند واپس لے گیا تھا۔[1]

یہ بیان کہ تیمور کی فوج آٹھ لاکھ تھی خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے، اتنی بڑی تعداد کے لشکر کو تو ایشیائے کوچک مین کھانے پینے کو بھی مشکل سے مل سکتا تھا، یہ کہنا کہ اتنی بڑی فوج کو تیمور لڑائی کے لیے نقل و حرکت مین لایا سمجھ مین نہین آتا، اور عثمانی ترکون کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ بایزید نے تیمور کے لشکر کو اس وقت تک نہین دیکھا تھا جب تک کہ وہ اس کے سامنے نہ آگیا، اس کے علاوہ کوئی ثبوت اس کا نہین ہے کہ تیمور نے کسی ایک مقام پر دو لاکھ سے زیادہ فوج جمع کی ہو، تاتاری مورخون نے کبھی کبھی اپنی فوجون کی تعداد بیان کی ہے، مثلاً ایران سے آخری لڑائیون مین فوج کی تعداد ۷۰۰۰۰ تھی، اسی طرح ہندوستان جو فوج گئی تھی وہ ۹۰۰۰۰ تھی اور دو لاکھ فوج چین کی فتح کے لیے جمع کی گئی تھی،

تیمور ایشیائے کوچک پر اس وقت بڑھا ہے کہ اس سے پہلے چار برس سے مسلسل لڑائیون مین مصروف تھا، امیرزادہ محمد سلطان کے ہمرکاب ہو جانے پر کچھ فوجین سمرقند مین چھوڑنی

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۵۰۱ - ۵۰۴،



بڑی تھین، پھر کچھ فوجین اس غرض سے بھی درکار تھین کہ اتنی بڑی وسیع سلطنت مین راستون کی حفاظت کرین، ایک بڑا لشکر تبریز مین تھا، اور بہت سی فوج شام مین گئی ہوئی تھی، جنگ انگورہ مین امرا اور افسران فوج کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لڑائی مین تیمور کی فوج ۸۰۰۰۰ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار تک شمار مین تھی،

۲۴۹ اس سے الٹا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان بایزید کی فوج تیمور کی فوج سے زیادہ تھی، اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ امر بہت مشتبہ ہو جاتا کہ لڑائی کے شروع مین تیمور مدافعانہ حیثیت اختیار کرنی گوارا کر لیتا، کیونکہ مورخ نویس لکھتا ہے کہ ترک تاتاریون پر بڑھے اور ان کی صف ہلال کی شکل مین یہ تھی، اگر یہ بیان درست ہے تو پھر بایزید کی کثرت فوج سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لشکر کے دونون بازو اتنی دور تک پھیلے ہونگے کہ تیمور کا لشکر ان کے بیچ مین آگیا ہوگا،

ہربرٹ ایڈمز گبنز کہتا ہے کہ اس تاتاری طوفان سے بایزید صحیح سلامت نکل آتا اگر بایزید وہی بایزید ہوتا جو نیکوپولس کی لڑائی کے وقت تھا، تاتاریون کی فوجکشی کے مقابلے مین فائدے کی صورتین سب اُسے حاصل تھین، مگر ناکام رہا، اسکی وجہ یہ تھی کہ بایزید کے قوائے جسمانی ودماغی جو اعلیٰ درجے کے نہ سہی مگر اپنے وقت کے مشاہیر سے کم نہ تھے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے سے خراب ہو گئے تھے،

اگر انگورہ پر فتح ہو جاتی اور قسطنطنیہ پر بھی قبضہ ہو جاتا جس مین کچھ باقی نہ تھا تو پھر سلطان بایزید ایلدرم تاریخ کے صفحون پر پندرہوین صدی کے سب سے بڑے اور نامور فاتح کی شکل مین ظاہر ہوتا، گویا پرانے زمانے کا نپولین وہی ہوتا، یہ صاف ظاہر ہے کہ سپہ سالاری مین تیمور نے بایزید کو مات کر دیا، تیمور کی عمر اس وقت ستر برس کے قریب تھی، اور سمرقند سے

دو ہزار میل کی مسافت طے کر کے سلطنت ترک کے مرکز مین بایزید سے لڑا تھا تاریخون کی تاریخ مین انکوریہ کی لڑائی ایک چھوٹی لڑائی سمجھی گئی ہے جسکو برائے چندے کچھ امتیاز حاصل ہوگیا تھا، اور خود بایزید سپہ سالاری مین تومتمش سے کم درجے کا مانا گیا ہے،

کلاویجو نے جو کسی کا طرفدار نہین ہے انکوریہ کی لڑائی کو اپنے طرز خاص مین اسطرح بیان کیا ہے،

"جس وقت بایزید ترک کو معلوم ہوا کہ امیر تیمور اسکے ملک مین آگیا ہے تو وہ اپنا لشکر لیکر ایک بڑے مضبوط قلعے پر پہنچا جسکا نام انکوریہ تھا، جسوقت تیمور کو بایزید کی اس نقل و حرکت کی جو بڑی ہوشیاری پر دلالت کرتی تھی خبر پہنچی تو تیمور جس سڑک سے آرہا تھا اُسپر سے ہٹ گیا، اور اپنا لشکر ایک اونچے پہاڑ کی طرف لے گیا جس وقت بایزید نے سنا کہ تیمور جس سڑک سے آرہا تھا اسکو چھوڑ کر دوسری طرف چلا گیا ہے تو وہ سمجھا کہ تیمور بھاگ گیا، اس لیے وہ تیمور کے پیچھے جس قدر تیزی سے چلنا ممکن تھا چلا،

امیر تیمور پہاڑون مین آٹھ دن گشت کر کے میدان مین آیا اور انکوریہ کے قلعہ پر پہنچا جہان بایزید اپنا ۲۵
کل ساز و سامان چھوڑ گیا تھا، تیمور نے یہ سامان اپنے قبضے مین کیا، جسوقت بایزید کو اسکی خبر ہوئی تو وہ جس قدر جلد ممکن تھا انکوریہ واپس آیا مگر جب وہان پہنچا تو اسکی سپاہ بالکل تھک گئی تھی،

امیر تیمور نے یہ نقل و حرکت اسلئے کی تھی کہ بایزید کی فوجین بے ترتیب ہو جائین، دونون لڑے اور بایزید قید ہو گیا،[۵۲]

---

[۵۱] کلاویجو نے اس لڑائی کا حال دو اسپینی سفیرون سے سنا تھا جو لڑائی کے موقع پر موجود تھے، دیکھو "عثمانی ترکون کی تاریخ" مصنفہ پروفیسر کریسی، اور کتاب "ٹرکی" مصنفہ اسٹینلی لین پول اور کتاب "عثمانی سلطنت کی بنیاد" مصنفہ ہربرٹ ایڈمز گبنز، نیز کلاویجو کا سفرنامہ، اور مولانا شرف الدین اور ابن عرب شاہ کی تصانیف (مصنف)

[۵۲] دیکھو اس کتاب کا انتیسوان باب،

۲۵۱

(۵)

بادشاہ لیتھوانیہ وتیوت اور تاتاری

مغربی یورپ کی سپاہ کو نیکوپولس پر بایزید سے شکست کھائے ہوئے تین برس سے کچھ کم ہوئے تھے کہ مشرقی یورپ کا مقابلہ تاتاریون سے ایک عجیب اتفاق سے پیش آیا، یہ واقعہ ۱۳۹۹ء کا ہے،

وتیوت[1] (وٹولڈ) لیتھوانیہ کے دیوانے بادشاہ نے پولستان (پولینڈ) کے بادشاہ سے رسم اتحاد قائم کرکے اپنا لشکر جنوبی روس مین پہنچایا، اور کیف اور سمولنسک پر قبضہ کرلیا، اس قبضہ کی وجہ سے تاتاریون سے مقابلہ ہوگیا، یہ زمانہ وہ تھا کہ تیمور کی آخری لڑائی توقتمش سے ہوچکی تھی اور توقتمش پناہ کے لیے وتیوت کے پاس اس کے عیسائی لشکر مین بھاگ کر چلا آیا تھا، اور اسی اثنا مین تیمور روس سے باہر نکل چکا تھا،

دریائے وولگہ (اتل) کے علاقے اور اس سے متصل کے ہموار ملک مین تیمور کا قبضہ ہوچکا تھا، اس علاقے اور ملک کی حکومت تیمور نے دو تاتاری امراء کے سپرد کردی تھی جنھون نے توقتمش کے مقابلے مین تیمور کی مدد کی تھی، ان امرا مین ایک اید کو قبیلہ نوغائی کا سردار تھا اور دوسرا اید کو کا سرپرست ایک خان تھا جس کا نام تیمور قتلق تھا، ان دونون امراء نے وتیوت بادشاہ لیتھوانیہ کو اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ توقتمش کو ان کے سپرد کردیا جائے، یہ سنکر

[1] وتیوت اس مین شبہ نہین کہ اس وقت یورپ مین سب سے زبردست بادشاہ تھا، (مصنف)

دیتوت کو جو بادشاہ پولستان (پولینڈ) کا قریب کا عزیز اور موسکو کے بادشاہ کا خسر ہوتا تھا یہ شوق پیدا ہوا کہ خان تاتار کے مقابلے مین ایک جنگ صلیب برپا کرنی چاہیئے، پولستانی تاریخون سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیتوت اس خیال مین تھا کہ وہ تیمور بادشاہ سمرقند سے لڑنے چلا ہے، بہرحال لتھوانیہ کے شرفا، اور پولستان کے اتحادیون اور پانچسو ٹیوٹن شہسوارون کو ساتھ لے کر دیتوت لڑنے کے لیے روانہ ہوگیا،

تیمور قتلق خان کو جب اسکی خبر ہوئی تو اس نے دیتوت کے پاس قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ "مین نے آپ کے ملک پر کبھی فوجکشی نہین کی پھر آپ مجھسے کیون لڑنے اٹھے ہین"،

دیتوت نے جواب بھیجا کہ "خدا نے مجھے دنیا کا مالک بنایا ہے تجھے دو باتون مین سے ۲۵۱
ایک بات قبول کرنی ہوگی یا تو میرا فرزند و باجگذار بن یا میری غلامی قبول کر" اس جواب کے ساتھ دیتوت نے یہ حکم بھی بھیجا کہ تاتاری سکہ مضروب کرنے مین تیمور قتلق کو لتھوانیہ کا نشان اپنے سکون پر نقش کرنا ہوگا،

تیمور قتلق خان یہ جواب اور حکم سنکر سخت برہم ہوا جس وقت اُس کا اور دیتوت کا لشکر میدان مین ایک دوسرے کے مقابل آیا تو خان نے بہت سے تحائف دیتوت کو بھیجے، اور جب تک اس کا مسن سردار ایدکو نوغائی اپنی سپاہ ساتھ لیے میدان مین نہ پہنچ لیا لڑائی مین توقف کیا، ایدکو کو عیسائیون کی اس قسم کی شرائط کب منظور ہو سکتی تھین، اُس نے دیتوت سے ملاقات کی درخواست کی، چنانچہ ایک دریا کے کنارے دونون کی ملاقات ہوئی،

امیر ایدکو نے جس کی طبیعت مین کسی قدر تمسخر بھی تھا، دیتوت سے کہا کہ "اے بادشاہ ہمارے خان کی یہ سعادت مندی تھی کہ آپ کو اس نے اپنا باپ مان لیا، کیونکہ آپ اس سے

عمر مین بڑے ہین لیکن چونکہ آپ کی عمر مجھ سے کم ہے اس لیئے آپ مجھے اپنا باپ مانین اور میری تصویر لیتھوانیہ کے سکون پر نقش کرائین"

وتیوت یہ سنکر بہت خشمناک اپنے خیمہ گاہ کو واپس آیا، کراکو کے رئیس نے اُسے بہت سمجھایا کہ لڑائی کے معاملہ مین پہلے اچھی طرح غور کر لیجئے، لڑنا درست نہین معلوم ہوتا، لیکن بادشاہ وتیوت نے ایک نہ سنی، لیتھوانیہ کے مغرور شہسوارون نے رئیس کراکو پر اعتراض شروع کئے کہ "اگر تمھین موت کا ڈر ہے تو ہمارے کام مین کیون مخل ہوتے ہو، ہم تو خدا کی راہ مین ثواب کمانے اُٹھے ہین"

غرض وتیوت اور لیتھوانیہ کے شہسوارون کے سامنے کسی کی بات نہ چلی اور عیسائی لشکر نے تاتاریون پر حملہ کر ہی دیا، عیسائیون کے پاس کچھ بڑی اور کچھ چھوٹی توپین تھین اور وہ سمجھتے تھے کہ ان آلات جنگ سے وہ تاتاریون کی صفین بہت آسانی سے توڑ دینگے، لیکن یہ بھدی توپین تاتاری سوارون پر جنکے دستے کھلے میدان مین لمحے لمحے مین اپنی جگہ بدلتے تھے کیا اثر کر سکتی تھین، غرض جب تمور قتلق خان نے حملہ کیا تو وتیوت کی فوج جسکی صفین بہت ہی پاس پاس اور گنجان تھین بہت جلد بے ترتیب ہو گئین، اس بے ترتیبی کے بعد ان مین فوراً بھاگڑ پڑی اور بادشاہ وتیوت بھی شرفائے لیتھوانیہ کے ساتھ جو زندہ بچے تھے اور لڑائی سے پہلے بہت شیخیان بگھارتے تھے بے تحاشا بھاگا، اور اس فرار مین وتیوت اپنا دو تہائی سے زیادہ لشکر مرا ہوا میدان مین چھوڑ گیا، جو عیسائی اس جنگ مین مارے گئے ان مین کراکو کا رئیس اور سمولنسک اور گالیشیہ کے باشندے تھے، تاتاریون نے عیسائیون کا تعاقب کیا اور غضب کا تعاقب کیا، دریائے نیپر تک پیچھا کرتے چلے آئے، کیف کے باشندون نے تاتاریون کو خراج دینا منظور کیا، اور تاتاریون نے جب تک وتیوت کی قلمرو کو پوستان تک غارت نہ

کر لیا وہ اپنی جگہ واپس نہ آئے،

یورپ کے مورخون نے اس لڑائی کو نظر انداز کیا ہے، لیکن یورپ کی ترقی مین اس لڑائی نے کچھ تبدیلیان ضرور پیدا کین پولستان اور لیتھوانیہ کی شکست سے روسیون کے سب سے بڑے دشمنون کا کام تمام ہو گیا، روسی لیتھوانیہ اور پولینڈ سے اتنا ڈرتے تھے کہ تاتاریون سے بھی نہ ڈرتے تھے، دیتوت نے اب جھلا کر پروشا اور جرمنی کے شہسوارون پر حملہ کیا اور بادشاہ پولستان کی مدد سے ان کی قوت کو بالکل غارت کر دیا،



۳۵۴

(۶)

لڑائی کے دو استاد

سر پرسی سائیکس تیمور کی نسبت لکھتے ہین کہ "تیمور نے جو کام کئے وہ ایشیا کے فاتحون مین کسی دوسرے سے تاریخی زمانے مین عمل مین نہین آئے اسلیے جو شہرت تیمور کو حاصل ہوئی اوسکا مستحق کوئی دوسرا نہین ہو سکتا، تیمور نے جو کچھ حاصل کیا وہ اس حد کے قریب پہنچا ہوا نظر آتا ہے جسے انسان کی قدرت سے بالاتر کہا جاتا ہے"،

تیمور اور چنگیز خان دونون جنگ آوری مین ایسی قابلیت رکھتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان نہ تھے بلکہ انسان سے بالاتر کوئی چیز تھے، سیزر کی لڑائیون اور ہنا بعل کی فوجکشیون کی یا نپولین کی حربی تدبیرون کی جو الہامی معلوم ہوتی تھین ہم تعریف کیا کرتے ہین، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا کے یہ دو فاتح مع اسکندر مقدونی کے فن حرب مین تمام دنیا مین کامل ترین نفوس تھے، جو لڑائیان وہ لڑے ممکن ہے کہ ویسی ہی لڑائیان ایک چھوٹے پیمانے اور چھوٹے قطع ارض پر دوسرے بھی لڑے ہون، لیکن لڑائیون کا یہ پھیلاؤ کہ تمام روئے زمین پر حاوی ہو جائے سوائے ان کے کسی کو نصیب نہ ہوا،

چنگیز خان اب تک ایک راز سربستہ ہے اور تیمور کی بھی بہت سی قابلیتین ایسی ہین جو ابھی تک ہماری سمجھ مین نہین آئی ہین، سوال یہ ہے کہ کیا چنگیز خان نے تمام دنیا فتح کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ نقشہ اپنے فکر رسا کی مدد سے سوچ لیا تھا، یا وہ محض ایک وحشی تھا جس مین

لڑنے کا مادہ قدرت نے ودیعت کر دیا تھا ہم کو صرف یہ معلوم ہے کہ وہ عاقل تھا اور ایسی عقل رکھتا تھا جو اس دنیا کے حق مین جسمین ہم پیدا ہوئے ہین ایک بلا ثابت ہوئی، اسی طرح تیمور کے زبردست کارنامون کا اندازہ کرنے مین غور و فکر کرتے ہین، لیکن کامیابی کا جو راز تیمور کو معلوم تھا باوجود کوشش کے ہمین اُس کا پتہ نہین چلتا،

اسکندر کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہین، ہم جانتے ہین کہ وہ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ کا فرزند تھا اور ایک لشکر جرار اسکو ورثہ مین پہنچا تھا، جب فتح کرنے اٹھا تو ایران کی سلطنت کو جو پہلے سے قائم تھی تباہ کر کے آگے وسیع ملکون پر بڑھا اور مسلط ہو گیا لیکن اسکندر ہم سے (یعنی یورپ کے لوگون سے) قریب تھا اور ان دونون ایشیا کے فاتحون مین اور ہم مین ایک فاصلہ درازی کا پردہ اور ایک دوسری دنیا سے ناواقفیت کا نقص حائل ہی،

پھر بھی بعض باتین ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہین، اسکندر کی طرح تیمور اور چنگیز خان دونون مین جفاکشی اور آگے بڑھنے کا شوق اور اس شوق کی قوت جسے کوئی روک نہ سکتا تھا بے انتہا موجود تھی، اس کے بعد پھر کوئی مشابہت ان دونون مین نہین رہتی، ۲۵۵

چنگیز خان مین صبر تھا تیمور مین تیزی اور غضب بھرا ہوا تھا شروع زمانے کے بعد چنگیز خان اپنے مستقر حکومت مین بیٹھا لڑائیون کے لیے ہدایت کیا کرتا تھا، لیکن امیر سمرقند بالعموم میدان کارزار مین بذات خود موجود ہوتا تھا، چنگیز خان کی حضور مین دشت گوبی کے خانہ بدوش قبائل اور دور دراز کے فوجی امرا، لڑائیون کو درستی سے انجام دینے کے ذمہ دار ہوتے تھے مگر تیمور لڑائیون کی کل ذمہ داریان اپنے اوپر لے لیتا تھا،

کیا چنگیز خان کی محض یہ ایک عملی تدبیر تھی یا چنگیز خان کے ملازم آقا کی خدمت بہتر

طریقے پر کرنی چاہتے تھے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چنگیز خان کے وزرا اور امراے لشکر زیادہ لائق اور قابل تھے، اس کے چینی وزیر اور چار بڑے جنگ آور امرا یعنی سپوتاہی (سوبدائی) چچی نویان (جبہ نویان) بیان اور ہولی (مقولی) مین لڑائیون کو انجام دینے کی لیاقت حد سے زیادہ تھی، چنگیز خان کی وفات کے بعد اس کے پس ماندگان نے اسکی سلطنت کو اور ترقی دی، تیمور کے امرا، مثلاً امیر حاجی سیف الدین، جاکو برلاس، شیخ علی بہادر اور باقی اور تیمور کے لیے اس قسم کے نتائج پیدا نہ کر سکے،

تیرہوین صدی کے مغلون مین ایک غیر معمولی قابلیت لڑائی مین سرداری کرنے کی تھی، جس طرح شہد کی مکھیان ملکر کام کرتی ہین اسی طرح مغلون کی سپاہ لڑائی مین ملکر کام کرتی تھی، اور جس کسی کے ذمہ جس قدر کام ہوتا تھا وہ اُسے کامل طور پر انجام دیتا تھا، لیکن پندرہوین صدی عیسوی کی تاتاری فوجین جنابعل قرطاجنی کی سپاہ کی طرح پورے طور پر باہم آمیز ہوکر یکجان نہین ہوئی تھین، تیمور کی عدم موجودگی مین ان فوجون کی لیاقت آدھی رہ جاتی تھی، چنگیز خان کے لشکر ایک دوسرے سے دور و دراز کا فاصلہ رکھتے تھے، مگر باوجود اس بعدِ مسافت کے حکم ہوتے ہی فوراً ترتیبِ جنگ مین آجاتے تھے، لیکن تیمور جس وقت دیکھتا تھا کہ مقابلہ دشمن صعب سے ہے تو صرف ایک لشکر لے کر اُس کے مقابلے مین چل پڑتا تھا،

چنگیز خان مین حیرت انگیز قابلیت تعبیۂ سپاہ اور لشکر کو حرکت مین لانے کی تھی، لڑائی جب سوچتا تھا تو جتنی دور دور کی باتین ہوتی تھین سب تفصیل کے ساتھ ذہن مین آجاتی تھین، ہفتون تک اپنے سپاہ سالارون کو پاس بٹھائے امورِ جنگ پر بحث کرتا تھا، لڑائی کی تدبیرون مین بے انتہا ماہر تھا، جب لڑنا ضروری نہ ہوتا تو لڑائی سے بچتا، لیکن

جب لڑتا تو دشمن کے منجھ کو غارت کر کے سردارِ مخالف کو فنا کر دیتا، اسکی نقل و حرکت کا علم پہلے سے کسی کو مطلق نہ ہو سکتا تھا اسلیے مخالف بے انتہا خائف رہتا تھا، اور جب لڑ کر نکل جاتا تھا تو میدان مین کشتون کی تعداد ہیبت ناک ہوتی تھی،

جو خوف و ہراس مغلون کی آمد پر مخلوق مین ہوتا تھا اس کا اندازہ کرنا ہماری قوت سے باہر ہے، بیان ہوا ہے کہ ایک شہر فتح کرنے کے بعد ایک مغل سپاہی نے بیس قیدیون کو قتل کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا، اس کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ تلوار لانی بھول گیا ہے، فوراً قیدیون کو حکم دیا کہ تم سب یہین ٹھہرے رہو، ہم اپنی تلوار ڈھونڈ کر لے آئین، قیدی سب جہان تھے وہین رہے، سوائے ایک شخص کے، اور یہ شخص وہی تھا جس نے یہ واقعہ سنایا،

تیمور کے تاتاری اور قسم کے لوگ تھے، آق بوغا کا واقعہ جس نے چالیس ایرانیون پر تنہا حملہ کیا تھا صرف ایک ہی مثال نہ تھی، تیمور کے آدمی سمجھتے تھے کہ کوئی ان کو مغلوب نہین کر سکتا، تیمور کی قابلیت کو سب سے فائق سمجھکر قضا و قدر کے برابر سمجھتے تھے،

جنگ کے لیے تیاری کرنے مین تیمور بھی چنگیز خان کی طرح محتاط تھا لیکن جنگ کی تدبیرون مین تیمور ہوشیاری اور سیاست مین وہ درجہ نہ رکھتا تھا جو چنگیز خان نے پایا تھا، چنگیز خان مشکلات سے بچتا تھا تیمور ہر مشکل کا مقابلہ کرتا تھا، اور اس پر غالب آتا تھا چنگیز خان سے یہ بن نہ پڑتا تا لشکر کو پیچھے چھوڑ صرف تھوڑی سی جمعیت کو ساتھ لے گھوڑا دوڑاتا ہوا بغداد مین داخل ہو جاتا یا بے دریغ قلعہ قرشی کی دیوار پر جا چڑھتا،

چین مین چنگیز خان نے پہلے چھوٹے چھوٹے متفرق صوبے غارت کئے، پھر اس خون و خرابے اور بد نظمی مین جو خود پیدا کی تھی اپنی فوجون کا انتظام کیا اور پوری سلطنت

فتح کرلی، تیمور دشمن کو موقع دیتا تھا کہ وہ ایک ہی مقام پر اپنی پوری قوت مجتمع کرلے، جب ایسا ہو لیتا تھا تو لڑنے بڑھتا تھا، چنانچہ آخری عمر کی تمام لڑائیون مین اسی طرح کامیاب ہوا، نپولین کی طرح تیمور بھی تمام باتون کو سوچکر اور ان کے لیے تیار ہو کر کوچ کرتا تھا، اور صرف اپنی قابلیت پر بھروسا کرتا تھا، کہ دشمن کی قوت توڑنے کے لیے ٹھیک بات ٹھیک وقت پر انجام دینے کا بندوبست کرلیا ہے، کوئی مسئلہ ایسا نہ ہوتا تھا جو اُسے متردد کرتا،

ہمین نہین معلوم کہ چنگیز خان نے امور جنگ مین ایسی غائر نظر کیونکر پیدا کی تھی، اور صحرا مین فوجی انتظام کو اس نے کیونکر درجۂ کمال تک پہنچایا تھا، اسی طرح تیمور کا رازِ کشورکشائی بھی اب تک ہمارے لیے ایک بن بوجھی پہیلی ہے[1]،



[1] چنگیز خان اور تیمور کی لڑائیون مین جو مقابلہ کیا گیا ہے اس کے لیے مطالعہ کیجئے ہیرلڈ لیمب کی کتاب "چنگیز خان شہنشاہ ابنائے آدم" مطبوعہ ۱۹۲۷ء،

(۷)

یورپ کے شاعر اور تیمور

یورپ کی دہلیز پر تیمور کا دفعتہً ظاہر ہونا اور پھر دفعتہً مع لاؤ لشکر شان وسطوت کے غائب ہوجانا ایسی چیزین تھین جنھون نے یورپ کے شاعرون کے تخیل کو بھڑکا دیا، ٹمرلین یا ٹیمرلین ایک افسانہ بنگیا، یونانیون اور ترکون کی غلط کہانیون سے اُس کا ایک خیالی مرقع بھی تیار کرلیا گیا،

شروع زمانے کی کتابون مین تیمور کا ذکر "ٹمرلین دشمن باجزیٹ" کی صورت مین آیا ہے، عثمانی سلطان بایزید کا نام سولھوین صدی عیسوی کے باشندگان جرمانیہ "باجزیٹ" کیا کرتے تھے، اور جس زمانے مین تیمور زندہ تھا تو وہ "چام ٹاٹاری" کے نام سے بھی پکارا گیا تھا، اور اس کا نسب ستھیا کے چرواہون کی نسل سے بیان کیا جاتا تھا، اِس ستھیا کے لفظ مین قدیم یونانی مورخ ہیروڈوٹس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے، مگر ان باتون پر اس قدر ہنسی نہین آتی جس قدر کہ بعد کی یورپی تاریخون پر آتی ہے، مدت تک یورپ کے مصنف تیمور کا ذکر ترکون کی ضمن مین کرتے رہے، اور اس کو ایک مضمون "ناتولیہ" کی تسخیر اور شاہان مصر ایریہ وشلم اور بابل سے متعلق سمجھتے تھے،

ادبی عہد ایلزبیتھ کے شروع زمانے مین شاعر کراسٹو فر مارلو کو بھی تیمور کا اس سے زیادہ حال جو اوپر بیان ہوا معلوم نہ تھا، اس شاعر کو تیمور ایک ایسی طاقت اور قوت کی مجسم تصویر معلوم ہوا جو کسی سے مغلوب ہونا نہ جانتی تھین، مشرق سے یورپ ناواقف تھا مگر مشرق کی تمام شان و

شوکت مارلو کو تیمور ہی مین نظر آنے لگی، اور شاعر نے اپنے اس تخیل کو بڑی بلاغت اور فصاحت سے ادا کر کے انگریزی نثر مین سب سے پہلا ناٹک لکھا جسکا نام "تمبرلین اعظم" رکھا، یہ کتاب محض شاعر کے تصور کا نتیجہ ہے اور اسکی بنیاد یونانی ایرانی دنیا کی پرانی تاریخون کے سوا اور کسی چیز پر نہین رکھی گئی ہے[1]

۲۵۸ مارلو کا افسانہ "تمبرلین" جو ۱۵۸۶ء مین لکھا گیا ایسا ہے جسے انگریزی ادب مین ایک غیر فانی تصنیف کہنا زیبا ہوگا، مگر کتاب مین یہ وصف محض اس انگریزی شاعر کے جوشِ طبیعت اور زورِ کلام سے پیدا ہوا ہے، قصہ کا تمبرلین اصلی تیمور گورگان سے صرف دو چیزون مین مشابہت رکھتا ہے، ایک ارادے کی استواری مین جسے جنبش نہین ہے، دوسرے ذوقِ اجلال و عظمت مین، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مصنف کو بھی انہی دو چیزون سے عشق تھا، یہ ظاہر ہے کہ اسپینی سفیر کلاویجو کا سفرنامہ جس مین تیمور کے کچھ حالات اضافہ بھی کئے گئے تھے اور جو اس شکل مین ۱۵۸۲ء مین شایع ہوا تھا مارلو کی نظر سے نہین گزرا تھا،

اس سفرنامے کے شایع ہونے کے بعد تیمور کا ذکر یورپ کی تاریخون مین اکثر آنے لگا،

[1] مارلو کے اس ناٹک مین کسی صحیح اور مستند واقعہ کو تلاش کرنا عبث ہے، سوائے تیمور اور بایزید کے کوئی شخص اس ناٹک مین ایسا نہین جو تاریخی اصلیت رکھتا ہو، صرف ایک نام ایسا ہے جس مین واقعی مشرقی آواز موجود ہے اور وہ "یوسم کاسین" ہے، برگیرون نے اپنی کتاب "تاریخ ساراسین" (۱۶۵۳ء) مین ایک شخص یوسم کسن کا ذکر کیا ہے جو تیمور کی ملازمت مین تھا، یہ غالباً "ترکمانان سپید میش" کا کوئی شخص تھا، شاعر مارلو نے اماسیہ اور سوریا کے بادشاہون کا ذکر کیا ہے، سوریا سے غالباً مراد سیریا (شام) ہے، اماسیہ اور سیریا ملکی صوبے ضرور تھے لیکن ان کے بادشاہ کسی تاریخ مین مذکور نہین دیکھے، ایک شخص اذرن حسین ترکمانان آق قویونلو کا سردار ضرور تاریخ مین بیان ہوا ہے جس نے ایک یونانی شہزادی سے شادی کی تھی لیکن وہ تیمور سے دو پشتون کے بعد گذرا ہے، (مصنف)

مگر اصلی صورت کا ابھی ذکر نہ تھا بگڑی ہوئی تصویر دکھائی جاتی تھی،

لیون کلاویوس (Leun Clavius) نے ۱۵۸۸ء مین اور پیرونڈینوس (Perondinus) نے ۱۶۰۰ء مین تیمور کا ذکر اپنی تصانیف مین کیا، ژین دی بک (Jean de Bek) نے ایک غیر معروف شخص "الہازن" (الحسین) کا فرضی تذکرہ ۱۵۹۵ء مین لکھا، رچرڈ نولز (Richard Knolles) نے اپنی تصنیف "تاریخ ترک" مین جو ۱۶۰۳ء مین کئی جلدون مین شایع ہوئی تیمور کا حال شامل کیا، ابتدا زمانہ مین تیمور کے جس قدر حالات لکھے گئے وہ پرچاز۔ ہز پلگرمز (Purchas,his Pilgrims) (مطبوعہ ۱۶۲۵ء) مین جمع کر دیئے گئے ہین، میگنون (Magnon) نے ۱۶۴۷ء مین ایک بڑی عجیب وغریب کتاب "تیمور اعظم و بایزید" (Le Grand Tamerlan et Bayazet) کے نام سے لکھی تھی، ۱۶۳۴ء مین برگیرون (Bergeron) نے (voyages en Tartarie) "اسفار تاتار" ایک کتاب لکھی، اس مین تاتاریون اور مسلمانون کے اکثر حالات کسی قدر صحیح لکھے، غرض اب علم پیدا ہونے کی ابتدا ہوگئی، اور اس مین ترقی اس صورت سے ہوئی کہ ۱۶۵۸ء مین واٹیر (Vattier) نے پیرس مین احمد ابن عرب شاہ کی کتاب عجائب المقدور کا ترجمہ شایع کیا،

یورپ کے افسانون مین جو تصویر تیمور کی کھینچی گئی اس کا ایک عکس شاعر ملٹن کے شیطان مین نظر آتا ہے، بڑے بڑے صور ونفیر پھونک کر ملائکہ کی فوجون کو لڑائی مین بلایا جاتا ہے، رایت اور علم بلند ہوتے ہین، فرشتے جو راندہ درگاہ ہو کر ظلمت کی مخلوق ہو گئے ہین بہشت کے دروازون پر تومان اور قشون آراستہ کرتے ہین، ان منظرون کے علاوہ اس زمانے کے سامان جاہ وحشم جو

مشرق کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے جس طرح ملٹن کی مشہور نظم "جنت گم شدہ"[1] (Paradise Lost) مین آئے ہین اسی طرح تیمور کے افسانون مین بھی بیان ہوئے ہین، ایک مدت
تک "تمرلین" یورپ کے علم ادب مین مشرق کے ایک مطلق العنان بادشاہ کا اعلیٰ ترین ۲۵۹

[1] سترہوین صدی عیسوی مین انگلستان کے مشہور و معروف لاطینی ادیب اور شاعر نے آخری عمر مین جبکہ بینائی جاتی رہی تھی ایک نظم "جنت گم شدہ" کے نام سے لکھی، اس نظم کا مضمون یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے فرزند مسیح کو ظاہر کر کے اس عالم کو تعمیر کرنے کی خدمت اس کے سپرد کی تو بعض فرشتون نے بہت برا مانا، عالم کو پیدا کرنا ایک بڑی ممتاز خدمت تھی اور اس کو انجام دینا یہ فرشتے اپنا استحقاق سمجھتے تھے. خدا کے اس فعل کو انھون نے مسیح کی بے جا طرفداری سمجھا اور باغی ہو گئے، خدا اور خدا کے وفادار ملائکہ سے جنگ وپیکار مین مصروف ہوئے، اس حرکت پر خدا کا غضب اُن پر نازل ہوا، عرش کا فرش پھٹ گیا اور یہ باغی فرشتے راندۂ درگاہ ہو کر آگ اور ظلمت کے طبقہ لامتناہی مین جس کے وسط مین یہ عالم مسیح کے ہاتھون قائم ہونیوالا تھا گرا دیے گئے، ان باغی فرشتون کا سردار ایک بڑا عالی منصب فرشتہ تھا جس کا نام بعد کو شیطان ہوا،

اس اثنا مین مسیح نے نظام شمسی قائم کر کے اس کرۂ ارض کو پیدا کیا اور خدا کے حکم سے آدم اور آدم سے حوا پیدا ہو کر باغ عدن مین آرام سے رہنے لگے،

شیطان کو جب معلوم ہوا کہ ایک نئی چیز پیدا کی گئی ہے جو خدا کی پسندیدہ اور اس کے فرزند کی بنائی ہوئی ہے تو اس کی تخریب کے درپے ہوا ظلمت کے طبقے سے کسی طرح رستہ ڈھونڈ تا کرۂ ارض پر آکر باغ عدن مین جا اترا، اور یہان حضرت حوا کو بہکا کر یہ نتیجہ پیدا کیا کہ آدم اور حوا دونون باغ عدن سے نکال دیئے گئے اس حالتِ زار کو دیکھ کر مسیح ان کے شفیع بنے اور دنیا مین پیدا ہو کر نسل آدم کی نجات کے لیے مصلوب ہو کر آسمان پر چلے گیے، یہ نظم انگریزی ادب کا ایک جادو اور طلسم ہے، بیان مین وہ قوت اور عظمت ہو کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، ایک ادیب نے اس نظم کی نسبت لکھا ہے کہ "ملٹن نگینہ پر نقش نہین بناتا تھا بلکہ سر بفلک پہاڑون کی پیشانی پر مصوری کرتا تھا" اسکی تصویرین اتنی عظیم ہوتی ہین کہ انسان کے تصور کی حدود سے نکل جاتی ہین، (مترجم)

نمونہ ظاہر کیا گیا، اور پھر یہی اعلیٰ نمونہ "مغل اعظم" کی صورت میں دکھایا گیا، اور جس وقت فرانس میں والٹیر کا زمانہ آیا تو چین کے شہنشاہ کو بیان کرنے میں بھی یہی انداز اختیار کیا گیا، اور اب تیمور نے وہی جگہ لی جو پہلے "ملک تاتار کے خان اعظم" کو ملی تھی، اور اس خان تاتار کی عظمت یورپ کے ذہن میں مارکو پولو نے پیدا کی تھی، مگر ان سب باتوں کو اصلی تاریخ یا اصلی آدمیوں سے کوئی تعلق نہ تھا،

جس وقت تک اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں پیتے دل کروا (Petis de la Corex) نے مولانا شرف الدین علی یزدی کی بڑی تصنیف ظفر نامے کا ترجمہ نہیں کیا تیمور کے حالات کی نسبت صحیح علم پیدا نہ ہو سکا،

۲۶۰

(۸)

"مونگل" (مغل)

ایشیا سے باہر کے مصنفون نے "مونگل" کے لفظ کو اس قدر مختلف معنی پہنائے ہین کہ شروع زمانے کے حالات کی طرف رجوع کرکے اس کے اصلی مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے ابتدا مین "مونگل" "مونگ کو" یا "منگ کو" تھا جس کے معنی "جوانمرد" یا "دلیر" قوم کے تھے، اس قوم کی اصل تنگوسی اور قدیم ترکون سے تھی، تنگوسی سائیبیریا کلان کے اصلی قبائل مین سے ایک قبیلہ تھا، بجز اس تعلق کے کہ "منگ کو" نے چین کا ملک فتح کیا اور کوئی تعلق اس کو اپنے زمانے کے چینیون سے نہ تھا،

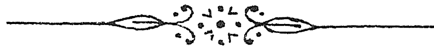
منگلو خانہ بدوش تھے، بلند قامت، قوی الجثہ، نوشت و خواند سے قطعی معرا، گلون پر گذر اوقات چراگاہون کی تلاش مین بادیہ گرد، سب بالکل صحرائی تھے، دشت گوبی اور شمال کی ہموار زمین ان کا مسکن یا جولانگاہ تھین، اور یہ وہی قوم تھی جسے یونان کے مورخ ہیروڈوٹس نے "سیتھین" لکھا ہے جو ہون اور آلان قومون کے ہمزاد تھے، اور ہونی اور آلانی وہ قومین تھین جنھون نے مغرب کی طرف یورش کرکے یورپ کو ماتم کدہ بنا دیا تھا، یہ لوگ اس زمانے مین بھی گھوڑون پر سوار ہوتے تھے اور ان مین کے جو لوگ اب باقی ہین وہ بھی مرکب سوار ہین،

چین کے باشندے مدت ہوئی کہ منگلوون کو "ہی انگ نو" کہتے تھے یا بھوتون پریتون پر ان کے نام رکھ چھوڑتے تھے، چینیون نے ان کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کے لیے چین کی

سرحد پر ایک بڑی دیوار بنائی تھی، اور یہ دیوار اسی طرح بنائی تھی جیسے قصہ مشہور ہے کہ اسکندر مقدونی نے اس سے کچھ زمانے پہلے "پورٹی کیسپی" Portae caspiae والی دیوار وحشیون کو اپنی حدود سلطنت سے باہر رکھنے کے لیے بنوائی تھی، ایشیا کی ارض مرتفع کے رہنے والے منگولون کو جو گھوڑون پر سوار ہوتے تھے، گوشت کھاتے اور دودھ پیتے تھے اور خانہ بدوش رہتے تھے ہیروڈوٹس نے "سیتھین" بتایا ہے، رومانی مصنفون نے جو بعد کو آئے "ونھین" ہون لکھا، اور چینیون نے "اُنھین" "ہی انگ نو" کہا، یہ تمام الفاظ ایک ہی نسل کے لیے مستعمل ہوئے ہین "ہی انگ نو" کے معنی بحیثیت مجموعی تمام خانہ بدوش قومون کے ہین، یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ "ہی انگ نو" کوئی ایسی جماعت قومون کی تھی جو باہم منتظم و متحد تھی، کیونکہ یہ قومین ہمیشہ آپس مین لڑتی رہتی تھین، ۱۱۶۲ء مین چنگیز خان کے زمانے مین اس مجموعہ اقوام یعنی "ہی انگ نو" مین بیسیون قومین شامل تھین، مثلاً مشرق سے مغرب کی سمت مین لیجیے تو منچو کے آبا و اجداد تاتاری، مونگل (مغل)، اکریت (قریت)، جیلیر اور الیغور سب کا شمار "ہی انگ نو" ہی مین تھا، چنگیز خان نے جو "مونگل" کا سردار تھا باقی قومون پر غلبہ حاصل کیا اور ان قومون سے سلطنت مونگل یا مغل کا قلب و صدر پیدا کر دیا، ۲۷۱

چنگیز خان مغلون کی سلطنت کا بانی تھا، تمام مغل اس کے سب سے پہلے متبعین مین تھے، پھر خانہ بدوش قومین مجموعی طور پر ایسی قومین تھین جنکو چنگیز خان نے سب سے پہلے اپنا مطیع بنایا، ان کی مدد سے چین فتح کر کے وہان اپنا عمل دخل کیا، پھر ان خانہ بدوش قومون اور چینیون کی مدد سے وسط ایشیا کے ترکون کو مغلوب کیا، اور اس کے بعد باقی دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا،

پس "مونگل" "یا منگل" (یا مغل) کے معنی آجکل دو مفہوموں میں سے کسی ایک مفہوم کے ہیں، وہ دو مفہوم یہ ہیں، "مونگل" (یا مغل) اُسے کہتے ہیں جو مونگل کی سلطنت عظمی کا جبکا وجود بارہوین اور تیرہوین صدی عیسوی مین تھا باشندہ ہو، یا اصلی قوم "مونگل" کی اولاد سے ہو، ہم نے اس آخری معنون مین مونگل (مغل) کا لفظ استعمال کیا ہے[1]



[1] اس بحث کو پوری طور پر مطالعہ کرنے کے لیے دیکھو ای، ایچ- پارکر E. H. Parker کی کتاب "تاتاریون کے ایک ہزار برس" نیز "چین کی تاریخ قدیم" مؤلف فریڈ ریخ ہرتھ Fredriech Hirth نیز ابو الغازی بہادر خان کی "تاریخ ونسب تاتار" (کیمبرج میڈی ایول ہسٹری جلد چہارم)۔ مصنف،

(۹)

تاتار

لفظ تاتار مین مونگل (مغل) سے بھی زیادہ مختلف چیزون کی آمیزش کردیگئی ہے، شروع مین تاتار ایک مختصر سی خانہ بدوش قوم کا نام تھا، یہ قوم مونگل خاص کے مسکن سے مشرق مین رہتی تھی، اور مونگل سے بہت مشابہ تھی، ہمین یہ نہین معلوم کہ لفظ تاتار کی اصل کسی پرانے سردار قبیلہ تاتور کے نام سے ہے، یا چینی اصطلاح "تا۔تا" اس کا ماخذ ہے[۱]،

تاتار ایک ایسی خانہ بدوش قوم تھی جو چینیون سے بہ نسبت اور غیر قومون کے سب سے زیادہ قریب بود و باش رکھتی تھی، اس لیے چینیون نے تمام خانہ بدوش قومون کا نام تاتار رکھدیا، یہ نام برقرار رہا اور چینی اب تک اس کا تلفظ تاتا رہی کرتے ہین، اس نام کو ایسا استحکام ہوا کہ یورپ کے مورخون نے اس کو جملہ اقوام خانہ بدوش کے لیے استعمال کیا، باوجودیکہ شروع کے یورپین جو تیرہوین صدی عیسوی مین تاتاری سلطنت مین پہنچے تھے ان کو مغلون نے آگاہ بھی کیا کہ جب مغلون کا تذکرہ کرنا ہو تو انھین تاتار نہ کہا جائے کیونکہ تاتار تو وہ قوم ہے جسے مغلون نے فتح

---

[۱] آجکل کے محققون کا میلان خاطر یہ ہے کہ لفظ تاتار کو اسکی اصلی صورت تاتار پر پھر قائم کردیا جائے، ولیں اسکیلئے یہ پیش کیجاتی ہے کہ لفظ تار جو ایک بامعنی لفظ ہے جب اسکی تکریر کر کے تارتار کہتے ہین تو اسکے معنی مین زیادہ زور پیدا ہوجاتا ہے، چینیون کی زبان سے چونکہ رکا حرف ہر جگہ صاف ادا نہین ہوتا تھا اسلئے وہ تارتار کو تاتار کہتے تھے، شروع زمانے کے یورپین سیاحون نے بھی ہمیشہ تارتار لکھا ہے، بجانب دیگر عربی اور فارسی مورخون نے کبھی تارتار نہین لکھا، اور آجکل کے تاتاری بھی اسکا تلفظ اسطرح نہین کرتے، تار جو مادہ ہے اس کے معنی پھرنے والے یا اٹھنے والے کے ہین، یا ممکن ہے یہ مادہ تیر یا تور ہو جو توران اور ترکی مین پایا جاتا ہے، مگر یہ امر مشتبہ ہے، (مصنف)

کیا ہے، اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بارہوین صدی عیسوی کے برطانیہ مین نارمن لوگ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ ان کو سیکسن کہا جائے، (کیونکہ نارمن نے سیکسن کو فتح کیا تھا)

مغلون سے مغلوب ہو کر سنہ ۱۲۰۰ء کے بعد تاریخی مقاصد کے لیے تاتار مفقود ہو جاتے ہین، اور مغلون کی سلطنت کے مسلح لوگون مین مل جل کر ان مین کوئی خاص تمیز نہین رہتی،

ایشیائی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ ایک شئے کو اس شئے کے نام سے زیادہ باوقعت سمجھے یورپین مورخون کے نزدیک چنگیز خان مغلون کا شہنشاہ تھا لیکن چنگیز خان کی رعایا اس کو
۲۶۳ خاقان یعنی خان اعظم تمام دنیا کا سمجھتی تھی، چنگیز خان کا نام زبان پر لانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا اصل چیز جو اس کے پاس تھی وہ سلطنت تھی، نام کوئی چیز نہ تھا، مغل اور تاتار خاصکر اس زمانے مین کتابت نہ جانتے تھے، غیر ملکون کے لوگ ان کے ہان کاتب کی خدمت پر رہتے تھے، اور تحریر کی زبان تقریر کی زبان سے مختلف تھی، مغلون کی طرف سے جو تحریرین یورپ مین آئین ان مین کاتبون نے خاقانون کے نام اس طرح لکھے، (۱) جگہ خالی چھوڑ دی (۲) "زمین پر خدا کا نائب" (۳) "عالم کا فرمانروا" (۴) "کل نوع بشر کا شہنشاہ" "مغل" کا لفظ کہین استعمال نہین کیا گیا، مارکوپولو جب سیاحت سے واپس آیا تو تارتار یا تارتری کا لفظ اپنے ساتھ لایا،

ان کے ماسوا اور حالات سے ہم لاعلم ہین، روسیون نے جنھین سب سے پہلے اور بہت مدت تک ان خانہ بدوش فاتحون سے واسطہ رہا شروع سے تاتار کا لفظ استعمال کیا اور اب تک یہی لفظ بولتے ہین، مصنف ہوورتھ کا خیال ہے کہ مغلون کی سرکردگی مین پہلا لشکر جو روس کو فتح کرنے اٹھا اس کے قراول مین تاتاریون کی فوج تھی، روسیون سے تعلق ہونے پر یورپ والون نے بھی تاتار کا لفظ بولنا اختیار کر لیا، اور چین کا نام ختائی (خطائی) "کیتھے" بھی انھین جب ہی معلوم ہوا، کیتھے

(خطائی) کا لفظ بعد کو متروک ہو گیا لیکن جب مغلون کی ماتحتی مین خانہ بدوش قومون نے دنیا مین گشت لگانا شروع کیا تو ان قومون کا نام تاتار لیا گیا اور اب تک یہی نام لیا جاتا ہی، اسکو بدلنے کا وقت اب نہین رہا،

برلاس کے قبیلے یعنی تیمور کے آبا و اجداد کے قبیلے کو اصلی تاتاریون سے جو جھیل بیار کے کنارے اور مقامات مین شکار کھیلا کرتے تھے کوئی واسطہ نہ تھا، برلاس کے آدمی جسقدر یکسانی ان لوگون سے رکھتے تھے جنھین ہم قدیم ترک کہتے ہین اور کسی سے نہ رکھتے تھے،

لیکن برلاس کے آدمیون کے لیے بھی ہمارے پاس تاتار سے بہتر کوئی لفظ نہین ہے، مولنا شرف الدین علی یزدی نے بھی یہی لفظ برتا ہے، اور میرخوند اور خوندامیر بھی یہی لکھتے ہین،

ابو الغازی خان نے بھی برلاس کو تاتار لکھا ہی اور ایرانی اور سب مصنفین نے جو بعد کو آئے تاتار اور ترک دونون لفظ استعمال کئے ہین، آجکل کے محققون مین سر ہنری ہوورتھ اور ایڈورڈ جی، براون نے بھی تاتار لکھا ہی لیکن لیون کاہون اور آرمینیوس وامبرے نے بہت وثوق کیساتھ برلاس کو ترک کہنا صحیح سمجھا ہی، اسکی وجہ انھی کو معلوم ہے،

اس کتاب مین ہم نے تاتار کا لفظ استعمال کیا ہی، نسلی یا تاریخی حیثیت سے نہین، بلکہ اس خیال سے کہ اور لفظون سے یہ لفظ تیمور کی قوم والون کو بیان کرنے کے لیے بہتر معلوم ہوا، بہرکیف اصل مطلب انسان سے ہی، نام کوئی چیز نہین ہی، جتہ (جغتائیہ) اور سیر آوردہ (قپچاق) کو ہمنے مغل لکھا ہی کیونکہ اب تک یہ قومین خانان مغل کی اولاد کے زیر ۲۶
فرمان چلی آتی ہین،[1]

---

[1] زیادہ حالات کے لیے دیکھو ہوورتھ جلد دوم، نیز کتاب "وسط ایشیا کے ترک" مصنف M. A. Czaplicka (ایم اے، زاپلیکا)، "اسلامی خاندانہائے شاہی" مصنف لین پول، نیز کزنائٹ زوف P.Kuznietzoff کی کتاب "وسط ایشیا کے تمدن اور السنہ" نیز وہ مضامین دیکھے جائین جو ایس، ڈبلیو کوئیلے S. W. Koee کے لکھے ہوئے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائیٹی کے نئے سلسلے کی جلد ۱۴ مین درج ہوئے ہین، (مصنف)

۲۶۵

(۱۰)

ترک

سالہا سال سے علمائے لسانیات و انسانیات و اثریات نے اور ایسے ارباب سیاست نے جو مسئلہ "ہمہ ترک" کے حامی ہین ترک کے لفظ کو فٹ بال بنا رکھا ہے اور اتنی گرد اڑائی ہے کہ گرد کا فٹ بال سے اور فٹ بال کا گرد سے تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے،

قصے اور روایتین بکثرت ہین، ایک کہانی بھیڑیے کی مادہ والی ہے، دوسری متبرک روایت ترک بن یافث کی ہے، تیسرا قصہ یہ ہے کہ وسط ایشیا مین ایک بڑی شایستہ سلطنت تھی جو فلزات کی صنعت اور گھوڑون کی پرورش مین یدطولیٰ رکھتی تھی، غرض یہ سب افسانے بہت دلچسپ ہین مگر کوئی بھی ایسا نہین جو ازاول تا آخر باور کیا جا سکے، بیان اس حد تک ہوا ہے کہ قسطنطنیہ کے نشان ہلال کی جگہ اب یہ تحریک شروع ہوئی ہے کہ بھیڑیئے کا سر سونے کا بنا کر سلطنت کا نشان قرار دیا جائے، مگر ظاہر یہی ہوتا ہے، کہ سنہ عیسوی کی پانچوین صدی سے پہلے ترکون کا حال کچھ بھی کسی کو معلوم نہ تھا،

پانچوین صدی عیسوی کے بعد البتہ "ہی انگ نو" کے مجموعہ اقوام سے ایک قوم جدا ہو کر "جبل الذہب" (کوہ التائی) مین جو چین اور گوبی کے بیچ مین تھا آباد ہو گئی، اس قوم کے خاندانون کو اسینہ کہتے تھے، کبھی کبھی وہ ترک بھی کہے جاتے تھے، ترک کے معنی لوہے کی ٹوپی (خود) کے ہین یا تو اس خود پوشی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جہان وہ رہتے تھے

اس کے قریب ایک پہاڑ گنبد کی شکل کا تھا، انھین ترک کہنے لگے، یہ بھی بیان ہوا ہے کہ چینی ترک
کو تاؤ کی کہتے تھے کیونکہ ر کا تلفظ چینیون سے ہوتا نہ تھا، لیکن تاؤ کے معنی چینی زبان مین ناپاک
کتے کے ہین اور غیر ملک کے کتون کو جس کی شہادت اکثر یورپین بخوبی دے سکتے ہین چین
کے لوگ اب تک تاؤ کہتے ہین، یہ صاف نہین معلوم ہوتا کہ چینیون نے کبھی یہ لفظ خانہ بدوش
اسینہ کو اپنی نسبت کہتے سنا تھا، اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چین کے لوگ اسینہ کو گالیان دیا کرتے تھے

بہرکیف یورپ کے محققون نے چین کی تاریخی کتابون سے زیادہ تر استفادہ کرکے
۲۶۶ اسینہ کے قرابتدار قبیلون کو اسی نسلی نام یعنی ترک سے موسوم کر دیا، اور "ہی انگ نُو" قومون
کے مجموعے سے جو قبیلے مشرق کی طرف آباد تھے ان مین الغور اور جبلیر کو بھی ترک ہی کا نام
دیدیا گیا، مغرب کی طرف ہمارے دوست قرلوق، قنقلی، قراقلماق، قپچاق[1] تھے جن سے سیر
اور روہ کی افتاد ہوئی، یہ بھی ترک کہلائے گئے،

یہ لوگ ترک اس وجہ سے کہلائے گئے کہ وہ سب ایک ہی زبان بولتے تھے جسے اب ترکی کہتے ہین، لیکن یہ قسطنطنیہ کی ترکی زبان نہ تھی، شروع مین اس شہر کی بعض بولیان مغلون کی بولیون سے بہت مشابہ تھین،

غرض اس طرح سے یورپ کے مصنفون نے ترک کا نام اپنی تصنیفون مین رائج کر لیا، جس نام کو ایک چھوٹے سے قبیلے کے لیے صحیح تسلیم کیا تھا اس کو متعدد بڑے بڑے قبیلون پر عاید کر دیا، یہ بات ایسی تھی جیسے لیتھوانیہ کے بادشاہ کا ایک قصہ یاد آتا ہے، یہ بادشاہ جس وقت عیسائی ہوا تو اس نے اپنی قوم والون کو بھی ایک ایک گروہ مین نامزد کرکے

[1] قرلوق = برفستان کے رہنے والے، قنقلی = اونچی گاڑی، قراقلماق = کالی ٹوپی، قپچاق = صحرائی،

اصطباغ کے لیے طلب کیا، جب اصطباغ شروع ہوا تو ایک گروہ کو پیٹر اور دوسرے گروہ کو پال کا نام دے دیا،

بہر صورت ترک خشکی کی سمت مین چین کی سرحد پر موجود تھے، گوشت خوار تھے، ریشم کے کپڑے پہنتے تھے اور دودھ پیتے تھے، ان مین جو جوانمرد ہوتے تھے ان کو بہاتور (بہادر) کہتے تھے، شہزادیان خاتون کہلاتی تھین، اور بادشاہون کا لقب خاقان ہوتا تھا، کمانین ان کے پاس سینگھ کی ہوتی تھین اور ان کے تیرون سے زہ سے چھٹنے کے بعد ایک مسلسل آواز پیدا ہوتی تھی، اور اُن کا جھنڈا "وغ طوغ" کہلاتا تھا، یعنی اسپر بھیڑیئے کا سر بنا ہوتا تھا، اور یہ سونے کا ہوتا تھا، اور یہ جھنڈا ان خاقان (یعنی گرگ خاقان) کا نشان ہوتا تھا، صرف بادشاہ ہی اس قسم کا رایت رکھ سکتا تھا، اور صرف اسی کو یہ حق حاصل تھا، کہ دن بھر مین پانچ مرتبہ اپنا نقارہ بجوائے ان خاقانون مین ہم تیمور کے بزرگون کو بھی دیکھتے ہین،

یہ حالت ساتوین صدی عیسوی مین تھی جبکہ مغل چمڑا پہنتے تھے، مچھلی اور اور جانورون کا گوشت اور ناپاک چیزین کھاتے تھے، یہ اس وقت بھی سبیر یعنی شمالی ملک مین رہتے تھے جسے اب ہم سائبیریا کہتے ہین، اس کے بعد کے واقعات بہت پیچیدہ شکل رکھتے ہین، یہ بڑے بڑے قبیلے جن مین سوائے زبان کے جسے ہم "ٹرکش" کہتے ہین اور کوئی بات ایک سی نہ تھی بہت سی وجوہ سے جنمین زیادہ تر لڑائی بڑا سبب تھی اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھتے رہے، (یہ "ٹرکش،، زبان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بگڑی ہوئی سنسکرت کے حروف مین یا سریانی کتابت مین لکھی بھی جاتی تھی،)

ان قبیلون نے نقل مکان کیا اور مغرب کی طرف جاکر دور دور تک پھیل گئے، وسط ایشیا

کی وسیع زمین پر مختلف سلطنتین قائم ہوئین، قائم ہو کر مل گئین اور ملکر جدا جدا ہوتی رہین، مگر ہر
۲۶ حال مین ایک قسم کی نظری سیادت چین کے بادشاہ کی اُن پر قائم رہی | اور اس کے ساتھ ہی
عربون کی نئی نئی قوت نے بھی اُن کو مغلوب کرنا چاہا، یہ نام نہاد ترک بت پرست تھے، الیغور،
قرلوق اور قراختائی سب کے عروج کے دن اپنے اپنے وقت پر آئے، پھر چنگیز خان کے مغل
وارد ہوئے اور اونھون نے ان قبیلون کو پراگندہ کیا اور پھر انہی مین سے اکثر قبائل کو اپنے
اردو مین شامل کیا،

مگر ان تمام قبیلون نے اپنے نام برقرار رکھے، گو ان نامون مین جب ایک قبیلہ دوسرے قبیلے مین شریک یا شرکت کے بعد علیحدگی اختیار کرتا تھا تبدیلیان ہوتی رہتی تھین، ان مین سے بعض مثلاً قرغیز اور قریت اب تک موجود ہین، برلاس تمام لڑائیون مین شریک ہوئے تھے، ماوراء النہر مین ان کے قدم جم گئے تھے، ایک روایت مشہور ہے کہ برلاس کے سردارون مین سے ایک شخص خانان مغل مین سے ایک بڑے خان کا قراچار یعنی سپہ سالار تھا،

اس زمانے مین (یعنی چنگیز خان کی موت کے بعد تیمور کے پیدا ہونے سے پہلے) وہ قبیلے جنھین مؤرخون نے ترک کا نام دیا تھا اور جنکے پڑوسی انھین تاتار کہا کرتے تھے برائے نام مغل کہلانے لگے تھے، لیکن اسکاٹ لینڈ کے جرگون کی طرح یہ قبیلے بھی اپنے خاندان کا نام ہرگز نہ چھوڑتے تھے، یہ لوگ مختلف زبانون کے حروف مین اپنی زبان لکھنے لگے تھے، اور ان مین سے اکثر قبیلے مسلمان ہو گئے تھے، جو مسلمان نہین ہوئے تھے وہ بودھ مت رکھتے تھے مختلف ملکون کی کتب تواریخ مین اُن کا تذکرہ ہوا اور تقریبًا ہر جگہ وہ باعث آزار ثابت ہوئے، تیمور نے ان قبیلون مین سے اکثر کو اپنا مطیع کر لیا،

پس معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ترکی سلطنت یا ترکون کی قوم فی نفسہ کبھی کوئی وجود نہ رکھتی تھی، عثمانلی صحرا گرد ترکمان تھے جو کسی صاحب حکومت خاندان کی اولاد نہ تھے، انھون نے اپنی قوت بازو سے ملک فتح کئے، یورپ مین اور مغربی ایشیا مین اکثر شادیان کین، انکی زبان زیادہ تر عربی اور فارسی سے مرکب ہے، پس عثمانلی کبھی ترک نہ تھے،

شہر صور کے ولیم نے جو جنگہاے صلیب کا مورخ ہے اس چیستان کو ٹھیک حل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ترک کے معنی آقا کے اور ترکمان کے معنی آوارہ گرد کے ہین،

عثمانلیون کو عجیب مشکل کا سامنا تھا، یورپ والے انھین ترک کہتے تھے یہانتک کہ ۲۶۸ ایک وقت ایسا آیا کہ ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا ترک ہونا تسلیم کرین، جس ملک کو ہماری تاریخون مین ٹرکی لکھا جاتا ہے وہ اس کے رہنے والون کے لیے ٹرکی نہ تھا، آج سے دس برس پہلے تک اس کا نام "عثمانلی ولایت" تھا۔[1]

---

[1] اس بحث کو زیادہ دیکھنا ہو تو لیون کاہون اور ای۔ ایچ، پارکر اور ابو الغازی بہادر خان کی تصانیف دیکھو، آرمینوس وامبیرے کی کتاب "ترک" اور ای، چاوانیس کی کتاب "مغرب کے ترک" ہربرٹ ایڈمز گبنز کی کتاب "عثمانی سلطنت کی بنیاد" بھی پڑھنی چاہئے، (مصنف)

(۱۱)

شیخ الجبل

یورپ کا مشہور سیاح مارکوپولو جس وقت ایران مین سیاحی کرتا تھا تو حسن صباح اور اس کے معتقدون کے متعلق اسنے بہت سے قصّے سنے تھے، یہ لوگ "حشیشین" کے نام سے مشہور تھے، مارکوپولو نے جو کچھ حال ان کا لکھا ہے اس مین رنگ آمیزی نہین ہے بلکہ وہ بہت کچھ اصلیت پر مبنی اور قابل ملاحظہ ہے، مارکوپولو لکھتا ہے کہ

"علاوالدین[۲] ان کی زبان مین شیخ الجبل[۱] کہلاتا تھا، شیخ الجبل نے دو پہاڑون کے

---

[۱] پہاڑی قلعون کے فرمانروا جھون نے حشیشون کے خنجر کا خوف پیدا کرکے اپنی حکومت قائم کی تھی "شیخ الجبل" کہلاتے تھے، یہان متن مین جو عبارت ہم نے درج کی ہے وہ وینیس کے مشہور سیاح مارکوپولو کے سفرنامے سے نقل کی ہے اور یہ سفرنامہ وہ ہے جسے یول کورڈیر نے شایع کیا تھا، (مصنف)

[۲] فرقہ اسماعیلیہ کے ایک گروہ کی نسبت "حشیشین" کا ہتک آمیز لفظ یورپ کے صلیبی مجاہدون کی ایجاد ہے، اسلامی تاریخ مین اس لقب سے کوئی گروہ یاد نہین کیا گیا، صوبہ جبال کے شہر قزوین سے شمال مغرب مین اور صوبہ رودبار کی سرحد سے ملے ہوئے پہاڑی علاقے مین تقریبًا پچاس قلعے ایسے تھے جن پر اسماعیلیہ کا یہ گروہ حکومت کرتا تھا، انکی ایک پوری ریاست قائم ہو گئی تھی جس کے آٹھ فرمانروا گذرے ہین، ہر ایک کا لقب شیخ الجبل ہوتا تھا، علاؤالدین جس کا یہان ذکر آیا ہے ساتوان شیخ تھا، اس نے سنہ ۶۱۸ ہجری ۱۲۲۲ع سے سنہ ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ع تک قلعہ الموت مین حکومت کی تھی، دیکھو اسلامک انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحات ۴۹۱، ۴۹۲، لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحات ۲۲۰-۲۲۱- (مترجم)

بیچ مین ایک وادی کو دونون طرف سے بند کر کے اسمین ایک پر فضا باغ لگایا، یہ باغ اس قدر خوشنما تھا کہ ایسا کسی نے نہ دیکھا ہوگا، اس مین طرح طرح کے پھلون کے درخت اور عالیشان مکانات اور محل تھے، یہ محل اسقدر پر تکلف و پر تجمل تھے کہ بغیر دیکھے ان کی خوشنمائی کا اندازہ نہین ہو سکتا تھا، تمام عمارتون مین سونے کا کام اور نفیس گلکاری کی گئی تھی،

"اور یہان نہرین تھین جنمین شیر و شراب، شہد و آب مصفا، ہر وقت جاری رہتا تھا اور دنیا کی حسین ترین عورتین یہان موجود تھین جو ہر قسم کے ساز بجاتے گانے اور ناچنے مین بڑی مشاق تھین اور رقص ایسا کرتی تھین کہ دیکھنے والے مسحور ہو جاتے تھے، شیخ الجبل اپنے معتقدون کو یہ باور کرا دیتا تھا کہ یہی مقام اصلی فردوس ہے۔

"شیخ نے یہ باغ مسلمانون کی بہشت کے نمونے پر بنوایا تھا، اور اسمین بہت سی ایسی چیزین مہیا کی تھین جنکا اصلی بہشت مین بھی موجود ہونا بیان کیا جاتا تھا، شراب، دودھ، شہد اور پانی کی نہرین تھین اور حورین تھین جو بہشت کے رہنے والون کو خوش کرتی تھین۔ ادھر کے ۲۷۰
مسلمان سمجھتے تھے کہ بہشت حقیقت مین یہی ہے،

"لیکن سوائے ایسے شخص کے جسے شیخ الجبل "فدائی" بنانا چاہتا ہو یہان کسی اور کے داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، باغ کے دروازے پر ایک قلعہ تھا، یہ ایسا مضبوط تھا کہ تمام دنیا بھی حملہ کرے تو فتح نہ ہو، اور وادی بہشت مین جانے کا راستہ سوائے اس قلعہ کے کہین اور سے نہ تھا، شیخ کے دربار مین اس کے ملک کے چند نو عمر ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے، یہ بارہ برس کی عمر سے ۲۰ برس کی عمر تک ہوتے تھے، اور سب حربی کام سیکھنے کے شوقین ہوتے تھے، ان لڑکون کو شیخ بہشت کے قصے سنایا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ نو عمر اسکی بات

کا ایسا ہی یقین کرنے لگین جیسے کسی پیغمبر کی امت اپنے پیغمبر کا یقین کرتی ہے، رفتہ رفتہ یہ لوگ شیخ کو واقعی اپنا پیغمبر ماننے لگتے تھے، اس کے بعد شیخ اُن لوگون کو اپنی بہشت مین لیجاتا تھا مگر ایک وقت مین چار چھ یا دس سے زیادہ کو نہین لیجاتا تھا، وہان لیجانے سے پہلے وہ ان کو کوئی ایسی چیز پلا دیتا تھا کہ وہ غافل سوجاتے تھے، غافل ہوجانے کے بعد شیخ کے حکم سے لوگ انھین اٹھاکر بہشت مین پہنچا دیتے تھے، جب ان کی آنکھ کھلتی تھی تو دیکھتے تھے کہ بہشت مین موجود ہین،

"پس جب وہ جاگے اور دیکھا کہ جگہ بہت ہی پر فضا اور خوشنما ہے تو وہ سمجھے کہ بہشت حقیقت مین یہی ہے، پھر خوبصورت عورتون نے اُن سے خوب جی بھر کر لطف اٹھائے اور جو کچھ ان مردون نے اُن سے چاہا وہ انھون نے پیش کیا، یہ مرد ایسے خوش تھے کہ اپنی مرضی سے کبھی اس جگہ سے باہر نکلنا گوارا نہ کرتے تھے،

"یہ بادشاہ جسے ہم شیخ کہتے ہین بڑی شان وشوکت کا دربار رکھتا تھا، اور اس نے پہاڑ وہان کے بے وقوف باشندون کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ پیغمبر ہے، اور جب اپنے کسی کام کو کسی حشیشی کو بھیجنا ہوتا تھا تو وہ حکم دیتا تھا کہ بہشت مین جو جوان لڑکے موجود ہین ان مین سے کسی کو وہ چیز پلاکر جسکا مین نے اوپر ذکر کیا ہے پہلے بے ہوش کیا جائے اور پھر اس حالت بیہوشی مین اسے وہان سے اٹھاکر شیخ کے محل مین حاضر کیا جائے،

"غرض جب بہشت سے نکل کر ایسے آدمی کو ہوش آتا تھا تو وہ دیکھتا تھا کہ شیخ کے محل مین ہون، بہشت مین نہین ہون، اس کے بعد اسے شیخ کے روبرو لاتے تھے، حشیشی شیخ کو نہایت ادب سے سلام کرتا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ وہ اس وقت ایک سچے پیغمبر کے سامنے

حاضر ہے، اس کے بعد شیخ اس سے پوچھتا کہ "تم کہاں سے آئے ہو"، وہ جواب دیتا "بہشت ۲۷۱
سے آرہا ہون، اور وہ بہشت بالکل ایسی ہی ہے جسکا مسلمانون سے وعدہ ہوا ہے"۔ اور وہ بہشت کا حال اس طرح بیان کرتا کہ دربار مین جو لوگ حاضر ہوتے انھین بھی بہشت مین جانے کا شوق پیدا ہو جاتا،

"پس جب شیخ کو ضرورت ہوتی کہ کسی ملک کے بادشاہ کو ہلاک کرا دے تو وہ اس نوجوان فدائی سے کہتا کہ "اچھا، تم جاؤ اور فلان شخص کو ہلاک کردو، اور جب تم اُسے ہلاک کر کے واپس آؤگے تو میرے فرشتے تم کو بہشت مین لے جائینگے اور اگر تم اس کام کو انجام دینے مین مر گئے تو بھی مین اپنے فرشتون کو بھیجکر تمھین بہشت مین واپس پہنچوا دونگا، شیخ ان باتون کا اس آدمی کو یقین دلا دیتا تھا، اسلیے کوئی حکم اس کا ایسا نہ ہوتا تھا جس کے بجا لانے مین یہ آدمی کسی خطرے سے ڈرتا کیونکہ اس کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ جس بہشت کو چھوڑ کر آیا ہے کسی طرح پھر اسمین پہنچ جائے، غرض اس طریقے سے شیخ الجبل جسکو چاہتا تھا مروا ڈالتا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ ملکون کے بادشاہ اس سے بیحد خوف مین رہتے تھے اور وہ شیخ کے مطیع اور باجگذار ہو جاتے تھے تاکہ شیخ ان پر مہربان رہے[1]،

[1] ایشیا کے جن مشاہیر کو فدائیون کے خنجر نے ہلاک کیا انکی تعداد بہت تھی، اس مین مصر کا ایک خلیفہ، حلب، دمشق، اور موصل کے بادشاہ اور فرمانروا تھے، طرابلس کا عیسائی بادشاہ ریمنڈ اور سنت سرات کا عیسائی حاکم کونریڈ بھی انھی مقتولون مین شامل تھا، کو مدت تک کونریڈ کی نسبت یہ سمجھا گیا کہ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جو جنگ صلیب مین شریک ہوا تھا اسکا قاتل تھا، بہرحال فدائیون سے یہ سخت غلطی ہوئی کہ انھون نے مغلون کے ایک شہزادے کو مار ڈالا، اس پر مغلون نے برہم ہو کر فدائیون کے بہت سے قلعون کو بالکل غارت کر دیا، مغلون کے بعد تیمور نے فدائیون کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا، زیادہ معلومات حاصل کرنے ہون تو دیکھو مارکو پولو کا سفرنامہ جسے یول کورڈیر نے شائع کیا ہے، نیز اوڈورک (Odoric) کا سفرنامہ اور جوائن ولا (Joinvilla) کی تاریخ، نیز رشید الدین کی تاریخ شاہان مغلیہ ایران جسکا ترجمہ کواتر میری نے کیا ہے، (مصنف)

٢٧٢

(۱۲)

تبریز کا عظیم الشّان شہر

انسان جب تک اپنے تصوّر پر پورا زور نہ ڈالیگا ایشیا کے اس رفیع الشان شہر کی وسعت کا اندازہ کرنا غالباً مشکل ہوگا، زمانہ حال مین وہ ایک شکستہ حال اور سوتا ہوا شہر معلوم ہوتا ہے، گویا ولایت آرمینہ اور بحر خرز کے علاقے کے وسط مین دبا پڑا ہے، اس کا نام اب اتنا بھی مشہور نہین جتنا کہ اس کے ہمسایہ شہر موصل کا ہے جسکا تذکرہ آجکل سرکاری کاغذات مین مٹی کے تیل کے حقوق کی بحث مین ہوا ہے،

تیمور کے زمانے مین تبریز (جسے پرانے یورپ کے مورخون نے بعض اوقات توریز لکھا ہے) تمام دنیا کی تجارت کا مخزن تھا، یہان خراسان کی بڑی سڑک جنوب کی سڑک سے ملتی تھی، جو بغداد و فارس سے ہوتی ہوئی خلیج فارس تک گئی تھی، جن لوگون نے تبریز کو اس زمانے مین دیکھا تھا جب انہی کی نظر پیدا کرکے اس شہر کو دیکھا جائے گا تو اس کی پوری شان و عظمت کا اندازہ ہوگا،

مارکو پولو لکھتا ہے، زمانہ ۱۲۷۰ء کے قریب کا ہے " توریز (تبریز) ایک بہت بڑا اور خوشنما شہر ہے، ...... اس کا موقع اتنا اچھا ہے کہ بغداد، ہندوستان اور گرم سیر ملکون کا مال تجارت یہان آتا ہے، شہر مین ارمنی، نسطوری، یعقوبی، جرجانی، ایرانی آباد ہین؛ اور خاص تبریز کے باشندے ہین جو مسلمان ہین "

وینس کے محافظ خانون کے کاغذات مین پڑھتے ہین کہ ۱۳۴۱ء مین جنیوا کے لوگون کا تبریز
مین ایک بڑا کارخانہ تھا جس کا انتظام چوبیس تاجرون کی ایک انجمن کے سپرد تھا، اس
کارخانے سے مطلب کوئی پتلی گھر نہین ہے بلکہ ایسے گودام سے مراد ہے جہان تجارت کا
مال جمع رہتا ہے،

رشید الدین مشہور ایرانی مورخ جو ۱۳۱۸ء مین گذرا ہے لکھتا ہے کہ تبریز مین سلطان
غازان خان ایلخانی کے دربار مین بڑے بڑے علمائے حکمت وہیئت، جید فاضل اور مورخ
ہر مذہب وملت، طریقے اور فرقے کے موجود تھے، اور ولایت ختا، ہندوستان، کشمیر، تبت
کے لوگ، ایغور اور دیگر ترکی قومون کے لوگ، عرب اور افرنجی بھی وہان نظر آتے تھے،

ابن سعید اور مستوفی کی کتابین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضافات شہر کی باہر والی
فصیل کا دور ۲۵۰۰۰ قدم تھا، اور اسکی مسجدون، مدرسون، بیمارستانون کی عمارتون ۲۷۳
کے روکار کاشیکاری سے آراستہ اور مزین تھے، بلکہ اکثر عمارتین سنگ مرمر یا سنگ آہک
کی تھین، مکانات کی تعداد ۲۰۰۰۰۰ تھی، مسافرون کیلئے سرائین ان کے علاوہ تھین جس
کے معنی یہ ہوئے کہ باشندون کی تعداد ساڑھے بارہ لاکھ کے قریب تھی، پڑھنے مین آتا ہے
کہ چالیس ہزار آدمی صرف ایک زلزلے مین مرے تھے،

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ مشک اور عنبر کے بیچنے والون کا ایک ایک بازار علیحدہ تھا
اور جب وہ جوہریون کے بازار مین سے گذرا تو زرق برق لباس پہنے غلام تاتاری بیگمات
کو جواہرات ملاحظہ کراتے تھے، جواہرات کی چمک ایسی تھی کہ آنکھین خیرہ ہوتی تھین،

فرااودیرک (Fra oderic) نے ۱۳۳۰ء مین اپنے سفرنامے مین تحریر کیا کہ "مین

آپ سے کہتا ہون کہ تمام دنیا مین سب سے بہتر شہر تجارت کے لیے تبریز ہے، ہر شے یہان کثرت سے دستیاب ہوتی ہے اور ہر چیز یہان کی ایسی عجیب ہے کہ جب تک کوئی اپنی آنکھون سے نہ دیکھے، سننے کا یقین نہین آسکتا.......... یہان کے عیسائی بیان کرتے ہین کہ یہ شہر جسقدر مالگذاری کی رقم اپنے بادشاہ کو دیتا ہے وہ اس رقم سے زیادہ ہے جو فرانس کا ملک اپنے بادشاہ کو ادا کرتا ہے،

سترہوین صدی تک شاردین (Chardin) نے اسکے باشندون کی تعداد کا اندازہ درآنحالیکہ اس وقت کمی ہوگئی تھی ۵ لاکھ باون ہزار کیا تھا،

تبریز سمرقند سے بڑا تھا جس کی فصیلین مضافات سے قطع نظر کر کے دس ہزار قدم کا دور رکھتی تھین کلاویجو کہتا ہے کہ ارک سمرقند مین ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے، ارک سے اسکی مراد صرف شہر سمرقند کے قلعے سے ہے،

۲۷۴

(۱۳)

کلاویجو اور تبریز

کلاویجو بادشاہ قستالیہ کا وزیر تبریز سے گذرا تھا، اس نے اس شہر کے پورے حالات لکھے ہین، تیمور کی حکومت جن شہرون پر تھی ان مین صرف چند شہر ایسے ہین جنکے حالات صاف طور پر بیان ہوئے ہین، اور اُنہی چند شہرون مین ایک تبریز بھی ہے، اس شہر مین تیمور کا پہلا داخلہ کلاویجو کے وارد ہونے سے صرف پندرہ برس قبل کا ہے،

کلاویجو کا بیان قابل توجہ ہے نہ صرف اس لحاظ سے کہ ایشیا کے ایک عظیم الشان شہر نے ایک یورپین کے دل پر کیا اثر پیدا کیا بلکہ اس اعتبار سے بھی کہ تیمور مین اتنی صلاحیت تھی کہ ایک بڑے شہر کو فتح کرکے اسے سلامت ہی نہین رکھ سکتا تھا بلکہ اسے بارونق بھی بنا سکتا تھا، یورپ کی تاریخون مین خصوصیت کے ساتھ ایک سے زیادہ عمارتون کے نام ایسے بیان ہوئے ہین جنھین تیمور نے جلا کر خاک کر دیا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کے آثار اب تک سلامت ہین اور کوئی علامت ظاہر نہین ہوتی کہ وہ کبھی جلائے گئے تھے، اس مین کلام نہین کہ تیمور کی فوجکشی تباہی مین ہیبت ناک ہوتی تھی، مگر ہم اس بات کو یاد رکھ سکتے ہین کہ جس شہر کے لوگ بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لیتے تھے ان کے شہر کو کسی طرح کا نقصان نہین پہنچایا جاتا تھا، تقریباً ہر فتح کے بعد تیمور نے عمارات عامہ کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا، مسجدین، خانقاہین، آب رسانی کی تعمیرات، مدرسے، مقبرے کہین منہدم نہین کئے گئے، اور زیادہ تر صورتین ایسی تھین کہ جن

شہرون یا عمارتون کو مسمار کرایا اُن کے مسمار ہونے کے بعد انھین از سرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا، ہم اکثر ایشیا کے سیاحون کے بیان سے معلوم کرتے ہین کہ تیمور کے مرنے کے بعد شہر کثرت سے آباد اور خوشحال تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑائی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا، لیکن یورپین تاریخون مین انہی شہرون کی صورت ہمارے سامنے جلے ہوئے کھنڈرون کی پیش کیجاتی ہے۔

اس غلط فہمی کی ایک وجہ بھی ہے، یورپ کے سیاح زیادہ تر ان ملکون سے واقف تھے جو سمرقند سے بہت دور تھے مثلاً جنوبی روس، مغربی ایشیاے کوچک، شام کا ساحل، ایران کا سب سے زیادہ جنوبی حصہ اور ہندوستان، ان ملکون مین نقصان کی تلافی کرنے مین تیمور کو کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ یہ مقامات تو ایسے تھے کہ جو چیز یہان کی پسند آئی اٹھا کر سمرقند پہنچا دی گئی، یہ تیمور کی ایک سیاسی مصلحت تھی کہ سرحد کو ویرانہ بنا کر مرکزِ سلطنت سے تعمیرات کا سلسلہ شروع کرے، اِسی مصلحت شاہ رخ کی سلطنت کے زیب و زینت شان و شوکت کا باعث ہوئی، یہ سلطنت ایران اور سمرقند اور اس ملک کو شامل کرتی تھی جسے آجکل افغانستان کہا جاتا ہے، ایران کے فن تعمیر کا عہدِ زرین شاہ رخ کی سلطنت نے پیدا کیا تھا جس نے غزنی سے لے کر تبریز تک یعنی ایک ہزار میل تک (اور یہ فاصلہ یورپ خاص کے طول کا نصف ہی) ہزارہا عالیشان عمارتین تیار کرادین، جس رقبے پر تیمور نے عمارتین بنوائین اس کو بھی یورپ کا نصف رقبہ سمجھنا چاہیے، اور اس رقبے مین سوائے تبریز کے باقی حصون سے یورپ صدیون تک ناواقف رہا،[1]

[1] اس کتاب مین اس بات کی کہین عمداً کوشش نہین کی گئی ہے کہ تیمور کی طبیعت کے ظالمانہ پہلو یا غارتگری سے چشم پوشی کیجائے، لیکن گذشتہ زمانے مین تیمور بار بار ہمارے سامنے اس شکل مین پیش کیا گیا ہے کہ غارتگری

کلاویجو کہتا ہے، کہ:-

"دائین طرف کے پہاڑون سے ایک بڑا بہتا ہوا دریا شہر کو آیا ہے، اور یہان آکر اس کا پانی بہت سی نہرون اور نالیون مین تقسیم ہوکر شہر کے گلی کوچون مین سے گذرا ہے، راستے اور سڑکین باقاعدہ اور پاک صاف ہین، اور ان کے کنارے بڑی بڑی عمارتین ہین جنمین بہت سے دروازے ہین اور ان دروازون پر افسر نگران رہتے ہین، یہان بہت سی چیزین مثلاً" کپڑا، ریشم، روئی اور اور اشیاء فروخت ہوتی ہین، اس شہر مین تجارت بکثرت ہوتی ہے،

"ایک جگہ دکاندار خاص خاص قسم کی خوشبوئین اور عورتون کے لئے طرح طرح کے رنگ فروخت کرتے ہین، یہان عورتین آکر سر مین تیل اور منھ پر غازہ ملتی ہین، یہ عورتین راستے مین سپید برقع پہنکر چلتی ہین، چہرے پر باریک جالی گھوڑے کے بالون کی بنی ہوئی پڑی ہوتی ہے"

"بڑی عمارتون کو پچیکاری اور فیروزی سنہری کام سے جو یونان کا ساختہ ہے آراستہ کیا ہے"

(بقیہ حاشیہ ۴۲۸) مین نہایت سخت وحشی اور کٹے ہوئے سرون کے مینار چننے مین اعلیٰ درجہ کا معمار تھا، چونکہ یہ شکل اسکی بار بار پیش کیگئی ہے اسلیے اسکی اصلیت معلوم کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے، یعنی اس بات کی کوشش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ کسی طرح معلوم تو ہو کہ واقعی وہ کیسا آدمی تھا، اس زمانے کا ایک مورخ مختصر طور پر تیمور کی نسبت لکھتا ہے کہ تیمور چنگیز خان سے زیادہ سفاک اور ظالم تھا،" اسکے ساتھ ہی مستشرق ہمین بتاتے ہین کہ تیموریون مین جو نیکی تھی وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی تھی،

اب اسکے برعکس ایک مثال لیجئے، کتاب الف لیلیٰ کے ہم شکر گذار ہین جسنے ہمارے دل پر یہ نقش پیدا کیا ہے کہ ہارون الرشید بڑا ہی فیاض اور اچھا بادشاہ تھا، لیکن ایشیا کی تاریخین پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جور و ظلم مین وہ تیمور سے کسی طرح کم نہ تھا، فرق صرف اتنا خیال مین آسکتا ہے کہ تیمور کے جور و ظلم بڑے پیمانے پر تھے اور ہارون الرشید کے چھوٹے پیمانے پر، سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ "ہارون الرشید کے نام کو ایک اتفاقی اور فوری درخشندگی جس چیز نے بخشی وہ مشرقی افسانون کی دلفریبی تھی"

(مصنف)

یہان کے لوگ بیان کرتے ہین کہ یہ عالیشان عمارتین بڑے بڑے دولتمندون کی بنائی ہوئی ہین، ہر امیر آدمی کی کوشش تھی کہ دوسرے سے بہتر اور زیادہ خوشنما عمارت تیار کرائے، اور اسی مین مالدار اپنی دولت صرف کرتے تھے، ان بناؤن مین ایک عالیشان محل ہے جسکے گرد چہار دیواری ہے، یہ بہت ہی خوشنما اور بڑی لاگت کا محل ہے۔ اسمین متعدد دالان اور رواق ہین، بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان اویس نے اس عمارت کو اُس روپیہ سے بنوایا تھا جو بادشاہِ بابل نے اُسے دیا تھا، اور یہ زر کثیر تھا،

"تبریز بڑا دولتمند شہر ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تجارت کا مال جو یہان سے گذرتا ہے اسکی مقدار کثیر ہے، کہتے ہین کہ اگلے زمانہ مین یہ شہر اب سے بھی زیادہ آباد تھا لیکن اب بھی اسمین دو لاکھ سے زیادہ مکانات ایسے ہین جو آباد ہین، یہان بہت سے بازار ہین جنمین صاف ستھرا پکا ہوا گوشت طرح طرح کی شکل مین بکتا ہے، اور میوے بھی بکثرت فروخت ہوتے ہین،

"اس شہر کے بازارون اور کوچون مین بہت سے حوض ہین جن مین فوارے چھوٹتے رہتے ہین، گرمی کے موسم مین ان حوضون مین برف کے ٹکڑے ڈالدیئے جاتے ہین اور حوض کی منڈیر پر پیتل اور تانبے کے کوزے رکھے ہوتے ہین کہ جسکا جی چاہے آئے اور برف کا پانی پیے، تبریز کے حاکم کو داروغہ کہتے ہین، اس حاکم نے سفیرون کا بہت عزت اور اخلاق سے خیر مقدم کیا،

"یہان بہت سی مسجدین بڑی شاندار اور خوشنما موجود ہین، اور حمام اسقدر اعلیٰ درجے کے ہین کہ مجھے یقین ہے کہ دنیا مین کہین دوسری جگہ نہونگے، جسوقت سفیرون نے اس شہر سے رخصت ہونا چاہا تو اُنکے لیے اور انکے ہمراہیون کیلئے گھوڑون کا انتظام کردیا گیا، بادشاہِ وقت نے اسی شہر تبریز سے گھوڑون کے ہر وقت تیار ملنے کا حکم دے رکھا ہے، تاکہ جو لوگ اسکے پاس آنا چاہین وہ شبانہ روز ڈاک بٹھاکر سفر کرسکین ڈاک کا انتظام تمام سڑک پر سمرقند تک برابر جاری ہے،

۲۷۷

(۱۴)

امیر کا خیمہ و خرگاہ

کلاویجو نے امیر تیمور کے کپڑے کے محلون مین سے ایک محل کا حال خوب بیان کیا ہو اس نے اس محل کو ایک رفیع الشان "پاویلیون" یعنی سراپردہ لکھا ہے،

"بادشاہ کا سراپردہ عرض مین سو قدم تھا، اس کے چار گوشے تھے، اور چھت گول شکل گنبد کے تھی، اور بارہ چوبون پر قائم تھا، ہر چوب کی موٹائی اتنی تھی جتنا ایک مرد کا سینہ ہوتا ہے، اور اس پر سنہری اور نیلا اور اور طرح کا رنگ پھرا تھا، جس وقت سراپردہ نصب کیا جاتا تھا تو گاڑیون کے پہیون کی وضع کی بڑی بڑی چرخیان بہت سے آدمی مل کر پھراتے تھے، ہر طرف رسیان موجود رہتی تھین تاکہ خیمے شامیانے نصب کرنے مین ان سے مدد ملے، سراپردے کی گنبد نما چھت سے ریشم کے پردے اس طرح لٹکائے جاتے ہین کہ انکی محرابین سی بنجاتی ہین، سراپردے کا عرض وطول یکسان ہوتا ہے اور باہر کے رخ سائبان ہوتے ہین اور کم سے کم پانسو طنابین کھنچی ہوئی نظر آتی ہین، اندر ایک بڑا سرخ رنگ کا قالین جس پر زر تار کا کام تھا بچھا تھا، چارون گوشون پر چار عقاب بنے تھے جو پر سمیٹے تھے، شامیانے کے باہر کا رخ ریشمین کپڑے کی سیاہ سپید اور زرد دھاریون کا تھا،

اس عالیشان شامیانے کے ہر گوشہ پر ایک اونچی چوب تھی جس کے اوپر کے سرے پر ایک تانبے کا گولا اور گولے کے اوپر ہلال تھا، اور گنبد نما چھت کی چوٹی پر ریشمین کپڑے

کی ایک برجی بنی ہوئی تھی، اور چھت کی منڈیر پر کنگورے دار تھی، داخلہ کے لیے ایک خاص دروازہ تھا،

یہ سراپردہ یا شامیانہ اس قدر وسیع اور بلند تھا کہ دور سے دیکھنے والوں کو وہ ایک عالیشان سنگین قصر معلوم ہوتا تھا، اور اسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، اور وہ اتنی خوشنما چیز تھی کہ اوسے بیان کرنا ممکن نہیں،



(۱۵)

بڑا گنبد

تیمور کی زندگی سے پہلے ایرانی طرز تعمیر کے گنبد نوکدار قسم کے ہوتے تھے، مگر وہ اپنے قاعدے سے اوپر کو خوبصورت گولائی لیتے ہوئے نہین اٹھتے تھے، شروع زمانے مین جو عمارتین تیمور نے بنوائین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرز مین کوئی تبدیلی نہین پیدا کی گئی تھی، لیکن "بی بی خانم" اور خود تیمور کے مقبرے مین جسے "گورِ امیر" کہتے ہین خوبصورت گولائی لیے ہوئے گنبد بنائے گئے، اور اسی وضع کے گنبد ہندوستان مین مغل بادشاہون کی عمارتون مین بعد کو تعمیر ہوئے، اور اس زمانہ کے بعد روس مین بھی ایسے ہی گنبد بنائے گئے مگر وہان گولائی کے پھیلاؤ مین زیادتی کر دیگئی،

کے۔ اے۔ سی۔ کریسول نے اپنی کتاب مین جسکا نام "ایران مین ارتقائے تعمیر گنبد کی تاریخ" ہی لکھا ہی کہ اس قسم کے گنبد ہندوستان کے مقبرون مین تیمور کی نظر سے نہین گذرے ہونگے کیونکہ شمالی ہندوستان کے مقبرون مین گنبد کا یہ طرز اُس وقت تک اختیار نہین کیا گیا تھا، گول گنبد اگر کہین تھا تو وہ صرف دمشق مین خلفائے بنی امیہ کی بنائی ہوئی جامع مسجد مین تھا، لیکن وہ لکڑی کا تھا اور جب شہر مین آگ لگی جس سے سارا شہر جل گیا تو یہ چوبی گنبد بھی نذر آتش ہو گیا، یہ گنبد بہت بڑا اور عالیشان تھا، میدان مین دور سے نظر آتا تھا، اور تیمور نے اپنا خیمہ ایک ماہ تک ایسی جگہ نصب رکھا جہان سے وہ اچھی طرح نظر آتا رہی،

یہ ممکن نہین کہ تیمور پر اس گنبد کا اثر نہ ہوا ہو، کیونکہ تعمیر کے حسن و قبح کو پرکھنے کا مادہ تیمور
کی طبیعت مین بہت تھا، تیمور کے زمانے مین یہ گنبد اسلام کے عہد وسطے کی عمارتون مین سے
تھا، زیادہ احتمال اسکا ہے کہ ہندوستان کے گنبدون کو نہین بلکہ اس دمشق والے گنبد کی
بعض خصوصیات کو اس نے سمرقند مین نقل کرایا، اسکا ثبوت بہت کافی موجود ہے کہ فن تعمیر
مین تیمور کو ایک خاص مذاق حاصل تھا، پرانی دہلی کی جامع مسجد کو دیکھکر تیمور کے دل پر بہت
اثر ہوا تھا اور اس کا ایک لکڑی کا چھوٹا سا نمونہ بھی تیار کرا کے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا،
قطب کے مینار کی بھی اس نے بہت تعریف کی تھی اور دہلی سے کاریگر اس خیال سے
ساتھ لے گیا تھا کہ سمرقند مین اسی شکل کا ایک مینار تعمیر کرائے گا، مگر یہ ارادہ پورا نہ ہوا،
مسٹر کریسول بیان کرتے ہین | کہ مقبرۂ بی بی خانم کے گنبد کی پیمایش اور دمشق والے ۲۷
گنبد کی پیمایش جو جل گیا تھا ایک ہی سی ہے اور بی بی خانم کا مقبرہ پہلی عمارت ہے جو
دمشق سے تیمور کی واپسی پر سمرقند مین تیار کیگئی، اسکی تعمیر مین دو تین برس صرف ہوئے، اور
اس مین کچھ شبہہ نہین کہ اُسکے گنبد مین دمشق والے گنبد کی نقل اتاری گئی تھی جس کی مثال
کہین اور نہ تھی،

ابن بطوطہ اس گنبد کی نسبت کہتا ہے کہ شہر آپ کسی سمت سے آیئے یہ گنبد ہر چیز
سے اونچا ہوا مین معلق نظر آتا ہے[۱]،

اس دمشق والے گول گنبد کے طرز کو تیمور کی قدر شناسی نے ہمیشہ کے لیے دنیا مین
محفوظ کر دیا، اور اپنی دولت بیکران کی مدد سے اُس نے دوسرا نمونہ اس کا تیار کرا دیا، اور

[۱] جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۴ء،

اسی طرز پر دوسرے ملکون مین تیمور کی اولاد نے اپنی عالیشان عمارتون مین گنبد تعمیر کرائے ہندوستان کے مغل بادشاہ جو تیمور کی اولاد تھے اس گنبد کو ہندوستان مین لے آئے، اور یہان سب سے پہلے اس کی شکل مقبرہ ہمایون بادشاہ کے گنبد مین نظر آئی اور اسکا آخری جلوہ سب سے زیادہ حسین صورت مین "تاج محل" کے روضے مین آج تک نظر آرہا ہے،



(۱۶)

کٹے ہوئے سرون کے مینار (کلّہ مینار)

دشمنون کو قتل کر کے ان کے سرون کے مینار تعمیر کرنے کا طریقہ یورپ کی تاریخون مین تیمور کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہی، یہ مینار نگارستانِ خونریزی ضرور تھے مگر سخت مکروہ اور ہولناک، تاریخ کے صفحون مین بھی وہ ایسے ہی کریہ منظر اور ہیبت خیز ظاہر کئے گئے ہین لیکن اسے معاملات مین تیمور کی نسبت کوئی فیصلہ آجکل کے نرم و حلیم قواعدِ تمدّن کے مطابق نہین کیا جا سکتا،

تیمور ہی کے زمانے کو لیجئے تو دریافت ہوگا کہ شاہانِ ہرات اور ان کے علاوہ اور بادشاہون نے بھی اپنی فتوحات کی یادگار مین ایسی عمارتین تیار کی تھین، تیمور مین اور ان مین فرق صرف پیمانے کا تھا، تیمور کے مینار بڑے ہوتے تھے اور ان کے چھوٹے،

یہ ہی کیفیت قتل عام کے وقوعون کی تھی، یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ تیمور ایسی جگہ رہتا تھا جہان رحمدلی بزدلی کی علامت سمجھی جاتی تھی، اُس کے زمانے مین یورپ کے بادشاہ بھی رحمدلی کی طرف کچھ زیادہ متوجہ نہ تھے، انگلستان کے شہزادہ بلیک پرنس نے لیموگس کو اس طرح ذبح کیا جیسے مذبح مین بھیڑ بکریان ذبح کیجاتی ہین، برگنڈی کے بادشاہ چارلس نے دینانت کے مقام پر آدمیون کو اسطرح صاف کیا جیسے بھیڑیا بھیڑون مین گھس کر سب کا صفایا کر دیتا ہے، ایجن کورٹ مین انگریزون نے فرانسیسی قیدیون کو محض اس غرض سے

قتل کر دیا کہ اُن سے فراغت پانے پر لڑائی کی آخری شکل بہتر ہو جاتی تھی، نیکوپولس مین انگریز جرمن اور فرانسیسی مجاہدانِ صلیب نے سربی اور ترکی قیدیون کو لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہلاک کر دیا، تیمور کے قتل عام مین خصوصیت صرف اتنی تھی کہ وہ اورون کی بہ نسبت بڑے پیمانے پر ہوتا تھا،

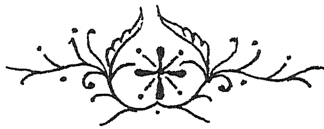
کرنل سائیکس نے بہ دلائل بیان کیا ہے کہ تیمور نے قتل عام کا جہان جہان حکم دیا فنونِ جنگ کے اعتبار سے وہان ایسا ہی حکم دینا قطعی ضروری اور لازمی تھا، اِس خیال کی صحت بہت مشتبہ ہے لیکن یہ بات بالکل صاف نظر آتی ہے کہ اپنے زمانے کے اور بادشاہون سے تیمور کہین زیادہ درگذر کرنے والا شخص تھا، قصہ مشہور ہے کہ جب کسی قلعے کا محاصرہ کیا جاتا تھا تو پہلے دن امیر کے خیمہ کے سامنے جو عَلَم نصب ہوتا تھا اس کا پھریرا اسپید ہوتا تھا کہ قلعے والون کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ اطاعت قبول کرینگے تو انکی جان و مال کو سلامتی دیجائیگی؛ دوسرے دن پھریرے کا رنگ سرخ ہوتا تھا جس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ اب اطاعت قبول کی تو ان کے افسر اور حاکم صرف قتل کئے جائین گے، اس کے بعد پھریرے کا رنگ سیاہ ہوتا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اب سوائے مر کر دفن ہونے کے ان کے لیے کوئی بات باقی نہین رہی، اس روایت کے لیے کوئی سند نہین ہے، لیکن جو کچھ بیان ہوا ہے وہ تیمور کی طبیعت اور مزاج کا مقتضیٰ معلوم ہوتا ہے،

ہرات کے محاصرے مین پہلی بار رعایت اور نرمی کی گئی لیکن دوسری مرتبہ تنبیہ بہ سختی عمل مین آئی، اسی طرح بغداد پہلی مرتبہ سر بہا ادا کر کے چھوٹ گیا، دوسری بار بالکل تباہ کر دیا گیا، پڑھنے مین آتا ہے کہ اورگنج کے شہر کو منہدم کر کے اینٹون اور پتھرون کا ڈھیر

بنا دیا، لیکن بعد کو اُسے از سرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا،

اگر تیمور مین وہی ظلم و سفاکی ہوتی جو چنگیز خان مین تھی تو دوبارہ محاصرے کی نوبت ہی نہ آتی، لیکن جہان بغاوت ہوتی تھی وہان رحم کرنا تیمور مطلق نہ جانتا تھا،

خود تیمور کے ساتھ جو لوگ رہتے تھے ان کو تیمور کبھی ظالم نہین معلوم ہوا، صرف اُس کے دشمن اسکو ظالم اور جفاکار سمجھتے تھے، ایشیا کے مورخ تیمور کے کارنامون کی شان و حشمت سے بحث کرتے ہین، اُسکے ظلم سے بحث نہین کرتے، ان مورخون مین صرف ابن عرب شاہ ایسا ہے جسے تیمور سے نفرت تھی، تیمور دوسرون کی جانین تلف کرتا تھا مگر اپنی جان کی بھی اُسے پروا نہ تھی،



٢٨٢

(١٧)

تیمور کی طبیعت و خصائل

انتہا درجے کی نفرت اور انتہا درجے کی محبت جیسی تیمور کے ساتھ ظاہر کی گئی ایسی کسی دوسرے بادشاہ کے ساتھ ظاہر نہین ہوئی، تیمور کے دربار کے دو بڑے مورخ گذرے ہین، ایک نے اسکو شیطان بتایا ہے دوسرے نے لکھا ہے کہ اسکی مثل کوئی عالی مقام اور عالی ظرف کبھی پیدا ہی نہین ہوا،

ابن عرب شاہ لکھتا ہے کہ وہ ایک بے رحم قاتل، مکرو فریب مین استادِ کامل اور عداوت و انتقام مین خدا کا قہر تھا،

مولانا شرف الدین لکھتے ہین کہ، ہمت و شجاعت نے اسکو تمام تاتار کی شہنشاہی پر ممتاز کیا اور تمام ایشیا کو اسکے زیر نگین کر دیا چین کی سرحد سے یونان تک ......
جسقدر امور سلطنت پیش آئے اس نے بذات خود انجام دیئے، ایک وزیر تک نہ رکھا، جو کام اٹھایا اسمین کامیاب ہوا، سوائے ان کے جنھون نے اسکی اطاعت نہ کی وہ ہر شخص کے حق مین فیاض و خلیق نکلا، متمردون کو اس نے سختی سے سزا دی، عدل گستری اسکا شیوہ تھا، اور اسکی سلطنت مین جب حاکم نے رعایا پر ظلم کئے وہ حاکم بغیر سزا پائے نہ رہ سکا، علم کا قدر دان تھا اور اہل علم کی عزت کرتا تھا، جو بات کرنے کی ہوتی اُسے خود ہی بے خوف و خطر ہو کر سوچتا اور جو سوچتا وہی کرتا، جو لوگ اسکی خدمت کرتے تھے ان پر مہربانیان کرتا تھا"

آجکل کے مصنفون مین سرپرسی سائیکس اور لیون کاہون بھی وہی رائے رکھتے ہین جو مولانا شرف الدین رکھتے تھے، اور آرمینیوس وامبیرے کا بھی یہی خیال ہے، لیکن پروفیسر براؤن تیمور کی نسبت سرجان ملکم کی رائے نقل کرتے ہین، اور وہ رائے یہ ہے کہ

"جس قسم کا سالارِ فوج تیمور تھا لازم تھا کہ فوج اسکی پرستش کرتی، اہل فوج کے علاوہ اُور جسقدر رعایا تھی اسکی رائے کی تیمور کو پروا نہ تھی، اس بادشاہ کا مقصدِ زندگی یہ تھا کہ فاتح کی حیثیت سے شہرت حاصل کرے، اگر کسی بڑے شہر کو جلا کر خاک کر دیا ہے یا کسی ولایت کے لوگون کو عمداً قتل کر دیا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی تھی کہ ایسے فعل سے عام طور پر ایک ہیبت ناک اثر ایسا پیدا ہو جائے گا کہ اس سے حصول مقصد مین آسانی ہو جائے گی . . . . . .

. . . . تیمور گو دنیا کے بڑے لڑنے والون مین اعلیٰ ترین درجہ رکھتا تھا، لیکن بادشاہون مین وہ بدترین بادشاہ تھا، لائق تھا، بہادر تھا، فیاض تھا لیکن شہرت کا خواہان، سخت گیر اور ظالم تھا، اپنی ذاتی شان و شکوہ اور حصول ناموری کے مقابلے مین وہ ہر ایک ذی حیات کی خوشی کو پرِکاہ سے زیادہ نہ سمجھتا تھا، اسکی قوت اور سطوت کا قصر عالیشان کوئی بنیاد نہ رکھتا تھا، اس کی ذاتی شہرت نے اس قصر کو سلامت رکھا، لیکن جب مرا تو سلطنت بھی اس کے ساتھ مٹ گئی، کچھ ٹکڑے اس کے اس کی اولاد کے قبضے مین برائے چندے رہے، ہندوستان مین البتہ تیموریون کی بادشاہی کچھ مدت تک قائم رہی اور اس ملک مین (یعنی ہندوستان مین) کچھ مٹے ہوئے آثار مغلون کی گذشتہ شان و عظمت کے پائے جاتے ہین، تیمور مین ہم کو انسانی بزرگی سے کے تدریجی زوال کی مثال ملتی ہے، اور ہم حیرت کرتے ہین کہ چند صدیون نے تیمور گورگان کی اولاد کو گھٹا کر



Blochet.]

ایران کا ایک بادشاہ اور اس کا وزیر

شکستہ عمارت اس زمانے کی لڑائیوں اور غارت گری کا پورا نمونہ ہے

کس درجے پر پہنچا دیا۔[1]"

[1] میلکم نے یہ عبارت اس وقت لکھی تھی کہ ہندوستان کے تخت پر ایک برائے نام تیموری بادشاہ موجود تھا۔ میلکم بھی پروفیسر براؤن کی طرح ایران کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتا تھا۔ تیمور کی نسبت اسکا یہ قول فیصل محض اس حیثیت سے تھا کہ تیمور ایران کا فاتح تھا۔ اس کتاب مین کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ امیر تیمور کو اس نظر سے دیکھا جائے جس نظر سے اس کے لوگ اُسے دیکھتے تھے، قیدیون کی آنکھون سے جو اس سے نفرت کرتے تھے یا یورپ، ایران اور ہندوستان کے مورخون کی نگاہ سے اُسے نہ دیکھا جائے، (مصنف)



(۱۸)

تیمور اور مذہب

یہ ظاہر ہے کہ تیمور متقی و پرہیزگار مسلمان نہ تھا، بلکہ ایسے لوگون مین اس کا شمار تھا جو مذہب مین اپنے ہی خیال کے پیرو ہوتے ہین، یقین کے ساتھ نہین کہا جا سکتا کہ مذہب کی نسبت حقیقت مین اس کا کیا خیال تھا، لیکن یہ امر کہ وہ مسلمان تھا اور اسلامی حمیت اور اسلام کی ترقی کا جوش اسکی طبیعت مین بھرا تھا اسقدر بار بار بیان ہوا ہے کہ ہم کو اس بیان کی تصدیق کے لیے شہادت تلاش کرنی ضروری ہے، خود تیمور کے کام سب سے بڑی شہادت ہین،

دوسرے مسلمان بادشاہون کی طرح تیمور نے کوئی اسلامی لقب اختیار نہین کیا، مثلاً جیسے ہارون نے "الرشید" کا لقب اختیار کیا یا کسی بادشاہ نے اپنا نام "نور الدین" رکھا تیمور نے یہ کچھ نہین کیا، یہانتک کہ اپنے فرزندون کو بھی کوئی اسلامی لقب نہین دیا، ایک کا نام جہانگیر رکھا دوسرے کا شاہ رخ[1]، اس کے پوتون کے نام خود اس کے رکھے ہوئے نہ تھے، اُن مین البتہ

---

[1] اس قصہ کا کوئی ثبوت نہین ہے کہ تیمور نے اپنے اس فرزند کا نام شطرنج کی ایک چال پر رکھا تھا، اور اسکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب وہ یہ چال چل رہا تھا تو اس وقت کسی نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر سنائی تھی، یہ ظاہر ہے کہ شطرنج کی دو اصطلاحون کو جوڑ کر یہ نام بنایا گیا تھا، یعنی شہ مات کے پہلے نقط کو ایک مہرے کے نام سے جسے آجکل رخ کہتے ہین مرکب کر دیا تھا، اوپر کی عبارت لکھنے کے بعد تیمور کی اولاد کے شجرۂ نسب مین مین نے اسلامی لقب دیکھے جنکا پرانی تاریخون مین مثلاً ظفر نامے مین ذکر نہین ہے (مصنف)

(معلوم ہوتا ہے کہ متن مین اس پورے فقرے کے لکھنے مین مصنف کتاب نے کافی توجہ اور

اسلامی لقب نظر آتے ہین جیسے پیر محمد وغیرہ،

تیمور نے کبھی سر کے بال نہین منڈوائے، سر پر کبھی عمامہ نہین رکھا، اور نہ کوئی لباس ایسا پہنا جس کا اسلام نے حکم دے رکھا ہو[1]، تیمور اور اس کے تاتاریون کو متصل ملکون کے لوگ نیم مسلمان کہتے تھے، اور ان مین اکثر اُسکو بے دین یا کافر بھی کہتے تھے۔ اسلام کے سچے پیشوا خلفائے مصر اور عثمانی سلاطین ترک تھے، یہ دونون تیمور کو کافر اور وحشی سمجھتے تھے، درانحالیکہ تیمور وحشی نہ تھا، اور یہ دونون اسکو ایسا دشمن جانتے تھے جس سے خوف کرنا لازم تھا، تاتاری قوم نئی نئی مسلمان ہوئی تھی، مگر پکے مسلمان ہونے سے پہلے تاتاری کورے سپاہی تھے،

تیمور نے یورپ کے عیسائی بادشاہون سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہے، ترکون نے عیسائیون کی دوستی قبول کرنے سے انکار کیا، تیمور نے مراسلات مین اپنے تئین بادشاہ اسلام نہین لکھا، حالانکہ تمام مسلمان بادشاہ اپنے کو ایسا لکھتے تھے۔ اسلام کے مقدس مقامات مثلاً مشہد مکے یا بیت المقدس کی طرف اُسنے کوئی توجہ نہین کی، البتہ جب لڑائیون پر کوچ کرتا ہوتا تو مشائخ اور بزرگان اسلام کے مزارون پر حاضر ہوتا، معلوم نہین طبیعت مجبور کرتی تھی یا اسمین کوئی سیاسی مصلحت سمجھتا تھا،

یہ واقعہ کہ وہ نماز روزے کا پابند تھا، مذہب کے متعلق جو عمارات ہوتی تھین انکو محفوظ رکھتا تھا، مسجدین اپنے طرز کے مطابق تعمیر کراتا تھا اُس سے کوئی خاص معنی پیدا نہ ہوتے تھے، کیونکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲) احتیاط سے کام نہین لیا، شاہ رُخ کو چھوڑ کر باقی تینون بیٹون کے پورے نامون مین اسلامی الفاظ موجود ہین، جہانگیر کا لقب غیاث الدین تھا، میران شاہ کا لقب جلال الدین تھا، اور عمر شیخ کے نام مین اسلام کے ایک بڑے پیر جلال بزرگ کا نام شامل تھا، پوتون کے نامون مین ایک نام پیر محمد تھا، یہ نام تھا لقب نہ تھا (مترجم)

[1] مصنف کے نزدیک غالباً جبتک یہ سب چیزین نہ کیجائین کسی مسلمان کی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ مسلمان ہی، تیمور کے مذہب مین ضعف دکھانے سے مصنف کی غرض یہ معلوم ہوئی ہی کہ یورپ کے ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی پیدا ہو (مترجم)

اُس زمانے مین یورپ مین بھی لوگ روزمرہ کی زندگی قواعد کلیسہ کی پابندی کیساتھ بسر کیا کرتے تھے عمارات عامہ مین مسجدین، مدرسے، خانقاہین، مقبرے ہوا کرتے تھے، انکو اگر ڈھواتا تو مذہب کی بیحد توہین سمجھی جاتی، تیمور کی فوج کے زیادہ تر سپاہی پکّے مسلمان تھے، اور تیمور اپنے کامون مین اُن کا پاس خاطر ملحوظ رکھتا تھا،

دو موقعون پر اُسنے ایسا کیا تھا کہ قلعہ فتح کرکے فوج مخالف مین سے مسلمانون کی جان بخشی کی اور عیسائیون کو قتل کر دیا، اس کے یہ معنی ہو سکتے تھے کہ عیسائیون سے اُسے تعصب تھا لیکن یہ بات نہ تھی کیونکہ اس معرکے مین عیسائیون نے خاصکر تاتاریون کو بہت نقصان پہنچایا تھا، اور تیمور نے اُنکو قتل کرکے لوگون کی تنبیہ کیلئے ایک مثال قائم کرنی چاہی تھی، بجانب دیگر کم سے کم تین مرتبہ، ایک مرتبہ موسکو کے قریب، دوسری مرتبہ قسطنطنیہ کے قریب اور تیسری مرتبہ ہندوستان مین ایسا موقع آیا کہ وہ غازی کا لقب اختیار کرتا، مگر ایسا نہین کیا، گرجستان کے عیسائی اسکے راستے مین حائل ہوئے اور اُسنے انھین پامال کر ڈالا، ازمیر (سمرنا) ایشیائے کوچک کا بڑا زبردست مقام تھا (عیسائیون کا یہان بہت زور تھا) تیمور بڑھا اور اسے فتح کرکے غارت کر دیا،

صاف شہادت موجود ہے کہ سمرقند اور تبریز مین یہودیون، نسطوری عیسائیون اور ملکی عیسائیون کی آبادیان موجود تھین، اور انکے گرجا بھی تھے، ایک مرتبہ تیمور نے عیسائیون کے ایک بڑے اسقف کو اپنا سفیر بنا کر یورپ کی عیسائی سلطنتون مین بھیجا، لیکن قطعی دلیل اور اسکی بنا پر فیصلہ تیمور کی نسبت وہی ہے جو اسکے مسلمان مدّاح و مورّخ نے کیا ہے، اس مورخ نے ہر ممکن طریقے سے تیمور کو سچّا اور پکّا مسلمان ثابت کیا ہے، مسلمانون مین بعض کا خیال ہے کہ تیمور سنّی تھا، بعض کہتے ہین کہ وہ شیعہ تھا، تیمور خود اپنے نام کے آگے "بندۂ اللہ" کے سوا اور کچھ نہین لکھتا تھا،

۴۸۹

فہرست کتب

(۱)

ماخذ

حکومت کے آخری زمانے میں تیمور نے اپنے دربار کے عالموں کو حکم دیا کہ روزانہ حالات و واقعات کی یادداشتیں لکھکر تیار رکھا کریں * — چنانچہ ان لوگوں نے ایغور (ترکی) اور فارسی میں یادداشتیں تیار کیں —

* براؤن ۱۸۳ - بوداٹ ۲۰۰ - بلوچٹ ۸۸ - مولانا شرف الدین لکھتے ہیں کہ تیمور اپنے ساتھ کاتب رکھا کرتا تھا جو واقعات قلمبند کرتے رہتے تھے - شرفا اور امراء سے بھی جو کسی بڑے واقعہ کے وقت موجود ہوتے تھے توقع کی جاتی تھی کہ اِس واقعہ کی سرگذشت وہ محفوظ و منضبط رکھینگے- غرض کاتبوں اور امراء کی یادداشتیں سب یکجا کرلی جاتی تھیں - اور امیر تیمور "بہت صبر سے خود اِن تحریروں کو ترتیب کرتا — اور پھر اپنی موجودگی میں بطریقہ ذیل انکی صحت کی طرف سے اپنا اطمینان کرتا — (خوانندہ - دانندہ - اور نویسندہ تین قسم کے لوگ حاضر رہتے - اِنمیں سے پہلے) ایک خوانندہ کسی یادداشت کو اُٹھاکر پڑھتا — اور پڑھنے میں وہ کسی اہم واقعہ پر پہنچتا یا کوئی تذکرہ قابل غور آجاتا تو پڑھتے پڑھتے ٹھیر جاتا - اب (دانندے یعنی) ایسے گواہ جنہوں نے اِس واقعہ کو بچشم خود دیکھا تھا اپنا بیان پیش کرتے — اِسپر امیر خود واقعہ کی صحت کو جانچتا — اور گواہوں کے بیان کا مقابلہ کاتبوں کی تحریروں اور امراء کی یادداشتوں سے کرتا اور نویسندوں کو خود بتاتا کہ کس طور پر اس واقعہ کو لکھیں - جب نویسندے لکھہ لیتے تو پھر انکے لکھے کو اس غرض سے پڑھواتا کہ کہیں کوئی بات کھٹکتی تو نہیں - یا کہیں کسی اضافے یا کمی کی ضرورت تو نہیں"- تاریخ تیموربیگ (دیباچہ مصنف)
(ظفرنامے کی جلد اول کے صفحات ۲۴-۲۵-۲۶ بھی ملاحظہ ہوں — مترجم) —

اس طریقے سے جو تحریریں تیار ہوئیں انہیں تیمور نے ایک عالم کے سپرد کیا جسکا نام نظام شمس تھا اور سنہ ۱۴۰۰ ع میں وہ تیمور کے دربار میں داخل ہوا تھا - نظام شمس کو ہدایت ہوئی کہ اس سرمایہ معلومات سے تیمور کے عہد کی ایک تاریخ بہت سادی اور سلیس عبارت میں لکھے - چنانچہ نظام نے تیمور کی وفات سے ایک سال پہلے تالیف ختم کی اور ظفرنامے کے نام سے اسے بادشاہ کی خدمت میں گذرانا - یہہ تاریخ فارسی زبان میں لکھی گئی تھی - اور اسکے صرف ایک نسخے کا ہمیں علم ہے کہ وہ برتش میوزیم میں محفوظ ہے لیکن ابھی تک کسی نے اسکا ترجمہ نہیں کیا ہے —

ایران کے ایک جید عالم مولانا شرف‌الدین علی‌یزدی نے ایک دوسری تاریخ لکھی - یہہ بزرگ امیر تیمور کے ساتھہ سفر میں رہے تھے اور آخری لڑائیوں میں بھی موجود تھے - یہہ تاریخ بھی فارسی میں لکھی گئی اور اسکا نام بھی ظفرنامہ رکھا گیا - اسمیں مولانا شرف‌الدین نے نظام شمس کے ظفرنامے کے کل بیانات مع تفصیل کے دوبارہ تحریر کر دئے تھے - اور تیمور کی وفات تک جس قدر حالات پیش آئے تھے اور وفات کے بعد کے کچھہ واقعات لکھکر کتاب ختم کی تھی - مولانا موصوف سلطان شاہ‌رخ کے درباری تھے - جو کچھہ لکھا اس سلطان کی سرپرستی میں لکھا - لیکن انکی تالیف کو جس چیز نے بدنما کر دیا وہ یہہ ہے کہ تیمور کے ہر کام کی انہوں‌نے تعریف کی ہے اور عبارت میں مبالغے اور تکلف کو درجہ انتہا پر پہونچا دیا ہے - مگر مفصل واقعات و بدائع کی دولت سے یہہ تالیف مالامال ہے - یہہ کتاب سنہ ۱۴۲۵ ع میں ختم ہوئی تھی - سنہ ۱۷۲۲ ع میں پیتیے دل گروہ (Petis de la Croix) نے اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا اور اس ترجمہ سے اسکا ترجمہ انگریزی میں ہوا جو سنہ ۱۷۲۳ ع میں "تاریخ تیموربیگ موسوم بہ‌تمرلین اعظم بادشاہ تاتارو مغول" کے نام سے لندن میں شایع کیا گیا —

مولانا شرف‌الدین علی‌یزدی کے ظفرنامے سے پیشتر سنہ ۱۴۱۲ ع - سنہ ۱۴۱۴ ع میں محمد بن فضل‌اللہ مستوفی کی تالیف "اصح‌التاریخ" لکھی گئی تھی - اسکے بعد سنہ ۱۴۲۳ ع سنہ ۱۴۲۴ ع میں تیمور کے

ایک پوتے کے حکم سے حافظ آبرو نے " زبدۃالتواریخ " لکھی - یہہ بہت بڑی تالیف ھے جسکا طرزبیان بہت شستہ ھے لیکن نہ وہ ابھی تک چھپی ھے اور نہ کسی نےاسکا ترجمہ کیا ھے ــــ

ان کتابوں کے بعد احمدابن عرب شاہ کی کتاب " عجائب‌المقدور فی اخبار نواب تیمور " * لکھی گئی - احمدابن‌عرب شاہ سلطان احمد جلائر بادشاہ بغداد کے کاتب تھے - بغداد فتح کرنے پر تیمور انکو اپنے ساتھہ بغداد سے سمرقند لے آیا تھا - اس کتاب میں تیمور کو برا لکھا ھے اور بعض مقامات تو بالکل ھجو اور مذمت کا حکم رکھتے ھیں - طرزبیان جامع اور سلیس ھے - آخری زمانے کی لڑائیوں کے تفصیلی حالات اور تیمور کے خصائص کے متعلق مصنف کے خیالات کے لحاظ سے یہہ کتاب بہت ھی قابل قدر ھے - اسی طرح تیمور کے بعد سمرقند کے حالات بھی اسمیں خوب بیان ھوئے ھیں - اسکا ترجمہ لاطینی زبان میں سموایل مانجر (Samuel Manger) نے کیا تھا جو سنہ ۱۷۶۷ع سنہ ۱۷۷۲ع میں لیووارڈیی (Leovardiae) میں شایع ھوا تھا - فرانسیسی میں بھی اسکا ترجمہ ھے لیکن پوری توجہ کے ساتھہ نہیں ھوا ھے - مترجم کا نام پیری واتیر (Pierre Vattier) ھے - سنہ ۱۶۵۵ع میں پیرس میں یہہ ترجمہ شایع ھوا تھا ــــ

ایشیا کے مصنفوں نے جس قدر تاریخیں تیمور کی بعد کو لکھیں وہ زیادہ تر انھی چار تاریخوں پر جو اوپر بیان ھوئی مبنی ھیں - اُنھیں ایک میر خواند کی روضۃالصفاء ھے - میر خواند کا انتقال سنہ ۱۴۹۸ع میں ھوا - دوسری تاریخ میرخواند کے پوتے خواند امیر کی حبیب السیر ھے - خواند امیر کا انتقال سنہ ۱۵۲۵ع میں ھوا - حبیب‌السیر سے تیمور کے متعلق بہت عمدہ معلومات حاصل ھوتی ھیں خاصکر مصر و شام سے تیمور کے معاملات بہت واضح طور پر اس تاریخ میں بیان ھوئے ھیں - دی ھربیلوت (D' Herbelot) نے اس تالیف کا خلاصہ اپنی کتاب "لاببلیوتھیکا اوری انتال" (La Bibliotheque orientale) میں کیا ھے جو سنہ ۱۷۸۰ع میں شایع ھوئی تھی ــــ

* کتاب عجائب المقدور فی اخبار تیمور لافاضل الادیب شہاب‌الدین احمدبن محمدبن عبداللہ الدمشقی الانصاری معروف بابن عرب شاہ ــــ

مشرقي تحقيقات کے مضمون میں سب سے بڑي چستان تیمور کے "تزوک" اور "ملفوظات" هیں جنکي نسبت کہا جاتا هے که تیمور نے خود انهیں لکها تها - سترهویں صدي عیسوي کي ابتدا میں ایک شخص ابوطالب حسیني فارسي کي ایک بڑي تالیف لئے هندوستان میں وارد هوئے - اور بیان کیا که یهه تالیف یعني تزوک و ملفوظات خود امیر تیمور کے لکھے هوئے هیں - جب انکو دیکها گیا تو بهت صاف اور اصلي معلوم هوئے - لیکن ڈیڑهه سو برس سے انکے مستند غیر مستند هونے کا مسئله متنازع فیه چلا آتا هے —

مستند هونے کے دلائل یهه هیں - (۱) تالیف کے متن سے اسکا مستند هونا ثابت هوتا هے - (۲) جس شخص کو یهه تالیف دستیاب هوئي کوئي وجه نهیں که اس نے خود اسے لکهکر تیمور سے منسوب کیا هو - (۳) ایشیا کے عالموں نے اس وقت بهي اسے مستند مانا اور اب بهي مستند مانتے هیں - اور اسکا طرز تحریر اس قدر مختصر صاف اور شسته هے که کسي ایراني مصنف یا ایشیا کے تاریخ نویس سے اس قدر سادگي اور صراحت ظاهر نهیں هوتي —

مخالف دلائل یهه هیں - (۱) عهد نویس مورخوں میں سے نظام شمس یا مولانا شرف‌الدین نے تزوک یا ملفوظات کا تذکره اپني تاریخوں میں مطلق نهیں کیا هے - (۲) اس مکان کو مانکر که تیمور کي وفات کے بعد دو سو برس تک یهه تالیف کهیں دبي پڑي رهي یهه کها جا سکتا هے که تالیف کا صاف فارسي ترجمه پیش کیا گیا هے - اصل تالیف جسکا یهه ترجمه هے کبهي پیش نهیں کي گئي —

یورپ میں ملفوظات اور تزوک قلمي نسخوں کي صورت میں لائے گئے - اور سنه ۱۷۸۳ع میں میجر ڈیوي (Major Davy) اور جوزف وائٹ (Joseph White) نے فارسي متن اور اسکا انگریزي ترجمه اس نام سے شایع کیا - "سیاسي اور فوجي قوانین جنهیں تیمور اعظم نے جسے غلطي سے تمرلین کها جاتا هے خود اپنے قلم سے لکها -" سنه ۱۷۸۷ع میں پروفیسر لنگلس (Professor Langlés) نے اسکا ترجمه فرانسیسي میں شایع کیا —

سنه ۱۸۳۰ع میں میجر چارلس استیوارت (Major Charles

Stewart) نے لندن میں " ملفوظات تیموری " یا " مغل شہنشاہ تیمور کے خودنوشتہ سوانح جنہیں ابوطالب حسینی نے چغتائی ترکی زبان سے فارسی میں منتقل کیا " - شایع کیا —

اُنیسویں صدی کے آخری دھم تک ان ملفوظات کا مستند ہونا بالعموم تسلیم ہوتا رہا - ارمینیوس وامبرے (Arminius Vambèry) ۲
اور لیون کاھون (Lèon Cahun) کو کبھی انکی صحت و اصلیت میں کلام نہ ہوا - لیکن اب اخیر دس سال کے محقق اسکو مستند نہیں مانتے ریو (Rieu) انکو مستند ماننے سے انکار کرتا ہے - براؤن (Browne) اور بووات (Bouvat) کو انکی اصلیت میں کلام ہے -

کوئی نئی شہادت موافق یا مخالف ابھی تک پیش نہیں ہوئی ہے - لیکن یہہ بعیداز احتمال ہے کہ تیمور نے یہہ کتاب خود لکھی ہو اور یہہ امر اور بھی بعیداز قیاس ہے کہ اگر تیمور نے یہہ کتاب لکھی تھی تو مولانا شرف‌الدین یا اس زمانے کے اور مورخوں کو اسکا علم کیوں نہ ہوا - انہوں نے اسکا ذکر تک نہیں کیا ہے - تین موافق دلیلوں میں سے دو کا جواب اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ابوطالب حسینی شاھجہاں کے زمانے کا مصنف ہے اور شاھجہاں تیمور کی اولاد میں تھا اور اسنے تزوک اور ملفوظات کی مثل کتاب کو جب وہ اسکے جد کی لکھی ہوئی بنائی گئی تو بہت پسند کیا ہوگا - رہا کتاب کا طرز بیان تو وہ غالباً بابر کی تزوک کی نقل ہے اور بابر ھندوستان کا پہلا مغل بادشاہ شاھجہاں کے دادا کا دادا تھا —

تیسری دلیل کہ خود ملفوظات ہی اپنے مستند ہونے کی دلیل ہیں اسکا کوئی جواب تشفی بخش نہیں دیا گیا - جواب اگر دیا جا سکتا ہے تو ان اصلی تحریروں اور یادداشتوں کو دیکھکر دیا جا سکتا ہے جو تیمور کے کاتبوں اور امراء نے تیار کی تھیں اور جنکے کچھہ اجزا نظام شمس کو دئیے گئے تھے - مگر وہ تحریریں اور یادداشتیں ایسی گم ہوئی ہیں کہ تلاش سے بھی نہیں ملتیں — *

* کتاب ھذا کے مصنف نے ملفوظات کا مقابلہ تزک بابری سے ارسکن کے ترجمہ کے ذریعے کیا ہے اور بعض مقامات پر دونوں کے طرز بیان کو ایکسا پایا - لیکن اگر ملفوظات کو آج سے دو سو برس پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۹)

کے ایک مصنف کی جعل‌سازي سمجھا جائے تو پھر ذیل کی مشکلات معلوم نہیں کیونکہ حل کی جا سکتي ہیں - (۱) بعض باتیں ملفوظات میں مکرر آئی ہیں اور یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ لکھنے والے کو اسکا علم ہے کہ وہ ایک ہی بات کو دوبارہ لکھہ رہا ہے جسسے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے ترجمہ کر رہا ہے یا ایسے مواد سے کام لے رہا ہے جو اسکا بنایا ہوا نہ ہو — (۲) ملفوظات میں صاف صاف بیان ہوا ہے کہ تیمور "تراؔ" یعنی اس زمانے کے شاہان مغل کی اولاد سے نہ تھا — مولانا شرف‌الدین اپنی کتاب میں اس مضمون سے بالکل ہی گریز کر گئے ہیں — پس یہہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ مصنف جو تیمور کا بڑا ستایش‌گر تھا وہ اپني تصنیف میں تیمور کی نسبت ایسی بات لکھے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اپني تصنیف اوسکو تیمور کے اولاد میں سے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کرنی تھی —

اس کتاب میں ملفوظات کے مضامین کو یہہ نہیں سمجھا گیا ہے کہ وہ تیمور کے لکھے ہوئے ہیں — بعض واقعات کي نسبت لکھا گیا ہے کہ بظاہر وہ مستند ہیں — (مصنف)—

۲۹۳

یورپین ماخذ اور سیاح

Bergeron, Pierre. Relation des voyages en Tartarie Plus un traicté des Tartares, de leur origine, maeurs, religion, conquestes, Empire, Chams, Hordes. Avec un abrégé de l'histoire des Sarasins. Paris, 1634.

یعني تاتاري میں سفر کے حالات - نیز ایک مضمون تاتاریوں کي بابت جسمیں انکي اصل رسم و رواج، مذهب. فتوحات اور سلطنت انکے خانون اور اردوں کا ذکر هے مع خلاصه تاریخ ساراسین - پیرس سنه ۱۶۳۴ع (اپنے زمانے کي نهایت عمده کتاب هے - لیکن افسوس هے که بهت کم دستیاب هے - مصنف کتاب هذا کے مجموعه کتب میں یهه کتاب موجود هے اور وه اسکي بهت هي قدر کرتا هے - اس فهرست میں نصف سے زیاده کتابیں ایسي هیں جو اس کتاب میں بیان هوئي هیں)-

Clavijo, Ruy Gonzalez De. Narrative of the Embassy of Ruy Gonzalez de Clavijo to the Court of Timur, at Samarkand, A. D. 1403-6. Translated by Clements R. Markham. Hakluyt Society, 1859.

کلاویجو - رائے گونزالیزدي - تذکره سفارت رائے گونزالیزدي کلاویجو بدربار تیمور درسمرقند سنه ۱۴۰۳ع - ۱۴۰۶ع - مترجمه کلیمنٹس آر - مارکهم - هیکلویت سوسائیٹي سنه ۱۸۵۹ع (اسپیني وزیر کي لکهي هوئي یهه نهایت هي قابل قدر سرگذشت هے - وزیر موصوف تیمور کے آخري زمانے میں اسکے دربار میں دوردراز کا سفر کرکے پهنچاتها)—

Contarini. Travels to Tana and Persia, by Josafa Barbaro and Ambrogio Contarini-Hakluyt Society 1873.

سفرتانا اور فارس - مصنف جوسافا باربارو اور امبروگیو کونتاریني —

De Sacy, Silvestre. Mémoire sur une correspondance inédite de Tamerlan avec Charles VI-Mémoires

de l'Académie des Inscriptions et Belles-Letters, Tome Sixieme. Paris. 1822.

یعني غیرمطبوعه مراسلات جو تیمور اور بادشاہ چارلس ششم کے درمیان ہوئے (کتبوں اور انسپینت پر ایک کتاب جلد ششم) (تلخیص خطوط و مراسلات مابین تیمورو بادشاہ فرانس - دي ساسي کا خیال ہے کہ تیمور کا خط جنگ انگوریہ کے پہلے کا لکھا ہوا ہے)—

Froissart. Chroniques. Paris, 1835.

(مفصل حالات جنگہائے صلیب بمقابلہ ترک)—

Haithon, John. Les Fleurs des histoires de la terre d'orient compillées par frére Hayton . .. cousin du Roy Darménie. Translated by Nicholas Salcon. Paris, 1475.

مشرق زمین کي منتخب کہانیاں مولفہ فریر ہیٹن عمزاد رائے دارمیني جنہیں نکولس سالیوں نے ترجمہ کیا - پیرس سنہ ۱۴۷۵ ع (اس زمانے میں جو معاملات مشرق میں پیش آرہے تھے اُنکا نہایت قابل قدر تذکرہ ہے)—

Historia Tartarorum. In Mss. Leyden.

تاریخ تاتار - قلمي نسخہ لیدن —

Perondino, Pietro. Magni Tamerlanis Scytharum imperatoris vita. Florence, 1553.

Podesta, Baptista. De gestis Tamerlanis.

یعني تیمور کے کارنامے —

(یہہ کتاب مثل مسبوق الذکر کتاب اہل یورپ کے ابتدائي خیال کے مطابق ہے اور اسمیں ترکي مآخذ سے عبارتیں نقل ہوئي ہیں)—

Rieu, C. P. H. Catalogue of Persian MSS. in British Museum. London, 1879-83.

فہرست قلمي نسخہ جات فارسي برٹش میوزیم مرتبہ ریو - سي - پي - ایچ لندن سنہ ۱۸۷۹ ع — ۱۸۸۳ ع

(فارسي مآخذ اور "ملفوظات تیموري" سے اسمیں بحث کي گئي ہے)—

Schiltberger, Johannes. Gefangeuschaft in der Turkey. Frankfort, 1557. Published by Hackluyt Society, 1879.

یعني جوهانس شلت برگر کي غلامي اور سفر کے حالات - (ایک نوجوان جرمن کي یهه بے ڈهنگي سی داستان هے - جنگ نیکوپولس میں یهه شخص قید هو گیا تها - پهلے تیمور کے فرزند کي خدمت میں رها پهر تاتارخاں ایدکو کي ملازمت کي)—

Seadeddin. Tajul-Twarikh. Translated by (Kollar) Seaddini annales Turcici usque ad Murad. Vienna, 1755.

سعدالدین کي تاج التواریخ جسے کولرنے ترجمه کیا - مطبوعه وایٍنا سنه ۱۷۵۵ع—

Sévèrac, Jourdain Catalani. Mirabilia Descripta sequitur de Magno Tartaro. Translated by Cordier, Les Merveilles de L'Asie. Paris, 1925.

Turner, T. Hudson. Unpublished Notices of the Times of Edward I and of his Relations with the Moghul Sovereigns of Persia. Arch. Journ. VIII. London, 1851.

ٹي هڈسن ٹرنر - ایڈورڈ اول بادشاه انگلستان کے زمانے میں چند غیر مطبوعه حالات اور بادشاه موصوف کے تعلقات ایران کے شاهان مغلیه سے - ارکیولوجیکل جرنل جلد ۸ - مطبوعه لندن سنه ۱۸۵۱ع —

—— ——

(۳)

ایشیائی ماخذ ثانیه ۲

Abulghazi Bahadur Khan. Historia Mongolorum et Tartarorum nunc primum tatarice edita. Kazan, 1825.

ابو الغازي بهادر خاں کي کتاب تاریخ جسمیں ولایت متصل بہر خزر کے خانان تاتار کے حالات هیں اور جو تیمور کي وفات کے دو سو برس بعد ایک ازبک خاں نے لکھي هے —)

Babar. Memoirs, translated by Leyden and Erskine. London, 1826.

تزک بابري مترجمه لیدن و ارسکن —

(تیمور کي اولاد میں هندوستان کے سب سے پہلے بادشاه بابر کے ان خود نوشته سوانح میں تیمور کے کاموں کا ذکر بھي جابجا آتا هے — یهه کتاب اسوجه سے زیاده قابل قدر هے که اسمیں سمرقند کے حالات اور تیمور کے بعد جو عہد زرین ادبیات کا آیا تها اسکے حالات بخوبي ملتے هیں)

Haidar, Mirza. Tarikh-i-Rashidi. Edited by E. Elias, translated by E. Denison Ross. London, 1895.

تاریخ رشیدي مصنف حیدر مرزا — جسے ای ایلیاس نے شائع کیا اور ای ڈینیسن روس نے ترجمه کیا — لندن سنه ۱۸۹۵ ع —

(اس کتاب میں ایک مغل خاں نے اپني هي قوم کے تاریخي حالات لکھے هیں — ترجمه نهایت نفیس هے) —

Ibn Batuta. Travels, translated by Defrèmery and Sanguinetti. Paris, 1853.

ابن بطوطه کا سفرنامه جسکا ترجمه ڈی فریمری اور سانگونیتي نے کیا — پیرس سنه ۱۸۵۳ ع

(ابن بطوطه ایران اور ماوراء النهر میں سے اسوقت گذرا جب تیمور پیدا هوا تها) —

Ibn Khaldoun. By Baron de Slane. Journal Asiatique, IV Serie, III.

ابن خلدون-بیرن ڈي سلین-جرنل ایشیاٹک جلد ۴ – سلسله ۳

(اسمیں مصرکے اس مشہور مورخ اور تیمور کے ملاقات کا ذکر هے جو دمشق میں هوئي تھي) —

Ibn Khallikan. Vie des hommes illustres de l'islamisme. Published by Baron de Slane.

Khwand Amir. Histoire des khans moguls de la Transoxiana. Defrémery, Paris, 1853.

خواند امیر – ماوراءالنهر کے خاقان مغل کي تاریخ – مطبوعه پیرس سنه ۱۸۵۳ع —

Meynard, Barbier De, Extraits de la Chronique Persane D'Herat. Journal Asiatique, V Serie, XVII.

باربیردي میناڑد- جرنل ایشیاٹک جلد پنجم سلسله ۷ —

Mir Al Chir Nevaii. Extraits et traduction. Journal Asiatique V Serie, VII.

---

(۴)

عام تاریخیں

Bouvat, Lucien. L'Empire Mongol (2 ème phase). Paris, 1927.

بووات - لیوسین - سلطنت مغل - پیرس سنہ ۱۹۲۷ع

(چنگیز خاں کے بعد مغلوں کي سلطنت کا خلاصہ احوال ھے) -

Cahun, Léon. Introduction a l'histoire de l'Asie: Turcs et Mongols, des origines á 1405. Paris 1896.

کاھون لیون تاریخ ایشیا کا دیباچہ - ترک اور مغل اور انکي اصل سنہ ۱۴۰۵ع تک پیرس سنہ ۱۸۹۶ع -

(تیمور کے متعلق جو باب لکھا ھے اسمیں ترکوں کو اس قدر سراھا ھے کہ مضمون بدنما ھو گیا ھے - مگر ایک بڑے عالم کا نقطہ نظر ھے) —

De Guignes. Histoire générale des Huns des Turcs des Mogols. Paris, 1756.

ڈی گوئن - ھن ترک و مغل کي عام تاریخ پیرس سنہ ۱۷۵۶ع

(یہہ اپنے زمانے کي اس مضمون پر جامع کتاب ھے) —

Ferishta. A History of the Rise of the Mahommedan Power in India till the year 1612 A. D. Translated by J. Briggs. Calcutta, 1910.

فرشتہ - سنہ ۱۶۱۲ع تک ھندوستان میں مسلمانوں کي سلطنت کا عروج اور اسکي تاریخ - مترجمہ جے - برگز - کلکتہ سنہ ۱۹۱۰ع

(ھندوستان کے شاھي خاندانوں کي مفصل تاریخ)—

Gibbons, Herbert Adams. The Foundation of the Ottoman Empire. New York, 1916.

هربرت ایڈیمز گبنز کي کتاب عثمانلي سلطنت کي بنیاد نیویورک سنه ۱۹۱۶ع

(عثمانلیوں اور بایزید کے حالات میں آجکل کے زمانے کي اچھي کتاب ھے) —

Hammer-Purgstall, J. von. Geschichte des Osmanischen Reiches. Vienna, 1835. Geschichte der Goldenen Horde. Buda, 1840.

(ترکوں اور خاقان سیراوردہ کے حالات میں قابل قدر تصانیف ھیں - زیادہ‌تر حصر عثماني اور بزنطي مورخوں پر کیا گیا ھے) —

Howorth, Sir Henry History of the Mongols. London, 1876–88.

سر ھنري ھوورتھہ - مغلوں کي تاریخ - لندن سنه ۱۸۷۶ع- ۱۸۸۸ع

(دوسري جلد میں خاقان سیراوردہ کے مفصل حالات ھیں - شاھان آل‌مظفر اور سلطان احمد کے حالات تیسري جلد میں ھیں) —

Lane-Poole, Stanley. The Mohammedan Dynasties. London, 1894.

استینلي لین پول کي کتاب خاندانهائے اسلامي-لندن سنه ۱۸۹۴ع

(اس کتاب میں مختلف شاھي خاندانوں کے شجرہ نسب دئے ھیں - تاتاریوں کے حالات میں ھوورتھہ کي کتاب سے استفادہ کیا ھے) —

Levchine, Alexis De. Description des Hordes des Steppes des Kirghiz-Kazaks. Traduite du russe par M. Ferry de Pigny. Paris, 1841.

Makrisi. Histoire des Sultans Mamlouks de l'Egypte. Translated by M. Quatremère. Paris, 1837.

Malcolm, Sir John. History of Persia. London, 1829.

سرجان میلکم کي تاریخ ایران - مطبوعه لندن سنه ۱۸۶۹ع

(تیمور کے خصائص کي نسبت جو کچھہ لکھا ھے وہ (یورپین کے نزدیک) بہترین ھے) —

Muir, Sir William. The Caliphate: Its Rise, Decline and Fall. London, 1892.

(عربوں کي سلطنت کے حالات تیمور سے پہلے کے ھیں)

Price. Chronological Retrospect. London, 1811-1821.

(جلد سوم حصہ اول میں تیمور کي لڑائیوں کے خلاصہ حالات دئے ھیں) —

Rambaud, Alfred. Histoire de la Russie. Paris, 1914.

(لیتھو اینا اور پولینڈ سے روس کے والیان اعظم کے تعلقات خوب بیان کئے ھیں) —

Skrine, and Denison Ross. The Heart of Asia, a History of Russian Turkestan and the Central Asian Khanates from the earliest times. London, 1899.

(وسط ایشیا میں جو سیاسي انقلاب ھوئے ھیں انکي یہہ ایک عمدہ سرگزشت ھے) —

Sykes, Lieut. Col. P. M. A History of Persia. London, 1915.

لفتننت کرنل سائکس کي تاریخ ایران - لندن سنہ ۱۹۱۵ ع -

* (تیمور کے حالات کا خلاصہ اس زمانہ کا کیا ھوا اچھا ھے اسکے جنگي کارناموں کا بھي ذکر ھے اور اسکے زمانے کي عمارتوں کي قدر داني کي ھے) —

Vambery, Arminius. History of Bokhara, from the earliest period down to the present. London, 1873.

وامبري کي تاریخ بخارا قدیم زمانے سے لیکر زمانہ حال تک کے حالات —

(امیر تیمور کے حالات میں دو باب ھیں - مگر کچھہ ناھموار سے ھیں-زیادہ توجہ سے نہیں لکھے گئے - لیکن باتوں کو صحت کے ساتھہ سمجھنے کا رنگ پیدا ھے) —

Weil, Gustav. Geschichte de Chalifen mannheim. 1846-1862.

گستاف وائل کي تاریخ خلافت —

Wolff. Geschichte der Mongolen. Breslau, 1872.

* ان تاریخوں میں سوائے وامبري اور میلکم کے تیمور کی نسبت کم گفتگو کي ھے - البتہ وامبري اور میلکم نے کسي قدر مفصل بحث کی ھے - (مصنف) —

(۵)

سمرقند اور آثار قديمه

Blanc, E. Antiquités de Smarkande. Revue des Deux Mondes, 1893.

سمرقند کے آثار قديمه مولفه اي بلانک -

Mausolée de Tamerlan a Samarkande. Académie des Inscriptions et Belles-Lettres, 1896, pp. 272-303.

Bouvat, Lucien. Essai sur la civilisation timouride Journal Asiatique, April-June 1926.

لوسين بووت کا مضمون متعلق تمدن تيموري - جرنل ايشياٹک بابته ماه اپريل جون سنه ۱۹۲۶ع

(تيموري سلطنت کے رسم و رواج اعمال و افعال کا ايک مختصر اور نهايت مفيد بيان هے) —

Cresswell, K. A. C. The History and Evolution of the Dome in Persia.

کے-اے-سي کريسول کي کتاب تاريخ وارتقاء تعمير گنبد درايران-

Journal Royal Asiatic Society, 1914.

Crozier. Les Monuments du Samarkande de l'èpoque des Timourides. Paris, 1891.

کروزير کي کتاب تيموريوں کے زمانے کي سمرقند کي يادگار عمارتيں —

Curtis, William Eleroy. Turkestan: "The Heart of Asia"

کرٹس کي کتاب " ايشيا کا دل " ترکستان —

New York, 1911.

Khanikoff, N. De. Samarkand. Bull. de la Soc. de Geog. 1896, V. Serie, T. XVII.

Leclerq, Jules. Les Monuments de Samarcande. Soc. Roy. Belge de Geog. Bull. XIII, 1890, VI, pp. 613-32.

Le Strange, Guy. The Lands of the Eastern Caliphate—Mesopotamia and Central Asia from the Moslem Conquest to the Time of Timur. Cambridge, 1905.

لي استرينج کا جغرافيۂ خلافت مشرقي - بوتاميه -- اور وسط ايشيا - اسلامي فتح سے زمانۂ تيمور تک کيمبرج سنه ۱۹۰۵ع (نهايت هي قابل قدر کتاب هے - تيمور کي شمالي سلطنت کو چهوڑکر اسميں تمام شهروں سڑکوں اور تجارت کے حالات هيں - ايشيائی ماخذوں سے مثلاً بطوطه - مستوفي ابوالفدا وغيره وغيره سے حالات لئے گئے هيں-) (اس کتاب کا ترجمه اُردو ميں جامعۂ عثمانيه حيدرآباد ميں پروفيسر جميل الرحمن صاحب ايم- اے کا کيا هوا طبع هو رها هے - مترجم)—

Mordowtzeff, D. In the capital of Temerlan. Picturesque Russia, 1901, I. (In Russian.)

مورڈوزف کي تاليف دارالسلطنت تيمور- روس کے دلکش اور پراثر مقامات سنه ۱۹۰۱ع (روسي زبان ميں هے) —

Radloff, W. W. Ancient Architectural remains in Samarkand. Mem. I. R. G. S. 1880 VI (In Russian).

ريڈلوف کي کتاب سمرقند کي پراني عمارتوں کے بقيه آثار (روسي زبان ميں هے) -

Schuyler, Eugene. Turkistan, Notes of a journey in Russian Turkistan Khokand, Bukhara and Kuldjà. New York, 1876.

يوجين شولر کا سفرنامه روسي ترکستان - خوکند - بخارا اور کلجا - نيويورک سنه ۱۸۷٦ع (کهنڈروں کے حالات کے علاوه پروفيسر شولر نے وامبري کي تاريخ پر بهي ايک بڑي موثر تقريظ کي هے) —

(۶)

٣٠٠ # متفرق کتابیں

Backer, Léon. L'Orient au moyen age.

لیون باکر کي کتاب مشرق بعہدِوسطی -

Barthold, W. Turkestan down to the Mongol Invasion. Oxford, 1928.

بارتھولد-ترکستان کے حالات مغلوں کي فوجکشي کے زمانے تک-
(پروفیسر بارتھولد کي تصنیف "خاند انهائے ترکستان" سے جو روسي زبان میں هے یهه کتاب ترجمه کي گئي هے - اِسمیں ایک مختصر مگر نهایت مستند بیان اون مآخذ کا جس سے تیمور کے سوانح زندگي معلوم هوسکتے هیں)

Beazley, Charles Raymond. The Dawn of Modern Geography. London, 1897-1906.

بیزلي کي کتاب جغرافیه حال کي ابتدا -
(چودهویں اور پندرهویں صدي عیسوي میں جن سیاحوں نے ایشیا میں سیاحت کي اُنکا تذکره هے اور کچهه حالات مختصر سے شهروں کے بهي هیں) -

Bell, M. S. The Great Central Asian Trade Route from Peking to Kashgar, Proc. R. G. S. 1890.

وسط ایشیا کا بڑا تجارتي راسته پیکنگ سے کاشغر تک مصنفه ایم - ایس - بل -

Blochet, E. Introduction á l'histoire des Mongols de Fadl Allah Rashid ed Din. Leyden, 1910.

فضل الله رشید الدین کي تاریخ مغول کا دیباچه مولفه بلوچت - لندن سنه ۱۹۱۰ع
(تیمور اور شاهان منگ سے جو خط و کتابت هوئي اُسکا مفصل تذکره)-

Bretschneider, E. Notes on the mediaeval geography and history of Central & Western Asia. Journal of the North China Branch R. A. S.

برت‌شنایڈر کی کتاب ایشیاء وسطی اور مغربی ایشیا کا جغرافیہ اور تاریخ زمانہ وسطی میں جیسہ تہا —

Browne, Edward G. A History of Persian Literature under Tartar Dominion (A. D. 1265-1502). Cambridge, 1920.

تاتاریوں کی سلطنت کے زمانے کی تاریخ ادب فارسی (سنہ ۱۲۶۵ع سے سنہ ۱۵۰۲ء تک) مطبوعہ کیمبرج سنہ ۱۹۲۰ع —

(یہہ بڑی قابل قدر کتاب ہے - اسمیں ایرانیوں اور تاتاریوں کے ادب کا موازنہ کیا گیا ہے تیمور کے متعلق بحث مختصر ہے)

Cahun, Leon. Formation territoriale d l'Asie Timur et le Second Empire Mongol. (L'Histoire Generale E. Lavisse and A. Rambaud).

ایشیا کی سلطنتیں - تیمور اور مغلوں کی دوسری سلطنت مصنفہ لیون کاھون -

Czaplicka, M. A. The Turks in Central Asia, Oxford, 1918.

ایشیائے وسطی میں اتراک مولفہ زاپلیکا -

(اِس تصنیف میں فہرست کتب بہت جامع ہے)

Dubeux, Louis. Tartarie. Paris 1840. ۳۰۱

لوی ڈوبے کی کتاب "تاتاری" پیرس سنہ ۱۸۴۰ع

Encyclopaedia Britannica, eleventh edition. (Articles on Mongols, Golden Horde, Turks, Samarkand. Henry IV of England, Baghdad, Moscow.)

انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا - گیارھواں ایڈیشن (حسب ذیل مضامین - مغل - سیراوردہ ترک - سمرقند - ھنری - چہارم بادشاہ اِنگلستان - بغداد - موسکو) -

Hellwald, Frederick von. The Russians in Central Asia. A critical examination down to the

present time of the geography and history of Central Asia. (Translated by Theodore Wirgman.) Lonon, 1874.

فریڈرک دون هلوارڈ کي کتاب "روسي وسط ایشیا میں - وسط ایشیا کے جغرافیه اور تاریخ پر ایک تنقیدي نظر گذشته سے حال تک (مترجمه تهیوڈورورگمان) لندن سنه ۱۸۷۴ع -

Holden, Edward S. The Mogul Emperors of Hindustan. New York, 1895.

ایڈورڈ ایس هولڈن کي کتاب هندوستان کے شاهان مغل مطبوعه نیویارک سنه ۱۸۹۵ ع -

Manouchi. The History of Tamerlane the Great, Emperor of the Mogols and Tartars. With an Account of his Court. London, 1722.

(کم مفید هے) -

Margat. Histoire de Tamerlan, Empereur des Mogols et Conquerant de L'Asie. Paris, 1739.

Neve, Felix. Exposè des guerres de Tamerlan et de Schah-Rokh dans l'Asie centrale. Bruxelles, 1860.

(یهه کتاب اس لئے قابل قدر هے که اسکي بنیاد طامس مزدوفي)-

Popowski. The Rival Powers in Central Asia. London, 1893.

وسط ایشیا میں مدمقابل قوتیں - مطبوعه لندن سنه ۱۸۹۳ع مولفه پوپاوسکي —

Rickmers, W. Rickmer. The Duab of Turkestan. Cambridge, 1913.

رکمرز کي کتاب دوآب ترکستان - کیمبرج سنه ۱۹۱۳ع (تیمور کے ملک کے طبعي حالات)—

Schlumberger, G. L. Byzance et Croisades. Paris, 1927.

جي-ایل-شلم برگر کي کتاب بیزنطیه اور جنگهائے صلیب مطبوعه پیرس سنه ۱۹۲۷ع

(اس کتاب کے دو باب ایسے ہیں جن میں قیصر مانیول کي پریشان‌گردي کا حال کہ یورپ کے بادشاہوں کے پاس کہاں کہاں طلب امداد میں گیا اور اسکي عدم موجودگی میں قسطنطنیہ کو ترکوں سے محفوظ رکھنے کے حالات بہت مکمل طریقے پر اور نئے انداز سے بیان کئے گئے ہیں)—

Stein, Sir Marcus. Serinda, Oxford, 1921. Archaeology of Central Asia and Western China.

سر مارکوس اسٹائن کي کتاب ایشیا وسطے اور مغربي چین کي اثریات آکسفورڈ سنہ ۱۹۲۱ ء

Yule, Sir Henry. Cathay and the Way Thither. Hakluyt Society: 2nd Series, Nos. 33, 37, 38 & 41.

ملک ختا اور وہاں جانے کا راستہ - مولفہ سر هنري یول مطبوعہ هیکلوت سوسائیٹي دوسرا سلسلہ - شمار ۳۳-۳۴-۳۸-۴۱— ۳۰۲

(پرانے سیاحوں کے سفر اور راستوں سے اچھي بحث کي گئي ہے)

Zimine, L. Details of the death of Timur. (Protocols and Communications of the Archaeological Society of Turkestan, VIII year).

ایل زمیني کي کتاب " تیمور کي موت کے تفصیلي حالات "—
(مجلس اثریات ترکستان کے روزنامچے اور مراسلات سال هشتم)

(خاص خاص مضامین کن کن کتابوں میں آئے هیں - بووت کي کتاب میں حالات تیمور کے ایراني ماخذ سے بحث کي گئي ہے - زاپلیکا کي کتاب میں ترکوں اور تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ اور سمرقند کے آثار قدیمہ بیان هوئے هیں - گبنز میں عثمانیوں کي جنگ اور یورپ میں انکے قبضے سے بحث کي ہے - نقشوں کے لئے لي اسٹرینج کي کتاب نہایت عمدہ ہے - هوورتھہ کي جلد اول ایک عام نقشہ تیمور سے قبل کے زمانے کا دیا هوا ہے - اور مرزا حیدر کي کتاب اس زمانہ کا ایک بہت اچھا نقشہ ایشیائي وسطے کا موجود ہے) -

---

(۷)

۳۰۲ ## تصویروں کے ماخذ

Blochet, E. Peintures de manuscrits arabes, persanset turcs de la Bibliothéque Nationale. Paris.

ببولوتهیک نیشنال پیریس میں عربي اور ترکي قلمي کتابوں کے مصور- مصنفه بلاوچت -

(اس تالیف میں تصویروں کا ایک مجموعه هے جس سے ایران اور ترکي کے رسم و رواج کا حال خوب نظر آتا هے -)

Martin, F. R. Painting and Painters of Persia, India and Turkey. London, 1912.

ایران هندوستان ترکي کي مصوري اور مصور- لندن سنه ۱۹۱۲ ع

(اس کتاب کي تصویروں میں تیمور اور اسکے جانشینوں کے زمانے کے حالات خوب نظر آتے هیں - اور ایراني اور هندوستاني استادوں کي تصویروں کي نقل بجنسه دي گئي هے) —

Schulz, Ph. Walter. Die Persische-islamische Miniatur-malerei. Leipzig, 1914.

(اس زمانے کے رسوم اور عادات کے حالات ارٹن کي ضخیم کتاب سے بھي بڑے پیمانے پر تاحد امکان دکھائے گئے هیں) —

Sykes, Lieut. Col. P. M. A History of Persia. London, 1915.

لفٹننٹ کرنل سائکس کي تاریخ ایران - لندن سنه ۱۹۱۵ ع

(ویرست چاگن نے تیمور کے مقبره کي اندر اور باهر کي تصویریں اور سمرقند کے مناظر کے نقشے جس قدر بنائے تھے انکي نقلیں اس کتاب میں درج هوئي هیں) —

Wetzel, H. E. Persian and Indian Paintings in the Museum of Fine Arts, Boston. "Art in America," Vol. 3. New-York, 1915.

ایچ - ای-ویلٹزل کی کتاب "ایرانی اور ھندوستانی تصاویر جو بوسٹن کے عجائب خانہ فنون لطیفہ میں موجود ھیں -" فن لطیف امریکہ میں - جلد ۳ - نیویورک سنہ ۱۹۱۵ع

(مغلی اور قدیم ایرانی فنون لطیفہ کے متعلق دلچسپ بحث کی گئی ھے) —

اشاریہ

ہدایت

اس اشاریہ مین جن صفحات کا حوالہ ہے وہ کتاب کے حاشیہ کے صفحات ہین پیشانی کے نہین ہین، حاشیہ کا صفحہ دیکھنے سے لفظ ملیگا۔

ا

ابن سعید - ۲۷۲

ابوالبرکات - ۸۲

ابوالغازی بہادر خان - صفحات - ۲۶۱

نوٹ - ۲۶۳ - نوٹ - ۲۶۸،

آتل، دریائے آتل، آب آتل، وولگہ، ۱۰۶،

۱۲۱، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸ - ۲۵۱،

احمد، سلطان احمد جلیر، بادشاہ بغداد، ۱۳۶،

۱۶۱، اور بعد کے صفحات، ۱۸۰ - ۱۹۱، ۱۹۲،

۱۹۵، ۱۹۸ - ۲۳۴ - تیمور کا خوف، ۱۶۵،

۱۶۶، بھاگنا، ۱۶۳، اور بعد کے صفحات، قاہرہ مین

قیام - ۱۶۴ - ۱۶۵، بغداد کے تخت پر بٹھایا جانا،

۱۶۵، اور بعد کے صفحات، گرفتاری، ۲۱۸،

ادریہ نوپل (ادرنہ)، صفحہ ۱۲۸،

ارتوائے، ارتوائے کا شاہی خاندان، ۲۰۱

اردو، ۱۴۱،

ارس خان، ۱۰۶ - ۱۱۳ - موت - ۱۰۷

ارس، دریائے ارس - ۱۹۹،

ارض خورشید، (خراسان) دیکھو خراسان،

ارض روم، وادی ارض روم - ۱۹۲،

ارمنی، (اہل آرمینیہ) ۱۰۳،

آرمینیہ، ۲۷۲،

اسپین، ۲۲۲ - ۲۴۲ - بادشاہِ اسپین سے دوستی کا تعلق - ۲۱۹،

استراخان، ۱۰۶ - ۱۲۸،

استنبول، (دیکھو قسطنطنیہ)

اسلام - اسلام مین مہمان نوازی، ۲۸، اسلام کے بڑے لوگ، مسلمان خانان جتہ کے مخالف تھے، ۴۰ - شہر بلخ دارالاسلام تھا، ۸۰ - ارض مارک مین اوقات نماز مین تبدیلی - ۱۲۰، مسلمانون مین فقیر، علما کی توقعات - ۱۸۲، تیمور کے بعد علماء مایوس ہوئے، ۲۳۴ - تیمور کی پابندی اسلام ۲۸۴ - ۲۸۵،

اسمٰعیلیہ، ۱۵۶ - نوٹ

اسینہ، ۲۶۵ -

اشبیلیہ، ۱۴

اصفہان، ۱۳۶ - ۱۵۵ - ۱۶۰ - اہل اصفہان سے سربہا طلب کیا گیا، ۱۳۷، عام رعایا کا فساد مچانا، ہنگامہ کرنا، ۱۳۸ -

افغانستان، صفحہ ۵۳،

آق بوغا، ۲۲۱ - ۲۵۶ - بہادری، ۱۵۴ - ۱۵۵ - قلعۂ سپیدین، ۱۵۷ - انعام پانا - ۱۵۰

آق سرائے، ۹۶ - ۱۳۳،

آق قم، (دیکھو دشت گوبی)،

اکری - (دیکھو عکّہ) -

الآن - ۱۰۵ -

البرز (کوہ البرز) - ۱۳۰،

الجائی خاتون آغا، (تیمور کی سب سے پہلی بیوی) ۳۳ - ۴۵ - ۴۸ - ۵۳ - ۵۵ - ۶۵ - ۹۷ - ۱۰۰ - ۱۷۶ - صورت - ۳۴ - شادی - ۳۴ - اور بعد کے صفحات، تیمور کی محبت، ۳۵ - ۵۱، طبیعت ۴۸ - قید ہوجانا، ۵۰ - موت، ۶۵،

الغ بیگ، (تیمور کا پوتا) ۲۳۰ - ۲۳۳، الغ بیگ کے عہدِ حکومت مین سلطنت کی حالت ۲۳۲ - اور بعد کے صفحات،

المالیق - ۵۰ - ۸۵ - ۱۰۴ - ۱۱۰ - ۱۳۲، ۱۴۹، عیسائیون کا مشن، ۱۰۳،

الیاس خواجہ خان، (پسر تغلق تیمور خان)

۴۴-۵۹-اتالیق کو روانگی، ۵۹ ملک تاتار
کو واپسی، ۶۱-

اماسیہ، ۲۵۷-نوٹ،

آموریا، ۱۹-۲۷-۴۵-۵۶-۵۹،
۷۱-۷۲-۸۸-۹۱-۱۴۹،

اناطولیہ، ۲۰۷،

انجلینہ، (ہنگری کے بادشاہ جون کی بیٹی)
۲۱۹،

انگوریہ، (انگورا) ۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹۔
فتح انگوریہ، ۲۱۷، لڑائی کے حالات، ۲۴۶

انگلستان، آخری جنگ صلیب میں-۲۱۰
لمبی کمان کا استعمال-۲۴۳، لڑنے کے طریقے ۲۴۳

اوڈیرک، پادری-۲۷۱-نوٹ: ۲۰۳

اورگنج-۸۸-۸۹-۱۰۸-۱۴۹-۲۸۱،
اورگنج کا محاصرہ-۸۹-۹۰-اورگنج فتح ہوجاتا
ہے، ۹۰-۱۱۰،

اہل پولستان، ۲۵۳،

اہل ہنگری، ۲۰۲-۲۰۳

ایدکو- ۱۹۱-۲۵۲-

ایڈورڈ اول-بادشاہ انگلستان-۱۰۳،

ایران، ۱۳۴-۲۳۵-ایران کے حالات،
۱۳۴-ایران کے نزاعات، ۱۳۶-اور آگے کے
صفحات-۱۵۵-شاہ کا خط تیمور کے نام-۱۳۵،
۱۳۶-ایران فتح ہوجاتا ہے، ۱۳۹-ایران میں تعمیر
کا عہد زرین-۲۶۵،

ایران کے یاران بادہ کش، ۱۳۴-اور آگے

ایرانی، اہل ایران-۲۳-۱۴۴

ایروشلم ۱۶۱-۲۸۵،

ایٹن کورٹ، صفحہ ۲۸۰،

ایشیا، ایشیا کے لوگوں کے خصائص، ۱۴۳،
۱۴۴-

ایشیائے کوچک، ۱۹۲-۲۰۰-۲۴۸
تیمور فتح کرتا ہے، ۲۱۶

ایغور- ۲۶۱-۲۶۶-۲۶۷،

ایلچی بہادر، ۴۷-۵۲-۷۰-۷۶-
حربی حیلہ-۷۷-۷۸-موت-۷۸-۸۶،

ایل خانان، ۱۰۳-۱۰۴
ایلدرم - (رعد) دیکھو بایزید -

ب

بابر - کا خاندان - ۲۰۱
باروت - ۲۴۴-
باز - اور شکرے، صفحہ ۳۲-
باغ دلکشا و قصر دلکشا - ۱۷۰-۲۲۱،
باویریہ کے لوگ، ۲۰۳
بایزید، سلطان بایزید خان ایلدرم، سلطان ترک - ۱۶۱-۱۶۴-۱۹۱-۱۹۵-۱۹۶،
نوٹ - ۱۹۰-۲۰۰، اور آگے - ۲۰۶-۲۱۳
نوٹ - ۲۴۲-۲۴۸-۲۵۷-نوٹ - ۲۰۴
گرفتاری - ۲۱۳- طبیعت - ۲۰۰ - موت ۲۱۵-
۲۲۰- تیمور سے جنگ، ۲۰۷- اور آگے، بایزید کے نام - ۲۴۸-۲۴۸- اس کے لشکر کی تعداد، ۲۴۸
بایزید جلیر، امیر بایزید، ۳۶- سمرقند پر دعوے ۳۹- خان جتہ کی اطاعت قبول کرنی، ۳۹- تیمور کو قتل کرنے کا قصد، ۴۳- موت - ۴۳،

بحر اسود، ۱۱۲-۱۲۱-۱۴۹-۲۰۰-۲۱۹
بحر آصف - ۱۲۹،
بحر بالٹک، ۱۱۲،
بحر خزر، ۱۰۱-۱۰۸-۱۱۲-۱۲۸، ۱۲۹،
۱۳۲-۱۴۹-۱۶۵-۲۷۲-
بحر خوارزم (بحر ارال) ۴۶،
بحر قطب شمالی، ۱۲۰-
بحیرۂ ارال (بحیرۂ خوارزم) ۴۶-۶۷-۸۸-
۹۹-۱۳۲،
بخارا، ۹۷-۱۰۸-۱۲۸
بدخشان - تیمور کا بدخشان میں آنا - ۷۶، اور بعد کے صفحات
بدخشانی - ۱۳۰-
براؤن، ای - جی - ۱۳۵ - نوٹ - ۲۶۳-
۲۸۲،
برگنڈی، شاہی خاندان برگنڈی - ۲۰۱،
برگیرون، پیرے، ۲۵۸-
برلاس، حاجی برلاس - تیمور کا چچا - ۲۲-۲۶-۳۶-

سمرقند پر دعویٰ، ۳۸ - تیمور سے جنگ - ۴۳ - تیمور کو ہلاک کرنے کی کوشش - ۴۳ - موت - ۴۴،

برلاس، قوم - ۲۱ - ۸۴ - ۲۶۳ - ۲۶۷،

صورت شکل - ۲۲ - برلاس کے کھیل تماشے - ۲۳

مہمان نوازی - ۲۴ - قزغن کی حکومت - ۳۰ -

برلاس کو جو نام دیے گئے - ۳۲ - نوٹ - تیمور کے ساتھ ہو جانا - ۵۷ -

بروصہ، برسا - ۲۰۷ - ۲۱۹ - ۲۳۳ - فتح ہو گیا - ۲۱۳ - ۲۱۷ -

بڑا پہاڑ - بلجک تاغ اور الق تاق (نوٹ)

بڑا اور چھوٹا پہاڑ - ۱۱۶،

بسمارک - ۱۶

بشکنش - ۱۲۹

بطوطہ، ابن بطوطہ - ۱۰۳ - ۱۶۹ - ۲۷۳، ۲۷۹ - سمرقند کے متعلق ابن بطوطہ کے خیالات ۹۷ ارض ظلمات کا حال - ۱۱۹ - اصفہان کا حال، ۱۳۷،

بغداد، ۱۵۰ - نوٹ - ۱۶۹ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۵ - ۲۵۶ - ۲۸۱ - تیمور کی پہلی فتح - ۱۶۲، اور بعد کے صفحات - سر بہادا ہونا، ۱۶۴ سلطان احمد جلیر کا پھر بغداد میں بادشاہ ہونا، ۱۶۵ - اور صفحات مابعد

تیمور کی دوسری فتح - ۱۹۶ - اور بعد کے صفحات،

بغداد کا نام دارالسلام - ۱۹۸،

بک، ژین دی بک - ۲۵۸

بلخ - ۴۸ - ۵۶ - ۷۹ - ۱۵۳ - بلخ کے حالات، ۸۱ - بلخ کے نام - ۸۱

بلغاری، ۱۰۵

بلقان، ۱۲۷

بند امیر، بند امیر تیمور - ۲۲۶،

بوچی کاٹ، فرانس کا سپہ سالار - ۲۰۴.

بہاتر، بہادر - ۳۱ - ۵۲ - ۶۱ - ۸۶ - ۱۳۳ - ۱۵۳ - ۲۱۱ - ۲۶۶ -

بیان، پسر بیلجک - ۸۶ - ۸۹ - ۲۵۵ -

بی بی خانم، ۱۷۴ - اور آگے - ۱۷۶ - نوٹ، ۲۳۳ - ۲۷۸ - ۲۷۹،

بیز نطیہ، کا کتبخانہ - ۲۲۰ - ۲۳۳ -

بیلجک، یا بیلجیک - ۴۴ - ۸۶ - پل سنگین
پر ۵۸ - اور آگے،
بیلا - بادشاہ ہنگری - ۲۴۲ -
بینی وکت، دواز دہم - پوپ - ۱۰۳،

پ

پارکر، امی - ایچ - نوٹ - بصفحات - ۲۲۶
۲۲۹،
پرچاس، مصنف "زایرین" - ۲۵۸،
پرسی پولس، اصطخر - ۱۳۴
پرشیا، دیکھو ایران،
پروشا، ۲۵۳ -
پروشا کے شہسوار - ۲۵۳
پسر براس افرنجی، (پیٹر لازرس - بادشاہ
سرویا) ۲۰۷ - ۲۱۲ - ۲۱۴،
پلا پودی سوٹو میور، ۲۱۹
پل سنگین کی لڑائی، ۵۶ - اور آگے کے صفحات
پولو، مارکو پولو - ۹۶ - ۱۰۳ - ۱۵۶، نوٹ ۲۵۹
۲۷۱ - نوٹ - شیخ الجبل کی نسبت مارکو پولو کیا
لکھتا ہے - ۲۶۵ - اور آگے - تبریز کی نسبت کیا لکھتا
ہے، ۲۷۲ -
پولینڈ، پولستان - ۲۵۲ -
پیٹر اعظم، ۱۱۱،
پیٹر لازرس، بادشاہ سرویا - (سرب) ۲۰۷
۲۱۲ - ۲۱۴
پیر محمد - (تیمور کا پوتا) - ۸۰ - ۱۵۸ - ۱۸۳ - ۱۸۵
۲۳۰ - تیمور کا جانشین مقرر ہوتا ہے - ۲۲۸ - خلیل
شکست دیدیتا ہے، ۲۳۲،
پیروسکی، کاؤنٹ - ۱۱۱ -
پیرونڈیوس، ۲۵۸ -

ت

تاتا - ۲۶۲
تاتار، ۲۶۲ -
تاتاری، ۲۶۰ - ۲۶۱ - تاتاری سپاہ تیمور کی
محافظ - ۲۰ - تاتاریون کی خانہ بدوشی - ۲۸ - تاتاری
سالی سرائے مین - ۲۹ - تاتاری عورتین - ۳۳
تاتاریون مین شادی کی رسمین - ۳۴ - اور بعد کے

صفحات، تاتاریون کی روایات - ۲۷ - ۳۹ - تاتاریون کے
ارث کے قاعدے، ۲۷ - ۳۸ - ۸۱ - قبیلی عداوتین
۴۳ - نوٹ - تاتاری ملک کا موجودہ نقشہ - ۴۳،
نوٹ - تاتاریون کے باہمی نزاعات ۵۹ - ۶۰،
معلوم کے خلاف تاتاری متحد ہو جاتے ہین، ۶۱
اور آگے کے صفحات، تاتاری تیمور کی وفاداری
اختیار کرتے ہین - ۸۰ - تاتاریون کے خصائل ۸۴
۱۰۵ - تاتاریون کی لوٹ - ۱۲۶ - تاتاری رسم و
رواج - ۱۷۲ - ۱۷۳ - تاتاری فنون ۱۷۸ - تاتاری
عمارت ۱۹۳ - ۱۹۴ - لڑائی کی رسوم - ۶۱ - ۶۲،
۷۴ - ۲۴۲ - ۲۴۵، قزغن کی حکومت، تاتاری
ادبیات، ۲۳۳ - لفظ تاتار کی اصلیت ۲۶۲
اور بعد کے صفحات،
تاتاریون کی بود و باش کی حدود، سرحد
مین - ۲۰،
تاتاریون کی تاریخ، ابو الغازی بہادر خان
۲۶۱ - نوٹ،
"تاتاریون کے عہد مین فارسی ادب"، مصنف
ای - جی - براؤن ۱۳۵ - نوٹ،
تاتور، ۲۶۲،
تاریخ ارتقائے تعمیر گنبد ایران، مؤلف کرسٹیول
۲۷۸،
تاش کنت، (پتھر کا شہر) دوسرا نام شاش یا
چاچ ہے - ۲۲۶،
تبریز، ۱۴۰ - ۱۴۹ - ۱۶۹ - ۱۹۱ - ۱۹۶، نوٹ
۱۹۸ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۳۳ - ۲۴۸ - ۲۷۲،
تجارت کا مرکز تھا - ۱۴۹ - ۲۷۲ - تبریز کی وسعت،
۱۵۰ - ۲۷۲ - ۲۷۳، کلاویجو تبریز کے حالات
لکھتا ہے - ۲۷۴ - اور آگے کے صفحات - تبریز مین
کس کس مدت کے لوگ آباد تھے ۲۸۴،
تخت سلیمان، پہاڑ - ۱۹ - ۹۷،
تخت قراچہ، ۱۸۲،
ترا، ۳۱ - ۶۸،
ترک، ۱۹۰ - ۲۶۰ - عثمان ۲۰۰ - مفتوح ہو جاتے
ہین، ترکون کے خلاف جنگ صلیب - ۲۰۱،
ترک کا لفظ کیونکر نکلا، ۲۶۵ - ارتقا - ۲۶۵،

ترکان وسط ایشیا، زاپلیکا کی کتاب، ۲۶۴، نوٹ۔

ترکمان، ۱۱۱-۱۱۹-تیمور ترکمانون مین ۴۹-سیاہ میش، ۷۵-۱۴۹-سپید میش، ۲۵۷-نوٹ-عثمانلی-۲۶۷-

ترکون کی تاریخ" مصنف وامبیری-۲۶۸ نوٹ۔

تروجہ، ۲۱۷-

تغلق تیمور خان، سمرقند پر چڑھائی-۳۹، نمودار ہونا-۴۱-شہر سبز مین آنا-۴۴-تیمور اور تغلق تیمور-۴۱-۴۴-

تکریت، فتح ہو جاتا ہے-۱۳۰-اور آگے تکریت مین کٹے ہوئے سرون کے مینار-۱۳۲-

تیمر لین اعظم، مصنف بارلو-دیکھو نوٹ بہ صفحات-۲۱۲-۲۵۸-

تمغا- ۱۳۹

تنگوسی- ۲۶۰

تواچی، ۶۲-۸۴-۱۱۷،

توبل- آب توبل، دریائے توبل-۱۱۹-نوٹ ۱۲۰،

توران- ۱۹

توریز- دیکھو تبریز،

توقتمش، تیمور کے پاس فریادی بنکر آتا ہی، ۱۰۶، مکاری-۱۰۸-فتوحات-۱۰۸-تیمور سے جنگ ۱۰۹-اور آگے، قوت ۱۱۱-تیمور خوب سمجھتا تھا-۱۱۲-امان چاہتا ہی، ۱۱۳-لڑائی مین چال ۱۲۱ اور آگے شکست کھاتا ہے، ۱۰۷-۱۲۵-واپسی ۱۲۸-۱۲۹-تیمور نے توقتمش کو پسر کہا تھا، ۲۲۳ شہزادہ ۲۴۹-۲۵۱-

توکی - ۲۶۵

تومان، ۱۱۴

تیمور، تیمور کی ولادت-۲۰-تیمور کی جوانی ۲۰-۲۵-تیمور کے باپ کو کیا درجہ حاصل تھا-۲۱ لفظ تیمور کس لفظ سے نکلا ہے، ۲۵-الجائی سے شادی کرنا-۳۳-الجائی کا عشق-۳۵-۵۱، امیر قزغن تیمور کو ایک ہزار سپاہ کا سالار بناتا ہی، ۳۶-تیمور تغلق تیمور کے دربار مین آتا ہے، ۴۰،

۴۱ - سیاسی تدبیر - ۴۱ - تیمور اور تغلق تیمور خان - ۴۲،
خان کا تیمور کو حاکم مقرر کرنا ۴۲، ۴۴ - تیمور کی جان کو خطر
ہوتا ہے - ۴۳ - ۴۴ - شہر سبز پر لڑائی - ۴۴ - تیمور قزل قم
مین - ۴۵ - اور آگے - حسین سے اتحاد - ۴۶،
مصیبتین - ۴۸ - قید ہو جاتا ہے - ۵۰ - سمرقند مین چھپ
جانا - ۵۱ - ۵۲ - امیر حسین کابل مین - ۵۳ - کابل کا
سفر - ۵۳ - زخمی ہو گیا - ۵۴ - سجستان مین تیمور کا آنا
۵۴ - ۵۵ - پل سنگین پر لڑائی - ۵۶ - اور آگے کے صفحات
مغول جتہ سے لڑائی - ۶۱ - اور آگے کے صفحات،
الجائی کی موت پر تیمور کا غم - ۶۶ - امیر حسین اختیارات
مین تیمور سے بڑھ جاتا ہے - ۶۷ - تفریح کے سامان
۶۶ - ۶۷ - قرشی پر حملہ - ۶۹ - طبیعت مین قوت -
۷۰ بدخشان والی لڑائی - ۷۶ اور آگے کے صفحات
تیمور نے جو تقررات کیے - ۸۳ - ۸۴ - تیمور ملک تاتار
کا حاکم مقرر ہوتا ہے ۸۲، اور آگے کے صفحات
جتہ مغل المالیق کی طرف ہٹ جاتے ہین - ۸۶،
صوفی شاہان خوارزم اور تیمور - ۸۸ - اور آگے کے
صفحات - بہادری - ۹۰ - ہرات پر فوج کشی - ۹۱،
۹۲ - الجائی کی عزت افزائی کرتا ہے، ۹۷ - سمرقند
کو دوبارہ فتح کرتا ہے - ۹۸ - اور آگے کے صفحات
تیمور کی نسبت مثل - ۹۹ - تیمور کا انصاف - ۹۹ تیمور
کی دوسری بیوی - (دیکھو سرائے ملک خانم) خطاب
۱۶ - ۴۲ - ۱۸۵ - تیمور کی شکل - ۲۷ - ۱۵۳ - ۱۵۴
تیمور کی طبیعت و عادات، ۲۷ - ۳۱ - ۱۳۳ - ۱۵۳
۲۷۵ - نوٹ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - تیمور کی پیشوائی - ۳۲
۷۵ - ۸۴ - ۸۵ - ۹۲ - ۱۱۵ - ۱۴۳ - لڑائی کی چالین
۵۸ - ۵۹ - ۷۱ - ۱۲۱ - ۱۹۳ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - سپاہ
کی وفا داری - ۶۰ - ۷۵ - ۱۲۲ - پابندی قواعد
۸۵ - ۱۰۶ - سلطنت، ۹۲ - ۹۷ - ۱۰۱ - ۱۴۳، اور
آگے کے صفحات. خان زادہ اور تیمور - ۹۹ - ۱۰۰
۱۴۱ - جہانگیر کے مرنے پر غم - ۱۰۲ - معلوم کی سلطنت
کا بڑا حصہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے - ۱۰۴ - توقتمش
کو اپنے دربار مین پناہ دیتا ہے، ۱۰۶، تیمور کے القاب
۱۰۶ - نوٹ - ۱۹۱ - دشت پر حملے - ۱۱۱، اور آگے
کے صفحات، فیصلے مین صحت - ۱۱۲ - دشت مین فوج
کا معائنہ، ۱۱۷ - ۱۱۸ - سلطنت کا انجام، دشت مین

فتوحات - ۱۲۴ - تیمور کو توقتمش شکست دے ہی
دیتا ہے - ۱۲۸ - قفقاز مین سے گذرنا - ۱۲۹،
اور آگے کے صفحات، ایران پر فوجکشی - ۱۳۶ - اور
آگے - ۱۵۵ - اور آگے - اصفہان مین قتل عام -
۱۳۸ - میران شاہ کو باپ سزا دیتا ہے - ۱۴۲ - سلطنت
کا طریقہ - ۱۴۴ - اور آگے کے صفحات، فوجی قواعد
۱۴۷ - جاسوس اور خبر رسان - ۱۴۷ - تزوک تیمور
۱۵۰ - بیکاری اور بھیک کاروادار نہ تھا - ۱۵۰
محافظ فوج ۱۵۲ - سفر کا سامان آسایش - ۱۵۲ - بغداد
پر تیمور کا پہلا حملہ - ۱۶۲ - اور بعد کے صفحات، سمرقند
مین رہنے کے محل - ۱۷۳ - تیمور کی تیسری بیوی
۱۷۳ - ۱۷۹ - ہند پر لشکرکشی - ۱۷۹، جامع مسجد،
۱۸۴ - اور آگے کے صفحات، تیمور کے پوتے،
۱۵۸ - سلطنت کی تدبیر - ۱۸۷، نوٹ، تیمور کو نبولین
سے کیا نسبت تھی - ۱۸۹ - موت کی طرف بڑھنا،
۱۸۹ - اور آگے کے صفحات، خط وکتابت - ۱۹۱
لڑائی کے اصول - ۱۱۲ - ۱۲۴ - نوٹ - ۲۸۰ - ۲۸۱
تعمیر مین تیمور کا مذاق - ۱۷۸ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - عثمانی
ترکون پر فوجکشی - ۲۰۷ - بایزید اور تیمور - ۲۱۳،
۲۱۴ - ۲۱۵ - محمد سلطان کے مرنے پر رنج - ۲۲۰ - چین
پر چڑھائی - ۲۲۶ - ۲۲۷ - تیمور کا مرض الموت مین
مبتلا ہونا، ۲۲۷ - موت - ۲۲۷ - قوت ۲۲۹ - تیمور
کے مرنے پر اُس کا نقارہ توڑ دیا جاتا ہے، ۲۳۱،
شاہرخ پسر تیمور نے باپ کے بعد باپ کی توقعات
پوری کین - ۲۳۲ - سلطنت مین خرابی - ۲۳۲،
فاتحان عالم مین تیمور آخری فاتح تھا - ۲۳۵ - تیمور کا
مقبرہ - ۲۳۹ - فوجون کی تعداد - ۲۴۸ - لڑائی مین
صاحب کمال تھا - ۲۵۴ - اور بعد کے صفحات، تیمور
کے حالات کہان سے دریافت ہوتے ہین - ۲۵۸،
۲۵۹ - مفتوحہ شہرون کے ساتھ کیا کرتا تھا، ۲۷۴
تیمور کا سراپردہ - ۲۷۷ - مذہبی طبیعت - ۲۸۴ - اور
آگے کے صفحات، تیمور کے حالات کا لکھا جانا - ۲۸۹

تیمور تغلق خان - ۲۵۲ - اور بعد کے صفحات،

تیموری - ۲۳۲،

(ٹ)

ٹرکی - ۲۶۷ - ۲۶۸،

"ٹرکی"۔ لین پول کی کتاب ۔ ۲۴۷ ۔ ۲۴۹ نوٹ

ج

جاکوبرلاس، ۵۲ ۔ ۶۲ ۔ ۶۹ ۔ ۷۲ ۔ ۸۴ ۔
۲۲۰ ۔ ۲۵۳ ۔ ۲۵۵،
جبل، شیخ ابجیل ۔ ۱۵۶ ۔ اور بعد کے صفحات،
جبی نویان، جبہ نویان ۔ ۲۵۵ ۔
جلیپی ۔ ۱۰۵ ۔
جتہ ۔ ۱۰۴ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۴۴ ۔ ۱۴۶ ۔ نوٹ ۔ ۱۸۵ ۔
سمرقند پر چڑھائی ۔ ۳۹ ۔ اور آگے ۔ پل سنگین پر
مغول جتہ کی شکست ۔ ۵۸ ۔ جتہ سحر کا عمل کرتے
تھے، ۶۲ ۔ تاتاریون کا جتہ پر حملہ ۔ ۸۵ ۔ جتہ مغلوب
ہو جاتے ہین، ۱۰۱ ۔ ۱۱۰ ۔ جتہ تیمور کی قلمرو مین ترک
وتاز کرتے ہین ۔ ۱۰۹ ۔
جرنل ۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی، تعلیقات
بر صفحات ۔ ۲۶۴ ۔ ۲۷۹،
جنیوا، ۱۴۰ ۔ اس کے جہازون کا بیڑا ۔ ۲۰۵،
جنیوا کے لوگ ۔ ۱۰۷ ۔ ۱۲۹ ۔
جوجی، پسر چنگیز خان ۔ ۱۰۴ ۔ ۱۲۹،
جون، کونٹ جون بادشاہ ہنگری ۔ ۲۱۹،
جہانگیر، پسر تیمور ۔ ۳۶ ۔ ۵۵ ۔ ۶۶ ۔ ۸۲ ۔ ۹۰،
۱۰۲ ۔ ۱۴۱ ۔ ۲۲۰ ۔ شادی ۔ ۱۰۰ ۔ موت ۱۰۲
جہیز ۳۴
جھیل بویر ۔ ۲۶۳
جیلیر ۔ جلایر ۔ ۷۹ ۔ ۹۱ ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۶۶ ۔
جیمس ثانی ۔ بادشاہ ارغون ۔ ۱۰۳ ۔

چ

چارلس، بادشاہ برگنڈی ۔ ۲۸۰،
چارلس چہارم، بادشاہ فرانس ۔ ۱۴۰ ۔ ۱۹۹ تیمور
کے نام چارلس کا خط ۔ ۲۱۸ ۔
چاہ اسحاق، ۱۷،
چرکسی، شہزادہ بیکووچ چرکسی ۔ ۱۱۷ ۔
چغتائی، پسر چنگیز خان ۔ ۲۵ ۔ ۳۰ ۔
چغتایہ، (دیکھو جتہ)
چن تن لی، ۲۴۴ ۔
چنگیز خان، ۲۵ ۔ ۵۲ ۔ ۹۷ ۔ ۱۰۳ ۔ ۲۲۳
۲۴۱ ۔ ۲۴۲ ۔ ۲۵۴ ۔ ۲۶۰ ۔ ۲۶۲ ۔ خواتین چنگیزی

۲۴-لڑائی مین کمال-۴-۲۵۴-۱ور آگے،

چھوٹا پہاڑ، ۱۱۶۔

چین- دیکھو خطائی، (دیکھئے)

چین کی قدیم تاریخ، مصنف فریڈرک ہرتھ،

۲۶۱-نوٹ،

چینی تمدن، ۱۰۴-ہرات-۹۲-

ح

حافظ-خواجہ حافظ شاعر، ۱۳۴-۱۳۹-۱۶۶-

حرب، تاتار-۲۶-۴۰-۲۷-۶۱-۶۲-ایشیائی

بمقابلہ یورپین-۲۴۲-باروت ۲۴۴-آگ پھینکنے

والے-۲۴۴-۲۴۵-نفط-۲۴۴-۲۴۵-مفتوحین

کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا تھا-۲۸۰-۲۸۱،

حسن، حاکم تکریت-۱۳۲،

حسن صباح (شیخ الجبل) ۲۶۹-اور بعد صفحات

حسین-امیر حسین برادر الجائی خاتون-۴۴-۴۸-۵۰

۵۸-۵۹-۶۰-تیمور کا اتحاد حسین سے ۴۶-تیمور

سے ملاپ-۵۴-۵۴-امیر حسین بجستانی مین-۵۴،

۵۵-جتہ مغل شکست دیتے ہین، ۵۶، تیمور پر غصہ،

۶۰-امیر حسین کا رشک وحسد-۶۴-سرداری،

۶۷-امیر حسین کا سمرقند مین بطور فاتح داخلہ-۶۷

لوگ امیر حسین کا ساتھ چھوڑتے ہین-۷۵-انحطاط

قوت ۷۹-موت-۷۹-۸۰،

حشیش، ۱۵۶-۱۹۴-۲۷۰-نوٹ،

حشیشین-نوٹ صفحہ-۱۵۶-۲۷۰-۲۷۱

حلب، ۱۹۳-۱۹۵-

حنابعل، قرطاجنی-۲۵۴-۲۵۵-

خ

خاتون-۲۶۶

خاقان-۲۶۶

خان بالغ-(پیکنگ) ۱۰۳-۱۷۹،

خاندانہائے شاہی، اسلامی خاندانہائے

شاہی، کتاب-مصنف-لین پول صفحہ ۲۶۴

نوٹ،

خانزادہ، (اہلیہ جہانگیر پسر تیمور)-۸۸-

۱۰۸-۱۵۶-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۵، ۲۲۰،

۲۳۰-میران شاہ سے شکایت-۱۴۱-خانزادہ

میران شاہ سے بدلہ لیتی ہے، ۱۴۲، شادی ۹۹-۱۰۰
خجند- ۳۹
ختائی بہادر- ۸۴-۸۶-۱۳۳- اور شیخ
علی بہادر- ۸۶-۸۷-
ختائی، خطا- چین- ۲۴-۱۰۳- ۱۴۹، ۱۷۹
لشکرکشی- ۱۸۷- نوٹ- خطائی فتح کا قصد- ۲۲۱-
۲۲۵- تاتاری فوجکشی خطا کی طرف ۲۲۶- ۲۲۷
باروت، ۲۴۴، یورپین نام کیتھے- ۲۶۳،
ختائی، دیکھو- چین،
ختلانی، ۸۶
ختن، ۱۶۹- ۱۷۹-
خراسان، ۱۹- ۱۴۹-۱۸۵- ۲۲۹،
خراسان کی سڑک، ۵۰- ۱۰۱- ۱۰۸- ۱۴۲
۱۴۹- ۱۹۱- ۱۹۸- سڑک کا بیان- ۱۴۵- اور آگے
تجارت کی راہ تھی- ۱۴۹-
خطبہ، ۱۳۹-
خلیج فارس، ۱۴۹-
خلیل سلطان- (تیمور کا پوتا)- ۱۴۱-۱۴۲
۱۸۱- ۱۸۵- ۲۲۶- تخت سمرقند پر قبضہ کرنا- ۲۳۰
اور آگے- دیوانگی، ۲۳۱- شادی- ۲۳۱ تخت
سمرقند سے معزولی، ۲۳۲،
خنگ وغلن- (گورا شہزادہ) تیمور کے گھوڑے
کا نام تھا، ۹۹- ۱۰۷،
خواجہ بہاء الدین- ۸۲-
خوارزم- صوفی بادشاہ خوارزم- ۸۸-
خوندامیر- ۲۶۳
خیبر- درۂ خیبر- ۱۴۹- ۱۶۸- ۱۸۰،
خیوہ- ۸۶- ۸۹- ۱۱۱- خیوہ پر لڑائی ۶۰، ۴۴
اور آگے، خیوہ کو تیمور فتح کرتا ہے- ۸۹،

د

داروغہ- ۱۴۵-
داؤد، امیر داؤد- ۷۹- ۸۴
داؤد، شیخ داؤد- ۱۲۰،
دجلہ، دریائے دجلہ- ۱۳۱- ۱۴۹- ۱۹۱- ۱۹۵،
۱۹۶- ۱۹۷،
"دربار تیمور میں رومی گانزالیز کلاویجو کے حالات سفارت"

سنہ ۱۴۰۲ء، سنہ ۱۴۰۳ء - ۱۴۶ - نوٹ،

دربند آہنین، باب الحدید - ۲۰ - ۹۱

دریائے دون، ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۲۹ -

دریائے نیپر، ۲۵۲ -

دسپینہ، (بادشاہ سرویا پیٹر لازرس کی بہن) ۲۱۴ - ۲۱۵ -

دشت - دشت کے خطرے - ۱۱۱ - ۱۱۲ - تیمور کا راستہ دشت سے - ۱۱۲ - اور بعد کے صفحات - ۱۱۵، نوٹ - دشت کی وسعت - ۱۱۵ - دشت مین شکاری ۱۱۶ - ۱۱۷ - دشت کا موسم - ۱۲۲ - دشت مین لڑائی ۱۲۳ - اور آگے کے صفحات - تیمور کی فتح - ۱۲۴ - تاتاریون کا جشن - ۱۲۶ - ۱۲۷،

دلشاد آغا، ۴۶ - ۴۸ - دلشاد آغا اہلیہ امیر حسین ۴۶ - ۴۸ -

دمشق، ۱۵۰ - نوٹ - ۱۶۱ - ۱۶۴ - دمشق کو تیمور کا فتح کرنا، ۱۹۳ - ۱۹۴ - دمشق کا گول گنبد - ۱۹۴ ۲۷۸ - ۲۷۹ - دمشق کی مسجد بنی امیہ - ۲۷۹،

دہلی، ۱۸۲ - دہلی کی جامع مسجد - ۲۷۸،

دیمتری - بادشاہ موسکو - ۱۰۶،

دینار کپکی، ۱۱۶،

"دنیا کی پندرہ معرز لڑائیان" - کریسی ۲۴۶ -

دینانت، ۲۸۰

دیوان - ۸۴

ذ

ذوالقرنین - (دیکھو سکندر)

ر

راستی رستی - "سچائی قوت ہے" تیمور کی مہر کی عبارت تھی - ۱۵۴،

رائل ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۴ - اور آگے کے صفحات،

رشید الدین - ۲۷۱ - نوٹ - ۲۷۲،

رودس، مسیحی شہسوارون کا مقدم - ۲۰۱ -

روس - روس سیر اوردہ کا ماتحت تھا - ۱۰۵

روس کی دولت - ۱۲۶،

ریشمہ - ۲۱ -

ریگستان، (چوک سمرقند) ۱۷۸-۱۸۰-۱۸۲-۱۸۵-۲۳۳،
ریگ سرخ، قزل قم مین تیمور کا پہنچنا-۴۵
ریناڈو، ۲۴۵-نوٹ،

ز

زاپلیکا، ایم-اے-۲۶۴-نوٹ،
زبان، فارسی-۱۹-۲۶۹-عربی-۲۹نوٹ ترکی-۲۹-نوٹ ۲۶۶-مغل الیغوری-۲۹-نوٹ مغلی زبان-۲۶۳-تاتاری ۲۶۳-الیغوری-۲۶۹-
زغاتائی، ۱۴۶،
زمین-اس کی ملکیت-۲۲-قواعد زمین کے معین-۱۴۷،
زین الدین، مولانا زین الدین ابوبکر ۳۴-۴۰-۴۴-۶۶-۷۴-۸۲-۱۸۷،
زین العابدین-۱۳۷-۱۵۶-۱۶۰،

س

سادات، ۲۵-۴۴-۴۳،
ساری سو-دریا-۱۱۵
سالی سرائے، ۲۰-۴۵ سالی سرائے کے صحرا مین قزغن دفن کیا گیا، ۳۷
سائبیریا-۲۶۶
سائیکس-سر پرسی-۲۵۴-۲۸۲
سایے اور آسیب کی زمین، تیمور کی فوج اس زمین مین آئی-۱۱۹-اور آگے کے صفحات،
سبزوار، ۱۰۱-
سپاہی-۲۰۰-۲۰۳-۲۰۷،
سجستان، ۱۴۹-سجستان مین لڑائی-۵۴-
سرائے، ۲۰-۵۱-۱۰۱-۱۴۵-۱۶۵،
سرائے، دریائے اتل کے کنارے کا شہر، ۱۰۶-۱۰۷-شہر غارت کر دیا گیا۔
سرائے ملک خانم، (تیمور کی دوسری بیوی) ۱۰۱-۱۴۱-۱۵۲-۱۶۳-۱۷۶-نوٹ-۱۷۸-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۵-۱۹۰-۲۲۶-۲۳۰-۲۳۱-
سرب، سرویا کے لوگ، ۴۷، ۵۲

سرت - ۲۴

سمرکین، ۱۴۵ - اور آگے کے صفحات، دو براعظموں کی تجارت، ۲۳۳،

سکندر، ۹۷ - ۱۴۴ - ۲۳۵ - حربی قابلیت ۲۵۴ - اور بعد کے صفحات،

سلطان دہلی، ۱۸۰ - ۱۸۲ -

سلطانیہ، ۱۴۰ - ۱۴۲ - ۱۴۹ - ۱۹۲،

سلیمان، پسر سلطان بایزید خان - ۲۰۸ ۲۱۱،

سمرقند، ۱۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۸ - ۱۰۴، ۱۴۹ ۱۵۰ - نوٹ - ۱۶۰ - ۲۴۸ - مغلوں نے تباہ کیا ۴۴ - تیمور کا سمرقند مین خفیہ طور پر آنا، ۵۱ - ۵۲ - محاصرہ - ۶۵ - مغول جتہ پر سمرقند کی فتح، ۶۷ روایات سابقہ - ۹۰، شادابی، ۹۸ - عمارتین جو تیمور نے بنوائین - ۹۷ - اور آگے ۱۶۶ - اور آگے - ۲۲۵ - خوشنمائی - ۹۷ - ۱۶۹، حلہ بی بی خانم - (دیکھو بی بی خانم) - سمرقند کو محفوظ کہتے تھے، ۱۲۷ - صحرا سے سمرقند کو واپسی ۱۲۷ - تیمور کے محل - ۱۷۳ - بازار اور گنج ۱۷۴، حمام - ۱۷۷، سمرقند مین زندگی، ۱۷۷ - سمرقند کی عمارتین - ۱۸۰، چوک ۱۷۸ - شاہی مسجد - ۱۸۴ - بازار - ۱۸۵، ۱۸۶، باغات ۱۷۰، ۲۲۱، جلسے، ۱۷۲ - ۲۲۲، نزاعات، ۲۳۱ سمرقند ایشیا کا رومۃ الکبریٰ ہوگیا، ۲۳۲، گنبد، ۲۳۵ - تیمور کا مقبرہ - ۲۳۵ - ۲۷۸ - وسعت، ۲۷۳؛

سمرقند محفوظ، (دیکھو سمرقند)

سمرنہ، (ازمیر) ۲۱۸ - ۲۰۵ - سمرنہ کو تیمور فتح کرتا ہے؛ ۲۱۸

سمندر، سمندر کی راہ سے تجارت پر جھگڑے تری کی راہ سے تجارت مین کمی - ۱۴۹،

سمولنسک، ۲۵۱ - ۲۵۲،

سنٹ پول، کا صاحب حکومت خاندان ۲۰۱

سندھ، دریائے سندھ - ۱۴۹ - ۱۸۰

سویدائی، ۲۵۵،

سورن، ۱۱۳،

سیتھین، قوم - ۲۶۰،

سید خواجہ، ۱۳۱۔
سیر اوردہ، ۱۴۴-۲۳۹-۲۶۳-سیر اوردہ کی
وجہ تسمیہ-۱۰۴-سیر اوردہ کی حکومت-۱۰۵-سیر اوردہ
کے ملک مین زندگی-۱۰۵-کون کون قومین شامل
تھین، ۱۰۵-توقتمش کی شکست ۱۰۷-نقل و حرکت
۱۱۱-تیمور سے بچنا-۱۲۰-اور آگے کے صفحے، سیر اوردہ
کا پراگندہ ہونا، ۱۲۷-۱۲۸،
سیر دریا-۵۹-۶۰-۶۱-۸۵-۱۰۷-۱۰۸-۱۱،
۱۱۲-۱۴۳-۲۲۶-۲۳۰،
سیف الدین-۹۰-۹۱-۱۰۲-۱۲۳-۱۲۷
۱۲۸-۱۸۰-۱۸۱-۲۲۰-۲۵۵،
سگسمند، بادشاہ ہنگری-۲۰۱-اور آگے،
سیمی رامس، ۱۴۴-
سیواس، ۱۹۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-سیواس
کو تیمور فتح کرتا ہے-۱۹۳،
سیوائے، کا ولد الحرام-۲۰۱،

ش

شادی ملک، حکم قتل-۱۸۱-شادی ملک
ملکہ سرائے خانم کی ناشکری کرتی ہے، ۲۳۱-شادی
ملک کی شادی خلیل کے ساتھ، ۲۳۲،
شاردین-۲۷۳
شاعر، ایران کے شاعر-۱۳۵-یورپ کے شاعر
تیمور کی نسبت کیا لکھتے ہین-۲۵۷، اور آگے،
شام، ۱۶۱-۱۹۰-۲۴۸-۲۵۷-اور آگے،
شام کا ملک تیمور فتح کرلیتا ہے،
شامی، ۱۹۳،
شاوانیس، ای-۲۶۸-نوٹ-
شاہ رخ، (پسر تیمور) ۱۴۱-۱۸۳-۱۹۶-
۱۹۸-۲۱۲-۲۲۰-۲۲۸-لڑائی مین فوجی خدمات
۱۵۶-۱۵۸-شاہ منصور کو شاہ رخ کا گرفتار کرنا،
۱۵۹-خراسان پر حاکم-۱۸۵-۲۲۱-شاہ رخ
کی سلطنت-۲۳۲-۲۷۵-اور آگے،
شاہ ساز-دیکھو قزغن،
شاہ ملک، ۲۲۱-۲۲۸-
شاہی مسجد، تیمور کی تعمیر کردہ-۱۸۴-اور
آگے کے صفحات،

شبی - ۱۶۰ -

شرف الدین علی یزدی، ۲۴۹ - نوٹ،
۲۵۹ - ۲۶۳ - ۲۶۹ - ہندوستان پر فوجکشی کا حال
۲۴۹ - تیمور کے خصائص کی نسبت علی یزدی کے خیالات
۲۸۲،

شطرنج، تیمور کی مہارت - ۶۶،

شکار، ۲۰ - ۲۳ - تاتاریوں کا شکار صحرا میں ۱۱۶
۱۱۷ - دریائے فرات کے کنارے - ۱۹۵،

شکرے، ۲۱ - ۲۳،

شمس کشتی کا نام ہے جس میں سلطان احمد جلائر
بادشاہ بغداد، بیٹھکر دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا - ۱۶۳

شنت یوحنا، کے شہ سوار - ۲۰۱ - ۲۱۷،

شہر سبز، ۲۰ - ۲۴ - ۳۶ - ۴۰ - ۵۲ - ۶۰ - ۶۸
۹۲ - ۱۳۳ - ۱۴۶، ۲۲۱ - خان جتہ کی لشکر کشی - ۳۹
اور آگے کے صفحات، شہر پر قبضہ کرنے کے لیئے کشمکش،
۴۴ - تیمور نے شہر کو واپس لیا ۶۰ - آق سرائے،
۹۷ - ۱۳۳،

شیراز، ۱۳۴ - ۱۳۴ - ۱۳۶ - ۱۳۹ - ۱۴۹ - ۱۵۵، ۱۵۸ -

۱۶۰ -

ص

صلیبی جنگ، آخری صلیبی لڑائی ترکوں سے
۲۰۰ - اور آگے،

صوفی شاہان خوارزم، ۱۰۸ - ۱۰۹ - تیمور
اور خوارزم کے صوفی بادشاہ - ۸۸ - اور آگے کے
صفحات - تیمور کے تابع ہوئے - ۱۱۰ -

ض

ضیافتیں، ۲۳ -

ط

طاعون، ۹۳ -

طرغائی، پدر تیمور - ۲۴ - موت - ۳۸ - مدفین
۴۰ - مقبرہ - ۹۷،

ظ

ظفرنامہ، امیر تیمور گورگان مصنف مولانا
شرف الدین علی یزدی، ۲۵۹،

ظلمات - تاریک زمین - ۱۰۵

ع

عباس، شاہ ۔ (شاہ عباس) صفحہ ۲۳۳،
عبداللہ، صفحہ ۷۲۔
عثمانی ترکون کی تاریخ، مولف کریسی،
"عثمانی سلطنت کی بنیاد" گبنز ۔ ۲۴۹ ۔
۲۶۸ ۔ نوٹ،
عثمانی ولایت، ۲۶۸،
عراق عرب، ۲۳۴
عرب، ۱۴۴ ۔ ۲۴۲ ۔ قبیلہ برلاس عربون
کی تعریف کرتا تھا ۔ ۲۳،
عرب شاہ ۔ (ابن عرب شاہ) ۔ ۲۳۹ ۔ ۲۴۹
نوٹ ۲۸۱ ۔ تیمور کی صورت شکل، ۱۵۳ ۔ ۱۵۴
تیمور کی طبیعت ۔ ۲۸۲،
عکہ، ۱۹۵،
علما، ۸۱
علما و فقہا، ۲۶ ۔
علی بہادر، (شیخ علی بہادر) ۸۴ ۔ ۸۶ ۔ ۸۹
۹۱ ۔ ۱۲۳ ۔ ۱۳۳ ۔ ۱۳۸ ۔ ۲۵۵ ۔ اور ختائی بہادر
۸۶ ۔ ۸۷،
علی بیگ، صفحہ ۵۰
علی بیگ، وزیر میر اوردہ ۔ ۱۱۳،
علی یزدی، (دیکھو شرف الدین)
عمر شیخ، پسر تیمور ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۲۴ ۔ ۱۴۱،
۲۲۰ ۔ موت ۔ ۱۳۳،
عورتین، تاتاری عورتین مردون پر حصر نہ رکھتی
تھین، ۳۳ ۔ ایران کی عورتین منہ پر نقاب ڈالتی
تھین، لڑائی مین جو عورتین قید ہوتی تھین انکے
ساتھ کیسا برتاؤ کیا جاتا تھا ۔ ۱۲۷ ۔ خاندان شاہی
کی عورتین سمرقند مین ۔ ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ ۔
عینتاب، صفحہ ۱۹۳،

غ

غرناطہ، ۱۵ ۔
غزنی، ۲۷۵،
غیاث الدین، ۹۲ شکست کھا گیا ۔ ۹۲،

ف

فارس، ۱۳۶
فرات، دریائے فرات ۔ ۱۴۹ ۔ ۱۶۵ ۔ ۱۹۰،

فرانس، فرانس کی حالت اخیر جنگ صلیب مین ۔ ۲۰۱
فرائیسوٹ ۔ آخری جنگ صلیب کے متعلق
اس کا خیال ۔ ۲۰۴،
فرح ۔ حاکم بغداد ۔ ۱۹۶ ۔ اسکی موت ۔ ۱۹۸
فریڈرک، ہوہن زولرن، کا ۔ ۲۰۱
فلپ، ارتوائے کارئیس ۔ ۲۰۲ ۔
فلپ، بادشاہ برگنڈی ۔ ۲۰۱ ۔
فلپ، بادشاہ مقدونیہ ۔ ۲۵۴،
فلسطین، ۱۹۴ ۔
فوشنج، ۹۱
فہرست کتب، آثار قدیمہ ۔ ۲۹۰ ۔ ایشیائی
ابتدائی ماخذ ۔ ۲۸۹ ۔ اور بعد کے صفحات، ایشیائی
ثانوی ماخذ ۔ یورپین ماخذ ۔ ۲۹۳ ۔ عام تاریخین
۲۹۶ ۔ اور آگے کے صفحات ۔ متفرقات ۔ ۳۰۰
سمرقند ۔ ۳۰۰،

ق

قاچولی، جد ہشتم امیر تیمور ۔ ۳۰ ۔ ۴۴ ۔
قاہرہ ۔ ۱۶۴،
قبچاق، ۱۰۵ ۔ ۱۲۹ ۔
قبلائی، یا قوبلائی خان ۔ ۱۰۳ ۔
قبل خان، (چنگیز خان کا جد) ۳۰ ۔ ۴۴ ۔ ۱۴۴،
قراباغ، ۱۹۱ ۔ ۱۹۲ ۔
قراتاغ، پہاڑ ۔ ۱۱۳،
قراختائی، ۲۶۶ ۔
قرایوسف، ۷۵ ۔ ۷۶ ۔ ۱۶۱ ۔ ۱۶۲ ۔ ۱۹۰،
۱۹۱ ۔ ۱۹۲ ۔ ۲۱۸ ۔ ۲۳۴،
قرشی، ۳۹ ۔ ۱۰۹ ۔ ۲۵۶، تیمور قرشی پر قبضہ
کرتا ہے ۔ ۶۹ ۔ اور آگے کے صفحات،
قرطبہ، ۱۴،
قرغیز تاتار، ۲۳۴ ۔ ۲۶۷ ۔
قرلق، ۱۲۹ ۔ ۲۶۷ ۔
قرم، ۱۲۸ ۔ ۲۲۹ ۔
قرمزی، ۹۸
قریت، یا کریت ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۶۷،
قزغن، شاہ ساز ۔ ۲۸ ۔ اور آگے ۔ ۱۰۴،
قوت ۔ ۳۱ ۔ تیمور کی عزت افزائی کرتا ہے ۳۶

موت - ۳۷ -

قزق قرغیز، ۱۰۵،

قزق - یا قزاق - ۷۹،

قسطنطنیہ - ۱۵ - ۱۴۹ - ۲۰۶ - ۲۳۴ -

۲۸۵ - ترکون کا قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا ارادہ،

۲۰۰ - ۲۰۱ - ترکون کی اطاعت قبول کرنا - ۲۱۹

قطب مینار، ۲۷۸ -

قطلولی، ۱۲۹ - ۲۴۲،

قفقاز - پہاڑ - ۱۱۲ - ۱۳۲ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - تاتاریون کا قفقاز کے پہاڑون مین داخلہ، ۱۲۹، اور آگے،

قلچی، ۱۵۲،

قلعۂ سپید، ۱۵۶ - تیمور فتح کرتا ہے، ۱۵۶ اور آگے،

قلعۂ کولاوطاوس - ۱۳۰ - نوٹ،

قلمان، تاتاری - ۲۳۴ -

قمرالدین، ۱۰۱ -

قندھار، ۱۴۹ -

قنقلی - ۱۰۵،

قورلتائی - ۸۱ -

قیصر یولیوس - ۲۵۴،

ک

کاروان، ۲۱ -

کاشغر، ۱۴۴ -

کالی مری، ۲۰۱ -

کاہون لیون، ۲۴۸، نوٹ - ۲۸۲

کائی فونگ، ۲۴۴

کراکو، کراکو کا حاکم - ۲۵۲ -

کروٹ، اہل کروٹ - ۲۰۲ -

کرسونیز رزین، ۱۴۹،

کرشِ اعظم، بادشاہ ایران - ۲۳۵ -

کرواہ، پینتے دِل - ۲۵۹ -

کرلسویل، کے اے ہی ۲۷۸ -

کریسی، پروفیسر کریسی - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - نوٹ -

کسویا، ۲۰۰ - ۲۰۶ -

کشمیر، ۱۷۹ -

کلات، حصن کلات ۱۳۰-

کلاویجو، تیمور کے حالات کی کیفیت کلاویجو اپنے بادشاہ کو پیش کرتا ہے، میران شاہ کی دیوانگی کا حال ۱۴۰- خراسان کی سڑک کا حال- ۱۴۵- رومی دی گونزالیز کلاویجو ۲۱۹- ۲۲۲- نوٹ ۲۲۳ نوٹ- ۲۵۰- ۲۷۳- سمرقند مین- ۲۲۱- تیمور سے ملاقات، ۲۲۲- اور آگے- جنگ انگوریہ، ۲۴۹- تبریز مین- ۲۷۴- تیمور کا سراپردہ، ۲۷۷

کمانین، ۴۷- لمبے سے لمبا چلہ- ۲۴۱- یورپ کی کندہ دار کمان- ۲۴۲- چھوٹی کمان- ۲۴۲ تاتاری لمبی کمان، ۲۴۲- انگریزی لمبی کمان ۲۴۳،

کمبل، ۲۱

کوچ حصار- ۲۰۹

کورنش- کرناش- کرنش- ۴۱

کوریہ، ۱۰۲-

کہرد، ۵۷-

کیخسرو، شہزادہ کیخسرو- ۸۶،

کیمبرج کی تاریخ عہد وسطےٰ جلد چہارم- ۲۶۱ نوٹ،

کیمیری، ۱۱۹

گ

گالیشیہ، ۲۵۲،

گبنز، ہربرٹ ایڈمنز، ملاحظہ ہون نوٹ صفحے ۲۱۳- ۲۴۹- ۲۶۸- پر بایزید کی شکست کے متعلق

گرجستان- ۱۳۰

گرجستانی، ۱۲۹- ۱۹۰- ۲۸۵- مفتوح ہوجاتے ہین- ۱۹۲،

گوبی، دشت گوبی- ۲۴- ۱۰۱- ۱۰۳- ۱۰۴ ۱۱۲- ۱۲۹- ۱۴۹- ۱۷۹- ۲۲۱- ۲۶۰ دشت گوبی کو مجبور کرنے کا انتظام تاتاریون مین- ۱۱۴ اور آگے کے صفحات،

گھوڑے، ۲۰- ۲۲- تیمور کے گھوڑے- ۹۹- ۱۰۷- صحرا مین ان کی ضرورت- ۱۱۶

ل

لائی، جنگ لائی- مغول جتہ اور تاتاریون کے

درمیان - ۶۱ - اور آگے کے صفحات،

لشکر، لشکر اور فوج کی اہمیت - ۱۵۰ -

لن خاقان، ۲۶۶ -

لوئی نہم، بادشاہ فرانس - ۲۴۲ -

لیتھوانیہ، کے باشندے - ۲۵۲،

لیموگو، ۲۸۰ -

لین پول، جنگ انگورہ کے متعلق خیالات
۲۴۷ - ۲۴۸ - اسٹینلی لین پول - نوٹ بصفحات
۲۴۹ - ۲۶۴،

لیون کلاویوس، ۲۵۸،

م

مارکھم، سر کلیمنٹ مارکھم - نوٹ بصفحات ۲۱۳
۲۵۸،

مارلو، کرایسٹوفر مارلو - (شاعر) نوٹ بصفحات
۲۱۳ - ۲۵۸ -

مارمورا، بحر مارمورا - ۲۰۷ -

ماریہ، (مریم) یونانی کنیز - ۲۱۹ -

مانیول، قیصر قسطنطنیہ ۱۵ - ۱۰۳ - ۱۸۰ - ۲۰۰
۲۰۵ - ۲۱۹،

ماوراء النہر ۸۲ - ۹۱ - ۹۷ - ۱۰۱ - ۱۴۳ - ۲۶۷

مبارک، ۹۱ -

محصول، ذریعۂ آمدنی - ۱۴۷ -

محصول، ذریعۂ آمدنی - ۱۴۹ -

محمد سلطان، (تیمور کا پوتا) ۱۵۸ - ۱۷۹،
۱۸۳ - ۱۸۵ - ۱۹۶ - ۱۹۸ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۲۰ -
۲۴۸ - زخمی ہوا، ۲۱۲ - موت - ۲۲۰،

مردوا، ۱۰۵

مستوفی، ۲۷۲،

مشہد، ۱۰۱ - ۲۸۵ -

مصر، سلطان مصر، دیکھو مملوک،

مصر کا اطاعت قبول کرنا، ۲۱۰ تیمور کے
ایلچیوں کا مصر پہنچنا - ۱۶۴،

مصری، اہل مصر - ۱۹۰،

مظفری شہزادے، ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۲۳۳
قتل کر دیئے گئے، ۱۶۰ -

مغل، ۱۴،

مغل، ۲۲ - ۲۶۰ - ۲۶۱، مغل تاتار مین واپس
آتے ہین - ۶۱ - مغلون کی رسوم شادی - ۱۰۱،
قوبلائی خان کے تحت مین سلطنت - ۱۰۳ - سیراورڈ
(علیحدہ ذکر آیا ہے) مغلون کی تاریخ - ۱۰۴ - مغلون
کی سلطنت کی تباہی - ۱۲۹ - جنگ کے طریقے
۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - (نیز دیکھو حتبہ) مغل کا
لفظ کیونکر چلا، ۲۶۰ - مغلون کو تاتار کہا گیا - ۲۶۳
مغلیہ خاندان شاہی، ۲۳۳ -
مقولی، ہولی - ۲۵۵،
مکہ، مکہ معظمہ - ۶۹، ۲۸۵،
مکنون، ۲۵۸ -
ملتان، ۱۸۰ -
ملٹن، جان ملٹن، شاعر انگلستان - ۱۴ - ۲۵۸ -
ملطیہ، ۱۹۳ -
ممائی، وزیر سیراوردہ، ۱۰۶ - ۱۰۷ -
مملوک، (سلاطین مصر) ۱۶۱ - ۱۸۰ - ۲۲۲ -
نوٹ، ۲۳۴ - ۲۸۴ -
منچو، شاہان چین - ۲۶۰ -
منصور، شاہ منصور - ۱۳۹ - ۱۵۶ - ۱۵۹،
۱۶۲ - بھاگا، ۱۵۸ - مغلوب ہوا، ۱۵۹ -
منگ، چین کا شاہی خاندان - ۲۳۲،
منگلی بوغا، ۷۵،
موسیٰ، (امیر موسی - امیر حسین کا سپہ سالار)
۵۸ - تیمور امیر موسیٰ کو بیوقوف بناتا ہے ۱۷ - ۷۲ -
موسیٰ، پسر بایزید - ۲۱۳ -
مویدارات، ۶۹ - ۷۰ - ۷۹ - ۱۷۲ - ۱۸۰،
پل سنگین پر - ۵۸ -
مویشی، ۱۹،
میران شاہ، پسر تیمور - ۱۲۳ - ۱۲۴، ۱۲۸،
۱۸۵ - ۲۳۰ - دیوانہ ہوجاتا ہے، ۱۴۰ - ۱۴۱ -
سزا پاتا ہے، ۱۴۲،
میرخوند، ۲۶۳
میگنون کی کتاب، "تیمور اعظم اور بایزید"
۲۵۸،
میلکم، سرجان میلکم - ۲۸۲ -
مینار، کٹے ہوئے سرون کے، کلہ منیار ۱۳۲

-۲۸۰-۲۸۱-

مینگ باشی، منگ باشی-۳۶-۶۲،

ن

نادر شاہ، ۱۳۱

نپولین اول، ۱۶-۷۶-۱۸۹-۱۹۵،
۲۵۶-جنگ مین کمال-۲۵۴-اور آگے کے
صفحات،

نظام شمس، ۲۸۹،

نفط-۲۴۴-۲۴۵،

نقفور، قیصر قسطنطنیہ-۳۴-۱۰۲

نورالدین، ۱۲۸-۱۹۷-۲۱۱-۲۱۳،
۲۲۱-۲۲۳-۲۲۸-۲۳۰-۲۳۴، نورالدین
کا خط دربار سمرقند کے نام-۲۳۰-۲۳۱،

نوغائی، قبیلہ-۲۵۱-

نولیس، رچرڈ-۲۴۹-۲۵۸-انکوریہ
کی لڑائی بیان کی ہے، ۲۴۷،

نہر قصارین-۹۰-

نیشاپور-۱۰۱-۱۳۲-۱۹۸۔

نیقیہ- ۲۱۷-

نیکوپولس، ۲۰۷-۲۲۲-۲۴۹-۲۸۰-

جنگ نیکوپولس-۲۰۲-اور آگے کے صفحات،

نیوررز-کاونٹ -(دیکھو ویلائے جون)

و

والاشیہ، کے لوگ-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۷-

والوی، جان نیورس کا کونٹ-۲۰۱-۲۰۴-

وامبیری، آرمینیوس-۲۶۸-نوٹ ۲۸۲-

وامبیری کی کتاب، تاریخ ترک-۲۶۸-
نوٹ،

ورغ طورغ، بھیڑیے کے سر والا جھنڈا-۲۳۶-

ولیم-شہر صور کا-۲۶۷-

ونیوت، (دیکھو وٹیولڈ)

وٹیولڈ، بادشاہ لیتھوانیہ-۲۴۲-۲۵۱-
اور بعد کے صفحے،

ونیشائی گوروہ، ۱۲۸-

وینس، ۱۴۱-وینس کے جہازون کا بیڑا-۲۰۵

وینیسی، وینس کے لوگ-۱۲۹،

ہ

ہاتھی، ۱۷۹-۱۸۰-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۵-۱۸۶، ۲۰۸-۲۱۲-

ہارون الرشید، ۲۷۵-نوٹ-

ہامر، بیرن فون ہامر-۲۴۶-۲۴۸،

ہائی پرپوری، ۱۰۵-۱۱۹،

ہشیار، ۲۳-

ہتیار، ۲۱-۲۳-۶۱-۶۲-۲۴۱-اور آگے کے صفحات-کمانین-توپ-۲۵۲،

ہرات، ۳۹-۹۰-۱۶۹-۱۸۵-۲۸۱، ملک ہرات-۷۰-۷۱-ہرات فتح کیا جاتا ہے، ۹۱-اور آگے کے صفحات-

ہزارہ، فوج ہزارہ-۶۲،

ہکلوئٹ سوسائٹی، ۲۲۲-نوٹ-

ہمایون، ہمایون کا مقبرہ-۲۷۹،

ہند، ہندوستان-۶۷-۱۶۵-۱۸۵-۲۸۵

ہندوستان مین داخل ہونے کے راستے ۱۴۹،

ہندوستان کا فتح ہونا، ۱۷۹-۱۸۲-ہند کا دھارا ۱۸۰-

ہندوکوہ، پہاڑی سلسلہ-۵۳-۱۳۴-۱۴۴-

ہنری چہارم، بادشاہ انگلستان-۱۵-۲۱۸

ہنری سویم، بادشاہ قشتالیہ (اسپین) ۱۵-۲۱۹،

ہنگری، ۱۲۸-

ہوپاؤ، ۲۴۴،

ہوورتھ، سر ہنری ہوورتھ-۲۵۱-نوٹ ۲۶۳-۲۶۴-نوٹ،

ہی انگ تو، ۲۶۰-۲۶۵-

ہیروڈوٹس، یونانی مورخ-۲۶۰-

ہیلیس، ۲۰۷-۲۰۸-

ہیوٹ، جان-۲۴۵-نوٹ-

ی

یدہ، سنگ یدہ-۶۲-اور نوٹ

ینگ چری، (ترکی پیدل فوج) ۲۰۰، ۲۰۳-۲۰۷-۲۱۲-۲۴۷،

یوحنا، یوریپ بھیجا جاتا ہے-۱۹۹-اسقفت

سلطانیہ - ۲۱۸،
یورال، دریا - جایک یایق - یئین ۱۱۰-
نوٹ - ۱۲۱-
یورپ، ۱۱۹- نوٹ - یورپ کی تاریخ
۱۴- مشرق سے ال کی درآمد یورپ مین،
۱۴- ۱۵- یورپ کا سیرا اور وہ کے تابع ہونا
۱۰۶- آخری جنگ صلیب - ۲۰۰- اور آگے
"بدعت کبیرۃ" - ۲۰۱- شہنشاہی مجلسین ۲۰۱،
جنگ صدسالہ - ۲۰۱- یورپ کو تاتاریون کا
خوف - ۲۱۸- تیمور کا یورپ سے واپس آنا
۲۱۹- یورپ کا طریقۂ جنگ ۲۴۲- تیمور کے
قصے، ۲۵۷- ۲۵۸- ایشیا پر یورپ کی
تاریخی نظر، ۲۷۴،
یوزن حسین، ۲۵۷- نوٹ،
یوسف صوفی، تیمور کو لڑنے کا پیغام
دیتا ہے، ۸۹- تیمور کا خوف غالب
ہوتا ہے - ۹۰- موت - ۹۰
یوسم کاسن، ۲۵۷- نوٹ،
یونانی - ۲۱۴،

ختم شد

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	رواداری	رواروی	۸۳	۱	خواب	خوب
۱۶	۱۷	انگلیون	الگنیون	۱۰۵	۸	مقرب	مضطرب
″	″	گھوڑے	گھوڑے کا	۱۱۱	۵	زخمون	جسمون
۲۷	۱۰	ہین	ہین	۱۱۵	۱۶	امرار تیمورکو	امرار تیمور
۴۳	۱۳	حطرلسوری	خضرلسوری	۱۲۲	۶	ختامی	ختائی
۴۶	۲	اردو معلّے	اردوے معلّے	۱۴۰	۴	گوک	کوک
۴۶	۸	کیبخت	کیبخت	۱۴۷	۱۲	سخاوت	بغاوت
۴۶	۱۷	اعتق	تغلق	۱۵۲	۱۴	داعیان	والیان
۴۷	۹	کے حضور	کی حضور	۱۵۳	۱۴	آق آورده	آق اورده
۴۹	۱۶	قنجاق	قبچاق	۱۵۷	۵	چلاکر	جلاکر
۵۱	۱۹	۱۳۶۰ء/۷۶۲ھ سے سنہ ۷۷۱/۱۳۶۹	۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء سے سنہ ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء	۱۶۶	۱۴	مینگ	مینک
۶۶	۱۴	گمان	کمان	۱۸۱	۱۴	(اورال)	(لیورال)
۷۳	۴	لشکرکے	لشکر	۱۸۴	۱۳	تولوجن	تونو جن

صفحه	سطر	غلط	صحیح	صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۸۶	۱	سوا	سوار	۳۶۵	۱۶	تونیا ن	تونئیان
۱۹۳	۱۰	بعض	بعض نے	۳۷۱	۱۱	اس	اُس
۱۹۸	۱۷	ہو	ہوا	۳۷۴	۳	جانا	جاتا
۱۹۸	۱۷	خرز	خزر	۳۷۷	۶	مرنے سے	مرنے نے
۲۰۰	۱۲	دیتے	دئے	۳۹۰	۱۰	مختصر تھا	مختصر
۲۰۰	۱۵	اُس نے	اس سے	۳۹۶	۶	تیمور	تمور
۲۰۱	۸	تین سے	زمین سے	״	۱۰	تیمور	تمور
۲۰۱	۱۸	منظو	منظور	۴۰۱	۳	بیان اور ہولی (منقوم	بیان اور ہولی (مقولی)
۲۰۴	۲	بیش	بیشی	۴۰۲	۱۵	نہ پڑتا تا	نہ پڑتا کہ
۲۰۷	۴	ایرانی	ایران	۴۰۵	۱۸	اورن حسین	اورزون حسین
۳۱۹	۲	اوالعزم	الوالعزم	۴۱۴	۱۸	KOEE	KOELLE
۳۲۶	۱۵	ایلدرم نے	ایلدرم	۴۳۶	۶	اسے	ایسے
۳۴۳	۱۳	گین	گبنز				